http://www.muftbooks.blogspot.com/

کلیاتِ حسرت موہانی

حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت موہانی میموریل ہال و لائبریری ٹرسٹ
کے مستقل ٹرسٹیز

صدر ٹرسٹ و سابق سینیٹر
سید اشتیاق اظہر

ڈاکٹر محمد فاروق ستار

سید انعام الحسن موہانی
سیکریٹری جنرل

رئیسہ بیگم موہانی

احمد عبدالباری فرنگی محلی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کلیات

حسرت موہانی

رئیس المتغزلین مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانیؒ

کی

غزلیات کا مکمل مجموعہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جملہ حقوق محفوظ

بار اوّل — دسمبر ۱۹۷۶ء

بار دوم — ۱۹۹۷ء

قیمت مجلد — ۱۵۰/- روپے

طابع: ماس پرنٹرز ناظم آباد کراچی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

افتتاحیہ

مجھے بڑی مسرت ہے کہ حسرت موہانی میموریل لائبریری و کلیاتِ حسرت موہانی کی خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ اس لئے کہ یہ کلیات آخری بار اس صدی کی آخری دہائی میں شائع ہوا تھا اور اب اس کی کوئی نقل بازار میں مشکل ہی سے دستیاب ہے۔ اس کلیات کو من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔ صرف چند نایاب تصاویر جو ابھی تک کتابی شکل میں شائع نہیں ہو سکی ہیں اس میں شائع کی جا رہی ہیں اور چونکہ کلیاتِ حسرت کی آخری اشاعت میں مولانا حسرت موہانی مرحوم کے کہنے پر مولانا جمال میاں فرنگی محلی کا دیباچہ شامل کیا گیا تھا اس لئے وہ کلیاتِ حسرت کی موجودہ اشاعت میں بھی اپنی افادیت کی بنا پر شامل کیا جا رہا ہے۔ البتہ کلیاتِ حسرت کی سابقہ اشاعت میں جو دوسرے مقالے شامل تھے انہیں حذف کر دیا گیا ہے۔ مولانا جمال میاں کا دیباچہ ہمہ جہتی خصوصیت کا حامل ہے اور اس کی اشاعت کے بعد کلیاتِ حسرت میں کسی اور مقالے کی اشاعت کسی اعتبار سے بھی مناسب نہیں۔

حسرت موہانی میموریل لائبریری و ہال (ٹرسٹ) نے اب تک سید الاحرار مولانا حسرت موہانی کے حوالے سے ان کی اپنی تحریر کردہ جو کتابیں شائع کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) شرح دیوانِ غالب (۲) نکاتِ سخن (۳) مشاہداتِ زنداں

ہمیں بڑی خوشی ہے اب کلیاتِ حسرت موہانی کی جدید اشاعت کے ذریعے ہم ایک ایسے قومی اور ادبی ورثے کی سرانجام دہی سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں جو ہمارے ٹرسٹ کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔

سید اشتیاق اظہر
صدر حسرت موہانی میموریل ہال اینڈ لائبریری ٹرسٹ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

دیباچہ	۷
پیش گفت	۱۷
مقدمہ کلیاتِ حسرت سوانح حیات مع تبصرہ کلام	۲۱
ترتیبِ کلیات اور خود نوشت دیباچے	۹۰
فہرستِ مطالب	۹۹
کلیات	۱۳۹

http://www.muftbooks.blogspot.com/

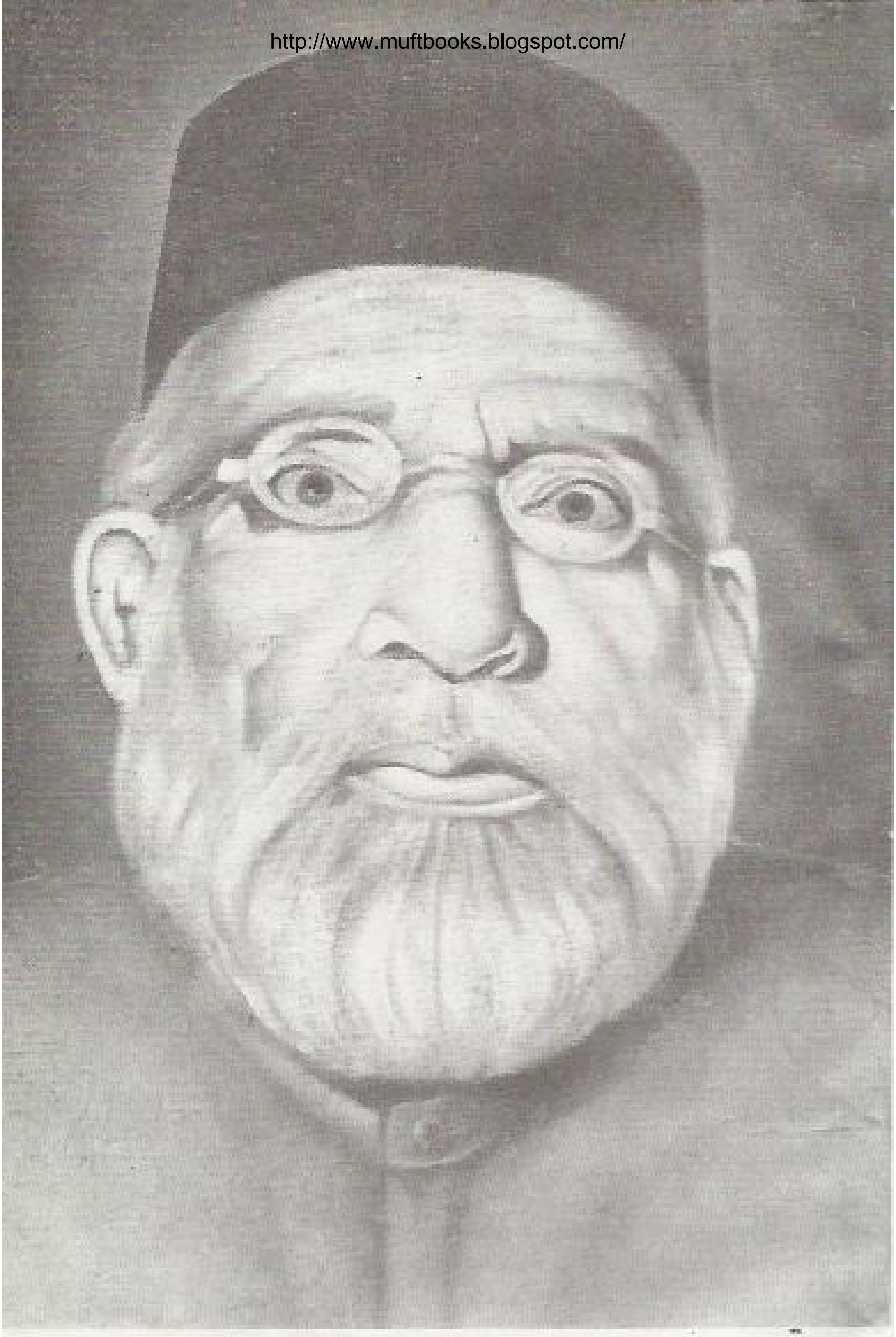

مولانا حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیباچہ

حسرت موہانی کل بھی مقبول تھے، آج بھی مقبول ہیں اور آئندہ بھی مقبول رہیں گے۔ اس قبولِ عام کے اسباب متعدد ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ حسرت جذباتِ شباب کے شاعر ہیں اور ظاہر ہے کہ شباب ایک بہارِ لازوال ہے۔ شباب صرف ایک دَورِ عمر کا نام نہیں، یہ ایک خاص مزاج اور رویّے کا نام بھی ہے۔ شباب اپنے خاص وقت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ جسمانی جوشِ حیات جب ختم بھی ہو جاتا ہے تب بھی شباب اپنی یاد اور آرزو کی صورت میں زندہ رہتا ہے۔ آدمی عمر کے جس مرحلے میں ہو شباب سے اُسے دلچسپی رہتی ہے۔

جذباتِ شباب کی شاعری ہر دَور میں پڑھی جا سکتی ہے، پڑھی جاتی ہے اور انبساط کا باعث ہوتی ہے۔ مراعات و التفات کے لمحے گذر جانے کے بعد بھی یاد رہتے ہیں

ہجر میں رہنے لگیں اور بھی کچھ یاد ہمیں — وہ مراعات کی باتیں وہ محبت کی نظر
نہ چھیڑ اے ہمنشیں کیفیتِ صہبا کے افسانے — شرابِ بے خودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قیدِ ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشتِ خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

حسرت کے عشقیہ کلام میں تخاطب فطری ہے اور جذباتِ شباب کے مراجع بھی فطری ہیں۔ یہ سابقہ روایات سے منحرف نہیں مگر اس میں حسرت کے اپنے زمانے کے بدلے ہوئے معاشرتی ذوق و تصوّر کا عکس بطورِ خاص ہے۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ حسرت جذباتِ شباب کے شاعر تھے تو اس

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سے یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ میں باقی شعراء کی تمام عاشقانہ شاعری کو نظر انداز کر کے صرف حسرت ہی کو شباب یا محبت کا ترجمان کہہ رہا ہوں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ہماری شاعری کا (اور شاید دنیا کی ہر شاعری کا) بیشتر حصہ جذبات محبت پر مشتمل ہے، اس لحاظ سے حسرت کی کچھ خصوصیت نہیں رہتی۔ پھر بھی حسرت کی ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے ایسے جذبات کی مصوری کی ہے جنہیں عنفوانِ شباب اور زمانۂ جوشِ حیات کے جذبات کہنا چاہیے۔

یوں تو اکثر شعراء عاشقانہ شاعری میں شباب ہی کی باتیں کرتے ہیں مگر غور کیا جائے تو ہر ایک کا روگ مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے بھی کہ محبت کے بارے میں احساس یا سوچ مختلف ہوتی ہے مگر اس لیے بھی کہ ہر شاعر کی شاعری میں ایک خاص دورِ عمر بھی منعکس ہوتا ہے۔ کسی کے یہاں آمدِ شباب، کسی کے یہاں عنفوانِ شباب، کسی کے یہاں بہارِ شباب، کسی کے یہاں زوالِ شباب اور کسی کے یہاں وقتِ پیری شباب کی باتیں ہوتی ہیں۔ دورِ عمر کے اس فرق کو پہچاننا ضروری ہے۔

یہاں محض تشریح کی خاطر میں غالب کی اردو عشقیہ شاعری کا حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ غالب کی اردو شاعری کا بیشتر حصہ احساساتِ شباب کے دورِ زوال سے متعلق ہے۔ اسے آپ چاہیں تو دورِ کہولت کہہ دیں یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب شباب کم اور شباب کی یاد زیادہ ہوتی ہے جوانی کی دھوپ پیلی پڑتی محسوس ہوتی ہے، اور آدمی بھاگتی دھوپ کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ مصحفی کی شاعری میں بھی زوالِ شباب کا عکس ہے۔ اسی طرح ولی، میر، مومن، درد، داغ سب کے روگ پہچانے جا سکتے ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت کی شاعری بھاگتی دھوپ کی شاعری نہیں۔ شباب کے عنفوان اور نصف النہار کی شاعری ہے جس میں پہلی نگاہیں اور اجنبیت کے مزے بھی ہیں۔ "ننگے پاؤں کوٹھے پہ آنے" کا دور بھی ہے، اور جوانی کے دوسرے تجربے بھی ہیں۔

حسرت کے یہاں شباب و محبت کے یہ قصے حقیقی ہیں، خیالی نہیں۔ زندگی کے تجربے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لیے ان میں صداقت کی تاثیر، اور سچائی کی اکسیر بدرجۂ کمال موجود ہے۔ محبت ایک مشرب ہے مگر یہ بھی مسلّم ہے کہ محبت، ایک ذہن اور نظر کا نام بھی ہے۔ حسرت کے یہاں عاشقی کا مشرب، عاشقی کی نظر اور عاشقی کا ذہن، یہ ساری کیفیتیں موجود ہیں۔ قلبی واردات، ذوقی تجلیات اور ذہنی اضطرابات، سب کچھ ہے۔ قلب کے پیچ و تاب کے ساتھ ساتھ حسن کے اندازہائے گوناگوں جن کا تعلق ذوق اور نظر سے ہے حسرت کی غزل کا قیمتی سرمایہ ہے۔

اردو کی عشقیہ شاعری کی روایت کے حوالے سے یہ بات کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ حسرت نے اربابِ دہلی کی داخلیت اور اربابِ لکھنؤ کی خارجیت کو باہم ملا کر اپنا ایک رنگ پیدا کر لیا ہے جس میں شورشِ عشق کا قلبی تموج بھی ہے اور ستائشِ حسن کا طوفانِ رنگ بھی۔ میر کا وہ رنگ جو مصحفی کے یہاں پہنچ کر غمِ انبساط بن گیا تھا، نسیم دہلوی تک پہنچتے پہنچتے رنگین نگاری سے موسوم ہوا، اور حسرت تک آتے آتے اس نے شگفتہ نگاری نام پایا۔

حسرت تری شگفتہ نگاری پہ مرحبا
یاد آ گئیں نسیم کی رنگیں نگاریاں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت کی شاعری میں جوانی کبھی ڈھلی ہوئی نظر نہیں آتی، جذبے کی یہ شادابی ہر قاری کو، ہر عمر کے قاری کو (اگر اس کے دل کی انگیٹھی بالکل بجھ نہیں گئی)، متاثر اور محظوظ کرتی ہے۔

حسرت کے قبولِ عام کا دوسرا سبب، اُس کا وہ کیفِ انبساط اور نشاطِ اُمید ہے جو غم ہائے بے پایاں کے باوجود شاعر کو مایوس اور مغلوبِ غم نہیں ہونے دیتا۔

گزاری عمر شغلِ عاشقی میں مرحبا حسرت

نہ پاس آنے دیا غم ہائے بے پایانِ دُنیا کو

حسرت کے کلام میں اضطراب اور بے کلی تو ہے لیکن نڈھال کر دینے والا غم نہیں۔ بہرحال حسرت غم کا شاعر نہیں انبساط کا شاعر ہے الم کی گہری جراحت حسرت کے پاس نہیں۔ شاید اسی بنا پر بعض اہلِ نظر نے حسرت کے مرتبے کے بارے میں ذرا دھیمے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اسے دُوسرے درجے کا شاعر قرار دیا ہے، یہ اس عذر پر کہ ان کے یہاں تجربے کی گہرائی نہیں۔ الم جو انسان کی تقدیر ہے حسرت کے یہاں موجود نہیں، اور کہا یہ گیا ہے کہ الم کی حقیقت پائے بغیر زندگی کی سچائی کا انکشاف ممکن ہی نہیں۔ حسرت پوری زندگی کے ترجمان نہیں وہ صرف دوپہر کے قصہ خواں ہیں، اور ظاہر ہے کہ زندگی ایک وسیع تر حقیقت ہے جس کا ادراک و انکشاف صرف عظیم شاعر ہی کر سکتے ہیں۔

یہ سب صحیح سہی مگر بات مقبولیت کی ہو رہی ہے، اور اس معاملۂ خاص میں حسرت کسی بھی بڑے شاعر سے کم نہیں۔ حسرت کی مقبولیت کے مختلف اسباب میں سے ایک قوی سبب یہ بھی ہے:

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہ وہ اُمید اور انبساط کی کیفیات سے روشناس کرتے ہیں اور ہر چند کہ ان کیفیات کی ترجمانی، انسان و کائنات کی زیادہ گہری (اور تلخ) صداقتوں کا انکشاف نہیں کرتی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ امید و انبساط بھی زندگی کا ایک اہم رُخ ہے اور اس تلخابۂ حیات میں اسے تعمیر کا ایک بڑا عنصر قرار دیا جاسکتا ہے۔ گویا حسرت کی شاعری میں تلخ تر حقیقتوں کا انکشاف نہ سہی، دلوں کو حوصلے کی دولت سے بہرہ ور کرنے کا تعمیری سرمایہ ضرور موجود ہے۔

امید و حوصلہ کا یہ عنصر حسرت کی شاعری کے سیاسی حوالے سے اور بھی نمایاں اور نتیجہ خیز نظر آتا ہے۔ حسرت کی غزل کے عشقیہ مطالب مجاز و استعارہ نہیں لیکن حسرت کی سیاسی زندگی کے زاویے سے ان کے عاشقانہ اشعار جدّوجُہدِ آزادی کے واقعات و مہمات کے استعارے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں شورشِ جنونِ عشق اور شورشِ ہنگامۂ آزادی کا اتصال کسی کا عنوان اجنبی معلوم نہیں ہوتا۔ دار و رسن کے استعارے، معرکۂ عشق اور معرکۂ آزادی دونوں پر صادق آتے ہیں، اور پھر اگر اس پامردی اور ثابت قدمی پہ نظر ڈالی جائے جو حسرت کی سیاسی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے تو ہمیں یہ سارا کلام مجاہد عاشق کا کلام معلوم ہوتا ہے جو عشق اور آزادی دونوں میدانوں میں حوصلہ اُمید کے ہتھیاروں سے آراستہ اور ولولۂ عمل سے مسلح ہے۔

اردو شاعری اپنے غم انگیز مزاج کے لیے خاص شہرت رکھتی ہے مگر اس عام حزنیہ نوا کے مقابلے میں حسرت کا رنگِ انبساط توجہ کے قابل ہے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حسرت کوئی بے فکرا بے حس شاعر ہے، اس کے کلام میں حزن کی ایک فکر انگیز لہر برابر رواں ہے۔ خصوصاً قید خانے کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

(جلیبہ) شاعری میں، جہاں باہر کی دُنیا کی سب یادیں جمع ہو کر شاعر کے قلب ہجراں زدہ پر یورش کرتی ہیں اور لطیف سا اضطراب پیدا کر جاتی ہیں احساس غم کی فضا پائی جاتی ہے۔

قیدِ تنہائی میں بھی تنہا نہیں اے یادِ یار

آہ وہ شہرِ کانپور کی شام — وہ لبِ آب و کنارۂ گنگ
بڑھ چلا جوشِ آرزو حسرتؔ — ختم ہونے کو آئی قیدِ فرنگ

اسے آپ غمِ آرزو کہہ ڈالیے یا کھوئے ہوئے لمحوں کی جستجو یا آنے والے دورِ آرزو کا اشتیاق مگر اسے بہر حال احساسِ غم کہا جا سکتا ہے۔ حسرتؔ کے کلام میں وہ ہلکا ہلکا درد بھی ہے جو مراحلِ محبت خصوصاً ضبطِ عشق سے وابستہ ہے۔

قصۂ شوق لکھوں درد کا افسانہ کہوں!!
دل ہو پہلو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں
اگرچہ میں ہمہ تن درد ہوں ولے حسرتؔ
کوئی جو پوچھے کہاں ہے بتا نہیں سکتا

قیدِ تنہائی کا احساس اور روزگارِ عیش کی یادیں، اس پرجوشِ آرزو کا وفور، یہ ساری کائناتِ درد حسرتؔ کی شاعری میں موجود ہے لیکن اس سارے درد کے باوجود، اس میں یاس و شکست و نا امیدی مُطلقاً موجود نہیں، پڑھنے والے کو اس سے حوصلۂ زندگی میسر آتا ہے۔ زندگی سے بیزاری نہیں پیدا ہوتی۔

ان کیفیتوں کے پہلو بہ پہلو، عقیدت و نیاز کے جذبات بھی ہیں جن سے قلبِ حسرتؔ کے خلوص اور ان کی روحانی لگن کا بھی پتہ چلتا ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ان کے کلام میں نعتوں نے سدا بہار گل کھلائے ہیں۔ نعت میں وہ ادب سے چلتے ہیں، رُک کر چلتے ہیں مگر اس ضبط کے اندر شوق بے تاب صاف عیاں ہے، ان کی حضرت غوث الاعظمؒ سے عقیدت بے پایاں معلوم ہوتی ہے۔ مگر عقیدت کی یہ موج یہیں رُک نہیں گئی آگے بڑھ کر اس نے کرشن سے نیازمندی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ محبتِ عام، نیازمندی پر دوام ہے جو بعض اوقات مذہب و مشرب کی سطح سے بلند تر ہو جاتی ہے۔ حسرت درد اور شوق کی دُنیا کے سب ناموروں کے عقیدت مند ہیں، کیونکہ دھوپ ہر آنگن میں چمکتی ہے۔ کسی مقام کی پابند نہیں۔ عرفان و معرفت کے اس ذائقے سے بھی کلامِ حسرت میں کچھ کشش آئی ہے۔

حسرت کی شاعری ہر چند کہ عشقیہ ہے لیکن اس کی رُوح ان کے زمانے کی سیاسی تحریکوں کی بھی ترجمان ہے۔ وہ بعض اوقات غزل کے استعاروں کو ترک کر کے سیاسی واقعات و تصورات کا براہِ راست ذکر کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اس میں سیاسی رنگ قائم رہتا ہے مثلاً یہ غزل دیکھیے۔

رسمِ جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حُبِّ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے
ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزمِ حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے
نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر یہ زیرِ نقاب دیکھیے کب تک رہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس کا آخری شعر ہے۔

حسرتِ آزاد پہ جورِ غلامانِ وقت
از رہِ بغض و عناب دیکھیے کب تک رہے

شعر کے حادثے، خدمتِ انگریز سے بیزاری، ملک سے ذہنی وابستگی اور اس طرح کی بہت باتیں صاف صاف بیان ہوئی ہیں۔ کلامِ حسرت کی مقبولیت میں شاعر کی درویشانہ طبیعت اور قلندرانہ سیرت کا بھی بڑا حصہ ہے۔ عملی زندگی میں ان کا فقرِ غیور اور سیاسی جدوجہد میں ان کی بے خوفی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی، ان کے وہ اوصاف ہیں جو زمانے بھر سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ جہاں ان کی شاعری نے ان کی شخصیت کو نمایاں کیا وہاں ان کی شخصیت نے بھی ان کی شاعری کی شہرت کو دوبالا کیا۔ ان کی غزل میں قول و عمل کی ہم آہنگی کا کمال نظر آتا ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور ادبی زندگی، ان کی ادبی زندگی اور ذاتی زندگی کے فاصلے کم سے کم نظر آتے ہیں، ان کے سیاسی محبوب اور ادبی محبوب میں کوئی جھگڑا نہیں۔ ان کے یہاں لیلائے آزادی اور لیلائے حسن میں باہم صلح و آشتی ہے۔ خارجی زندگی کا داخلی زندگی سے گہرا رابطہ ہے۔ ائتلاف ہر جگہ ہے تضاد کسی جگہ نہیں۔ حسرت کی زبان کو بھی ان کی شاعری کی مقبولیت کے اسباب میں شمار کیا جا سکتا ہے، اور یہاں میں زبان میں بیان کو شامل کر رہا ہوں۔

میری دانست میں حسرت کے بیان میں سب سے زیادہ دل کش عنصر ان کی شیریں، ملائم اور شوق انگیز تراکیب کا ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مصحفی کے بعد کسی شاعر کے یہاں تراکیب میں وہ شیرینی نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پائی جاتی جو حسرت کے یہاں ہے۔ ان تراکیب میں لطیف فارسیت ہے۔ ہر ترکیب شستہ، شائستہ اور اشتیاق انگیز ہے اور غزل کی موسیقی میں جذب ہو کر، تغزل کا ذائقہ پیدا کرتی جاتی ہے۔ ان ترکیبوں میں ہیجان و اضطراب، تکلف اور ساختگی اور ثقل و ابتذال مطلق نہیں، زبان سادہ ہے اور اس میں محبت کا رنگ بھرا ہے اور شوق کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ مومن کی جھلک بھی اور میر کی بھی، نسیم کی بھی اور مصحفی کی بھی، ان سب سے گلدستے تیار ہوئے ہیں داغ کی شوخی کو ابتذال سے پاک کر کے، مسلک عشق کو شرافت کا مشرب بنا دیا ہے، اس سے پہلے فطری تخاطب کی بات آ چکی ہے۔ اختر شیرانی کے یہاں بھی تخاطب کی فطرت موجود ہے مگر حسرت جانتے ہیں کہ غزل ایک تہذیب بھی ہے جس میں رمز و ایما کی پردہ داری، کمال گویائی کا درجہ رکھتی ہے۔ کھلی بات جو پردہ دری کی حد میں داخل ہو جائے غزل کی صنف کے لیے بیگانہ اور حسن تغزل کے لیے نامانوس ہے۔ حسرت نے غزل کی اس تہذیب کو قائم رکھا ہے۔

حسرت کی ہمہ رنگی پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حسرت کا اپنا کوئی رنگ خاص نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حسرت نے سب اساتذۂ قدیم کی بلکہ سب دلبستانوں کی پیروی کی کوشش کی ہے، چنانچہ رنگ دہلی میں لکھنؤ کی نمود تو عام بات ہے، ان کے یہاں ہر رنگ کی نمود ہے اس کے باوجود، حسرت منفرد ہیں۔ انھوں نے ان سب انتخابی نقوش پر اپنا نقش بھی جمایا ہے۔ اور وہ نقش ان کی اپنی شخصیت کا ہے جس سے ایک خاص لہجہ پیدا ہوا ہے، یہ لہجہ کسی اور شاعر کے یہاں نہیں، اور اس لہجے کے خصائص گذشتہ سطور میں (اسباب مقبولیت کے تذکرے میں) بیان ہو چکے ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت دُوسرے درجے کے شاعر ہوں یا پہلے کے، قارئین کی نظر میں وہ ہر دُور کے قاری کے اپنے شاعر ہیں، جیسے ان کے کلام میں وہ دائمی جذبات نظر آتے ہیں جو ہر آرزو مند دل کے جذبات ہیں، جن کے کلام کا لطف کبھی زائل نہیں ہُوا۔ حسرت کی شاعری کبھی باسی نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ تازہ رہے گی۔ جب تک اردو زبان زندہ ہے (اور انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گی)، اور جب تک جوانی آتی رہے گی اور نسلِ انسانی پر شباب مسکراتا رہے گا اور ہمیشہ مسکراتا رہے گا اس وقت تک حسرت کی غزل بھی تازہ رہے گی اور مسکراتی رہے گی۔

جناب حزیں کاشمیری حسرت موہانی کا کلام از سرِ نَو شائع کر رہے ہیں۔ کم از کم مجھے ان کے اس ارادے سے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ اس وقت ذوقیات کے دائرے میں جو ابتری چھا رہی ہے اور بد ذوقی، فن اور ذوق کے نام سے جس طرح ہماری روایتِ شعری کو مٹا رہی ہے اس کے پیشِ نظر یہ اندیشہ بے جا نہیں کہ ہمارے ادب کے شاہکار جلد ہی بے رواج کر دیے جائیں، تاخت و تاراج جاری ہے۔ ایک فتنۂ تاتار گذر چکا دُوسرے فتنۂ تاتار کی دُھوم ہے۔

ان حالات میں حزیں کاشمیری صاحب کی ہمت قابلِ داد ہے، اور اہلِ ذوق کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفت

(مولانا جمال الدین عبدالوہاب المعروف بہ جمال میاں فرنگی محلی)

حسرت نے نجابت و شرافت کے خانوادے میں آنکھ کھولی۔ تصوف و روحانیت کی فضا میں پرورش پائی علوم قدیمہ اور جدیدہ پر عبور حاصل کیا۔ سخندانی اور غزل گوئی میں مہارت پیدا کی۔ طالب علمی کا زمانہ ختم ہوا تو ملازمت کی تلاش اور دولت و جاہ کی خواہش نہ تھی۔ صحافت کی طرف توجہ کی اور اردوئے معلیٰ ایسا معیاری رسالہ نکالا۔ اردو پریس قائم کیا اور کتب فروشی کو ذریعہ معاش بنایا۔ مگر خدمت کا ذوق تھا اور آزادی کا سودا، یہیں سے کہاں بیٹھنے دیتا۔ اردوئے معلیٰ کے ادبی حصے کے ساتھ سیاسی مسائل پر مباحث شائع ہوتے۔ حسرت کی طبیعت خوف اور مصلحت سے ناآشنا تھی۔ پست رفتاری اور نرم گفتاری کی طرف مائل نہ تھی۔ آخر ایک مضمون کی بدولت مقدمہ چلا اور قید ہوئے۔ تجارت برباد ہوئی، رسالہ بند ہوا، کتب خانہ کوڑیوں کے مول نیلام ہوا۔ اسی دوران والدہ کا انتقال ہوا۔ دوستوں کی جدائی کے داغ سہے۔ مگر اس ساری ظاہری آشفتہ حالی پر فطری "بے غمی" غالب تھی۔ بلائیں اور مصیبتیں شیوۂ حسن نوازی اور جذبۂ عاشقی کی معین و نصیر ثابت ہوئیں۔ اذیتیں اور کلفتیں نردبانِ حقیقت و معرفت بن گئیں یہ مردِ مومن قید خانے میں بھی آزاد و شاد رہا۔ برطانوی استعمار کی ساری آتش سامانیاں اس مرد کی سکون بخشی پر اثر انداز نہ ہو سکیں۔ جس میں یہ سالک مے باہر و جادۂ تسلیم و رضا ساتھ لے رہا تھا۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار نے عجب نگار حسرت کو نغمہ سرا کر دیا۔ قید تنہائی کی مصیبت، صعوبتِ چکی کی مشقت نے طبیعت میں سوز و گداز بڑھایا۔ غزل گوئی کے جوہر کھلے اور تشیید فضل الحسن کی بہار نگر نے ریاضِ غزلِ اردو کے مرجھائے ہوئے پھولوں کو پھر سے شگفتہ کر دیا۔

خوب لکھی غزل جزاک اللہ ؎

حسرتِ سحر کار کیا کہنا۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جب وہ پہلی بار جیل جا رہے تھے تو دیوانِ حافظ ان کے پاس تھا۔ راہ میں کھولا تو لسان الغیب کی زبانی اپنی ترجمانی سنی۔

خیز تا از درِ میخانہ کشادے طلبیم
بر درِ دوست نشینیم و مرادے طلبیم

اس فال میں ان کا پورا احوال آ گیا۔ اس غزل میں ایک شعر تو ایسا ہے، جس میں حسرتؔ کے فلسفۂ حیات کی پوری تصویر کھنچ گئی۔

چوں غمت را نتواں یافت مگر با دلِ شاد
ما بہ امیدِ غمت خاطرِ شادے طلبیم

شاعر کی حیثیت سے حسرتؔ کا درجہ کیا ہے؟ ــــ اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے شعر کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ اقلیمِ سخن پہلوانوں کا اکھاڑہ تو ہے نہیں کہ حسرتؔ کا دیگر شعراء سے مقابلہ کیا جائے جسے ذوقِ سخن ہو کلیاتِ حسرتؔ دیکھے۔ یہ آپ بیتی ہے جگ بیتی نہیں۔ آمد ہے آورد نہیں۔ کون استاد ہے۔ جس کی اس میں پیروی نہیں۔ کون شعر ہے جس میں ہمدردی نہیں! ایک یہ ہے کہ یہ کلیات اردو غزل گوئی کا انتخاب اور ہر حیثیت سے لاجواب ہے۔

مولانا سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی علیہ الرحمت کی شخصیت تعارف کی اور ان کی شاعری تعریف کی محتاج نہیں۔ ہماری داستانِ حریت نامکمل ہے۔ جب تک ان کا نام نہ لیا جائے اور کلام نہ بیان ہوں۔ اُردو ادب کی کہانی ادھوری ہے۔ جب تک ان کی شاعری کا ذکر نہ ہو۔ وہ سید الاحرار تھے۔ رئیس المتغزلین تھے۔ میر کاروانِ آزادی تھے۔ مگر ان کا اصلی رتبہ ان سب درجات سے بلند ہے وہ پکے صوفی اور سچے دل سے تھے یعنی دورِ حاضر میں ایک مثالی مسلمان۔

ان کی بے نظیر شخصیت، ان کے پیر کی سب سے بڑی کرامت اور ان کی شاعری مرشد کی جناب میں ایک پُر خلوص اور پُر جوش ہدیہ عقیدت ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کلیاتِ حسرت کے مقدمے کی تحریر کے سلسلے میں درج ذیل کتابوں اور رسالوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے اور بعض جگہ پوری پوری عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ مقدمے میں بھی حوالے موجود ہیں۔ یہاں اعتراف سے مقصود یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں فروگذاشت ہو تو اس کی بھی تلافی ہو جائے۔ راقم الحروف ان تمام حضرات اور مدیرانِ رسائل کا تہِ دل سے شکر گزار ہے۔

- ۱۔ حالاتِ حسرت از مولانا عارف ہسوی مرحوم
- ۲۔ حسرت موہانی از پرنسپل عبدالشکور صاحب
- ۳۔ مقدمہ کلیاتِ حسرت از عشرت رحمانی صاحب
- ۴۔ حسرت نمبر رسالہ نگار لکھنؤ از جناب نیاز فتحپوری
- ۵۔ حسرت نمبر رسالہ اردو ادب علی گڑھ از آل احمد سرور صاحب

ان کے علاوہ رسالہ اردوئے معلی کی قدیم جلدوں اور مولانا حسرت موہانی کے غیر مطبوعہ روزنامچوں سے بھی مواد حاصل کیا گیا ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

مقدمہ کلیاتِ حسرت

مختصر سوانح حیات

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی رحمتہ اللہ علیہ ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا مولد اودھ کا مشہور قصبہ موہان ہے جسے علم و فضل کا مرکز ہونے کی وجہ سے خطۂ اودھ کا یونان کہا جاتا تھا۔ حسرت تخلص نام سے زیادہ مشہور ہوا۔ وہ خود کہتے ہیں۔

عشق نے جب سے کہا حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

وطن سے ایک لگاؤ تھا کہ اسکی طرف نسبت نام کا جزو بن گئی اور حسرت موہانی مشہور ہوئے۔ امام علی موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ والد کا نام سید اظہر حسن تھا۔ ان کے جد امجد سید محمود نیشاپور سے موہان آئے تھے۔ نیشاپوری وطن کی نسبت کا ذکر ان کے ایک شعر میں بھی ہے۔

کیوں نہ ہوں، اردو میں حسرت ہم نظیری کے نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشاپور سے

ابتدائی تعلیم پرانے طرز پر ہوئی۔ قرآن پاک نیز اردو اور فارسی کی متداول کتابیں میاں جی غلام علی موہانی اور میاں جی جلاقی موہانی سے پڑھیں۔ بعد کو موہان مڈل اسکول میں داخل ہوئے جس کے ہیڈ ماسٹر پنڈت گجھتی نرائن مولانا پر بہت مہربان تھے۔ ۱۸۹۴ء میں وہیں سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے صوبے میں اول آئے۔ حسرت کے والد ماجد کی کچھ جائداد فتحپور ہسوہ میں تھی۔ جس کے انتظام کے لئے ان کا قیام فتحپور میں رہتا تھا چنانچہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے وہ اپنے والد کے پاس گئے اور ۱۸۹۹ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فتحپور سے انہوں نے ہائی سکول کا امتحان خاص امتیاز سے پاس کیا۔ جس پر سرکاری وظیفہ بھی ملا۔ یہیں انہوں نے عربی و فارسی کی تکمیل کی۔ فتحپور ہسوہ کی فضا حسرت کی ادبی و ذہنی تعلیم کے لئے بہت راس آئی۔ یہاں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مولانا ظہور الاسلام کے علاوہ جو ایک نہایت متقی، پرہیزگار اور باصفات بزرگ تھے مولانا نور محمد اور مولانا حبیب الدین جیسے بزرگوں کا فیض بھی نصیب ہوا ہے۔ دیوانِ حسرت کے دیباچے میں حسرت نے لکھا ہے:

"وہ فارسی غزلیں قیام فتحپور کے اس زمانے کی یادگار ہیں جب کہ حضرت استاد یعنی مولانا سید ظہور الاسلام مرحوم یعنی حضرت نیاز فتحپوری کے والد ماجد کے فیض قرب نے نظم و نثر فارسی کی مشق کا ایک خاص شوق پیدا کر دیا تھا۔

وہ صورتیں نہ جانے کس دیس بستیاں ہیں۔
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں"

سید ہاشم ساکن کوڑہ اور مولانا نیاز فتحپوری اس زمانے کے مخصوص احباب میں تھے حسرت فتحپور کے اثرات کو کبھی نہیں بھولے ؎

اب تک موجود ہے کچھ کچھ لگاوٹ سے تھے ہم
وہ جو اک لپکا بھی خاکِ جہاں آباد سے ؎

فتح پور سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی دعوت پر علی گڑھ پہنچے۔ یہاں ان کے ہم جماعت خادم کعبہ مولانا شوکت علی جیسے سیاسی راہبر سید سجاد حیدر یلدرم جیسے ادیب تھے۔ ان کے احباب میں عبدالہادی خان منّا اور کرامت اللہ خاں گستاخ جیسے شاعر تھے اور ان کے اساتذہ میں پروفیسر سجے سی چکرورتی، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں اور ڈاکٹر ضیاء الدین جیسے نامی گرامی حضرات تھے سنہ ۱۹۰۳ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان ریاضی اور عربی کے اختیاری مضامین کے ساتھ پاس کیا۔

علی گڑھ کے زمانۂ تعلیم ہی میں ان کے ادبی ذوق اور سیاسی رجحان کا شہرہ ہو چکا تھا ان سرگرمیوں کے سلسلے میں وہ کالج سے بھی نکالے گئے اور بی اے کا امتحان انہوں نے پرائیویٹ طور پر دیا۔

"امتحان کا نتیجہ نکلنے سے پہلے انہوں نے اُردوئے معلّٰی نامی رسالہ نکالنا شروع کر دیا تھا اس رسالے کا پہلا پرچہ جولائی سنہ ۱۹۰۳ء میں نکلا اُردوئے معلّٰی میں ادبی مضامین کے علاوہ مذہبی اور سیاسی امور پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے۔ سیاسی مضامین کا درجہ یہ تھا کہ سنہ ۱۹۰۳ء میں مولانا شبلی مرحوم نے اُردوئے معلّٰی کا پہلا مضمون پڑھ کر داد دی اور لکھا:

ای کہ گفتی حکایتِ سحر است
روز روشن ببیں زندہ در است ؎

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم — ایضاً

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آج جبکہ زبانوں کے قفل ٹوٹ گئے ہیں، حکومت کو جابر و بیجا بدنام و مطعون کرنا اس کے خلاف زہر اگلنا بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔ انقلاب زندہ باد کے نعرے گلی کوچوں میں ہیں، سیاسی مظاہرے، ہنگامے، جلسے جلوس اور مرن برت بھی زندگی کا روزمرہ ہو رہا ہے۔ جیل جانا تو معمولی سی بات ہے۔ جس پر یہ ٹھپا نہیں لگا اس کے لئے تو پبلک لائف میں کوئی جگہ ہی نہیں۔

جن لوگوں نے اس ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور اس فضا میں پرورش پائی ہے ان کے لئے اس کیفیت کا اندازہ کرنا جو اب سے پچاس برس پہلے ملک پر چھائی ہوئی تھی اور ان لوگوں کی اولوالعزمی اور جانبازی کا اندازہ لگانا جنھوں نے سوتی ہوئی قوم کو جگایا آسان بات نہ ہو گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس گدلی فضا میں حسرت موہانی نے آزادی کا چرچا دلیری اور بے باکی سے شروع کیا۔[1] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سن ۱۹۰۴ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ حسرت نے اس میں ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شرکت کی۔ ۱۹۰۵ء میں انھوں نے آل انڈیا انڈسٹریل کانفرنس میں حصہ لیا اور اسی وقت سے سودیشی کی تحریک کے مبلغ بن گئے اور اردوئے معلیٰ میں متعدد مضامین سودیشی کی حمایت اور بدیشی مال کے بائیکاٹ کے بارے میں شائع کئے۔ کانگریس کی کارروائیاں درج کیں۔ موتی لال، گوکھلے اور کانگریس کے نرم فریق پر نکتہ چینیاں کیں۔ ان کی ہمدردیاں تلک کے ساتھ تھیں (تلک کی شان میں متعدد اشعار ان کے کلیات میں بھی موجود ہیں۔)

سن ۱۹۰۷ء میں کانگریس کا اجلاس سورت میں ہوا۔ جس کے بعد تلک کی پارٹی کانگریس سے نکل آئی۔ اور حسرت نے بھی کانگریس کو چھوڑ دیا۔ حسرت نے اسی زمانے میں دفاعی مزاحمت کا لائحہ عمل پیش کر دیا تھا جسے بہت بعد کو گاندھی جی نے اپنایا۔ حاکم سے محکوم اپنے ملکی حقوق کو تین ہی صورتوں میں لے سکتے ہیں۔ اوّل درخواست مرحمت کے ساتھ گدایانہ دست طلب دراز کر کے جس کا بیکار ہونا قطعی ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرے خونریزی و فساد کے ذریعے سے حاکم کو مغلوب و مجبور کر کے جس کی بظاہر حالات کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس اب ہمارے لئے سوائے اس کے اور کوئی کارروائی مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ فی الحال نہ تو ہم گداگری کی ذلت گوارا کریں، نہ جنگ و جدل کی آزمائش میں پڑیں۔ بلکہ ان دونوں سے علیحدہ رہ کر دفاعی مزاحمت کے اس درمیانی طریقے پر چلنا شروع کر دیں۔ جو مفید ہونے کے بجائے کبھی مضر ہو ہی نہیں سکتا اور یہی وہ بات ہے جس کی بناء پر مزاحمت کی پالیسی کو طلب کی پالیسی پر صریحاً ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ نجات ناکامی گداگری

---

[1] پنڈت کشن پرشاد کول، نگار، حسرت نمبر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کی طبیعت اس ہی کے ایسے قعر میں گر جاتی ہے جس سے دوبارہ نکلنا اس کے لئے بالکل محال ہو جاتا ہے لیکن برخلاف اس کے مزاحم اگر ناکام بھی رہے تو وہ ان مزاحمتوں میں اسے جو قوت اور تجربہ حاصل ہو جاتا ہے اس کا فائدہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔ ؎

سنہ ۱۹۰۸ء میں اسی رسالے میں ایک مضمون مصر میں انگریزوں کی حکمت عملی پر شائع ہوا جس پر حکومت نے حسرت کے خلاف مقدمہ چلایا۔ مضمون نگار بقول علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم علی گڑھ کے ایک اور ہونہار طالب علم اقبال سہیل مرحوم تھے۔ مگر حسرت نے مضمون کی پوری ذمہ داری اپنے سر لی اس مقدمے کے نتیجے میں ان کو قید با مشقت کی سزا ہوئی۔ اس زمانے میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کئے جاتے تھے، اس کا اندازہ حسرت کی آپ بیتی پڑھ کر ہوتا ہے۔ جو مشاہدات زنداں کے عنوان سے انہوں نے بعد کو اردوئے معلیٰ میں شائع کئے۔ اسی قید کے زمانے میں ان کے والد سید اظہر حسن کی وفات ہوئی۔

سنہ ۱۹۰۹ء میں حسرت رہا ہوئے۔ اردوئے معلیٰ پھر جاری ہوا اور حسرت نے پھر نہایت شد و مد کے ساتھ اپنے سیاسی خیالات کی تبلیغ شروع کر دی اور اپنے سیاسی مسلک کو ایک بار پھر اس طرح واضح کیا

اردوئے معلیٰ کی دوبارہ اشاعت پر چند احباب نے بہ مقتضائے محبت و ہمدردی یہ صلاح دی ہے کہ ہم کو اب پالیٹکس سے بالکل دست کش ہو جانا چاہیے۔ بعض کا منشا یہ تھا کہ اگر سیاسی مضامین بھی ہوں تو مسلم لیگ کی مسلمہ پالیسی کے موافق ہوں۔ چند دوستوں نے، جو یقیناً زیادہ آزاد خیال ہیں یہاں تک اجازت دی کہ اگر جمہور اہل ہند کی ہم خیالی منظور ہو تو کانگریس کے فریق نرم کی روش اختیار کی جائے۔

ہم پر ان تمام نیک نیت مشیروں اور مصلحت کوش صلاحوں کا شکریہ فرض ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے خیال میں یقین یا عقیدہ، عام اس سے کہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی، ایک ایسی چیز ہے جس کو کسی خوف یا مصلحت کے خیال سے ترک یا تبدیل کر دینا اخلاقی گناہوں میں سے ایک بدترین گناہ ہے۔ جس کے ارتکاب کا کسی حریت پسند یا آزاد خیال اخبار نویس کو خیال بھی نہیں آ سکتا۔ پالیٹکس میں ہم مقتدائے وطن پرستان مسٹر تلک اور سرگروہ احرار بابو اربندو گھوش کی پیروی کو اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس

؎ اردوئے معلیٰ اگست ستمبر ۱۹۰۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حیثیت سے فیروز شاہی کانگریس سے ہم کو اتنی ہی بیزاری ہے۔ جتنی امیری مسلم لیگ یا نوزائیدہ لال چندی کانفرنس سے اور ہمارے خیال میں یہ بیزاری بالکل حق بجانب ہے اس لئے کہ دنیا کی رفتار اور اہل دنیا کے طبائع کا میلان صریحاً حریت کی جانب ہے۔ چنانچہ تمام براعظم ایشیا میں بھی ہندوستان کے سوا کوئی اور بڑا ملک اس وقت آزادی کی نعمت سے محروم نہیں۔ پس عقل سلیم کسی طرح باور نہیں کر سکتی کہ تمام عالم میں صرف ہندوستان ہی ایک ایسا ملک باقی رہے جس کی قسمت میں محکومی دوام لکھ دی گئی ہے۔ ایسا گمان بظاہر مشیت ایزدی کے سراسر خلاف نظر آتا ہے۔ غرض کہ اسباب بینش و دانش کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ فرنگی حکومت کا غیر طبعی نظام ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں باقی نہیں رہ سکتا اور اپنی موجودہ صورت میں تو اس کا چند سال قائم رہنا بھی دشوار نظر آتا ہے۔ گرم فریق کے رہنما عموماً اور اربندو گھوش خصوصاً تمام پولیٹیکل کوششوں میں مذکورہ بالا اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اس واسطے ہمارے نزدیک وہ حق پر ہیں۔ برخلاف اس کے رہنمایان فریق نرم پیروان مسلم لیگ اور بانیان ہند کانفرنس اہل ہند اور دوامی محکومی کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک ہمارے انتہائی عروج کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ ہم غلام سے ترقی یافتہ غلام یا محکوم سے خوش حال محکوم ہو جائیں۔ یہ لوگ آزادی ہند کی خواہش کو خواب و خیال سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ ان کا دائرہ خیال اور اس لئے دائرہ عمل بھی نہایت تنگ اور محدود ہے۔ ان کی روش دنیا کی رفتار حریت کے خلاف اور اس لئے قطعی طور پر ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔"

ملک کی سیاسی تحریکوں سے یہ دلچسپی صرف تحریر یا مضمون نگاری تک محدود نہ رہی بلکہ اب انہوں نے ملک کی سیاست میں بھی عملی طور پر حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ سودیشی کی تحریک کے لئے مضامین لکھنے کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف مقامات کے دورے کئے اور لوگوں کو سودیشی مال استعمال کرنے کی ترغیب دلائی۔ انجمن خدام کعبہ اور ہلال احمر کی تحریکوں میں حصہ لیا۔ متعدد مضامین دول مغرب کی کارستانیوں کے خلاف لکھے۔ سودیشی کی حمایت میں علما کے فتوے حاصل کیے۔ ترکوں کے لئے چندہ جمع کیا اور ترکی روانہ کیا۔ اسی زمانے میں حکومت صوبجات متحدہ نے ان کے پریس سے تین ہزار کی ضمانت طلب کر لی۔ حسرت نے اردوئے معلی بند کرتے ہوئے اس واقعہ پر یوں تبصرہ کیا ہے

اردوئے پریس کا خاتمہ:

ضمانت کے لئے نوٹس

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۷ مئی ۱۹۱۳ء کو ۸ بجے شب کے قریب علی گڑھ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بذات خاص وارد ہو کر راقم حروف کے سامنے حکومت کی جانب سے ایک نوٹس پیش کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اردو پریس میں چونکہ از روئے پریس ایکٹ ۱۹۱۰ء چند الفاظ خلاف چھپے ہیں اس لئے ایک ہفتے کے اندر تین ہزار کی ضمانت مجسٹریٹ ضلع کے پاس جمع کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ اردو پریس کی کل کائنات ایک معمولی سے پریس اور دو پتھروں پر مشتمل ہے۔ جس کی مجموعی قیمت پچاس روپے سے زائد نہیں۔ ایسے بے بضاعت پریس سے تین ہزار روپیہ ضمانت طلب کرنا مضحکہ انگیز ہونے کے علاوہ جبر سے گزر کر کینہ پروری کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ جس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اردو پریس کے جاری رہنے کا کسی صورت کوئی امکان باقی نہ رہے۔ خیر ۲۱ مئی کو پریس بند کر دیا جائے گا مگر بند ہو کر اپنے بعد سر جیمس میسٹن کی جفا شعاری کا یہ افسانہ یادگار چھوڑ جائے گا کہ آپ نے ایک معمولی دستی پریس سے اتنی کثیر رقم طلب کی جس سے زیادہ اس وقت تک شاید ہندوستان کے کسی بڑے سے بڑے سٹیم پریس سے بھی نہیں لی گئی۔ ہم جناب موصوف کی اس خاص نوازش کو بمصداق "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست" بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ ایک بات البتہ اطمینان اور لائق شکر ہے وہ یہ کہ اس نوٹس سے راقم کو کسی قسم کا مالی، جسمانی یا روحانی صدمہ نہ اس وقت پہنچا، نہ آئندہ پہنچے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

سر جیمس میسٹن اور ان کے مانند جملہ ارباب قہر و غرور کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی ناراضی اہل دولت و جاہ کے لئے خواہ کیسی ہی مہیب اور اہم کیوں نہ ہو مگر ہم سے آزاد فقیروں کا اس سے مرعوب و مغلوب ہونا کسی صورت سے ممکن نہیں ہے۔ اردو پریس ۲۱ مئی کو بند ہو جائے گا۔ الحمد للہ کہ وہ اپنا فرض ادا کر کے بند ہو گا۔ جن جن تحریکوں کے پیش نظر یہ پریس جاری کیا گیا تھا وہ اس وقت جملہ اہل ملک کو معلوم ہو کر مقبول ہو چکی ہیں۔ نایاب ادبی کتابوں کی اشاعت بہت کچھ ہو چکی باقی آئندہ ہوتی رہے گی۔ آزادی خیال اور طلب حریت کا جذبہ جمہور میں عام ہو چکا ہے۔ سودیشی اور بائیکاٹ کی روز افزوں ترقی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے اور اب آخر کار انجمن خدام کعبہ کی تجویز بھی مسلمانوں کے روبرو پیش کر دی گئی ہے۔

ہم نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ ان تمام تحریکوں کی اعانت ہر حال میں اور ہر وقت اپنے اوپر لازم سمجھیں گے۔ اگر تحریر کے ذریعے سے ممکن نہ ہو گا تو تقریر کے ذریعے سے اور اس سے بھی نہ ہو سکے گا تو عملی کارروائی تحریر و تقریر دونوں سے مفید اور زیادہ ضروری ہے اس سے ہم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی وما توفیقی الا باللہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اس موقع پر الہلال میں تحریر فرمایا تھا۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تین ہزار روپے کی ضمانت پریس ایکٹ کی مقدار مقررہ انتہائی کے اندر مقرر ہے۔ لیکن عملاً پانچ سو یا ہزار سے زیادہ طلب نہیں کی جاتی تھی اور صرف دو ایک مثالیں دو ہزار کی سنی گئی ہیں۔ پھر آخر سر جیمس مسٹن بالقابہ کا دربار سطوت وجلال نہیں معلوم اتنی بڑی سنگین رقم کے لئے کیا وجہ بیان کر سکتا ہے۔ گورنمنٹ اس سے بے خبر نہیں کہ اردوئے معلی پریس اور اس کے مالک کی حالت کیا ہے۔ حسرت موہانی جب قید سے رہا ہو کر آیا تو کوئی چیز اس دنیا میں باقی نہ تھی جو اس کے لئے ذریعہ تقویت مل ہوتی۔ ڈیڑھ سو روپے ماہوار کرائے کا ایک جھونپڑا ہے جس کے اندر ایک چھوٹی سی گلی اور کوٹھڑی ہے اور باہر بھی اتنی ہی مکانیت ہے۔ اندر وہ فقیر حریت مع اپنی کوہ عزم وثبات بیوی کے خود رہتا ہے اور باہر کاٹھ کا دستی پریس اور دو چار پتھر ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ خود اس نے اپنے ہاتھوں سے اردوئے معلی کی کاپیاں لکھی ہیں اور خود ہی پتھر پر جمائی ہیں اور خود ہی پریس چلا کر چھاپا ہے۔ یہ کل کائنات اردو پریس اور اس کے مالک کی ہے۔ کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں اور نہ اس کی طبع غیور کسی کا شرمندۂ احسان ہونا پسند کرتی ہے۔ اردوئے معلی کے دو چار سو خریدار ہیں۔ اس کی قیمت سے شاید چند روپے مہینے میں بچ رہتے ہیں اور اسی سے وہ وقت کی روٹی کھا کر نشۂ آزادی کی بے خودی اور دولت لازوال حق وصداقت کے خمار غیر فانی سے مست رہتا ہے۔

ببین حقیر گدایانِ عشق را کایں قوم　　شہانِ بے کمر و خسروانِ بے کلہ اند

اصل دولت دل کی دولت ہے اور غنا فقر کے آگے دنیا کے تمام سازو سامان ہیچ ہیں۔ جو فقر و فاقہ کی زندگی حق و حریت کی معیت میں گرد و خاک پر بسر ہو وہ چاندی سونے کے بنے ہوئے ایوان تعیش سے ہزار درجہ بہتر ہے جس کے اندر حق کے چراغ کی روشنی نہ ہو۔ خدا کے دروازے کا فقیر بننا دولت و بندگان دولت کے فقیر ہونے سے کیا بہتر نہیں۔ یہی تو اس راہ کے منازل امتحان ہیں۔ ان حالات کے ساتھ ایک ایسے فقیر زندگی شخص سے تین ہزار کی ضمانت طلب کرنا یقیناً ایک ایسا واقعہ ہے جو برٹش انڈیا کی تاریخ اور گورنمنٹ کے اظہار سطوت وجلال کو ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔۱؎"

اردوئے معلی کے بند ہونے کے بعد حسرت نے معاش کی جو راہ اختیار کی وہ ایک طرح سے ان کے سیاسی جذبات کی تسکین کا باعث بھی۔ انہوں نے خود ایک سودیشی اسٹور کی بنا ڈالی۔ جس پر مولانا شبلی نے فرمایا تھا تم آدمی ہو یا جن۔ پہلے شاعر تھے پھر پالیٹیشن بنے اور اب بنئے ہو گئے۔ حضرت اکبر الٰہ آبادی نے

۱؎ اردوئے معلی ماہ جون ۱۹۱۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بھی ایک قطعے میں اس تجارت کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ ۲؎

تھا دلِ حسرت بھرا ارمان میں | ہم نے لکھو بھیجا انھیں مہمان میں
بھائی صاحب رکھ دو تم اپنا قلم | ہاتھ میں لو اب تجارت کا علم
ہو چکی غیروں سے خوشی کی بہار | بس دکھاؤ اب سودیشی کی بہار

کام کو اٹھو چپ چاپ ادھر سستی

لا یضیع اللہ اجر المحسنین

پہلا اسیر

سنہ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔ لیکن اس کی سیاست، کانگریس کے ابتدائی دور کی طرح سرکار سے عرض و معروض تک محدود تھی۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی نے مسلمانوں کی سیاست کا رخ پھیر دیا۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مسجد کے ایک حصے کے انہدام پر طول و عرضِ ہند کے مسلمانوں میں ایک ہیجانِ عظیم پیدا ہو گیا۔ مولانا محمد علی، مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں، اور خواجہ حسن نظامی کے مضامین اور تقریروں، علامہ شبلی اور مولانا آزاد سبحانی کی نظموں نے مسلمانوں کے سیاسی خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیا۔ سر علی امام، مہاراجہ صاحب محمود آباد مرحوم اور مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے مسجد کانپور کے قضیے کا اختتام مصالحت پر ہوا۔

یہی زمانہ تھا جس میں آغا خاں کی سرپرستی میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک ہندوستان میں کھڑی ہوئی اور مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن چند ہی روز میں سامانِ سلطنت ایک نئے انقلاب کا پیش خیمہ بن گیا۔ یعنی یہ یونیورسٹی کن اختیارات اور شرائط کے ساتھ قائم کی جائے؟ اس بحث نے مسلمانوں کے نرم و گرم دو فریق پیدا کر دیے اور یہی وقت ہے جب مسلمانوں میں احرار نے جنم لیا۔ جن کے رہنماؤں اور رہبروں میں محمد علی مرحوم، شوکت علی مرحوم، مولانا ابو الکلام آزاد، ظفر علی خاں اور حسرت موہانی تھے اور یہیں سے حسرت موہانی کو سید الاحرار کہا جانے لگا۔ ۱؎

۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آگرہ میں منعقد ہوا۔ اس میں مولانا حسرت نے حصہ لیا۔ کانپور کی مسجد کے قضیے کو طے کرانے کے سلسلے میں لارڈ ہارڈنگ کے شکریے کا رزولیوشن اس اجلاس میں جب پیش ہوا

۱؎ بحوالہ سید سلیمان ندوی مرحوم

۲؎ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تو مولانا حسرت نے اس کی مخالفت کی۔ ؎

نظر بندی اور قید

اسی سال پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں۔ حکومت مولانا حسرت کو تحریک آزادی کے صفِ اول کے قائدین میں شمار کرتی تھی۔ مسلم یونیورسٹی کے بارے میں بھی ان کی سرگرمیاں حکومت کی نظر میں پسندیدہ نہ تھیں۔ پہلے ان کی خانہ تلاشی ہوئی اور اس کے بعد "نظر بندی" کا حکم دیا گیا۔ جس کو حسرت نے ماننے سے انکار کر دیا اور مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں للت پور جیل میں قید کر دیئے گئے۔ حکومت ہند نے اس گرفتاری کا سبب ممالک غیر سے تعلق قرار دیا: "فضل الحسن حسرت موہانی، علی گڑھ کے مشہور شورش پسند کو حکومت صوبہ متحدہ نے للت پور ضلع جھانسی میں نظر بند کر دیا۔ یہ معلوم ہوا کہ ان کا اور مولانا ابوالکلام کا ارادہ کابل جانے کا تھا۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ ان کو اور مولانا ابوالکلام کو برکت اللہ کی عارضی حکومت ہند کی طرف سے مراسلات موصول ہوئے ہیں۔" ؎

مولانا حسرت کی اہلیہ اور ان کے احباب نے کوشش کی کہ وہ نظر بندی قبول کر لیں اور جیل کے شدائد میں اپنے آپ کو نہ ڈالیں۔ مگر مولانا کے ضمیر نے اس کو گوارا نہ کیا کہ وہ تسلیم خم کر لیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے ایک خط اپنے مرشد زادے، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو لکھا جس سے اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ وہ جیل کو نظر بندی پر کیوں ترجیح دے رہے تھے۔

للت پور، ۱۰ مئی ۱۹۱۶ء

مخدومی و مطاعی، السلام علیکم۔ آج جناب کے گرامی نامے نے عزت افزائی کی۔ آپ دریافت فرماتے ہیں کہ:

> میں نظر بندی پر قید کو کیوں ترجیح دیتا ہوں۔ میں نے جناب کی سمع خراشی کے خیال سے پہلے نہیں کہا تھا۔ اب عرض کرتا ہوں کہ قانون حفاظتِ ہند چونکہ جلدی میں بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس میں بہت سی خامیاں باقی رہ گئی ہیں۔ میں ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اصل حال یہ ہے کہ اس قانون کی رُو سے میرا مقدمہ یہاں کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں ہو نہیں سکتا یا تو ہائیکورٹ میں ہو گا یا پھر مجھ جیسی ہستی کو گورنر جنرل سے منظوری لے کر پہلے قانونِ حفاظت ہند کی دفعوں

؎ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہ صوبجات متحدہ میں یا کسی مقام پر جہاں میرا مقدمہ ہوگا نافذ کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ ان صوبجات میں ابھی صرف وہ دو دفعہ نافذ ہیں۔ ان دوسرے دفعات کے نفاذ کے بغیر لفٹنٹ گورنر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد البتہ وہ اسپیشل کمشنر مقرر کر سکتا ہے جو خاص میرے مقدمے کے لئے مقرر کئے جائیں گے اول تو اسپیشل کمشنروں کے تقرر کی نسبت خدا کے فضل سے بعض ایسی قانونی باریکیاں میرے ذہن میں آئی ہیں۔ جن کا اظہار میں اس وقت نہیں کر سکتا مگر جن کی بنا پر ان کمشنروں کو میرے خلاف مقدمہ چلانے میں سخت دقت پیش آئے گی اور اگر بالفرض انہوں نے زبردستی مقدمہ چلایا بھی تو قید سخت کی سزا تو وہ دے ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ میرے اعتراضات سب اخلاقی یا مذہبی ہیں اور صاف ظاہر ہے کہ کوئی عدالت کسی شخص کو اپنے اخلاق اور مذہب کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ نہ ایسے احکام کی خلاف ورزی پر جو اخلاقی و مذہبی حیثیت سے کسی شخص کے نزدیک ناقابل قبول ہوں قید سخت کی سزا دے سکتی ہے۔ پس رہی قید محض اس میں اور نظر بندی میں کوئی فرق نہیں اور جب حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ میں نظر بندی کو منظور کر کے جبر و ستم کے سامنے عاجزی و ناچاری کے ساتھ سر جھکا دینے کی ناقابل برداشت ذلت کو خواہ مخواہ کیوں گوارا کروں۔

فرض کیجئے کہ میرا یہ خیال صحیح ثابت نہ ہوا اور قید سخت ہی کی سزا مجھے دی جائے تو میں اس حکم قید کے ماننے سے بھی انکار کروں گا خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس میں مجھ کو کسی قدر تکلیف برداشت کرنی پڑے گی۔ لیکن اپنی ذات کو اس تھوڑی سی تکلیف سے بچانے کے لئے میں اپنے اس اصول کو نہیں چھوڑ سکتا کہ تسلیم ستم بہر شرط امکان ہر حال

؎ خلافت اور عدم تعاون کی تاریخ (از پی سی بامفورڈ) حکومت ہند کے محکمہ سراغرسانی کے ڈپٹی ڈائرکٹر پی سی بامفورڈ نے یہ رسالہ لکھا تھا جو حکومت ہند کے مطبع میں چھپا اور صرف سرکاری افسروں میں تقسیم کے لئے تھا۔ چونکہ اس کا ماخذ خفیہ پولیس کی فراہم کی ہوئی خبریں اور مختلف سرکاری کاغذات تھے۔ اس لئے اس کی عام اشاعت ممنوع تھی یہ رسالہ سرکاری نقطۂ نگاہ سے لکھا گیا تھا۔ لیکن اس لحاظ سے نہایت کارآمد ہے کہ اس میں مسلمانوں کی سرگرمیاں اور قربانیوں کا تفصیلی حال ملتا ہے۔ جس سے ہندو وقائع نگاروں کی تحریریں عموماً خالی ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یں ناجائز ہے:

مسٹر محمد علی نے اس باب میں مجھ کو ایک طویل خط لکھا تھا اور جناب نے بھی علی محمد کے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ کو ملحوظ رکھنا چاہیے اور حضور کا اسیر الامور کی نسبت اختیار کرنا متواتر ہے۔ میں نے ان کو اسی وقت جواب لکھ دیا تھا اور اب آپ کی خدمت میں بھی گذارش ہے کہ حضورؐ کے وجود گرامی کے ساتھ بنائے اسلام و قیام اسلام کا ایک اس درجہ اہم امر وابستہ تھا جس کے لحاظ سے اس ذات مقدس کی حفاظت کے لئے جو کچھ کیا جاتا مناسب تھا لیکن ہر حال کا وجود ہرگز اتنا اہم نہیں ہو سکتا کہ اس کے لئے بھی وہی عذر قابل قبول سمجھے جا سکیں۔

دنیاوی مثال سامنے موجود ہے کہ بادشاہ یا فوج کے جنرل کے لئے حالت جنگ میں بہت سی ایسی باتیں جائز ہوتی ہیں جو ایک سپاہی کے لئے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہو سکتیں اور ظاہر ہے کہ موجودہ جنگ کذب و صداقت میں میری حیثیت ایک معمولی سپاہی سے زیادہ نہیں۔ پس میرے لئے صرف اپنی ذات کی حفاظت کے لحاظ سے پیٹھ دکھانا یا جبر و ستم کے مقابلے میں صبر کر کے بیٹھ رہنا کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید امام حسینؑ کی شہادت واقعہ نہ ہوتی۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ امام علیہ السلام کی ذات مبارک اس عہد کی افضل ترین ذات تھی جس کی حفاظت کا بہت زیادہ خیال جائز سمجھا جا سکتا تھا۔ بہر حال میری یہ توجیہہ صحیح ہو یا غلط میرا دل کسی طرح اس حکم نامعقول کو گوارا نہیں کرتا۔

گورنمنٹ سے جو امداد نظر بندوں کو دی جاتی ہے وہ سب خیراتی فنڈ سے جاتی ہے چنانچہ میرے نام جو حکم اس ضمن میں آیا تھا اس میں یہ صاف لکھا ہوا تھا۔ مجھے اس کے لینے میں بے شک تامل ہے۔ ایک تو مذہبی اعتبار سے، دوسرے اس خیال سے بھی کہ انکار حکم نظر بندی کے اسباب میں سے میں ایک سبب اس واقعے کو بھی قرار دینا چاہتا ہوں اور مشتبہ ہونے کی حالت میں میرا فائدہ اسی میں ہے کہ میں اس کو مذہبی سبب قرار دوں، اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

علاوہ بریں ظلم کو تسلیم نہ کرنے کی بابت جتنی آیتیں میں نے منتخب کی ہیں، اس کی نسبت بھی میرا وطیرہ یہی ہوگا کہ اگر ان سے جوازِ انکار کا شائبہ بھی نکلتا ہوگا تو میں ان کو اپنے لئے دلیلِ مذہبی قرار دوں گا کیونکہ اسی میں میرا فائدہ ہے۔ فائدہ مذہبی بھی اور دنیاوی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ اگر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے میں شبہ ہو تو جو طرزِ عمل مذہب کی رُو سے بہتر معلوم ہو اور جس میں گناہ کا اندیشہ نہ ہو۔ وہی اختیار کرنا چاہیے اور دنیاوی اس طور پر کہ وجوہِ انکار کے اخلاقی و مذہبی ثابت ہونے پر کوئی عدالت قید سخت کی سزا غالباً نہیں دے سکتی۔

میں نے کارڈ سے پہلے ایک لفافہ بھی خدمتِ مبارک میں روانہ کیا تھا جس میں اخیر میں لکھ دیا تھا کہ بعد ملاحظۂ عالی وہ مولانا ابوالکلام کو بھیج دیا جائے۔ غالباً جناب نے بھیج دیا ہو۔ میرا عریضہ بھی بعد ملاحظہ ان کو بھیج دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ انہوں نے بھی قریب قریب وہی باتیں مجھ کو لکھی ہیں، جو جناب نے تحریر فرمائی ہیں اور ان کو بھی وہی جواب دوں گا۔ جو آپ کو دیا ہے۔ پتہ ان کا یہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر "البلاغ" بذریعہ پوسٹ ماسٹر رانچی

ABUL KALAM AZAD C/O POST MASTE RANCHI

میں نے لفٹیننٹ گورنر کے پاس جو تحریر روانہ کی ہے، اس کا کچھ جواب نہیں آیا۔ شاید غور کر رہے ہوں گے کہ کیا کرنا چاہیے کیونکہ بظاہر ان کو بھی اس کا فیصلہ آسان نہ نظر آتا ہوگا۔ مقدمہ معلوم نہیں اب کس تاریخ کو اور کہاں پیش ہوگا۔ آپ دعا فرماتے رہیں، یہی کافی ہوگا۔ باقی کسی بیرسٹر وغیرہ کا جیسا کہ غالباً میری بیوی نے آپ سے عرض کیا ہوگا بظاہر حالات ابھی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اچھا ہوا اگر کوئی صاحب تشریف نہ لائے کہ انہیں مفت میں زحمت ہوتی اور بے کار زیر بارِ احسان ہوتا۔

فقط کمترین

فضل الحسن

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کا جواب دیا تھا وہ بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔:

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ان نمائندہ خواتین کا گروپ فوٹو جو ۱۹۱۸ء میں سیکریٹری انڈین افیرز مسٹر مونٹگو سے ملاقات کرنے مدراس گیا۔

دائیں جانب سے نشستوں پر مسز کملا بادی کوبے، مسز ٹاٹا، مسز کزنز، مسز سرا بائی نائیک ایم اے، مسز سریر نگاماں اے،
مسز اڈی بیسنٹ، مسز سروجنی نائیڈو، اور مسز لوزارس
دائیں جانب سے استادہ: مسز گروسوامی چٹے، مسز چندرا سیکرا، مسز جنارداس، ڈاکٹر مس این ایم جوشی، بیگم حسرت موہانی، مسز این دیوی۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

(جواب از حضرت مولانا عبدالباری صاحب)

آپ کا طویل خط پہنچا۔ مجھے آپ کے مقصد کا علم نہ تھا اس واسطے میں مسئلے کو ظاہر کرتا تھا۔ لہٰذا اب بھی کہتا ہوں کہ جو مناسب اور مفید ہو عمل کیجئے۔

ہر فعل جو قابلِ شکایت کفار ہو جائز ہے چاہے اس میں خطرۂ جان کیوں نہ ہو مگر کوئی فعل جس میں سوائے اہانتِ مسلم اور کوئی مقصد نہ ہو۔ شرعاً جائز نہیں۔

اور ہمارے حضورؐ نے شریعت کو .... عمل .... کر کے دکھا دیا ہے اس واسطے کوئی بات حضورؐ کی از خود کردہ خصوصیت نہیں رکھتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ خداوند عالم کسی امر کو حضورؐ کے ساتھ مخصوص کر دے۔ بہر حال میری تحریر آپ کے طرزِ عمل کے منافی بھی نہیں ہے۔

میں بلاشبہ آپ کی بیوی کی پریشانی کے خیال سے کسی شخص کے بھیجنے کی فکر میں تھا اور تعجب ہے کہ خلافِ اُمید مجھ سے شیخ شاہد حسین نے کہلا بھیجا ہے کہ اگر تم کہو تو جالنس حسرت کی تائید کرنے جا سکتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مطلع کیجئے۔ میں نے خود ان کو ابھی کوئی جواب نہیں دیا ہے۔ میں آپ کے لئے دستِ بدعا ہوں۔ اللہ تعالےٰ جو امر آپ کی فلاح دارین کا باعث ہو اس کی توفیق دے۔ والسلام

۱۹۱۹ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوا مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ بھی اس کے ساتھ ہوا۔ مولانا حسرت نے اس میں بھی نمایاں حصہ لیا۔

"مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر منعقدہ ۱۹۱۹ء میں ایک تجویز منظور کی گئی۔ جس کے ذریعے حکومت برطانیہ کی اس بے توجہی کی شکایت کی گئی جو خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں مسلمانانِ ہند کے جذبات کے ساتھ روا رکھی گئی ہے۔ اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ مسلمانانِ ہند آئینی ایجی ٹیشن کے تمام ذرائع اختیار کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس تجویز میں حسرت موہانی نے ایک ترمیم پیش کی جس میں ان "ذرائع" میں ہندوستانی افواج کا بائیکاٹ بھی شامل تھا۔ کیونکہ ان افواج کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ شہنشاہی اور غیر اسلامی مقاصد کے لئے ہندوستان کے باہر منتقل کی جانے والی ہیں۔ یہ ترمیم کافی اہمیت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رکھتی تھی۔ کیونکہ بعد کو علی برادران نے اسی کو عملی جامہ پہنا کر ہندوستانی افواج کی وفاداری میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔[1]

امرتسر کے اجلاس کانگرس کے بعد گاندھی جی کے مشورے پر مسلمانوں کے ایک وفد نے وائسرائے سے ملاقات کی۔ مولانا حسرت اس وفد میں شریک تھے مگر عرض و معروض و جواب کے بعد جب وائسرائے نے ہاتھ ملانے کا اعزازی لمحہ آیا تو حسرت چپکے سے کھسک کر بے ہاتھ ملائے کترا کر اس طرح نکل گئے کہ کسی نے دیکھا بھی نہیں۔[2]

۱۹ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو ایک مسلم وفد نے وائسرائے سے ملاقات کی۔ اس وفد کا مقصد صلح کانفرنس میں خلافت کے لئے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا اور اس کے لئے انگلستان ایک وفد بھیجنے کے لئے آمادہ کرنا تھا۔ وفد میں ۳۵ آدمی تھے۔ علی برادران، احمد علی انصاری، عبدالباری، سیٹھ چھوٹانی، ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی اور ڈاکٹر کچلو کے علاوہ گاندھی اور شردھانند بھی اس میں شریک تھے۔[1]

مولانا حسرت موہانی نے ترکِ موالات کی تحریک میں بھی سرگرم حصہ لیا۔ دسمبر ۱۹۲۰ء میں کانگرس کا سالانہ اجلاس ناگپور میں ہوا۔ اس میں انہوں نے شرکت کی۔

اسی سال مولوی فضل الحق کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں ہوا۔ اس اجلاس کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ پہلی بار علماء نے مولانا عبدالباری کی سرکردگی میں سیاست میں عملی حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ گاندھی جی نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔ مولانا حسرت شروع ہی سے چرخے اور کھدر کے مخالف اور سودیشی کے موافق تھے چنانچہ اس اجلاس میں بھی کھدر اور چرخے کے بارے میں گاندھی جی کی تجویز سے انہوں نے اختلاف کیا۔

آزادیِ کامل

اب سنہ ۱۹۲۱ء کا سال آیا جب گاندھی جی کانگرس پر چھائے ہوئے تھے اُدھر خلافت کے لیڈر محمد علی، شوکت علی، ڈاکٹر کچلو، ظفر علی خاں، تصدق احمد خاں شیروانی، ڈاکٹر محمود، مولانا ابوالکلام، حسرت موہانی وغیرہ تھے۔ ترکِ موالات کا زور تھا۔ ڈاکٹر انصاری اور سید محمود کے ساتھ اجلاس میں کے میں بھی تھا۔ اجلاس کے پنڈال کے باہر قیام گاہ کے سامنے

---

[1] خلافت اور عدم تعاون۔ مرزا منظور۔ [2] علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایک سائبان میں مغرب کے بعد خاص مسلمانوں کا جلسہ تھا۔ حکیم صاحب[1] وغیرہ موجود تھے۔ گاندھی جی خاص طور پر مسلمانوں سے کچھ کہنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اتنے میں دیکھا کہ کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی کے پنڈال سے گھبرائے ہوئے بھاگتے ہوئے دو والنٹیر آئے اور گاندھی جی سے نہایت اضطراب کے ساتھ کہا جلدی چلئے سبجیکٹ کمیٹی میں حسرت نے ہندوستان کے استقلال کی تجویز پیش کر دی ہے اور کسی طرح واپس نہیں لے رہے ہیں۔" فضا میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بجلی گر گئی ہے چنانچہ گاندھی جی وغیرہ گھبرا کر اپنے جلسے سے اٹھ کر سبجیکٹ کمیٹی میں چلے گئے۔ مگر حسرت ——— یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے ——— حسرت بدستور اپنی بات پر جمے رہے اور نوٹس دیا کہ وہ اس کو کھلے اجلاس میں پیش کریں گے[2]

احمد آباد کانگرس کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت منظر عام پر آئی جس نے کانگرس کے مقاصد کے لئے رسمی طور پر تشدد کی حمایت کی۔ حسرت نے سبجیکٹ کمیٹی اور کھلے اجلاس میں، دونوں جگہ زور دیا کہ کانگرس کے کریڈ (عقائد) طریق کار و مقاصد میں ایسی ترمیم کر دی جائے۔ جس کی رو سے مکمل آزادی کا حصول ممکن اور مناسب ذرائع سے کانگرس کا نصب العین ہو۔ انہوں نے اپنی تقریروں میں علانیہ تشدد اور گوریلا طریقہ جنگ کی تبلیغ کی حسرت موہانی کی حمایت میں آندھرا بنگال اور سی پی کے تمام نمائندے کچھ بمبئی کے اور دہلی کے ایک سکھ نمائندے کے سوا سب سکھ نمائندے تھے۔[3]

تاہم گاندھی جی کی کوششوں سے یہ تجویز نامنظور کر دی گئی۔ اسی سال کانگرس کے اجلاس کے ساتھ احمد آباد ہی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا بھی سالانہ اجلاس ہوا۔ جلسے کے صدر مولانا حسرت تھے۔ اپنے صدارتی خطبے میں انہوں نے وہی خیالات پیش کئے جو کانگرس کے اجلاس میں پیش کر چکے تھے۔ یکم جنوری ۱۹۲۲ء کو انڈین ری پبلک (یونائیٹڈ اسٹیٹس آف انڈیا) کا اعلان کر دیا جائے۔ مسلم لیگ گو دوسرے لیگ کے جو مقاصد ہیں وہی کانگرس اور خلافت کے بھی ہیں۔ صرف مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت مسلم لیگ سے مخصوص ہے۔ چاہیے یہ کہ اول سوراج حاصل کیا جائے اس کے بعد حقوق کی حفاظت ہو۔ مگر مسلم لیگ میں دوسرے خیالات کے لوگ زیادہ تھے۔ چاہیے یہ کہ ضعیف ممبری کم کر کے ممبر بڑھائے جائیں۔ اگر گورنمنٹ خلافت اور پنجاب کے مسائل نہ طے کرے تو مسلم لیگ کا مقصد کامل آزادی سے بھی زیادہ ہونا چاہیے یہ خطبۂ صدارت ضبط ہوا اور مولانا ۲۲ اپریل ۱۹۲۲ء کو تیسری اور آخری مرتبہ گرفتار ہوئے اور [illegible]

---

[1] حکیم اجمل خاں مرحوم [2] سید سلیمان ندوی مرحوم۔ [3] خطبہ صدارت اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ ۱۹۲۱ء احمد آباد مجرد اور مسودوں کا۔ رشحات مستقیم۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

الف اور ۱۲۱ کے تحت دو سال کے لئے سزائے قید ملی۔ لیکن میعاد گزرنے سے پہلے ہی دوسرے قیدیوں کے ساتھ رہا کر دیئے گئے۔

کمیونزم سے دلچسپی

کمیونزم کے مقاصد سے مولانا کو شروع ہی سے ہمدردی تھی۔ مئی ۱۹۲۱ء میں احمد آباد خلافت کانفرنس میں جو شیخ مشیر حسین قدوائی کی صدارت میں ہوئی تھی۔ نہایت قابلِ اعتراض تقریریں کی گئیں۔ جن میں بیرونی حملہ آوروں کی اعانت کی طرف اشارے تھے اور بالشویکوں کی فتح کے خیر مقدم کا رجحان پایا جاتا تھا۔ مولانا حسرت بھی اس کانفرنس میں شریک تھے اور انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر پرنس آف ویلز اپنا سفرِ ہند ملتوی نہ کرے گا تو جہاں وہ جائے گا ہڑتال کرا دی جائے گی۔[۱]

۱۹۲۵ء میں مولانا حسرت ہی کی کوششوں سے پہلی آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کانپور میں منعقد ہوئی اس کی مجلسِ استقبالیہ کے صدر مولانا ہی تھے۔ اپنے خطبۂ استقبالیہ میں جن خیالات کا اظہار انہوں نے کیا اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

> "کمیونزم کی تحریک کاشت کار اور مزدوروں کی تحریک ہے اس تحریک کے اصول اور اغراض و مقاصد سے جمہور اہلِ ہند عموماً اتفاق کرتے ہیں۔ البتہ بعض مرتبہ غلط فہمیوں کی بنا پر کمیونزم کے نام سے بعض کمزور اور وہمی طبیعت کے لوگ گھبراتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کمیونزم اور خونریزی و فساد لازم و ملزوم ہیں۔ حالانکہ اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم لوگ عدمِ تشدد کی ضرورت و مصلحت کی بنا پر جائز سمجھتے ہیں اور مہاتما گاندھی کی طرح اس کو ہر حالت میں بطورِ اصول لازم نہیں قرار دیتے"

کمیونزم کے مقاصد کی تشریح کرنے کے بعد مذہب کے بارے میں کمیونسٹ رویے کی توضیح اس طرح کرتے ہیں۔

> "واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ مذہب کے بارے میں انتہا درجے کی رواداری کو روا

---

[۱] خلافت اور عدمِ تعاون انسائیکلوپیڈیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سمجھتے ہیں۔ ہم ہر مذہب کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک لامذہبی بھی ایک مذہب ہے۔ ہمارے بعض مسلمان لیڈر بلا وجہ کمیونزم کو اسلام کے خلاف بتاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے مثلاً کم از کم سرمایہ داری کے خلاف تو اسلام کا فیصلہ شاید کمیونسٹ عقیدے سے بھی زیادہ سخت ہے اور بغیر لفظ زکوٰۃ کا منشا بھی زیادہ تر یہی ہے کہ خلق خدا میں جب تک ایک شخص بھی بھوکا رہے اس وقت تک مال داروں کو عیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ قرآن میں نماز کے بعد سب سے زیادہ زور زکوٰۃ ہی پر دیا گیا ہے۔"[1]

خدام الحرمین

اسی سال حجاز پر ابن سعود نے حملہ کر دیا حضرت مولانا عبد الباری کی قیادت میں خدام الحرمین کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی۔ مولانا حسرت اس کے ممتاز بانیوں میں تھے۔ اس انجمن کے زیر اہتمام لکھنؤ میں ایک آل انڈیا حجاز کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا حسرت نے کی۔ خطبۂ صدارت کے اقتباس ذیل سے مولانا کا مؤقف اس بارے میں پوری طرح واضح ہو جاتا ہے:

آج کے اجتماع کا خاص مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ابن سعود اور اہل نجد کے ہاتھوں سرزمین حجاز میں مقابر و مساجد کی تباہی اور بالقصد بے حرمتی کی جو ناشائستہ حرکات اس وقت تک سرزد ہو چکی ہیں۔ ان کی نسبت ہم اپنی انتہائی بیزاری کا ایک قطعی اور آخری اعلان کر دیں اور چونکہ نجدیوں کی وحشت اور بربریت کے فرق ان کے مذہبی عقائد ہیں۔ جن پر وہ اس وقت سختی سے قائم ہیں اور رہیں گے اور جن کے وثوق پر وہ تخریب حرم کو بہ کمال بے باکی تطہیر حرم کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لئے آئندہ کے لئے بھی ان سے کسی بہتر طرز عمل کی توقع نہ رکھتے ہوئے صاف صاف کہہ دیں کہ مقامات مقدسہ پر ان کی حکومت یا اقتدار کو ہم کسی حیثیت سے اور کسی حالت میں منظور یا گوارا نہیں کر سکتے۔

---

[1] خطبۂ استقبالیہ آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کانپور، اردوئے معلی مئی ۱۹۲۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس سلسلے میں یہ ذکر شاید بے جا نہ ہوگا کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی مرحوم کو یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ ان کے مرشد حضرت مولانا عبدالباریؒ مسئلہ حجاز میں مولانا حسرت اور شیخ مشیر حسین قدوائی کی رائے سے متاثر ہو کر علی برادران سے اختلاف کر رہے ہیں۔[1] مولانا حسرت موہانی نے حضرت مولانا عبدالباریؒ کے انتقال کے بعد ان کے مختصر حالات اردوئے معلیٰ میں تحریر کئے جس کے درج ذیل آخری جملے اس غلط فہمی کی تردید میں ہیں۔

"بعض آپ کی وفات کے بعد لکھ رہے ہیں کہ آپ کی خاص کمزوری یہ تھی کہ بعض غلط مشورہ دینے والوں پر اعتماد بہت زیادہ قائم کر لیا تھا اور اپنی ذاتی عقل و بصیرت کو ان اثرات سے مغلوب کر لیا تھا۔ حالانکہ حقیقت حال، جس کا راقم کو ذاتی اور یقینی علم ہے اور جسے آپ کے بعد ظاہر کر دینے میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا، یہ ہے کہ اکثر امور مذہبی و غیر مذہبی میں آپ کی رائے ہمیشہ اشارہ ہائے باطن کے تابع رہا کرتی تھی۔ جس وقت جس قسم کا طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت ہوتی تھی آپ اس پر بلا تامل کاربند ہوتے ہیں ؎

بہ میخانہ جامی نہ از خود رود
گر ہمت شیخ جاش برد"

ابن سعود کی حکومت نے اصلاحات و تطہیر کے نام پر جو نئے قوانین وضع کئے تھے ان میں حاجیوں پر ٹیکس بھی تھا۔ چنانچہ مولانا حسرت جب پہلی مرتبہ حج کے لئے گئے تو انہوں نے یہ سعودی ٹیکس دینے سے انکار کر دیا اور وہاں کی حکومت کو ان کے سامنے جھکنا پڑا اور یہ ٹیکس ان سے اور ان کے ساتھیوں سے نہیں لیا گیا۔

گاندھی جی سے جنگ

سنہ ۱۹۲۹ء میں سائمن کمیشن ہندوستان آیا۔ مولانا کمیشن کے بائیکاٹ کے مخالف تھے گاندھی جی نے کمیشن کی مخالفت میں مظاہروں کی تنظیم کے لئے سارے ملک کا دورہ کیا اور زور شور کے ساتھ "سائمن واپس جاؤ"

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے تعزیتی مضمون ملک میں اس خبر کی تصدیق کر دی ہے۔ [2] اردوئے معلیٰ جنوری و فروری سنہ ۱۹۲۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کے نعرے کی تبلیغ کی دورہ کرتے ہوئے گاندھی جی جب کانپور پہنچے تو مولانا حسرت نے گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ کالے جھنڈوں کا مظاہرہ کیا۔ "سائمن گو بیک" کے توڑ پر وہ نعرہ بلند کر رہے تھے۔ "گاندھی گو بیک" ایک موقع وہ بھی آیا کہ مولانا تنہا رہ گئے۔ کالا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ چاروں طرف سے کانگریسی رضاکاروں کے بیچ میں گھرے ہوئے برابر نعرے لگاتے رہے۔ آخر گاندھی جی نے کانگریسی رضاکاروں کو مولانا کی مزاحمت سے روکا تب مولانا بھی واپس ہوئے۔ یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ سائمن کمیشن کی آمد تک کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تھا۔ اسی وجہ سے مسلم لیگ کے لیڈروں کے درمیان کمیشن کے بائیکاٹ کرنے میں اختلاف تھا۔ ایک بڑا طبقہ بائیکاٹ کے خلاف یہ چاہتا تھا کہ مسلم لیگ کا نقطۂ نگاہ ضرور کمیشن کے روبرو پیش کرنا چاہیے۔ البتہ سمجھوتہ ہو جائے تو وہی کیا جائے جو ملک کا متفقہ فیصلہ ہو۔ اس پر لیگ دو ٹکڑوں میں بٹ گئی تھی۔ اسی سال مولانا نے مستقبل کے نام سے ایک روزنامہ کانپور سے جاری کیا۔ لیکن یہ زیادہ دن نہ چلا۔ البتہ اردوئے معلیٰ جسے انہوں نے ۱۹۲۵ء میں پھر سے جاری کیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح ایک زمانے تک چلتا رہا۔

کمیونل ایوارڈ کے اعلان کے بعد اور ۱۹۳۵ء کے آئین کی منظوری اور نفاذ سے قبل مولانا نے شیخ مشیر حسین قدوائی مرحوم، مولانا آزاد سبحانی مرحوم، سید ذاکر علی صاحب اور سید حسن صاحب کے ساتھ مل کر ایک آزاد پارٹی بنائی۔ کامل آزادی کے حصول کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تعاون کی یہ ایک مخلصانہ سعی تھی۔ مگر وقت نے مولانا حسرت کی تمام انقلابی تجاویز کی طرح اس کی بھی قدر نہ کی اور یہ پارٹی عام انتخابات میں حصہ نہ لے سکی۔

مسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ

۱۹۳۶ء میں حسرت مسلم لیگ کی تنظیم جدید سے وابستہ ہوئے۔ یوپی مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے سرگرم ممبر تھے۔ اس وقت مسلم لیگ کو عوام میں مقبول بنانے میں مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا حسرت کا بڑا حصہ ہے۔ دیہات کے اکثر مسلمان قائداعظم جناح کے نام سے بھی باخبر نہ تھے۔ کانگریس کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا تھا کہ مسلم لیگ صرف نوابوں اور آرام طلبوں کی جماعت ہے۔ مسلم لیگ کی جانب سے مولانا کا نام ان اعتراضات کا مسکت جواب تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ راقم تحریر نے قائداعظم کا تعارف اس طور پر کرایا کہ وہ مولانا حسرت، مولانا شوکت علی اور مولانا ظفر علی خاں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایسے مجاہدینِ حریت اور زعمائے اسلام کے تسلیم کیے ہوئے رہبر ہیں۔

مولانا حسرت یوپی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر رہے۔ ۱۹۳۷ء میں لیگ کا سالانہ اجلاس لکھنؤ میں ہوا۔ اس میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا اور انہی کی کوششوں سے اس اجلاس میں لیگ کا نصب العین کامل آزادی اور ایسا وفاقی طرزِ حکومت معین ہوا جس کے صوبے اندرونی طور پر آزاد ہوں۔ اجلاس عام میں جدید نصب العین کی تحریک کرتے ہوئے مولانا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وفاقِ ہند کے صوبوں کو اس لیے وہ آزاد رکھنا چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں کے ساتھ انصاف نہ کرے تو یہ صوبے وفاقِ ہند سے باہر نکل آئیں اور اگر ہندو اکثریتی صوبے نوآبادیاتی طرزِ حکومت پر قناعت کریں تو اسلامی اکثریت کے صوبے آزاد حکومت بنا لیں اور ضرورت ہو تو جمہوریہ متحدہ روسیہ سے مل جائیں۔ اس اجلاس کے بعد وہ لیگ کے ہر سالانہ اجلاس اور آل انڈیا لیگ کونسل کی ہر نشست میں پابندی سے شریک ہوتے رہے۔

۱۹۳۸ء میں وہ ہندی مسلمانوں کے وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے قاہرہ کی فلسطین کانفرنس میں شریک ہوئے۔

۱۹۳۹ء میں ممالکِ مغربی کا سفر کیا۔ اس سفر میں راقم تحریر بھی دمشق تک ان کے ساتھ تھا۔ اسی اثناء میں دوسری جنگِ عظیم (۳ ستمبر) کو چھڑ گئی اور دمشق سے انگلستان کے تمام راستے مسدود ہو گئے۔ اس میں مولانا حسرت کو اتنا اصرار تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے بیروت پہنچے۔ دو ہفتہ تک کوئی جہاز نہ ملا مولانا نے وہاں سے مجھے دمشق لکھ بھیجا کہ وہ مسئلہ فلسطین اور ہندوستان کے سیاسی مسائل پر اپنے خیالات باشندگانِ انگلستان اور خصوصاً حکومتِ برطانیہ کے سامنے پیش کرنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اگر جہاز نہ ملا سمندر میں تیر کر جائیں گے مگر جائیں گے ضرور۔

آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ بیروت سے یونان تک کے لیے ایک جہاز میں جگہ مل گئی۔ یونان سے لندن تک ریل سے گئے۔ راستے میں کئی ملکوں کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے قید ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح منزلِ مقصود تک پہنچ ہی گئے۔ کئی ماہ لندن میں قیام کیا۔ اس سفر کی یادگار ان کی وہ غزلیں ہیں جو کلیات کے حصہ یازدہم اور حصہ دوازدہم میں ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیارِ رسولؐ کی تڑپ

مالی عسرت کے باوجود انھوں نے گیارہ حج کئے اور بارہ مرتبہ مدینہ طیبہ میں حاضری دی۔ مدینہ طیبہ میں ان پر ایک عجیب کیف ہوتا۔ مسجد نبویؐ میں نماز ختم ہوتے ہی دعا کا انتظار کئے بغیر، مواجہ اقدس میں حاضر ہو کر درج ذیل اشعار سلام کے ساتھ ذوق و شوق سے عرض کرتے تھے۔

یا نبی اللہ السلام علیک
انت الفوز و الفلاح لدیک
بر سلام آمدم جوابم دہ!
مرہمے بر دلِ کبابم نہ:
لیس بود جاہ و احتشام مرا
یک علیک از تو صد سلام مرا

جب وہ پہلی بار حجاز گئے تو حضرت شیخ عبدالباقی علیہ الرحمۃ[1] سے سلاسل حدیث کی اجازت لی تھی۔ اہل مدینہ کی خدمت کا بڑا خیال رکھتے۔ بعض حضرات سے رقمیں مقرر کرا دی تھیں، جو خود دے جا کر نذر کرتے ہیں۔

۱۹۳۳ء میں براہ کراچی و بحرین حج کے لئے جانا چاہتے تھے۔ حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ بمبئی پہنچے۔ وہاں معلوم ہوا کہ جہاز میں جگہ کراچی پہنچ کر ملے گی۔ چنانچہ ریل سے کراچی گئے۔ وہاں حکومت سندھ اور حکومت ہند سے ہر ممکن کوشش پاسپورٹ اور اجازت سفر حاصل کرنے کی کرتے رہے۔ ملک کے سیاسی رہنماؤں کے تار بھی دیئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں جب کوئی صورت کامیابی کی نہ نکلی۔ تو حیدر آباد دکن واپس گئے۔ اس واقعے کا ان پر جو اثر ہوا وہ درج ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔

آج یوم عید تھا میں نے عیدگاہ میں جا کر نماز پڑھنا مناسب نہ سمجھا اس لئے کہ دوگانہ عید الضحیٰ در حقیقت دوگانہ شکر متعلق بہ ادائے حج ہوتا ہے اور حج کرا ہی نہیں سکے

---

[1] فرنگی محل کے ایک بزرگ جو مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے تھے۔ ایک مدت تک مسجد نبویؐ میں درس دیتے رہے ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔ [2] اقتباس روزنامچہ حسرت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لیے اس حال حکومت ہند نے ناممکن بنا دیا ہے۔ مکان کے قریب والی مسجد میں [illegible] مسلم لیگ کے دو مخلص رکن رہتے تھے مگر اس جماعت میں بھی قیادت یا اکثریت کے خلاف اظہار خیال میں تامل نہیں کرتے تھے۔

۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الٰہ آباد میں اس وقت ہو رہا تھا جب سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستانی لیڈروں سے گفت و شنید کرنے دہلی آئے ہوئے تھے۔ مولانا حسرت کو اندیشہ تھا کہ قائد اعظم درجۂ نو آبادیات پر راضی ہو جائیں گے۔ مجلس مضامین میں انہوں نے کرپس کی پیش کش کے متعلق اپنی تجویز اجلاس عام میں پیش کرنے کے لیے رکھی۔ قائد اعظم نے اسے پیش کرنے کی اجازت نہیں دی تو مولانا نے ایک اور تجویز میں ترمیم کا نوٹس دیا جس تجویز میں مولانا پیش ترمیم کرنا چاہتے تھے۔ اس کا مدعا قائد اعظم کو کامل اختیارات سونپنا تھا۔ جب یہ تجویز اجلاس عام میں پیش ہوئی تو مولانا فوراً اس کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے۔ پچاس ہزار سے زائد آدمی اس وقت جلسے میں موجود تھے ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں: "نہیں سنیں گے، نہیں سنیں گے۔"

مولانا مائیکروفون کے سامنے کھڑے ہوئے۔ نہایت مختصر انداز میں مگر انتہائی جوش سے فرما رہے تھے "کیوں: "آپ کیوں نہیں سنیں گے؟" اور ہم آئے کاہے کے لئے ہیں؟" آخر مولانا جیتے اور مجمع ہارا۔ انہوں نے تقریر کی اور وضاحت کے ساتھ اپنا نقطہ نظر پیش کیا: دراصل حسرت کی سیاست ان دو عناصر سے تعمیر ہوئی تھی۔ کامل آزادی اور اشتراکیت۔ چنانچہ سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ میں پاکستان کا مؤید ہوں لیکن پاکستان ڈومینین کا قائل نہیں بلکہ پاکستان جمہوریت کا علم بردار ہوں اور یہی نکتہ میرے اور قائد اعظم کے درمیان خلیج پیدا کر رہا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان میں پانچ جمہوریتیں قائم ہونا چاہئیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے

● ۱۔ مشرقی پاکستان ● ۲۔ مغربی پاکستان

● ۳۔ مرکزی ہندوستان ● ۴۔ جنوب مشرقی ہندوستان ● ۵۔ جنوب مغربی ہندوستان اور ریاست حیدرآباد

ان سب کو ملا کر اتحادِ ہند کا اجزائے ترکیبی ہونا چاہیے۔ لہ

لہ پروفیسر عبدالشکور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مولانا کی مذکورہ بالا آئینی تجاویز تقسیم ہند کے عمل میں آنے سے پہلے کی ہیں اور اپنی تجاویز کے سلسلے میں انہوں نے کانگرس اور مسلم لیگ کے رہنماؤں سے مشورے کئے اور ملک کے اکثر حصوں کا دورہ کیا۔ ان کے روزنامچے درج ذیل اقتباسات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۲ء آج میں نے دفعتاً فیصلہ کیا کہ دہلی جا کر جناح صاحب کو پاکستان اور برطانستان کی پالیسی ترک کرنے پر مجبور کروں گا اور ہو سکا تو کانگرس ورکنگ کمیٹی میں جا کر اس میں کانفیڈریشن کی تجویز تسلیم کرنے پر مجبور کروں گا۔ وما توفیقی الا باللہ شب کی ایکسپریس سے دہلی روانہ ہو گیا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۴۲ء آج صبح کی گاڑی دہلی لیٹ پہنچی ۹ بجے دفتر مسلم لیگ میں حسن ریاض کے ہاں قیام کیا اس وقت لیاقت علی خاں کے بنگلے پر جا کر قریب قریب کل ممبران مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی سے ملاقات کی۔ نواب زادہ نے جناح صاحب سے پوچھ کر مجھ کو ۶ بجے شام کا وقت دیا۔ اس وقت مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر جمع ہوں گے۔ تم اپنے خیالات ان کے سامنے رکھ سکتے ہو۔ اسی وقت میں پہنچا اور دو باتیں مختصر طور پر پیش کر دیں۔ اول یہ ورکنگ کمیٹی یا قائد اعظم کو بھی اس کا اختیار نہیں کہ ڈومینین اسٹیٹس کی بنیاد پر کرپس سے کوئی بات چیت کریں دوم یہ کہ برطانوی شکست کی حالت میں گاندھی پارٹی یا بوس پارٹی سے مل کر آزاد کانفیڈریشن کی بنیاد پر مصالحت ہو سکتی ہے۔ کم و بیش ایک ہفتے کے بعد اسی مقصد کی خاطر انہوں نے وردھا کا سفر کیا اور گاندھی جی، راجگوپال اچاریہ اور ولبھ بھائی پٹیل سے ملاقاتیں کیں۔

۲۸ اپریل ۱۹۴۲ء راجہ جی نہایت ذہین واقع ہوئے ہیں اور ان کی نگاہ بہت دور رس ہے فوراً میری اسکیم کو سمجھ گئے اور اس سے اتفاق ظاہر کیا۔ رات کو گاندھی جی کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آیا۔ خدا کی شان کہ جو شخص ڈومینین اسٹیٹس کا شیدائی اور آزادی کامل کا دشمن تھا۔ وہ اب بالکل میرا ہمنوا ہو گیا ہے۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

سیاست اور اشارہ ہائے غیبی

حقیقت الامر یہ ہے کہ مولانا کی سیاسی سرگرمیوں کے مدار کبھی کبھی ان کے خواب یا مکاشفات بھی ہوتے تھے اور جب کسی معاملے میں اشارہ غیبی انہیں مل جاتا تو عجب شانِ جلال سے وہ اپنے عقائد کی تبلیغ کیا کرتے۔ ایک واقعہ اس سلسلے میں درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جولائی ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کونسل کا ایک تاریخی اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شرکت کے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لئے راقم بھی ہوائی جہاز میں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں انہوں نے فرمایا: سنئے صاحب! پاکستان تو مل جائے گا۔ اب آئندہ کی فکر کرنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے یقین ہے کہ پاکستان مل جائے گا۔ فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حافظ کے دیوان سے تفاؤل کیا تو شعر بھی نہایت مناسب نکلا اور حافظ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کر دی ہے اور اسی وقت ڈائری سے درج ذیل اشعار سنائے:

جب کہ خواب میں خود آ کے وہ شاہِ خوباں
جب کہ حافظ بھی مصدق ہو بہ فالِ دیواں
تجھ کو حسرتؔ یہ مبارک سندِ مہر و نشاں
پردہ بردار کہ تا سجدہ کند جملہ جہاں
طاقِ ابروئے تو محرابِ جہاں خواہد بود

مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء

دوسرے دن مسلم لیگ کے اجلاس میں وہ تجویز پیش ہوئی جو راست اقدام کی تجویز کے نام سے مشہور ہے۔ اس تجویز کی خاص بات یہ تھی کہ چونکہ حکومت برطانیہ نے مسلمانوں کا مطالبۂ پاکستان نہیں مانا اس لئے تمام خطاب یافتہ حضرات کو اپنے خطابات واپس کر دینے چاہئیں۔ مولانا حسرتؔ نے اس تجویز میں ترمیم پیش کی جس کا مدعا یہ تھا کہ مسلم ممبران مجالس قانون ساز پاکستان دستور اسمبلی قائم کریں اور پاکستان تیار کریں۔ قائد اعظم نے اس ترمیم کو علیحدہ تجویز قرار دیا اور ترمیم کے طور پر اسے پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مولانا حسرتؔ کو شدید ہیجان تھا اور وہ بار بار کھڑے ہو کر تقریر کرنے کی کوشش کرتے اور روکے جاتے آخر میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ نے اپنا نظریہ پیش کر دیا۔ اب لوگ نہیں سننا چاہتے تو آپ کیوں مُصر ہیں۔ مولانا نے مجھے جواب دیا۔ مجھے ان لوگوں کی مخالفت سے تعجب نہیں، مگر حیرت ہے کہ آپ بھی مجھ سے بیٹھ جانے کو کہہ رہے ہیں حالانکہ میں آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں۔“ مولانا کا اشارہ اپنے خواب کی طرف تھا۔ ؎

؎ مولانا کی وفات تک پاکستان کا دستور نہیں بنا تھا اور دس سال کے بعد تیار ہوا۔ اگر مولانا کی ترمیم منظور ہو گئی ہوتی اور یہ کام اس وقت ہو جاتا تو معلوم نہیں مسلمانوں کی تاریخ اور اس ملک کا سیاسی جغرافیہ کس قدر مختلف ہوتے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اسمبلی کی رُکنیت

۱۹۴۶ء میں وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یو پی اسمبلی اور ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور دنیا جانتی ہے کہ جس بے خوفی اور صفائی سے ان مجالس میں اپنے خیالات پیش کئے، وہ انہی کا حصہ تھا۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ابتدائی ایام میں مسلم لیگ نے اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ لیکن مولانا اس فیصلے کی تائید میں نہ تھے۔ قائداعظم سے اختلاف رائے کے باوجود مولانا ان کا بہت خیال کرتے تھے اور خود قائداعظم نے بھی ہمیشہ ان کا لحاظ کیا۔

قائداعظمؒ کی وفات پر اپنے روزنامچے میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء: آج صبح گھر سے نکلنے پر قائداعظم جناح کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔

إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ مرحوم اپنا مقصد پورا کر کے دنیا سے اُٹھے ایسی کامیابی بہت کم لیڈروں کو حاصل ہوتی ہے۔"

تقسیم کے بعد

قیام پاکستان کے بعد مولانا حسرتؔ ہندوستان ہی میں رہے مگر انہوں نے اپنے کسی بیان یا تقریر میں پاکستان پر نکتہ چینی نہیں کی۔ ان کو پاکستان کی بہت سی باتیں ناپسند تھیں۔ لیکن وہ ہندوستان میں بیٹھ کر ان پر تنقید اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ ایسی باتوں سے ہندوستانی حکومت کی خوشامد کی بُو آتی تھی۔

تقسیم کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان کا وجود بہت بڑا سہارا تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کو کبھی فراموش نہ کیا۔ اس زمانے کے روزنامچہ سے اقتباسات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے انقلاب کے بعد بھی مولانا ایک اِنچ جگہ سے ہٹنے کے لئے تیار نہ تھے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء: آج شام کو احمد تقی خاں نے بانس منڈی میں بغرضِ تبادلۂ خیالات میری دعوت کی تھی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے لئے آئندہ لائحۂ عمل کے باب میں تفصیلی گفتگو کر کے تقریباً جملہ اہالیانِ بانس منڈی کو اپنا نقطۂ نظر سمجھا دیا کہ مسلمانوں کو اظہارِ وفاداری کی ضرورت نہیں اگر ضرورت ہو تو انہیں حکومت موجودہ کے تعاون کا وہ طریق ہرگز اختیار کرنا چاہیے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۲۳ نومبر ۱۹۴۷ء۔ آج دس بجے کے قریب ذکی صاحب کے ہاں ناشتہ کرنے میں بی اماں کی طرف گیا اور اس کے آخری حصے سے چاندنی چوک سے بالکل متصل ہے۔ بغور معائنہ کیا۔ چاندنی چوک میں عمل دخل اغیار کا ہے۔ ایک آدھ کے سوائے اور کوئی مسلمان ادھر کا رُخ نہیں کر سکتا.........

۱۱ دسمبر ۱۹۴۷ء۔ آج صبح کو سردار علی ملنے آئے۔ میں نے ان کو تحریک کے بتاشے لینے اور کل اپنے بیوی بچوں کے لئے باقی کل بتاشے بھیجے جانے کو کہہ دیا۔ بریسال کے فضل الحق بھی ملنے کو آئے۔ وہ انڈیا کے مسلمانوں کی مدد کا جذبہ لے کر مشرقی پاکستان سے آئے ہیں۔ آدمی مخلص معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ مگر آگاہ کر دیا کہ الحمدللہ کم سے کم یو پی کے آپ لوگوں کی مدد کے بغیر بھی اپنی حفاظت کر لیں گے۔

اسی زمانے میں کانگرسی حکومت کے اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنؤ میں بلائی گئی۔ مولانا آزاد اس میں پیش پیش تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگی زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ہو کر ذہنیتوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یوپی مسلم لیگ نے پانچ اصحاب پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت و شنید کے لئے ترتیب دیا۔ اس گفت و شنید کی داستان مولانا حسرت کے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کے روزنامچے سے پیش کی جاتی ہے۔

آج صبح سے ۱۰½ بجے تک ناشتہ خوری و اخبار بینی سے فارغ ہو کر کل کے فیصلے کے مطابق ہم پانچ نمائندے، رضوان اللہ، حسرت موہانی، ذاکر علی، فاروق، نفیس الحسن ۱۱ بجے کے قریب کارلٹن ہوٹل میں ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرنے کو پہنچے۔ مختصر گفتگو ہی کے دوران میں معلوم ہو گیا کہ میں نے جلسہ مشاورت میں جو بدگمانی مولانا ابوالکلام کی نیت کے متعلق ظاہر کی تھی۔ وہ خود ان کی زبانی بھی محقق ہو گئی۔ انھوں نے صاف صاف اقرار کیا کہ آج کی کانفرنس کا صرف ایک مقصد ہے وہ یہ کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں۔ کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگرس میں مدغم ہو جائیں۔ اس پر ہم لوگ یہ کہہ کر چلے آئے تو ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہو گی۔ دوران گفتگو میں چلتے چلتے میں نے ایک فقرہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ابوالکلام کے متعلق چیت کر دیا، جس سے ان کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ استہزاء بھی ہو جاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سرسید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداری برطانیہ کی تلقین کی تھی بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگریس کے ساتھ مسلمانوں کو غیر مشروط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لئے محدود کر دینے کے در پے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

پارلیمنٹ میں

ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب مولانا حسرت کے سوا کوئی ممبر ایسا نہ تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کرے۔

جوناگڑھ اور حیدرآباد پر ہندوستانی افواج کے قبضے کے بعد تنہا مولانا حسرت ہی نے ایوان پارلیمنٹ میں وہ باتیں کہہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں تھیں۔ لیکن کسی میں جرأت اظہار نہ تھی۔ انہوں نے سردار پٹیل کے انتہائی وہ عروج میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تم نے وہی کام کیا ہے جو چنگیز، نادر اور ہلاکو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت اور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تمہارے گلے پر خدا کی لعنت ہو۔"

اس کے علاوہ یوپی اسمبلی میں بھی تنہا حسرت نے اس تجویز کی مخالفت کی جو حیدرآباد میں ہندوستانی افواج کی فتح پر مبارکباد دینے کے لئے پیش کی گئی تھی۔

پارلیمنٹ کے رکن ہونے کے بعد بھی حسرت نے اپنے زندگی بھر کے اصول کو نہیں بدلا۔ ہمیشہ کی طرح تھرڈ کلاس ہی میں سفر کرتے رہے۔ دہلی میں ان کا قیام کبھی دفتر وحدت میں رہتا اور کبھی ایک مسجد کے حجرے میں۔ دستور سازی کے زمانے میں ہندوستان میں سخت فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے تھے۔ خصوصاً دلی کی سرزمین پر مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ مولانا اس وقت بھی پابندی سے دلی جاتے رہے اور دستور سازی میں حصہ لیتے رہے۔ دستور مکمل ہو گیا چونکہ وہ مولانا کی مرضی کے مطابق نہ تھا اس لئے انھوں نے اس پر دستخط سے انکار کر دیا۔

مولانا حسرت ہندوستان کے لئے ایک کانفیڈریشن بنائے جانے کے حامی تھے۔ دیسی ریاستوں کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ بشرط حصول آزادی و جمہوریت "کانفیڈریشن" میں اپنی اپنی جگہ حسب حیثیت و اہمیت شامل ہو سکتی ہیں۔ شیخ عبداللہ سے بھی اس سلسلے میں ان کی جھڑپ ہوئی۔ جس پر ان کی ڈائری

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کے درج ذیل اقتباس سے روشنی پڑتی ہے۔

۲۹ جون ۱۹۴۹ء۔ آج کانسٹی ٹیوانٹ اسمبلی میں نمائندگان کشمیر پہلی بار شریک ہوئے۔ میں نے شیخ عبداللہ سے دیر تک بحث کی کہ راجہ کشمیر کی حکمرانی کیوں تسلیم کی اور تسلیم نہیں کی تو پھر ان کی طرف سے نامزد ہو کر تم یہاں کیونکر پہنچے؟ میں نے بڑودہ، میسور اور بھوپال کی نسبت بھی پوچھا کہ ان کو دھکا کیوں دیا۔؟

مولانا جس طرح ہندوستان کے دستور سے مطمئن نہ تھے اس سے کچھ زائد ہی وہ ہندوستان کی آزادی کو اصل آزادی سمجھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس کا اندازہ ان کے روزنامچے کے درج ذیل اقتباس سے بھی لگایا جا سکتا ہے:۔

۱۵ اگست ۱۹۴۹ء۔ آج یوم آزادی کے سلسلے میں راجہ جی[1] کے یہاں شب کی دعوت تھی۔ میں بھی مدعو تھا مگر موٹر یا سواری کا انتظام نہ ہو سکا، اس لئے نہ گیا علاوہ ازیں حاصل شدہ آزادی کو حقیقی آزادی سمجھنے کا بھی میرے دل کو اطمینان نہیں ہے۔

اسی روزنامچے میں دلی کے ایک مشاعرے پر بھی دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء۔ آج دہلی کالج میں مشاعرہ تھا۔ مرزا جعفر علی خاں اثر کی صدارت کے اعلان نے پھر ان شاعروں کو بھی اس مشاعرے کی شرکت پر آمادہ کر دیا جو ایسے نافہم سامعین کے سامنے اپنا کلام اور وقت نہ ضائع کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ مثلاً جوش اور میں خود۔ کالج کے کل لڑکے اُردو زبان سے بیگانۂ محض ہیں۔ اس لیے بے سمجھے بوجھے جہاں چاہتے ہیں واہ واہ سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ اثر صاحب بھی اس صورت سے متاثر ہوئے اور اپنی تسلیم صدارت سے منفعل۔

آخری ایام

۱۹۵۰ء میں مولانا نے آخری بار فریضۂ حج ادا کیا اور غالباً اسی سفر کے دوران میں انہیں اپنے وقت کے آجانے کا احساس ہو گیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں دو تین دفعہ کی حاضری کے بعد انہوں نے واپسی کا قصد ظاہر کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وہ جلد از جلد

---

[1] راجگوپال اچاریہ گورنر جنرل ہندوستان

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مولانا حسرت موہانیؒ کی آخری آرامگاہ
مولانا انوار کا باغ۔ لکھنؤ۔ یوپی۔ انڈیا۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کراچی اور لاہور ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ اب انھیں زیادہ دن جینا نہیں۔

ان کی صحت ۱۹۴۹ء ہی سے گرنے لگی تھی۔ سفر حج میں بھی وہ بہت کمزور معلوم ہوتے تھے کانپور واپسی کے بعد فوراً لکھنؤ منتقل ہو گئے مجھے ان کی نازک حالت اور تشویش ناک علالت کی خبریں ان کے رشتے کے بھائی اور میرے عزیز دوست مولوی علی حسین کے خط سے ہوتی اور حسرت صاحب کا یہ مختصر پیام بھی معلوم ہوا "میں یہاں ہوں اور مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ یہاں نہیں ہیں"۔

جب میں لکھنؤ پہنچا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک پلنگ پر لیٹے تھے۔ جس پر ترپال یا ٹاٹ کی ایسی کوئی چیز بچھی ہوئی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مولانا کو اصرار ہے وہ نرم گدے یا قالین استعمال نہیں کریں گے۔ میں نے بہ اصرار پلنگ پر توشک بچھوائی اور ان سے کہا کہ اگر آپ ٹاٹ پر لیٹے رہے تو آپ کی پیٹھ پر زخم پڑ جائیں گے، جس سے آپ کے علاوہ تیمارداروں کو سخت اذیت ہوگی۔ تب وہ توشک بچھوانے پر راضی ہوئے۔ مگر ایک عجیب انداز سے کہنے لگے میں نے تمام زندگی اسی طرح بسر کی، آپ چاہتے ہیں۔ میرا وقت گدوں اور قالینوں پر آئے۔

دوا استعمال کرنے اور انجکشن لینے سے بھی بہت الجھتے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے طنزاً کہا کہ مولانا آپ ذرا سی سوئی کی تکلیف سے ڈرتے ہیں۔ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ میں اپنی تمام زندگی کسی تکلیف سے نہیں ڈرا، آپ کی سوئی سے کیا ڈروں گا۔ مزاحمت اس لئے کرتا ہوں کہ اس کو بیکار سمجھتا ہوں۔

دوران علالت میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی مرحوم عیادت کے لئے تشریف لائے کلمات تسکین و تشفی کے طور پر کہنے لگے: "مولانا گھبرائیے نہیں۔ آپ کی علالت خطرناک نہیں ہے آپ اچھے ہو جائیے گا"۔ مولانا حسرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور جواب دیا "سنیئے صاحب! میں بیمار تو ہوں مگر بے وقوف نہیں ہوں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا وقت آگیا ہے"۔

۱۹۵۱ء کے روزنامچے کے درج ذیل صفحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کی قربت کا انھیں پورا علم تھا۔

یکم جنوری ۱۹۵۱ء۔ آج نئے سال کا پہلا دن ہے۔ ہر شخص خیال کرتا ہوگا کہ اس کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہو گیا۔ مگر در حقیقت مقدار عمر ایک سال کم ہو گئی اور مرنے کا دن ایک سال قریب ہو گیا۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۵ فروری ۱۹۵۱ء: حسنِ اتفاق، مردم شماری میں میرا نام لکھنؤ ہی میں لکھا ہے۔ کانپور میں اس وقت تک نوبت نہیں آئی تھی۔ میرا مقطع بالکل درست نکلا:

نہ چھوٹا دیارِ حسرت سے نہ چھوٹا
بہت ہم نے چاہا نہیں کانپوری

۶ مارچ ۱۹۵۱ء: آج رات کو میں نے عالمِ رؤیا میں جنت کا نظارہ بہت اچھی طرح کیا۔ جنت کی ایسی تصویر پیشِ نظر ہوئی کہ دل کو یقین ہو گیا یہی اس کی اصلی صورت ہے۔ واللہ اعلم

اس سال کی ڈائری کا بیشتر حصہ بیماری اور علاج کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ آخری روزنامچہ ۶ مارچ ۱۹۵۱ء کو تحریر کیا۔

انتقال سے تین دن پہلے مولانا حسرت نے خواہش ظاہر کی کہ ان کی دواؤں کا حساب صاف کر دیا جائے وہ میرے یہاں مقیم تھے۔ مگر اپنے اخراجات میں کسی کے شرمندۂ احسان نہیں ہوتے۔ میں نے عرض کیا کہ حساب کی صفائی کی کیا عجلت ہے صحت کے بعد رقم دے دی جائے گی۔ مگر مولانا نے کسی طرح نہ مانا اور کل رقم ادا کر دی۔ عجیب امر ہے کہ انہوں نے چند روپے دواخانے میں فاضل جمع کرا دیے تھے۔ انتقال کے دن حساب بالکل برابر تھا کوئی پیسہ ان کے ذمے فاضل نہ تھا۔ دورانِ علالت میں کسی تکلیف کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اُف یا آہ تک ان کے منہ سے کسی نے نہیں سنی۔ زیادہ تر درود شریف پڑھتے یا استغفار پڑھتے رہتے تھے۔

۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو ساڑھے تین بجے صبح مجھے ان کے داماد سید عبدالسمیع صاحب نصرت موہانی نے خبر دی کہ مولانا کی حالت بہت نازک ہے۔ جب میں پہنچا تو پلنگ کے گرد ان کے اعزا گریہ و زاری میں مصروف تھے۔ مولانا کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ انھوں نے مجھ کو پہچانا اور اعزا کی طرف اشارہ کر کے بمشکل کہا کہ "ان سے کہیے یہ رونے کی بات نہیں ہو رہی ہے۔"

یہ ان کا آخری کلام تھا اس کے بعد صرف درود یا استغفار پڑھنے کا اندازہ ان کے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لبوں کی جنبش سے ہوتا تھا۔ اسی دن ۲ بجے دوپہر کو انھوں نے رحلت فرمائی۔ بعد مغرب باغ مولانا انوار میں نماز جنازہ ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت ہجری اعتبار سے وہ پچھتر برس کے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؁

مولانا حسرت کی پہلی بیوی سے صرف ایک صاحبزادی نعیمہ بیگم سید عبدالسمیع نعرت موہانی ہیں۔ ان کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے لڑکے سید رضوان الحسن کو ان کی نانی نے پالا تھا۔ مولانا نے ان کی تاریخ ولادت بھی جیل میں کہی تھی۔

سالِ پیدائش رضوان حسرت
ثانیِ حسرتِ موہانی ہے۔

نعیمہ بیگم اپنے شوہر اور لڑکوں کے ساتھ کراچی میں مقیم ہیں۔ مولانا حسرت نے دوسری شادی اپنے ہی خاندان کی ایک بیوہ حبیبہ بیگم سے کی۔ ان سے بھی صرف ایک صاحبزادی خالدہ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ کانپور ہی میں رہتی ہیں۔

مولانا کے تین بھائی تھے۔ بڑے بھائی سید روح الحسن اور ایک چھوٹے بھائی سید کریم الحسن جن کا انتقال مولانا کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ سب سے چھوٹے بھائی سید حسین الحسن بقید حیات ہیں اور ہند کی ضلع فتحپور میں مقیم ہیں۔

ان کی تین بہنیں بھی تھیں جن میں سے دو بقید حیات ہیں اور حیدر آباد دکن میں رہتی ہیں۔

مولانا نے کوئی قابل ذکر ترکہ نہیں چھوڑا۔ آبائی ورثے میں ان کو جو جائیداد ملی تھی اس کا ایک حصہ اپنے جد شاہ وجیہ اور ایک حصہ اپنے مرشد مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی کے اعراس کے لئے وقف کر چکے تھے۔ ایک حصہ وقف علی الاولاد کر دیا تھا۔ جس کا منافع ان کی صاحبزادی نعیمہ بیگم کو ملتا تھا۔ وہ خود اس سے بھی متمتع نہیں ہوتے تھے۔ ایک قلیل سرمایہ بعض تجارتی کمپنیوں میں بھی لگا ہوا تھا جو بعد کو ان کے ورثا میں تقسیم ہوا۔

حلیہ اور اوصاف

ان کا قد چھوٹا تھا اور رنگ گندمی، آنکھیں بڑی تھیں اور چہرے پر چیچک کے داغ نمایاں۔ آواز باریک تھی اور جوانی میں کافی مترنم تھی۔ دور کی نظر ان کی ہمیشہ سے کم تھی۔ اس لئے عینک لگانے کے عادی تھے جو وضع انھوں نے اختیار کی اس پر آخر دم تک قائم رہے۔ شیروانی، ترکی ٹوپی اور پائجامہ عموماً پہنتے تھے۔ جوانی میں داڑھی منڈایا کرتے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تھے۔ مگر ایک بار ان کے مخلص دوست عبدالہادی خاں وفا نے ان سے وعدہ لے لیا کہ داڑھی کبھی نہ منڈائیں گے جو رقت قول دے چکے تھے۔ اس وعدے کو پورا کیا اور پھر تمام زندگی کبھی داڑھی نہیں منڈوائی۔ ترکی ٹوپی کے وہ پابند نہ تھے ان کے سندیشی اسٹور کے بچے ہوئے سامان میں بہت سی ترکی ٹوپیاں تھیں۔ جب تک یہ چلتی رہیں پہنتے رہے بعد کو دوسری ٹوپیاں بھی استعمال کیں۔

رات کو سوتے وقت سر میں کوئی کپڑا باندھ لیتے۔ صبح بہت جلد اُٹھتے۔ کھانا اول وقت کھا لیا کرتے کھانے پینے میں بھی کسی چیز کے پابند نہ تھے۔ جو مل گیا وہ بخوشی تناول کر لیتے تھے البتہ ترش چیزیں یہاں تک کہ دہی بھی نہ کھاتے تھے پان تو خیر کھا لیتے تھے۔ لیکن تمباکو، حقے سگریٹ وغیرہ سے انھوں نے ہمیشہ اجتناب کیا اور سر منڈانا کبھی نہ چھوڑا۔ ۱؎

اخبار بہت پابندی کے ساتھ اور شروع سے آخر تک پڑھتے تھے۔ زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے۔ سیاسی امور پر جب مباحثہ ہوتا اور ان کو جوش آجاتا تو اور بات تھی۔ سیاسی اختلافات کی بنا پر وہ سخت تنقید سے تامل نہیں کرتے تھے مگر ذاتی طور پر انہیں کسی سے عداوت یا عناد نہ تھا۔ اپنے عقائد میں بڑے مضبوط تھے۔ مگر ان کے احباب کے دائرے میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر قسم کے لوگ تھے۔

اپنے ذاتی کام سے کبھی کسی امیر یا حاکم کے یہاں نہیں گئے۔ مگر ضرورت مندوں کے لئے ارباب ثروت سے سفارش کرنے میں انہیں تامل نہ تھا۔ ارباب غرض اپنے کاموں کے لئے انھیں وزرا یا حکام کے پاس لے جاتے تو وہ بے تکلف چلے جاتے۔

طبیعت میں نہایت انکسار تھا۔ کسی شاعر کی مذمت یا تذلیل نہیں کرتے تھے۔ بلا ضرورت اپنے علم کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بہت اصرار کیا جاتا تو اپنے شعر سنا دیتے تھے۔ اپنی تقریر یا گفتگو میں اپنا کوئی شعر کبھی نہیں پڑھا۔

ان کی زندگی درویشانہ بلکہ قلندرانہ قسم کی تھی اور مزاج میں حد درجہ استغنا تھا۔ انہوں نے کبھی لیڈر بننے کی کوشش نہیں کی اور نہ کسی بڑے سے بڑے لیڈر سے مرعوب ہوئے۔ دنیاوی لحاظ سے وہ بڑی مختصر تمنائیں رکھنے والے انسان تھے اس لئے ان پر کبھی مایوسی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔ ۲؎

۱؎ نیاز فتحپوری، ص ایضاً

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اسلامیت کا پیکر

حسرت کی زندگی صحیح معنوں میں ایک مردِ مسلمان کی زندگی تھی۔ ان کی سب سے بڑی صفت یہی تھی کہ ظاہر و باطن یکساں اور ہر لوث سے پاک و صاف تھا۔ وہ نصابِ سیم و زر کے عمر بھر قائل ہی نہ ہوئے۔ ایک سچے خدا پرست انسان کی طرح انسانیت سے محبت رکھتے۔ نمود و نمائش سے نفرت کرتے۔ اسی اعلیٰ شخصیت و وجاہت کے باوجود حلم و تواضع اور منکسر مزاجی ان کی طبیعت کا خاصہ رہی۔ ان کے احباب میں امیر و کبیر ہستیاں، نامور مدبرین اور مشاہیر شامل تھے۔ لیکن انھوں نے کبھی کسی کا آسرا نہ ڈھونڈا اور نہ کبھی کسی سے اپنے مقصد یا غرض کی خاطر کسی توقع یا اعانت کے طالب ہوئے۔ اپنی سادہ زندگی کے ہمیشہ خود کفیل رہے۔ کسی دوست کی کوئی مدد کسی حالت میں بھی قبول نہ کی یہاں تک کہ گھر کے کام کاج کے لئے بھی نوکر تک کی امداد گوارا نہ کرتے۔ اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ میں نے بارہا بچشمِ خود انھیں گھر کا سودا سلف بازار سے لاتے، محلے کے نل سے پانی بھر کر بالٹیاں اٹھاتے دیکھا ہے۔ اسی طرح سادہ وضع پر تاحیات قائم رہے اور دوسروں کے دستِ نگر نہ رہے۔[1]

محشرِ عمل

کس قیامت کا یہ آدمی تھا۔ محشرِ خیال نہیں محشرِ عمل۔ جس بات کو اپنے نزدیک حق سمجھتا تھا اس کو بغیر تامل کے، بغیر گھٹائے بڑھائے، بغیر ہموار کیے، بغیر مصلحت یا موقع کا انتظار کیے بے خطر زبان، بغیر جھجک کہہ جاتے۔ مخاطب افلاطون ہو یا فرعون، اس کے سامنے کہہ ڈالنا حسرت کے لئے معمولی بات تھی۔

ایسا نڈر، سچا، محبت کرنے والا اور محبت کے گیت گانے والا اب کہاں سے آئے گا۔ کسی سے نہ دبنے والا، ہر شخص پر شفقت کرنے والا، زبان کا نباض، شاعروں کا والی، غزل کا امام، ادب کا خدمت گزار۔ کیسی سچی بات کسی نے کہی ہے کہ[2] سیاست کوئلے کا کاروبار ہے جس میں سبھی کا ہاتھ تھوڑا بہت کالا ہوتا ہے، سوائے حسرت کے۔

مرحومہ بیگم حسرت

مولانا حسرت کے تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی سیرت کی تعمیر اور ان کی سیاسی اور ادبی خدمات میں بڑا حصہ مرحومہ بیگم حسرت کا ہے۔ ان کا نام نشاط النساء تھا اور مولانا کے قریبی عزیز سید شبیر حسن موہانی کی دختر،

---

[1] عشرت رحمانی۔ [2] رشید احمد صدیقی۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نیک اختر تھیں۔ غالباً ۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئیں اور ان کا عقد مولانا حسرت کی طالب علمی کے زمانے میں ہو گیا تھا رواج کے مطابق گھر پر تعلیم پائی تھی۔ تصوف کا ذوق اور ادبی مذاق دونوں میں حسرت کی شریک تھیں۔ اس خاتون نے جس دلیری، بہادری، استقلال اور صبر سے مشکلات کا سامنا کیا اس کی نظیر ملنا مشکل ہے مولانا کی قید کے زمانے میں ان کے مقدمات کی پیروی، "اردوئے معلیٰ" کی اشاعت، پریس کا بندوبست، تجارت کی نگرانی، دواوین کی ترتیب و طباعت سب کام ان محترم خاتون نے انجام دیئے۔ حقیقی معنی میں مولانا حسرت کی شریک حیات تھیں۔

سیاسی معاملات میں بھی وہ مولانا کے ساتھ شریک رہیں ۱۹۲۵ء میں کانگریس کا سالانہ اجلاس مسز نائیڈو کی صدارت میں کانپور میں ہو رہا تھا۔ مولانا حسرت اور بیگم حسرت مزدوروں کے ایک جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ جب کانگریس کے پنڈال کے قریب یہ جلوس پہنچا تو پنڈت جواہر لال نہرو نے جو کانگریس رضا کاروں کی کمان کر رہے تھے۔ اس جلوس پر لاٹھی چارج کرنے کی دھمکی دی۔ اس پر مرحومہ بیگم حسرت موہانی نے بڑھ کر جواہر لال نہرو کے منہ پر طمانچہ لگایا اور اس نادری حکم کی بدتمیزی پر سرزنش کی جواہر لال نہرو نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور یہ جلوس کانگریس کے اجلاس میں داخل ہو گیا۔

مولانا کی پہلی گرفتاری کے موقعے پر انھوں نے جس کردار کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ درج ذیل عبارت سے کیا جا سکتا ہے۔

گرفتاری کے وقت راقم حروف کی شیر خوار لڑکی نعیمہ صدرجہ سخت علیل تھیں اور اتفاق سے مکان میں والدہ نعیمہ اور ایک خادمہ کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔ لیکن ان کی ذات سے اس نازک وقت میں بربنائے سیادت و تائید ربانی حیرت انگیز حوصلہ و استقلال کا اظہار ہوا۔ خود پریشان ہو کر راقم کو بھی مغموم کرنے کے بجائے انھوں نے دوسرے ہی دن بذریعہ سپرنٹنڈنٹ جیل ایک ایسا ہمت افزا خط بھیجا، جسے دیکھ کر جیلر کا رپرداز ان تک دنگ متحیر رہ گئے۔ راقم کا دل بتقاضائے امر حق کا مجبوری کے باعث رنجیدہ تو ضرور تھا۔ لیکن ان کی یہ تحریر کہ تم پر جو افتاد پڑی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرو۔ میرا یا گھر کا مطلق خیال نہ کرنا خبردار تم سے کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہ ہو۔ تقویت مزید کا باعث ہوئی۔ بھائی صاحب کو انھوں نے تار دے کر بلوا لیا تھا جن کے ہمراہ وہ مجھ سے ملنے بھی آئیں اور جب تک مقدمہ چلتا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سہا۔ ہر ہفتہ دیا کیں، اور آخر تک ان کی جرأت و ہمت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ فالحمد للہ

ان محترم خاتون کی وفات پر مولانا حسرت نے تحریر فرمایا۔

۱۸ اپریل ۱۹۳۷ء ٹھیک گیارہ بجے دن کے وقت بیگم حسرت کدوراتِ دنیا سے آزاد ہو کر بہ اطمینان تمام واصل بحق ہو گئیں۔ اِنّا للہ وَاِنّا اِلیہِ رَاجِعون ؕ

سلسلہ علالت کئی سال سے جاری تھا۔ سال بھر بیمار رہتی تھی۔ لیکن موسم حج کے قریب اس قدر صحت حاصل کر لیتی تھیں کہ حج کے لئے میرے ساتھ جانے میں بظاہر کوئی دشواری نظر نہ آتی تھی۔ چار سال یہی حال رہا۔ آخری بار یعنی ۱۹۳۶ء میں براہ عراق سفر حج کے وقت البتہ وہ اس قدر کمزور و بیمار تھیں کہ ان کو ساتھ لے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر ان کی دل شکنی اور مایوسی کا خیال بھی سوہانِ روح تھا۔ مجبوراً مجھ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ بصرہ تک جہاز اور وہاں سے بغداد تک ریل میں جانا چونکہ نسبتاً آسان ہے۔ اس لئے ان کو وہیں چھوڑ دوں گا اور خود صحرائے عرب ۱۲۰۰ میل موٹر میں طے کر کے مدینہ اور مدینہ سے مکہ ہو کر پھر اسی راہ واپس آؤں گا اور بغداد سے انھیں ساتھ لے لوں گا۔ اس تجویز کو انہوں نے سنا۔ مگر کچھ نہ کہا اور ساتھ ہو لیں۔

بغداد پہنچ کر اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے روبرو اپنے اللہ سے دعا کی کہ زیارت روضۂ رسول اور حج و زیارت سے محروم نہ رہوں۔ اس دعا نے تریاق مجرب کا کام کیا اور انھوں نے باوجود علالت و نقاہت تمام ارکان حج بخوبی ادا کئے اور دوبارہ مدینہ اور دوسری بار بغداد و کاظمین و نجف و کربلا میں حاضری دے کر صحیح سلامت واپس کانپور پہنچ گئیں۔ مگر بصرہ سے کراچی پہنچتے پہنچتے علالت پھر نمودار ہو گئی، جس کی روز افزوں تکلیفیں آخر کار ان کی جان ہی لے کر گئیں۔

ریڑھ کی ہڈی میں کچھ خرابی ایسی پیدا ہو گئی تھی جو ڈاکٹروں کی رائے میں لاعلاج تھی اور جس کی وجہ سے ان کے جسم کا نصف حصہ اسفل کئی ماہ سے بالکل بے حس ہو گیا تھا۔ پلنگ پر پڑے پڑے کئی زخم نہایت درجہ تکلیف دہ پیدا ہو گئے تھے۔ پسلیوں میں شدید درد رہنے لگا۔ مگر ان کی زبان سے اس کے سوا کہ "جو اللہ کی مرضی" اور اس کی مصلحت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کا تقاضا کسی نے بھی کوئی حرفِ شکایت نہ سُنا۔ کبھی کبھی البتہ اتنا کہہ دیتی تھیں کہ جب بیماری میں تکلیف کی یہ شدت ہو تو افتراق جسم و روح کے وقت کیا حال ہوگا۔ مگر انتقال سے ایک روز قبل نماز فجر کے اول وقت ٹوٹے ہوئے الفاظ میں کہا کہ اب مجھ کو کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے، اس لئے کہ ابھی ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو میں نے دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھی مدینہ لے چلئے۔ آپ نے فرمایا، تم گھبراؤ نہیں، ہم تم کو جلد بلالیں گے اور تکلیف جان کنی کی نسبت بھی ارشاد ہوا ہم ذمہ دار ہیں تم کو ایسی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ اب ہم کو کوئی فکر نہیں ہے الحمدللہ کہ نتیجہ بھی واقعی اس شکل میں ظاہر ہوا۔ میرے سوا کسی کو تو کیا اس کا احساس نہ ہوا کہ ان کا خاتمہ اس درجہ قریب ہے۔

خدا آگاہ ہے کہ راقم کے اس قول میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ ایثار وحیا، وغیرت، مروت، محبت، فہم و فراست، جرأت و صداقت، عزم و ہمت، وفا و سخا، حسنِ عقیدت، صدقِ نیت، خلوص، عبادت، حسنِ خلق، صحتِ مذاق، پاکی و پاکیزگی، صبر و استقلال اور سب سے بڑھ کر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبتِ حضرتِ حق کے لحاظ سے شاید مسلمان عورتوں بلکہ مردوں میں بھی آج ہندوستان میں کم ایسے افراد موجود ہوں گے جن کو ہم بیگم حسرت سے بہتر بلکہ برابر جگہ دے سکیں۔ ان تمام باتوں کی تفصیل ایک خداگانہ تصنیف کی طالب ہے۔

این سعادت بہ زورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم کو بیگم حسرت کی جدائی سب سے زیادہ اس خیال سے شاق ہے کہ اب کوئی اس کی کوتاہیوں پر ملامت کرنے والا نہ رہا۔ ظاہری تعلیم کو چھوڑ کر باقی کل باتوں میں بیگم اس سے بدرجہا بہتر تھیں ان کو ہر قسم کی تنبیہ کا حق حاصل تھا جس کا اثر بھی خاطر خواہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران میں مجھ سے بعض خانگی امور میں بالکل نامناسب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

طور پر چند ایسی خامیاں ظاہر ہوئیں جن کی بنا پر اُنھیں اپنے لئے میری جانب سے بے رُخی وکم التفاتی کا گمان پیدا ہو گیا۔ اور اس کا اُنھیں بہت صدمہ ہوا۔ بعد میں اگرچہ فطری نیک نیتی اور عالی حوصلگی کی بنا پر انھوں نے میری معذرت کو صحیح تسلیم کر کے اپنے دل کو صاف کر لیا تھا۔ مگر مجھ کو یاداش ہی کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ جس کا اظہار میں نے اپنی آخری غزل میں بایں الفاظ کیا تھا:

چھوڑ کر وہ چل نہ دیں آخر ز راہِ انتقام
مجھ کو تہارت دن آنسو بہانے کے لئے

افسوس کہ جس بات کا ڈر تھا، وہی سامنے آئی، وہ ہمیشہ کے لئے مجھ کو مغموم و محروم بنا گئیں ۔[1]

---

[1] منقول از حسرت موہانی مصنفہ از پرنسپل عبدالشکور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مولانا حسرت کا سلسلۂ طریقت

مولانا حسرت کے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالوہابؒ فرنگی محلی ایک ایسے خاندان کے رکن تھے جن کا علمی تبحر اور روحانی درجہ مسلم ہے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت ملا قطب الدین شہید سہالوی سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ تھے لیکن حضرت قطب شہید کے فرزند اصغر ملا نظام الدین اور پوتے حضرت ملا احمد عبدالحق ایک ایسے بزرگ کے وسیلے سے سلسلۂ قادریہ میں داخل ہوئے جو عارف رموز شریعت و طریقت تھے مگر بظاہر نوشت و خواند سے بھی ناآشنا تھے۔

نگارِ من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ان جلیل القدر بزرگ کا نام نامی اور اسم گرامی (رئیس السادات حضرت شاہ) عبدالرزاق علیہ الرحمت تھا حضرت ممدوح اودھ کے ایک گاؤں بانسہ شریف میں اقامت پذیر ہوئے اور وہیں آپ کا مرقد منور ہے حضرت سید عبدالصمد خدانما احمد آبادی کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ میر خدانما علیہ الرحمہ کے ایک خادم خصوصی تاج بابا نے بیعت کے بعد درخواست کی کہ معمول کے مطابق حضرت سید صاحب کو چلہ کشی کی ہدایت کی جائے۔ اس پر حضرت میر عبدالصمد خدانما نے فرمایا "اولیائے کاملین کو جو کچھ خلوت اور چلہ کشی میں حاصل ہوتا ہے وہ اس سپاہی کو گھوڑے کی پیٹھ پر حاصل ہوگا" حضرت سید صاحب کو رخصت کرتے وقت ہدایت فرمائی کہ جب دہلی سے گزریں میر سید حسن رسول نما سے ملیں تو انھوں نے فرمایا "اے مرد سپاہی ایک بات ہے جو تم کو تمہارے پیر و مرشد سے پہنچی اور مجھ کو میرے پیر سے۔ لیکن مطالب کا حصول ہر ایک کی سعی اور کوشش کے بقدر ہے۔ ایسا نہ چاہیے کہ خوب شکم سیر ہو کر کھائے، پیر پھیلا کر سوئے اور کبھی فقیر کو بدنام کرے۔

مولانا حسرت کے جد سید محمود نیشاپوری کی دسویں پشت میں حضرت شاہ وجیہ الدین فقد تھے۔ جو ۱۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ شاہ وجیہ تحصیل علوم کے بعد دہلی گئے تھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

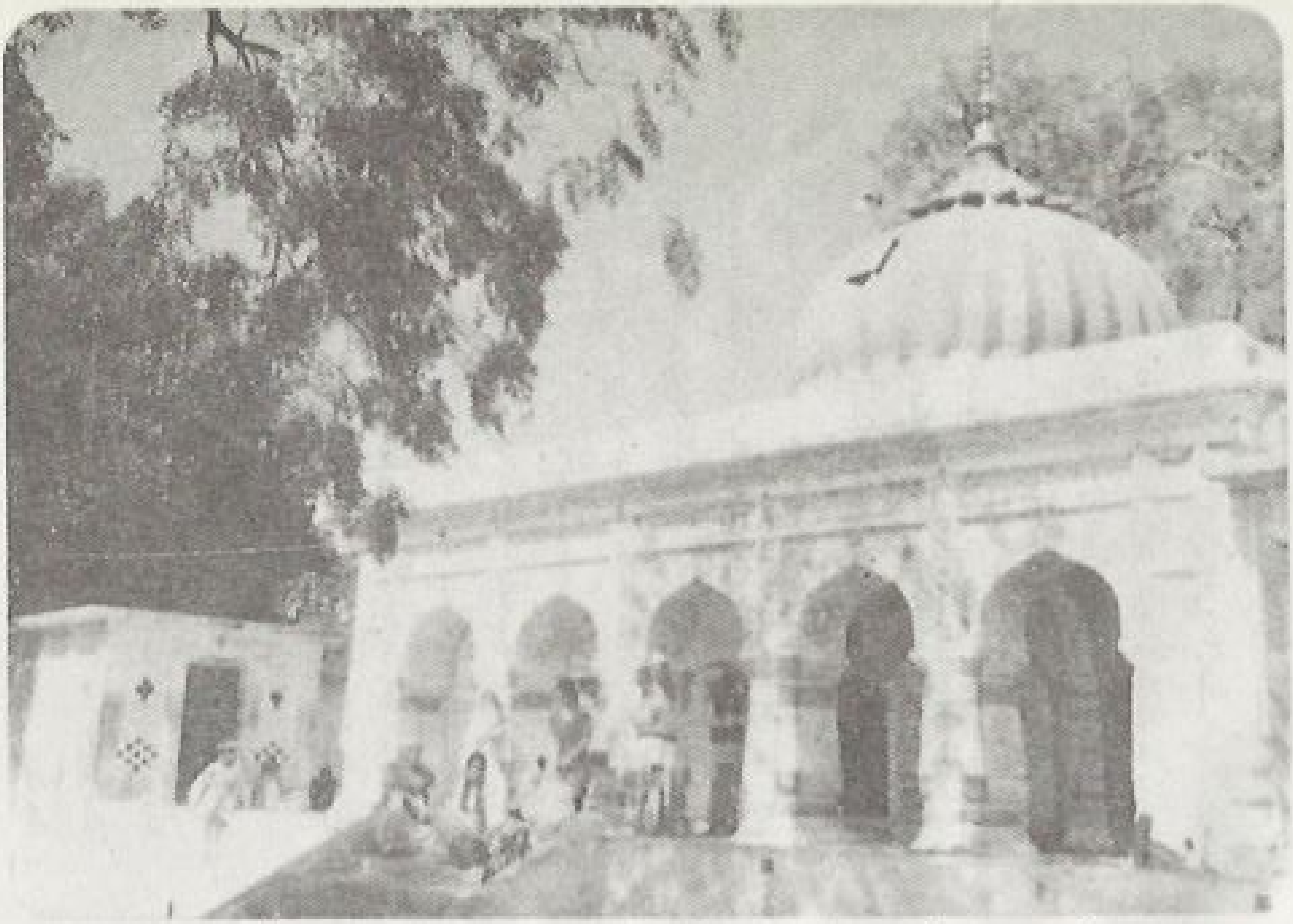

مولانا حسرت موہانی کے روحانی سلسلے کے بعد اعلیٰ شاہ عبدالرزاق کے روضہ کا ایک منظر۔ جو بانسہ شریف ضلع بارہ بنکی میں مرجعِ خلائق ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اور وہاں سید حسن رسول نما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غالباً بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ شاہ وجیہ مولانا حسرتؔ کے پردادا تھے ان کا عرس موہان میں ہوتا ہے اور مولانا حسرت نے اپنی جائیداد کا ایک حصہ اس عرس کے لئے پہلے حج کو جانے سے قبل ہی وقف کر دیا تھا۔

ملا احمد عبدالحق فرنگی محلی کے فرزند مولانا انوار الحق سلسلہ رزاقیہ قادریہ کے ایک نمایاں رکن تھے قبرستان فرنگی محل جہاں مولانا حسرتؔ مدفون ہیں، انہیں کے نام سے منسوب ہے اور باغ انوار کہا جاتا ہے سادات موہان مولانا انوار الحق کے زمانے ہی سے شیخ فرنگی محلی سے وابستہ ہو چکے تھے۔ مولانا حسرتؔ کے پرنانا مولانا سید آل حسن مرحوم مولانا انوار الحق کے مرید تھے۔ مولانا انوار الحق کے جانشین مولانا عبدالوالی اور ان کے جانشین مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی تھے۔ مولانا حسرتؔ کے نانا مولانا احمد سعید مولانا عبدالرزاق خصوصی مرید تھے اور مدت العمر فرنگی محل میں اپنے پیرومرشد کے پاس رہے۔ مولانا حسرت کا پورا خاندان شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی کا ارادت مند تھا۔ ان کی والدہ اعراس میں شرکت کے لئے پابندی سے فرنگی محل جایا کرتی تھیں اور مولانا ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس لئے عہد طفولیت ہی سے وہ حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق کے معتقد تھے اور ارادت مند تھے۔ بہت ممکن ہے انہوں نے بچپن ہی میں ان سے بیعت کی ہو کیونکہ اکثر اشعار میں اس طرف اشارے ملتے ہیں مثلاً

غلام حضرتِ رزاق کیا ہوئے حسرتؔ
کہ آپ نام خدا عاشقوں کے میر ہوئے

مولانا حسرتؔ کو مولانا شاہ عبدالرزاق سے بے حد عقیدت تھی اردوئے معلی اگست ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں انوار رزاقیہ و سوانح حیات حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ہمارے حضرت کا ولی کامل امام وقت اور غوث دوراں ہونا ارباب نظر اور اہل تحقیق کے نزدیک مسلم ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو حضور کی زیارت نصیب ہوئی جن لوگوں کو یہ دولت نہیں نصیب ہوئی۔ انہیں بھی کم سے کم اس کتاب کے مطالعے سے فیض یاب ہونا لازم ہے۔ لکھنؤ سنٹرل جیل میں فقیر نے حضور کی شان میں یہ شعر کہے تھے۔

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب — آن پہنچے ہیں مگر منزلِ جاناں کے قریب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخر کار　　کھینچ لایا ہے دل کی شاید یہاں مجھے قریب

سعد ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت　　آستانِ شہِ رزاق ہے نزدیک قریب

مولانا عبدالرزاق کے وصال کے بعد ان کے فرزند مولانا عبدالوہاب جانشین ہوئے مولانا حسرت نے تجدید بیعت یا باقاعدہ بیعت ان سے کی۔ خود بیان فرماتے تھے کہ یہ بیعت بعض قلبی شکوک کے رفع ہو جانے کی وجہ سے کی گئی۔ اس مقطعے میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔

کیا چیز تھی وہ مرشد وہاب کی نگاہ　　حسرت کو جس نے عارف کامل بنا دیا

اندرونِ معلّی میں جو شجرے شائع ہوئے ہیں، وہ مولانا عبدالباری کے عنایت کیے ہوئے ہیں اور عبارت ذیل اس پر لکھی ہیں: "مولوی سید فضل الحسن را کہ بدست حضرت ابی مرشد مولانا عبدالوہاب قدس سرہٗ العزیز توبہ کردہ بیعت نمودہ داخل سلسلہ قادریہ رزاقیہ والیہ، رزاقیہ شدہ استقامت بر توبہ بہ بخشا۔ خاتمہ بخیر کناد"۔

اس سلسلے کے مشائخ کا دستور تھا کہ وہ مرید کو پہلے سلسلہ قادریہ میں اور بعد کو ظرفِ استطاعت کے مطابق سلاسل چشت و دیگر سلاسل میں بھی داخل کرتے تھے۔ حضرت سید بانسوی کو سلسلہ چشتیہ کی اجازت باطنی مکاشفات کی بنا پر ہوئی۔ مولانا حسرت کو سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل ہو چکی تھی اور بعد کو دولت چشت بعطائے خاص حاصل ہوئی۔ تفصیل اس اجمال کی درج ذیل مکتوب سے ہوتی ہے۔

نقل خط بنام حضرت مولانا عبدالباری علیہ الرحمۃ

از یرودا سنٹرل جیل

۱۵ر شعبان المعظم

مخدومی و مطاعی۔ بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ اس وقت تک میں نے شرم کے سبب سے اپنا حال آپ کو نہیں لکھا تھا۔ مگر آج با ایمائے خاص بذریعہ عریضہ ہذا اور درخواست کرتا ہوں کہ بروقت ضرورت مجھ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ رزاقیہ انواریہ والیہ رزاقیہ میں بیعت لینے کی اجازت مرحمت ہو میں آپ کی اجازت کو اپنے اور آپ کے مرشد علیہ الرحمۃ کی اجازت کا قائم مقام سمجھوں گا۔

در صورت منظوری درخواست، اگر جواب بذریعہ تار مرحمت ہو تو اور بھی خوب ہو۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خاک پائے شما و بزرگان شما

فقیر حسرت موہانی

پتہ یہ ہے

در جیل خانہ

حسرت موہانی بذریعہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل

یرودا ۔ پونا

جواب از حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمتہ اللہ علیہ ۔

آپ کا خط مولانا عبدالولی صاحبؒ کے عرس کے دوران میں پہنچا جو آپ کی شرکت کا قائم مقام ہے۔ میں آپ کو مطلوبہ اخذ بیعت کی اجازت بخوشی دیتا ہوں اور اپنے لئے باعثِ افتخار و مغفرت سمجھتا ہوں ۔ مجھے آپ کی تخفیفِ سزا کا حال معلوم ہوا ۔

مولانا حسرت کو دوسرے سلاسل میں بھی بیعت لینے کی اجازت ان کے مرشد نے دے دی تھی ، لیکن شاگردانِ شاعری کی طرح مریدانِ حسرت کی تعداد بہت مختصر ہے ۔

مولانا حسرت نے اپنے شیوخ کی مدح میں جو اشعار لکھے ہیں ۔ وہ تصنع سے بری ہیں اور ان میں زیادہ تر ایسے معاملات کا ذکر ہے جو ان پر خود گذرے ہیں ۔ مثلاً قیدِ فرنگ ثانی میں ان کو بہ اصلاع فیض آباد جیل سے سنٹرل جیل لکھنؤ لایا گیا ۔ مولانا حسرت قیدِ تنہائی میں تھے اور بند گاڑی میں لائے گئے ۔ کسی بیرونی ذریعہ سے انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس جگہ ہیں ۔ پہلی ہی شب انہوں نے خواب میں حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق کی زیارت کی ۔ حضرت نے تسلی دی اور کہا کہ وہ قریب ہیں ۔ مولانا حسرت فرماتے تھے کہ جتنے دن لکھنؤ جیل میں رہے ہر روز زیارت کی ۔ مقطع میں برملا اس کا ذکر موجود ہے ۔

روز ہو جاتی ہے رؤیا میں زیارت حسرت
آستانِ شہِ رزاق ہے زنداں کے قریب

اس غزل کے ان دو اشعار کے علاوہ جو اوپر درج ہو چکے یہ دو شعر بھی واقعہ ہیں ۔

وہ غریبی پاس تو کچھ بھی ہے اک شاخ بھی
کامیابی بھی نمودار ہے ترماں کے قریب

بیٹھے ہیں ساحسرت کے جو ہو کے بعد خاک مری
کہیں بیٹھے ہیں جو تو اس گوشۂ زنداں کے قریب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت غوث الاعظم جیلانی سے مولانا حسرت موہانی کو والہانہ شیفتگی تھی اور ان کا عقیدہ تھا کہ جو بھی خواہش وہ دربارِ غوثیت میں کرتے ہیں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب وہ زمانۂ جنگ میں بغداد شریف حاضر ہوئے تو دعا کی کہ روس کو شکست نہ ہو۔ لڑائی کے خاتمے کے بعد کہا کرتے تھے کہ ان کی دعا قبول ہوئی۔ حضرتِ غوث پاک کی شان میں ان کی ایک غزل ایسی ہے جو بعض قادری خانوادوں میں وظیفے کے ساتھ پڑھی جاتی تھی۔

دستگیری کا طلب گار ہوں شیاء اللہ

میر بغداد میں ناچار ہوں شیاء اللہ

اس غزل کے مقطعے میں بھی ان کے مستحکم عقیدے کا اظہار ہے۔

غوث الاعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرت

بس کہو حاضرِ دربار ہوں شیاء اللہ

سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کے اعراس میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے پہلی بار قیدِ فرنگ سے رہا ہوتے وقت ان کو سب سے زیادہ مسرت یہ تھی کہ حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی کے عرس میں شریک ہوں گے فرماتے تھے۔

راقم حروف کو بزرگانِ دین کی عقیدت کے ساتھ جو فطری انس ہے اس کی بدولت زندانِ فرنگ میں جیسی کچھ قلبی قوت اور روحانی آزادی و اطمینان میسر رہا اور ضمناً جو باطنی فیوض حاصل ہوئے الفاظ کے کے ذریعے سے ان کی حقیقت صحیح طور پر بیان ہو سکتی تھی نہ ان کے ذکر کا یہ محل ہے اس لیے ان سے قطع نظر ہی مناسب ہے۔ البتہ آخر زمانہ قیدِ فرنگ کا ایک واقعہ ایسا ہے۔ جس کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ ردولی شریف کا عرس ماہ جمادی الثانی کی درمیانی تاریخوں میں ہوتا ہے ۱۹۰۹ء میں یہ تاریخیں ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخوں سے مطابق واقع ہوئی تھیں۔ اتفاق سے میں نے ایک روز سوتے وقت حساب کیا تو معلوم ہوا کہ میری رہائی کا دن ٹھیک اس تاریخ کو مقرر ہوا ہے جو عرس کا آخری روز ہو گا۔ مجھ کو چونکہ حاضریِ عرس حضرت شیخ العالم سے سعادت اندوز اور فیض پذیر ہونے کا اکثر اتفاق ہو چکا تھا۔ اس لئے بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ رہائی کی تاریخ دو ایک روز قبل بھی مقرر ہوتی تو شرکتِ عرس کا موقع مل سکتا تھا۔ لیکن تاریخ رہائی گشت پر درج ہو جانے کے بعد دوبارہ تبدیل ہو سکنے کا اس وقت میرے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل میں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ پھر بھی صبح اُٹھتے پر سب سے پہلی بات جو مجھے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے صبح اٹھتے پر غیر معمولی طور پر دفتر کے بجائے نئی تکلیف میں طلب کیا۔ نئی تکلیف میں پہنچ کر منشی صاحب سے معلوم ہوا کہ صاحب بہادر میرے استقلال اور نیک چلنی سے بہت خوش ہوئے ہیں اور اس لیئے اپنے اختیار سے غالباً وقت مقررہ سے کچھ قبل ہی مجھے رہا کردیں گے۔ اس مژدۂ جانفزا کے سننے سے مجھ کو بھی بہت مسرت ہوئی اور یقین ہو گیا کہ گزشتہ شب کی آرزو اب ضرور پوری ہوگی۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھ کو دیکھتے ہی حکم دیا کہ ہم اپنی جانب سے ان کو پندرہ دن کی رہائی پہلے دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور تاریخ مقررہ سے پندرہ روز قبل رہا ہو کر شام تک الٰہ آباد پہنچا پھر سکان روانہ ہوا اور وہاں دس دن قیام کرکے بااطمینان تمام ردولی روانہ ہوا۔ ممکن ہے لوگ اس واقعہ کو حسنِ اتفاق پر محمول کریں۔ لیکن راقم کے نزدیک یہ سب کچھ شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق ردولوی رحمت اللہ علیہ کے باطنی تصرف اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ (مشاہدات زنداں صفحہ نمبر ۱۲)

مولانا حسرت نہ صرف باقاعدہ مرید اور بزرگانِ سلسلہ کے معتقد تھے وہ اپنے سلسلے کے سلوک اور ریاضات سے بھی آگاہ تھے جس طرح ان کی شاعری غور و فکر عمیق مطالعے اور قدیم قواعد کی پابندی کی وجہ سے اساتذۂ قدیم کے اصول پر بھی درست ہے اور ندرتِ مضامین و جدتِ فکر کے لحاظ سے جدید تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ اسی طرح ان کی طریقت اگر ایک طرف مجاہدات و مکاشفات سے وابستہ ہے تو دوسری طرف ان کے سیاسی کردار و افکار پر اس کے گہرے اثرات پڑے ہیں۔ ایک سچے درویش کی طرح وہ زندگی بھر ساز و سامان سے بے نیاز رہے۔ اللہ کے ایک فقیر کی شان سے کبھی مخلوق کے سامنے دستِ طلب نہیں دراز کیا۔ قیدِ فرنگ میں جن مصائب کا سامنا ہوا وہ خوشی خوشی برداشت کیں۔ حق گوئی اور بے خوفی ان کا شعار رہا۔ کبھی مایوس و ملول نہیں ہوئے۔ طالبانِ حق اور سالکانِ معرفت کو جو کچھ چلہ کشی اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے وہ مولانا حسرت کو چکی کی مشقت اور جیل خانوں کے اعتکاف میں حاصل ہوا۔ مشاہداتِ زنداں کے صفحات گواہ ہیں کہ سیاسی جدوجہد اور قید و بند کے تمام مراحل انھوں نے ایک سچے صوفی کے انداز سے طے کیئے۔ ان کے سیاسی نظریات کلیتہً ان کی درویشی کا نتیجہ تھے۔ حد یہ ہے کہ اشتراکیت کے ایسے نظریئے کو بھی وہ اپنی درویشی

http://www.muftbooks-blogspot.com/

اور اسلام سے مرتبط سمجھتے تھے خود فرماتے تھے۔

اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل بہ قوت کے جنوں　　شانِ لاخوفٌ علیہم شیوۂ لایحزنوں
کامیاب و کامراں ہیں شاد کام و شادماں　　گو کہ دنیائے ستمگر میں ہیں یہ خوار و زبوں
روشنی بخش دل و جاں ہو نہ کیوں اسکا خیال　　جن کے جلوے کی درخشانی ہے انوار العیوں

☆

تکمیلِ علاجِ دینی و دنیوی کو حسرت　　ہے خواہشِ حسنِ عاقبت بھی لازم
درویشی و انقلاب مسلک ہے مرا　　صوفی مومن ہوں اشتراکی مسلم
نازاں ہو کہ بہ تبعیتِ اسلام　　فی الجملہ ہے آئینِ سویت قائم

پس پرنسپل عبدالشکور صاحب نے اپنی کتاب حسرت موہانی میں ان کا ایک جملہ نقل کیا ہے جس سے ان کے عقائد کی پوری تشریح ہو جاتی ہے۔

"میں قدامت پرست سُنّی اور صوفی ہوں۔ تصوف کو مذہب کا جوہر سمجھتا ہوں اور تصوف کا ماحصل میرے نزدیک جذبۂ عشق ہے۔"

علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے۔

"بچپن ہی میں وہ قادری سلسلہ میں مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب فرنگی محلی (پدر بزرگوار مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی یعنی جد بزرگوار مولانا جمال میاں فرنگی محلی) کے مُرید ہو چکے تھے اور اسی سلسلہ سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ان کو خاص عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ہزاروں انقلابات کے باوجود حسرت اپنی زندگی اور صوفیانہ مشرب میں غیر متزلزل رہے۔"

بچپن سے موت تک وہ سچے اور پکے دیندار مسلمان رہے وہ نہ صرف مسلمان بلکہ صوفی مسلمان تھے اور صوفیوں میں بھی وہ صوفی تھے۔ جن سے بزرگوں کا کوئی مزار اور کوئی عرس اور کوئی قوالی کی مجلس چھوٹتی نہ تھی خصوصاً فرنگی محل اور ردولی کی مجلس۔ بسید فضل الحسن موہانی کی زندگی کے واقعات پر نظر کرکے ان کی شان حضرت ابوذرؓ کی سی نظر آتی ہے جن کی نسبت رسول اللہؐ نے فرمایا "ابوذر سے زیادہ کسی حق گو پر آفتاب کی کرن کبھی نہیں چمکی۔ سچ یہ ہے کہ اس عہدِ پُر فریب میں حسرت سے زیادہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کسی حق گو پر آفتاب کی کرن کبھی نہیں چمکی ۔

مولانا حسرت نے جابجا اس کا اظہار کیا ہے کہ ان کی بے انتہا قوتِ برداشت اور فطری شادمانی و بے غمی کا سرچشمہ ان کا ذوقِ تصوف اور جذبۂ عشق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی شاعری اور سیاست ان کے تصوف سے وابستہ ہیں ان کا عشق مجازی بھی ہے تو صرف حقیقت کی رہنمائی کیلئے

عشقِ بتاں سے راہِ طریقِ صفا بنا　　　حق الیقیں تک آ گئے ہیں عین الیقیں سے ہم

مولانا صوفی صافی تھے۔ صاحبِ نسبت تھے اپنے مرشدین کی روحانیت سے اکتسابِ فیوض کرتے تھے ان کے سلسلۂ طریقت میں صفائے باطن اور تہذیبِ اخلاق کے ساتھ شریعت کی کامل پابندی لازمی ہے اس لئے ان کا کلام بیشتر ان اصطلاحات سے خالی ہے جو اربابِ تصوف کے نقل کرنے کا شعار ہیں۔ انہوں نے ایسے اشعار نہیں لکھے جو شریعت اور طریقت کے معیار پر پورے نہ اتریں۔ انھوں نے اپنا سلوک دو مصرعوں میں بیان کر دیا اور ان کی سیرت شاہد ہے کہ وہ اس پر عامل رہے

پڑھیئے اس کے سوا نہ کوئی سبق　　　خدمتِ خلق و عشقِ حضرتِ حق ۔

ان کا خیال تھا کہ گیتا میں وراگ اور تیاگ پر زور نہیں دیا گیا ہے بلکہ سری کرشن عمل یعنی کرم یوگ کے فلسفہ کی تبلیغ کرتے تھے، اس لئے ان کے نزدیک اسلام اور گیتا کی تعلیمات میں جا بجا یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کرشن جی کے ساتھ اس حسنِ ظن کے باوجود انہوں نے ان کی مدح میں جو غزلیں لکھی ہیں ان کے ساتھ حضرت سید بانسوی کے مکاشفے کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس مدح میں بھی اپنے اصول سے نہیں ہٹے ہیں :

متھرا کہ نگر ہے عاشقی کا　　　دم بھرتی ہے آرزو اسی کا
پیغامِ حیاتِ جاوداں تھا　　　ہر نغمہ کرشن بانسری کا

وہ نورِ سیاہ تھا کہ حسرتؔ
سرچشمہ فروغِ آگہی کا

دیوانِ ہشتم کے دیباچہ میں انہوں نے تحریر فرمایا: جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے ان میں سے اکثر کی جانب اس مجموعہ میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے۔ بزرگانِ دینِ اسلام کے علاوہ ایک موقعے پر سری کرشن کا بھی نام آیا ہے۔ حضرت سری کرشن علیہ الرحمتہ کے سلسلے میں فقیر اپنے [illegible]

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پیرو ان کے پیر حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ کے مسلک عاشقی کا پیرو ہے۔

مسلک عشق ہے پرستش حسن ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

طریقت نے ان کو سب سے بڑی نعمت یہ عنایت کی کہ وہ صوم و صلوٰۃ حج اور خیرات کی انتہائی پابندی اور منہیات شرعیہ سے مکمل احتراز کے باوجود تقشف کی خشونت اور زہد کے غرور سے محفوظ رہے۔ کلیات حسرت کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ انھوں نے مدارج سلوک و تصوف کو طے کر لیا تھا۔ تصور شیخ اور محبت شیخ سے تصور رسول اور محبت رسول تک پہنچے۔ فنافی الشیخ سے فنافی الرسول ہوئے اور درجہ کمال یعنی فنافی اللہ بھی حاصل کر لیا۔ کلیات کے ابتدائی حصوں میں بیشتر شیخ طریقت کی مدح سرائی ہے۔ آخری حصوں میں زیادہ تر نعت و حمد ہے۔

مولانا حسرت کی شاعری اور ان کی سیاست مگر ان کی ساری زندگی تصوف و روحانیت سے پر تھی۔ ان کے روزنامچے کے چند صفحات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔ جن سے ان کی قلبی کیفیات اور بعض روحانی معاملات کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

۱۲ مارچ ۱۹۳۲ء: آج بیگم حسرت مرحومہ کا فاتحہ تھا حسب معمول میں نے بتاشوں پر نیاز دے کر بچوں کو تقسیم کر دیئے۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ ہر ماہ کی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخیں واقعات و حوادث زندگی کے لیے نہایت درجہ اہم ہوتی ہیں۔ چنانچہ آج بارھویں اور تیرھویں تاریخ کی درمیانی شب میں پہلی بار رسول اللہؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضرتؐ ایک تہہ بند میں لپٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک پر ایک کرتہ نما قمیص تھی۔ شکل مبارک کا ایک ایک حصہ فقیر کی نظروں میں اس وقت تک موجود ہے۔ ایک قلعہ نما عمارت میں پہلی حاضری کا اتفاق ہوا اور وہیں شرف ساقی کی دولت نصیب ہوئی۔ قلعے کے باہر میدان میں ایک بڑی نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی تھی۔ ایک رکعت ختم ہو گئی تھی میں رسول اللہؐ سے دور تھا۔ مگر میں نے دوڑ کر حضورؐ ہی کے قریب جماعت میں شرکت کی اور پہلی رکعت کے ترک ہونے کی پرواہ نہ کی۔ بعد نماز سیڑھیوں پر حاضرین کی جماعت بیٹھی رہی۔ حضورؐ نے اپنے سامنے کی ایک قاب سے دو نارنگی کی پھانکیں مجھ کو خاص طور پر مرحمت فرمائیں۔ سب لوگوں نے اس لطف پر مجھ کو مبارک باد دی۔ میرے خیال میں یہ پھانکیں اس کی علامت ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ر حضور کو فقیر کے ذریعے درویشی کی اشاعت منظور ہے۔

۱۳ / مارچ ۴۴ء عجائبات کے خواب کا آج دن بھر دل پر اثر رہا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاید آزادی ہند و تسکین ہند کا کام مجھ سے لینا ہے۔ اب مجھ کو یہ بھی یاد آتا ہے کہ پہلے حج سفر کے موقعے پر جبل احد پر میں نے چلہ اس غرض سے باندھا تھا کہ انگریزوں کی حکومت کا ہندوستان میں خاتمہ ہو جائے۔ رات کے خواب کی نسبت یہ دو باتیں اور یاد آئیں۔

۱. یہ کہ نماز جماعت اور اجلاس عام بعد نماز سے پہلے ہی تقریر میں حضورؐ کی نظر مجھ پر پڑ چکی تھی۔ اور حضورؐ نے خوب پہچان کر تو مجھے کے لیے مخصوص کر لیا تھا۔

۲. اجلاس عام میں جب پہلے آتش ایک رکابی میں جملہ حاضرین میں تقسیم کی گئی اور ہر شخص کو چند دانے بہت انار نصیب ہوتے۔ مجھ کو بھی ملے۔ نارنگی کی پھانکیں صرف مجھ کو ملیں۔

۲ / اپریل ۴۴ء: رات یعنی ۱ و ۲ اپریل کی درمیانی رات میں اور دو بجے شب کے وقت رسول اللہ کی زیارت دوبارہ نصیب ہوئی۔ ایک مربع کمرے میں آپ استراحت فرما رہے تھے۔ صورت قاضی محمد حامد حسرت فیض آبادی سے مشابہ تھی۔ فرط شوق میں جب دست بوسی کے قریب ہوا تو حضورؐ نے بیٹھے بیٹھے دست مبارک میری طرف بڑھا دیا اور میری اس بے جا کی گستاخی پر محمول نہ فرمایا، بلکہ بہ تبسم کچھ نصیحتیں کیں جو مجھ کو یاد نہ رہیں۔[1]

۴ / مئی ۴۴ء: آج رات کے نصف آخر حصہ میں بلا تکلف رسول اللہ کی زیارت نصیب ہوئی ایسا معلوم ہوا کہ روضۂ مبارک میں، جو گنبد خضرا کے تحت میں محصور و محدود ہے، حضورؐ لحد مبارک کے قریب کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ تہبند چادری وضع کا ہے اور بند کوٹ پھول دار کپڑے کا زیب بر ہے۔ جس کے درمیان ایک پٹی بھی ہے جس کی وضع ویسی ہے جیسی کہ حجاج استعمال کرتے ہیں۔ میرے دل میں بے اختیار خواہش پیدا ہوئی کہ حضورؐ میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیکر اسی وقت مجھ کو مرید کر لیں۔ میں نے بغور دیکھا تو حلیہ مبارک کو قریب قریب ویسا ہی پایا جیسا کہ کتب حدیث مثل شمائل ترمذی میں منقول ہے۔

---

[1] یہ واقعہ ۵ و ۶ صفر ۱۳۶۳ھ کو پیش آیا، جو اس کے مرتب کی تاریخ خوشی بھی ہے۔ ج

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایک موقع ایسا آیا کہ میں اس قدر قریب ہوگیا کہ جسد مبارک کی خوشبو مجھ کو محسوس ہوئی اس کے بعد کیا ہوا وہ آنکھ کھلنے پر مجھ کو یاد نہیں رہا۔ دوبارہ آنکھ لگنے پر ایک بار پھر وہی منظر پیش نظر ہوا مگر اس کی تفصیل بھی باوجود کوشش کے مجھے یاد نہ آئی۔

مولانا حسرتؔ کا سلسلہ سخن

شاہ ظہور الدین حاتمؔ
|
مرزا محمد رفیع سوداؔ
|
قیام الدین قائمؔ ــــ خواجہ میر دردؔ سے بھی تلمذ تھا
|
شاہ محمدی مائلؔ دہلوی
|
شاہ نصیرؔ
|
حکیم مومن خاں مومنؔ
|
نواب اصغر علی خاں نسیمؔ
|
منشی امیر اللہ تسلیمؔ
|
مولانا سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی

مولانا شفیق جونپوری ــــ شفقت کاظمی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فن شاعری میں مولانا حسرت کا سلسلہ تلمذ ایک ایسے خاندان سے تھا جس میں یکے بعد دیگرے نامی گرامی اساتذہ سخن ہوتے رہے۔ شیخ ظہور الدین حاتم سنہ ١١١١ ہجری میں دہلی میں پیدا ہوئے اور ٩٠ برس کی عمر میں سنہ ١٢٠٧ھ میں وفات پائی۔ ان کی زبان فصیح اور کلام بے تکلف تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے قدیم زمانے میں اتنی شیریں اور سہل اردو کیسے استعمال کی شاید

حاتم جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ — اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے سب ہوس
دامن تلک بھی اس کے نہ پہنچا مرا غبار — کہتے ہیں بیچ زمیں کہاں، آسماں کہاں
کعبے میں جس کو ڈھونڈنے جاتا ہے شیخ تو — وہ تو تری بغل میں ہے اندھے یاں کہاں

مولانا حسرت نے ان کے دیوان کا انتخاب شائع کیا ہے بلاشبہ شاہ حاتم استاذ الاساتذہ تھے اور اردو شاعری کی موجودہ زبان کے بانی تھے ان کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔ جن میں مرزا رفیع سودا کے ایسے استاد بھی شامل ہیں۔

مرزا رفیع سودا بھی دہلی کے رہنے والے تھے سنہ ١١٢٥ھ میں پیدا ہوئے۔ ٧٠ برس کے سن میں لکھنؤ میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت شاہ حاتم موجود تھے سن کر بہت روئے اور کہا افسوس ہمارا پہلوان سخن مر گیا جن اشخاص نے زبان اردو کو پاک و صاف کیا ہے، مرزا کا ان میں پہلا نمبر ہے۔" (آب حیات)

سودا کی قادر الکلامی اور استادی مسلم ہے۔ خوش گو شاعر ہونے کے علاوہ، رموز شاعری کے ماہر تھے اور اس فن پر ایک کتاب تنبیہ الغافلین بھی لکھی ہے ان کے اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔ کون ہے جس نے نہ سنا ہو۔

گل پھینکے ہیں غیروں کی طرف بلکہ ثمر بھی — اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا — ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

سودا کے شاگرد قیام الدین قائم تھے قائم نے خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ سے بھی اصلاح لی تھی۔ ان کے شاگرد شاہ محمدی مائل اور شاہ محمدی مائل کے شاگرد رشید شاہ نصیر دہلوی ہوئے۔ شاہ نصیر کے شاگرد...

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کی تعداد بے شمار ہے۔ ان میں ذوق کے ایسے اساتذہ بھی تھے اور حکیم مومن خاں مومن کے ایسے رنگین بیان اور زندہ جاوید شاعر بھی۔ حکیم مومن خاں مومن ۱۲۱۵ھ دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کا نام رکھا۔ علوم عربیہ وغیرہ کی تحصیل کی، طبابت اور نجوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ شاعری کا مذاق بدو شعور سے تھا۔ جس میں ان کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں۔ اشعار میں فارسی کی ترکیبیں اور دل کش تراشیں ان کی خصوصیت ہیں اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ نمونۂ کلام درج ذیل ہے۔

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں   اے ہم نفس! نزاکت آواز دیکھنا

———★———

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا   جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اس نقش پا کے سجدے نے کیا کیا کیا ذلیل   میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

———★———

نہ مانوں گا نصیحت کو نہ سنتا میں تو کیا کرتا   کہ ہر ہر بات پر ناصح تمہارا نام لیتا تھا

———★———

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے   ہم تو کل خواب عدم میں شب ہجراں ہوں گے

———★———

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن   آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

———★———

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی   آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مومن دہلوی کے سب سے بہتر شاگرد، نواب اصغر علی خاں نسیم تھے۔ وہ اپنے دو بھائیوں سے ناراض ہو کر لکھنؤ چلے گئے۔ بقیہ عمر وہیں بسر کی۔ اول درجے کے خوش نویس اور باوضع شخص تھے۔ کچھ دن مطبع نول کشور میں ملازم رہے۔ کسی گلدستے میں نسیم کی غزل دیکھ کر مرزا غالب نے نول کشور سے ان کا حال دریافت کیا اور ان کی چند غزلوں کا شوق ظاہر کیا۔ منشی صاحب نے ان سے بروقت تمام سب حال پوچھ کر لکھا اور غزلیں بھیجیں۔ غالب نے جواب میں اپنی کمال پسندیدگی کا اظہار کیا اور ان کا دہلوی ہونا معلوم کر کے لکھا۔ کہ جسم دقیق یا ختم نیرنگی خیال اور رنگینی بیان دو خاص جوہر نسیم کو مومن خاں سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بحیثیت میراث استاد حاصل ہوئے جن کو انھوں نے بہ تجدید تہذیب سے خوب تر بنا کر دنیائے شاعری میں اس آن بان کے ساتھ پیش کیا کہ لکھنؤ کے لفظ پرستوں نے بھی داد دی اور اظہار پسندیدگی سے باز نہ رہ سکے۔ لکھنؤ کی زبان اور دہلی کے بیان کی پسندیدہ اور معتدل ترکیب کا جلوہ جیسا مرزا نسیم کی شاعری میں نظر آتا ہے اس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں مل سکتی اور یہیں سے ہے کہ ہم نسیم کی منتخب غزلوں کو اُردو شاعری کا بہترین نمونہ قرار دیتے ہیں۔ (اُردوئے معلی جنوری ۱۹۱۱ء)

نمونہ کلام

ساقی پلا کے بے خبرِ دو جہاں بنا — اور پیرِ مے فروش ہمیں بھی جواں بنا
اللہ رے درازیٔ افسانۂ مدعا — نکلا جو حرف منہ سے مرے داستاں بنا

خوش قسمت قفس میں ہم، قفس پر سیکڑوں پردے
نظر بھی اب تو جا سکتی نہیں دیوارِ گلشن پر

دیکھو او قاتل بسر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم — چارہ گر سے درد نالاں، درد سے شاکی ہیں ہم
سینہ و دل میں ہجومِ داغِ حسرت ہے نسیم — پھول چن لیتے ہیں اپنے گلشنِ حاصل سے ہم

نسیم کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا۔ خود کہہ گئے ہیں۔

نسیمِ دہلوی ہم موجدِ باب فصاحت ہیں — کوئی اُردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں

نسیم دہلوی کے شاگرد منشی امیر اللہ تسلیم، بعد مرنے، مضافات دریا آباد کے رہنے والے تھے مال پرایت نیال لکھنؤ آئے اور محمد علی شاہ کی سرکار میں تیس روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ پانچ سو سواروں کے افسر تھے اور پیشہ سپہ گری تھا۔ عہد واجد علی شاہ میں بحیثیت شاعر ملازم رہے انہوں نے ایک قصیدہ واجد علی شاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے چند ابتدائی شعر یہ ہیں

کس طرح نہ دل تڑپے رگِ جاں کے برابر — ہر دم ہے دمِ خنجرِ براں کے برابر
ناکامیٔ قسمت سے ہے مجھ کو تہِ گردوں — ہر روز تھا، شبِ ہجراں کے برابر
کیا کیا نہیں خوں گشتہ تمنائیں جگر میں — سینہ ہے مرا گنجِ شہیداں کے برابر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

واجد علی شاہ نے قصیدہ پر درج ذیل دو شعروں میں اپنا حکم درج فرمایا۔

بشنو اے خوش نویس والے خوش گو ہر دو فن کا کئی در ہر دو دل بگو !

اسم تو مسند درج بر دفتر شد ، بست و دو روپیہ مقرر شد

سلطنت اودھ کے خاتمے کے بعد کچھ دن مطبع نول کشور میں اپنے استاد کی طرح خوش نویسی کی خدمت پر ملازم رہے نواب کلب علی خاں کے عہد میں رام پور چلے گئے اور وہیں ۱۹۱۱ء میں وفات پائی۔ پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہیں مگر سو سال سے زائد سن ہوا۔ وہ خود کہتے ہیں۔

سو برس کی عمر میں تسلیم کیسی شاعری اب نہ دل کو نظم کی خواہش، نہ ناسخ کی ہوس

نواب حامد علی خاں کے عہد میں ۱۹۰۷ء میں چالیس روپے ماہانہ پنشن مقرر ہوئی جو آخر تک ملتی رہی۔

وہ راحت پائی ہے حامد علی خاں کے تصدق میں

عجب کیا خلد میں بھی یاد جب کر رام پور آئے

تسلیم نے ناسخ اور آتش کو بھی دیکھا تھا۔ لکھنؤ میں تمام نامی گرامی شعراء کے ساتھ مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے۔ فن شاعری: تمام کمال، اپنے استاد نسیم سے حاصل کیا۔ استاد کی زندگی ہی میں ان کے کمال کا شہرہ ہو گیا تھا۔ علی گڑھ کا یہ شاندار مشاعرہ جس پر منشی امیر اللہ تسلیم اس قدر برہم ہوئے مولانا حسرت کے لئے بڑی مشکل کا باعث ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل جناب مجنوں گورکھپوری کی شگفتہ سوانح میں درج ذیل ہے۔

.... غالباً ۱۹۰۳ء کے ایام تھے تدریسی مہینے ختم ہو چکے تھے اور طلبا امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ حسرت بھی بی اے کے امتحان میں شریک ہونے والے تھے اس زمانے میں انجمن اردوئے معلیٰ کی طرف سے جس کے معتمد و مہتمم حسرت تھے ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد ہوا۔ یہ مشاعرہ بھی اعتبار سے یادگار ہے۔ ہندوستان کے تمام اکابر شعراء اس میں شریک ہوئے۔ غالب کے عزیز شاگرد میر مہدی مجروح جو کافی سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے اس محفل میں سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز صورت تھے اس زمانے میں امیر مینائی کے شاگرد گستاخ رام پوری جن کی گستاخ نگاری کافی شہرت پکڑ چکی تھی۔ علی گڑھ میں جیل کے عہدے پر مامور تھے یہ وہی گستاخ ہیں۔ جن کے بعض شعر زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔

دل ہے گستاخ دل ربا گستاخ ایک سے ایک ہے سوا گستاخ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پوچھتے ہیں وہ مجھ سے صبح و مساں　　اب کہو دل کا مدعا گستاخ
بول اٹھے رند دیکھ کر یہ ہم　　شیخ ہے یا ریاض یا گستاخ
ان کی صحبت میں اب وہ لطف نہیں　　ہو گئے جب سے پارسا گستاخ

(ریاض خیر آبادی)

نہ جانے کس نے بگاڑا اسے علی گڑھ میں　　کہ رام پور میں گستاخ یوں خراب نہ تھا

غرض کہ مشاعرہ بڑی دھوم دھام کا رہا۔ اور بڑی چہل پہل رہی
طرحی غزل میں گستاخ نے ایک مطلع سنایا تھا۔

یہ مرض گستاخ کیسا تجھ کو پیدا ہو گیا
جس کی صورت اچھی دیکھی اس پہ شیدا ہو گیا

مشاعرے کی محفل بڑی کامیاب رہی۔ کالج کی تمام سربرآوردہ ہستیاں اور شہر کے منتخب اور ممتاز اصحاب مشاعرے میں موجود تھے اور سب اس یادگار بزم کی تعریف کرتے ہی اٹھے۔ دوسرا دن حسرت کے لئے بڑی آزمائش کا دن تھا۔ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ برطانوی قیصریت کے شباب کا زمانہ تھا۔ مسٹر ماریسن کالج کے پرنسپل تھے اور نواب محسن الملک سیکرٹری ارباب حل و عقد پر سرکار برطانیہ کا رعب چھایا ہوا تھا اور کالج میں گھر کا بھیدی لنکا ڈھانے والوں کی بھی کمی نہ تھی پیٹھ پیچھے برائی کرنے والوں نے جنہیں حسرت کی آزاد و مستغنی طبیعت سے روز اول ہی سے اختلاف تھا۔ ماریسن سے جا کر کہہ دیا کہ مشاعرے میں تہذیب سے گرے ہوئے اشعار پڑھے گئے۔ اور مثال کے طور پر گستاخ رامپوری کا وہ شعر پیش کیا جو اوپر حوالہ قلم ہو چکا ہے۔ اس اعتراض کرنے والے فرقے کے امام محمد علی مرحوم تھے۔ اس وقت میں تازہ ولایت سے واپس آئے تھے اور نہایت خالص مسٹر محمد علی تھے۔ ان لوگوں نے مشاعرے کو نہ جانے کس روشنی میں پیش کیا۔ گستاخ رامپوری نے بھی نہ جانے شعر کی کیا تشریح کی کہ ماریسن آگ بگولا ہو گیا اور حسرت کو بلا کر نہایت خشونت کے لہجے میں کہا کہ تمہارا مشاعرہ نہایت غیر مہذب اور مخرب اخلاق تھا۔ حسرت نے پہلے تو نرم لہجے میں اختلاف کیا۔ لیکن ماریسن کا غصہ کسی طرح دھیما نہ پڑا تو نہایت بے باکی کے ساتھ کہہ دیا کہ ممکن ہے کہ آپ کے معیار اخلاق سے ایسا ہی ہو، ہمارے معیار اخلاق سے تو مشاعرے میں کوئی خلاف تہذیب بات نہ تھی۔ حسرت کا یہ کہنا تھا کہ ماریسن آپے سے باہر ہو گیا اور انتہائی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غیظ و غضب میں چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ کیا یہ ممکن ہے۔ دنیا میں اخلاق و تہذیب کے دو معیار ہوں ؟ اس کے فوراً بعد اس نے کالج کے منتظمین کا ایک خاص اجلاس طلب کیا اور اس میں یہ تجویز پیش کی کہ حسرت کو کالج سے نکال دیا جائے۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ماریسن کی رائے سے اختلاف کرتا۔ لیکن چونکہ حسرت کی شخصیت کا رُعب سب پر چھا چکا تھا۔ یہاں تک کہ خود نواب محسن الملک ان کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے اس لئے اس تجویز میں اتنی ترمیم کر دی گئی کہ حسرت کو کالج سے نکال تو دیا جائے لیکن امتحان میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے۔ . . . . . [1]

تسلیم کے شاگرد، غزلیں اصلاح کے لئے انھیں کو دکھاتے تھے۔

تسلیم آخری مشاعرے میں مولانا حسرت کے اصرار سے شریک ہوئے تھے۔ یہ مشاعرہ علی گڑھ میں ہوا تھا۔ جس میں اس عہد کے تمام صفِ شعراء موجود تھے۔ مشاعرے سے واپسی کے بعد اپنے شاگرد جوش کو تحریر کیا۔

"مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی ضد سے میں اس مشاعرے میں شریک ہوا
اس مشاعرے میں نئی روشنی والوں کی یہ قدر دانی تھیں ہو ہی گئی کہ جوش واہ واہ
کے یاروں نے تالیاں بھی بجائیں ۔

مٹائے جاتے ہیں اُردو کو انگریزی شش والے
خرابی اس کی قسمت میں خدا جانے کہاں تک ہے

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی ایسے خاندان میں پیدا ہوئے۔ جس کی مستورات میں بھی تعلیم کا چلن اور چرچا تھا۔ نانی صاحبہ نے تسلیم دہلوی کے کلام کے مطالعے کی انہیں ہدایت کی۔ موہان پڑھ ل

---

[1] تسلیم کے دو شعر خوب ہیں ؎

یادگار ہستیِ موہوم ہم رکھتے نہیں — صورتِ عمرِ رواں نقشِ قدم رکھتے نہیں
ایک صورت پر بسر کرتے ہیں زیرِ آسماں — صورتِ بادِ وزیدہ پیش و کم رکھتے نہیں

اپنے استاد کی طرح زبان لکھنؤ میں بیانِ دہلی کے بہترین نمونے ان کی شاعری میں سے ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اسکول کے ہیڈ ماسٹر پنڈت لچھمی نرائن شعر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا حسرت فرماتے تھے، پنڈت جی ہی نے ان کو شاعری کی طرف مائل کیا۔ منشی امیر اللہ تسلیم سے انھوں نے اس فن کی تکمیل کی۔ فارسی شعراء کا کلام بغور پڑھا تھا۔ رومی۔ فغانی، نظیری، حافظ، سعدی، جامی، سب کے انداز سخن سے متاثر تھے

غزل میں وہ سعدی کی برتری کے قائل تھے۔ اُردو شعراء کا تو جتنا کلام ان کی نظر سے گزرا اس کا اتفاق شاید ہی کسی شاعر یا ادیب کو ہوا ہو۔ انھوں نے اپنے سلسلہ تلمذ کا لحاظ ہمیشہ رکھا۔ استاذ الاساتذہ شاہ حاتم کی طرح مولانا حسرت نے بھی اپنی غزلوں میں تاریخیں ڈالی ہیں۔ زبان لکھنؤ میں بیان دہلی کی خود تو خاص ان کا جوہر ہے۔ واقعہ ہے کہ مولانا حسرت کے کلام میں جامعیت ہے اور ان کا کلام ان کے تمام اساتذہ کی شاعری کا ایک منتخب گلدستہ ہے۔

مولانا حسرت کی شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے زبردستی شعر کہنے کی کبھی کوشش نہ کی قید خانوں کی تنہائیوں میں فرصت ملی تو شعر کہے۔ کسی سفر میں موقع مل گیا اور غزل موزوں ہوگئی۔ تحریر تو یہ ہوا کہ حالت خواب میں ایک غزل کہی اور یاد رہی تو لکھ لی۔ جھوٹ سچ دونوں میں اس طرح کی کئی غزلیں ہیں۔ انھوں نے اپنے کمال سے وہ معاملے بھی نظم کر دیئے جو عموماً ذاتی مشاہدات اور تجربات ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

مولانا حسرت کی پوری زندگی پاکبازی اور تقوے میں گزری۔ عیش کوشی اور ہوسناکی سے ان کا دامن کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ ریاض کی بے خماری کی طرح حسرت کی داستان عاشقی بالکل فرضی اور خیالی ہے۔ مولانا کا کلام ضائع بھی ہوا ہے۔ جیل خانوں میں لکھی ہوئی غزلوں کی غزلیں درج نہیں کی جا سکیں۔ جو شعر یاد تھے، احتیاط کے طور پر درج کر دیئے وہ خود دوسرے شعرا کے اشعار کی تعریف میں بڑے وسیع القلب تھے۔ ایک بار راقم حروف سے فرمانے لگے "ہر شعر اچھا ہوتا ہے" میں نے جب اس کی وضاحت چاہی تو فرمایا کہ ہر شاعر کچھ نہ کچھ محنت کرتا ہے۔ خیال قدیم ہو یا پامال ہو کم سے کم اس کی بندش میں جو محنت شاعر نے کی ہے اس کی قدر کرنا چاہیئے اور اس لحاظ سے میرا خیال ہے کہ ہر شعر اپنی جگہ اچھا ہوتا ہے۔"

کلام حسرت کی دل پذیری میں بڑا دخل الفاظ کی شیرینی کو ہے۔ وہ انتخاب الفاظ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ خود تحریر فرماتے ہیں: "شاعری اور استادی کا صرف یہی کمال نہیں کہ مضمون بلند ہو اور زبان صحیح یا ردیف کھلتی ہوئی اور قافیہ تازہ بلکہ ان سب باتوں کے علاوہ سب سے بڑی خوبی جو سب سے بڑھ کر مشکل لیکن سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے وہ انتخاب الفاظ سے متعلق ہے" (اردوئے معلیٰ اگست ۱۹۰۵ء) منقول از

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مضمون آل احمد سرور:۔

مولانا حسرت نے باعتبار مضامین غزلیات یا اشعار کی تقسیم کی تھی۔ پرنسپل عبدالشکور صاحب نے اپنی کتاب میں یہ غیر مطبوعہ مقالہ درج کیا ہے اس مقالے سے مولانا مرحوم کے نقطۂ نظر کی تشریح ہوتی ہے اس لئے ہم پورے مقالے کی نقل کرتے ہیں۔

غزلوں یا (یا اشعار) کی قسمیں حسرت کے خیال میں یہ ہیں:۔

آمد	(۱)	عاشقانہ
	(۲)	عارفانہ
	(۳)	فاسقانہ
آورد	(۱)	ماہرانہ
	(۲)	ناقدانہ
	(۳)	مضحکانہ
آمد آورد	(۱)	شاعرانہ
	(۲)	واعظانہ
	(۳)	باغیانہ

چنانچہ بقول حسرت، ناسخ کا کلام ماہرانہ ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں آورد ہی آورد ہے اور جگر کا کلام بالعموم شاعرانہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے ہاں اکثر آمد پائی جاتی ہے۔ ناقدانہ کلام میں عام طور پر سے پند و نصائح ہوتے ہیں اور ہجو مضحکانہ کلام کی مثال ہے یہ فرود ہے کہ چونکہ شاعری کا تعلق وجدان اور کیفیت روحانی سے ہے اس لئے اسے کسی لفظی نقشے میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حسرت نے جو شکل پیش کی تھی وہ بہت نپی تلی جامع ہے اور ان کا خیال تھا کہ جب تک کسی خاص رنگ میں کم از کم پانچ مکمل غزلیں موجود نہ ہوں، تب تک وہ رنگ کسی شاعر سے منسوب کرنا مناسب نہیں ہے۔ پانچ چھ مکمل عارفانہ غزلیں کہنے کے بعد شاعر کا کلام، عارفانہ کہا جا سکتا ہے۔

حسرت نے داخلی شاعری کو تین قسموں پر مشتمل کیا تھا: جو کلام خالص جذبات حسن و عشق کا حامل اور اپنی خوبی کے لئے کسی صنعت گری کا محتاج نہ ہو وہ عاشقانہ کہلائے گا اور جس کلام میں عشق مجازی سے برتر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

درجہ پر عشق سے عشق اور حسن سے حسن مطلق مراد ہو وہ عارفانہ ہوگا اور اس کے برخلاف جن غزلوں میں مجازی عشق سے کم تر درجے کے جذبات ہوس کی مقوی اور مہیج ——— مضمون موجود ہو وہ فاسقانہ کہلائے گا۔ مثلاً عاشقانہ شاعری کی مثالیں زیادہ تر میر و مصحفی، قائم و غالب، شیفتہ و حالی، جلال لکھنوی و شاد عظیم آبادی کی غزلوں میں ملیں گی اور عارفانہ شاعری کے نمونے درد دہلوی، نیاز بریلوی اور آسی سکندر پوری کی غزلوں میں دستیاب ہوں گے اور فاسقانہ سخن سنجی کی تصویریں زیادہ تر جرأت اور کم تر مصحفی و انشا یا متاخرین میں کسی قدر مضطر خیرآبادی اور گستاخ رامپوری کے ہاں موجود ہیں۔

فاسقانہ شاعری کو بدمذاقی پر محمول کرنا، سوقیانہ و مبتذل مزاج قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب شاعری کا مقصد صحیح جذبات کی مصوری مسلم ہو تو پھر اس کے دائرے کو صرف پاک جذبۂ عشق و محبت تک محدود کر دینے کی کوشش اور وہ بھی محض اس بنیاد پر کہ اس کا اظہار و اخلاق بعض فقیہانہ و ملایانہ طبائع کی مصنوعی پاکیزگی خیال کے لئے ناگوار ثابت ہوگا۔ خود مخالفین کی ہرزہ نگاری کی انتہائی بدمذاقی اور بے شعوری کے سوا اور کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا۔ البتہ اس ضمن میں حد اعتدال سے گزر جانا، جیسا کہ رنگین کی بعض ریختیوں اور صاحب قرآن و جان صاحب کے مبتذل اشعار میں پایا جاتا ہے بے شک قابل اعتراض ہے مگر ایسے کلام کو فاسقانہ کی بجائے فاحشانہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اب اگر عاشقانہ شاعری کی خوبی بسیط ہونے کے بجائے مرکب ہو یعنی صنعت گری کی بھی شرمندۂ احسان ہو اور یک سر بیگانۂ تاثیر بھی نہ ہو تو اسی کو عاشقانہ کی بجائے شاعرانہ کہنا چاہئے۔ دور حاضر کے تقریباً کل متغزلین کی اکثر غزلیں اسی رنگ سخن کی حامل ہیں اور "آمد و آورد" کی درمیانی تقسیم کے تحت میں آتی ہیں۔

اس کے بعد شاعرانہ طرز سخن اگر خوبی اثر سے بالعموم محروم ہو تو پھر اس کو شاعرانہ کے بجائے ماہرانہ یا استادانہ کہنا چاہئے۔ مثلاً امیر مینائی و منیر شکوہ آبادی سے بزم اکبرآبادی، ثاقب لکھنوی و صاحب کشوری تک کی غزلیں نہ عاشقانہ ہیں نہ شاعرانہ بلکہ ماہرانہ ہیں اور آورد کے تحت میں آتی ہیں۔ پھر اگر یہ ماہرانہ شاعری پختگی و مشاقی کے جوہر سے بھی خالی ہو اور بقول مصحفی مرحوم: "طبع کا نتیجہ ہو" تو اسے ناظمانہ کہنا چاہئے۔

عاشقانہ شاعری کے مانند عارفانہ شاعری کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس میں عشق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسن مطلق کی جگہ رسمی اصلاحی تصوف کا جلوہ نظر آتا ہو تو اس کو عارفانہ کے بجائے ناصحانہ کہنا چاہیے جو اُردو کے تحت میں آئے گی۔

یا اگر روحانی محرکات عشق سے کم تر درجے پر جذبات خلوص و عقیدت کے تحت، نعت، منقبت یا سوز و سلام کے مضامین قید نظم میں آگئے ہوں۔ اور فی الجملہ اثر انگیز بھی ہوں۔ تو اس شاعری کو واصفانہ شاعری کہنا چاہیے۔ مثلاً غلام امام شہید، شاہ نیاز بریلوی، محسن کاکوروی، رضوان مرادآبادی، ضیاء بدایونی، حمید لکھنوی یا انیس و متعلقین انیس، نفیس، رشید وغیرہ کا کلام، لیکن اگر اس قسم کا کلام محض صنعت گری کا، مرہون اور تاثیر سے محروم ہو یا محض حصول ثواب و نجات کی غرض سے وجود میں آیا ہو۔ مثلاً امیر مینائی یا مضطر خیرآبادی کا نعتیہ دیوان یا مرزا دبیر کا تمام دفتر منظومات اس کو واصفانہ کے بجائے ماہرانہ کہنا ہوگا یا ناصحانہ اور یہ دونوں قسمیں اُردو کے تحت میں آتی ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس فاسقانہ شاعری میں اگر خاص جذبات کی مصوری کے بجائے سماج یا مذہب یا حکومت کے استخفاف یا انکار کا پہلو نمایاں ہو تو اسے باغیانہ کہنا چاہیے۔ مثلاً جوش، احسان دانش، ساغر، اختر شیرانی، مجاز ردولوی وغیرہ۔ ترقی پسند ادب کے دعوے داروں کی بے باک نگاری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اب صرف ایک قسم سخن اور رہ گئی یعنی ضاحکانہ، جس میں محض ظرافت ہوتی ہے مثلاً ظریف لکھنوی یا احمق پھپھوندوی کا کلام، یا ظرافت کے ساتھ طنز و قدامت پرستی کا پہلو نکلتا ہے مثلاً اکبر الٰہ آبادی و ظفر علی خاں کا کلام جو ضاحکانہ کے علاوہ ناصحانہ بھی ہو سکتا ہے۔ مگر بہر حال اُردو ہی کے تحت میں آسکتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہزل یا ہجو کا شمار بھی اسی قسم سخن میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ چیزیں حد اعتدال سے گزر کر پھکڑ بازی یا فحش گوئی کے درجے تک پہنچ جائیں تو اس کو ضاحکانہ کے بجائے سوقیانہ کہنا چاہیے۔"

(حسرت کے ایک غیر مطبوعہ مقالے سے اخذ کیا گیا۔

(از پرنسپل عبدالشکور)

کلام، تصانیف اور طرزِ اصلاح

۱۔ شرح دیوان غالب۔ غالب کی یہ شرح مولانا حسرت کی ابتدائی تصانیف سے ہے۔ یہ اس زمانہ میں لکھی گئی جب غالب کی طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ متوجہ ہو رہا تھا۔ یہ کہنا بجا ہے کہ غالب کو مقبول بنانے میں اس شرح کا بڑا حصہ ہے۔ اُردوئے معلیٰ میں اس کا ایک اشتہار ۱۹۲۵ء میں طبع ہوا ہے۔ جس میں درج ہے کہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب تک اس شرح کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ دیباچے میں غالب کے حالات اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے۔ اصل دیوان اور اس کی شرح کے علاوہ ایک ضمیمہ ہے۔ جس میں غالب کی وہ غزلیں اور اشعار ہیں اور ان کی شرح ہے جو رائج دیوان میں موجود نہ تھے۔

۲۔ متروکاتِ سخن، معائبِ سخن، محاسنِ سخن۔ شعرائے اُردو کے کلام کے وسیع مطالعہ سے مولانا حسرت کو شعر کے حسن و قبح کے متعلق جو واقفیت ہوئی اس کو ان رسالوں میں جمع کر دیا۔ ان رسائل کے مجموعہ کا نام نکاتِ سخن ہے۔ قاضی عبدالودود لکھتے ہیں "انصاف متقاضی ہے کہ اس غیر معمولی زحمت کا جو مثالوں کی تلاش میں حسرت نے گوارا کی ہے۔ اعتراف کیا جائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ شائد ہی اس ضخامت کی کوئی اور کتاب اُردو میں ہو جس میں مختلف اُردو شعراء کے اتنے اچھے اشعار اس تعداد میں موجود ہوں"۔ یہ کتاب مقبول ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

۳۔ مشاہداتِ زنداں۔ پہلی قیدِ فرنگ کی نہایت دلچسپ اور موثر سرگزشت۔ اس عنوان سے اُردوئے معلیٰ میں سلسلہ وار شائع ہوئی۔ یہ کتاب حسرت کی انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔ مولانا حسرت کے کردار اور افکار سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کا مطالعہ لازم ہے۔

۴۔ مولانا حسرت کا سب سے بڑا کارنامہ انتخابِ سخن ہے۔ یہ اُردو زبان کے تمام مستند اور صاحبِ دیوان شعراء کے کلام کا نایاب انتخاب ہے جو رسائل اُردوئے معلیٰ کے صفحات اور اس کے ضمیموں کی صورت سالہا سال شائع ہوتا رہا۔ انتخابِ سخن کی گیارہ جلدیں ہیں اور ہر جلد کے متفرق حصے حسبِ تفصیل ذیل شائع ہو چکے ہیں۔

جلد اوّل سلسلہ حاتم ۱۔ انتخابِ دیوانِ شاہ حاتم۔ ۲۔ انتخابِ دیوان بقا ۳۔ رنگین ۴۔ نثار ۵۔ بیدار ۶۔ تاباں۔ ۷ ماہر ۸۔ اسیر ۹۔ بیتاب ۱۰۔ عشرت ۱۱۔ طالب ۱۲۔ معروف ۱۳۔ شاہ نصیر

جلد دوم سلسلہ ذوق ۱۔ انتخاب دواوین ذوق ۲۔ انتخاب دواوین داغ ۳۔ رسا ۴۔ جگر۔

جلد سوم سلسلہ مومن ۱۔ مومن ۲۔ نسیم ۳۔ تسلیم ۴۔ حسرت موہانی۔

جلد چہارم سلسلہ ظہیر ۱۔ حسرت ۲۔ یقین ۳۔ حسنین ۴۔ شاعر ۵۔ بیان

حصہ پنجم سلسلہ جرأت ۱۔ دیوان جرأت۔ ۲۔ حسرت ۳۔ غضنفر ۴۔ رضا ۵۔ رفعت ۶۔ رضوی۔ ۷ منت ۸۔ نصرت ۹ معروف ۱۰۔ محنت ۱۱۔ جلال ۱۲۔ مشتاق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۳۔ نساخ ۱۴۔ وحشت

جلد ششم سلسلہ مصحفی ۱۔ مصحفی ۲۔ مسرور ۳۔ منتظر

جلد ہفتم سلسلہ آتش ۱۔ آتش ۲۔ صبا ۳۔ حنا ۴۔ ماہ ۵۔ تشتر ۶۔ فروغ

جلد ہشتم سلسلہ امیر و میر ۱۔ امیر ۲۔ امیر ۳۔ جلیل۔

جلد نہم سلسلہ ناسخ ۱۔ ناسخ ۲۔ برق ۳۔ جلال ۴۔ آرزو۔

جلد دہم سلسلہ غالب ۱۔ غالب ۲۔ مجروح ۳۔ سالک ۴۔ حالی ۵۔ ذکی ۶۔ شعلہ ۷۔ رشکی ۸۔ اسمٰعیل۔

جلد یازدہم۔ اساتذہ متفرق ۱۔ فغاں ۲۔ راسخ ۳۔ رونق ۴۔ جمیم ۵۔ ندرت ۶۔ فانی ۷۔ عزیز ۸۔ محشر۔

اس فہرست میں صرف ان شعراء کے نام ہیں جن کے دواوین کے انتخابات علیحدہ کتابی صورت میں بھی طبع ہوئے ورنہ تقریباً تمام معروف شعراء کے کلام کا انتخاب اُردوئے معلّی میں شائع ہوا ہے۔ علاوہ متذکرہ بالا فہرست کے بعض شعراء کے مکمل دیوان بھی مولانا حسرت نے تلاش بسیار کے بعد حاصل کئے اور ان کو طبع کرایا۔ مثلاً دیوان شیفتہ۔ حاتم۔ راسخ۔ امیر۔ سودا۔ میر۔ درد۔ سوز۔ علی میاں کامل۔ نازش بدایونی۔ نوبت رائے نظر وغیرہ۔

اُردو پریس کی تمام مطبوعات نہایت ارزاں قیمتوں پر فروخت کی جاتی تھیں۔ مولانا حسرت نے اپنا کلیات بھی ہمیشہ نہایت معمولی کاغذ پر طبع کیا۔ مشاہیر شعراء کے دیوان چند آنے پیسوں میں ان کی بدولت اردو داں حضرات کو دستیاب ہو گئے۔

اشاعت دواوین اور انتخاب کلام کے علاوہ شعراء کے حالات بھی فراہم کر کے مولانا نے شائع کیے ہر شاعر کے ساتھ اس کے سلسلہ کا تعین۔ خصوصیت کلام۔ تلامذہ کی فہرست وغیرہ کے متعلق مولانا نے محنت کر کے معلومات حاصل کئے۔ انتخاب سخن مولانا حسرت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان کی بدولت ان شعراء کا کلام اور حالات محفوظ ہو گئے۔ ورنہ ادب کا بڑا سرمایہ تلف ہو جاتا۔ اُردو ادب کے تذکرہ نگاروں نے مولانا کی ان تالیفات سے برابر استفادہ کیا ہے۔

۵۔ رسالہ تذکرۃ الشعراء۔ اُردوئے معلّی کی اشاعت جس زمانہ میں مسدود رہی۔ تذکرۃ الشعراء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سہ ماہی شائع ہوتا رہا۔

۶۔ اردوئے معلّٰی یہ رسالہ ۱۹۰۳ء سے نکلا اور ۱۹۰۸ء تک۔ اس کے بعد ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۹ء تک نکلتا رہا۔ حسرت نے اردوئے معلی کے ذریعہ سے اردو زبان و ادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ ہماری تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اردو کا کوئی طالب علم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

(آل احمد سرور)

۷۔ مولانا حسرت کے خطبات صدارت بھی تحقیقی درجہ رکھتے ہیں۔ سیاسی مسائل پر وہ ٹھوس رائے رکھتے تھے اور ان خطبات میں پورے پورے لائحہ عمل لکھ جاتے تھے۔

۸۔ مطبوعہ چیزوں کے علاوہ ان کے روزنامچے اردو انشا پردازی کے شاہکار ہیں۔ وہ پابندی سے ڈائری لکھتے تھے۔ بلیغ جملوں اور منتخب الفاظ میں اہم اور غیر اہم تمام واقعات اس میں درج ہیں۔

۹۔ مکاتیب خطوط میں بھی انداز تحریر وہی ہے۔ جو ان کے روزنامچوں اور مضامین میں ہے۔ ان کی ہر تحریر و تقریر تصنع سے بری۔ دلائل سے پر اور صحت سے معمور ہوتی تھی۔ خطابت پختہ اور اچھا تھا

۱۰۔ ایک روزنامہ اخبار "مستقل" کانپور سے کئی برس نکالتے رہے۔

۱۱۔ کچھ دنوں روزنامہ ہمدم لکھنؤ کی عام نگرانی اور سرپرستی کی۔

طرز اصلاح

مولانا حسرت کے دو شاگرد ہیں۔ جن میں شفیق جونپوری کے نام سے اہل ادب اچھی طرح واقف ہیں۔ موصوف نہایت خوش گو اور قابل شاعر ہیں مولانا حسرت کے طریقہ اصلاح پر ایک مقالہ حسرت نمبر رسالہ نگار میں شفیق صاحب کا شائع ہوا جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے:۔

حسرت کا انداز اصلاح اور اصلاحات

سلطان تغزل استاذی حضرت مولانا حسرت موہانی علیہ الرحمۃ کا طریقہ اصلاح، عام اساتذہ سے بالکل مختلف تھا اول تو مولانا کو شاگرد بنانے کا قطعاً شوق نہ تھا۔ بہت اصرار اور پیہم تقاضوں کے بعد کسی خوش نصیب کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ اصلاح سخن کے متعلق مولانا اکثر بے تکلف ارشاد فرما دیتے کہ جتنے وقت میں کسی غزل کی اصلاح کروں گا۔ اس میں خود کیوں نہ ایک غزل کہہ ڈالوں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مولانا نے اپنے رسالہ اُردوئے معلّی میں اساتذہ کے انتخاباتِ کلام کا ایک سلسلہ رکھا تھا جس میں ردیف وار اشعار شائع ہوا کرتے تھے۔ میرے لیے یہ خصوصیت ہمیشہ فخر کا باعث رہے گی کہ مشاہیر کے انتخابات کے سلسلے میں استادِ معظّم نے دسمبر ۱۹۳۲ء میں میرے ناچیز کلام کا انتخاب بھی شائع فرما کر مجھے عزت بخشی اور اپنے مایہ ناز قلم سے میرے تخلص کے ساتھ شاگردِ حسرت موہانی تحریر فرمایا۔ اس طرح انتخاب میں اشاعت سے پیشتر استاد مرحوم نے بیاض پر مختصر طور سے اصلاحی نظر ڈالی اور اسی موقع پر اصلاحات لینے کا شوق پورا ہوا اور میرے اکثر اشعار میں تقریباً نصف نصف مصرعے مولانا مرحوم نے بدلے یا ایک آدھ لفظ کے بدل دینے سے اشعار میں جان ڈال دی۔ جس کے نمونے ذیل میں پیش کرتا ہوں یہ میری مشق کا ابتدائی زمانہ تھا۔

اصل شعر: الفت میں جدا سب سے طریقہ ہے ہمارا
سنگِ درِ محبوب پہ سجدہ ہے ہمارا

مصرعِ ثانی میں سنگِ درِ محبوب کی جگہ "نقشِ قدمِ یار" بنا دیا جو ذوقِ سجدہ کے اظہار کے لئے علاوہ بلیغ ہونے کے عام سجدوں سے جداگانہ ہونے کا اہم پہلو ہے۔

اصل شعر: ابھی زاہد سے دستورِ کا پرہیز مشکل ہے۔
جوانی کا زمانہ ہے امنگیں ہیں طبیعت میں

پہلے مصرعہ میں زاہد کی جگہ "ہم سے" اصلاح دی گئی جس سے روانی بڑھ گئی۔

اصل شعر: قیامت خیز ہے محفل میں ان کی یہ شرارت بھی
کہ اٹھنا چاہتا ہوں میں تو وہ دامن دبا تے ہیں

قیامت خیز کی جگہ "عجب پرلطف" بنا دیا گیا۔ جس سے شعر کا لطف بڑھ گیا۔ قیامت خیز کا لفظ مبالغہ ہی مبالغہ تھا۔ لیکن عجب پرلطف نے موقع کی صحیح تصویر شعر میں کھینچ دی۔ جس سے بجائے مبالغہ کے حقیقت نگاری کا رنگ غالب آ گیا۔

اصل شعر: ذرا برقع ہٹا دیں آپ اپنے روئے زیبا سے
کہ رخصت ہو رہا ہے آپ کا بیمار دنیا سے

مصرعِ اوّل پورا بدلا گیا۔ اب اصلاح کا مصرعہ اصل شعر کے مصرعِ ثانی کے ساتھ ملا کر پڑھیے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اور مطلع کی شان دیکھئے۔

لگے ہل ہل کے رد تی ہے وفا شوق مٹا ہے

کہ رخصت ہو رہا ہے آپ کا بیمار دُنیا سے

استادِ معظم کا طریقہ اصلاح یہ تھا کہ غلطی سے با خبر فرما کر ارشاد فرماتے تھے کہ اب شعر یا مصرعہ کو خود لو۔ یہ اصلاح و ترقی اور مشق سخن کا بہترین طریقہ ہے۔ میں نے اس طریق کار سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔ مولانا مرحوم ایک مصرعہ بھی کاٹ کر بنانا پسند نہ فرماتے تھے۔

مولانا کے دوست شاگردوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گزرا ہے وہ بے شمار حضرات بھی ان کے شاگرد شمار کئے جا سکتے ہیں۔ جنہوں نے نکات سخن سے استفادہ کیا ہے۔ اس تصنیف کا اصل مقصد یہی تھا کہ مبتدی حضرات استاد کے بغیر رموز سخن سے واقف ہو جائیں۔ نکات سخن کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایک عرصہ دراز سے راقم حروف کو جہاں اُردو زبان کی روز افزوں ترقی اور مذاق صحیح کی جانب نوجوان اُردو شاعروں کے قابل قدر رجحان کو دیکھ کر قدرتی طور پر مسرت حاصل ہوتی تھی وہیں اس بات کا افسوس بھی ہوتا تھا کہ دورِ جدید کے اکثر تعلیم یافتہ شاعر اپنے کلام میں جدت و ندرت خیال کے متلاشی ہیں زبان کی خوبیوں کا کافی لحاظ نہیں رکھتے۔ جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ اچھے سے اچھا مضمون محض ایک ادبی خرابی کی وجہ سے بے لطف ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس خرابی کے متعدد وجوہ میں سب سے بڑا اور پہلا سبب یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ دور میں استادی و شاگردی کا سلسلہ قریب قریب ناپید ہو چکا ہے درجہ کمال تک پہنچنے کے لئے زبان و بیان کی جتنی خوبیاں کلام میں برتی ضروری ہیں وہ استاد کی مدد سے جلد اور یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہیں برخلاف اس کے بطور خود مشق کرنے میں بہت زمانہ صرف ہوتا ہے۔ پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ہوتی یہ سب کچھ سہی۔ مگر دشواری یہ ہے کہ استادی و شاگردی کی وہ رسم قدیم جس کا سلسلہ قریب قریب منقطع ہو چکا ہے اب دوبارہ اپنی گزشتہ روایتوں کے ساتھ از سر نو قائم نہیں ہو سکتی اور جب لیا نہیں ہو سکتا تو لازم آیا کہ نئے شاعروں کے فائدے کے لئے اس قدیم اور متروک طریقے کے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بجائے کوئی جدید اور آسان طریق ایجاد کی جائے اور راقم کو اس کا اور کوئی طریق اس سے بہتر نہیں نظر آیا کہ اپنے گذشتہ ۳۰ سال کے شاعرانہ تجربات کو نکات سخن کے نام سے کتابی شکل میں پیش کر دے۔ واضح رہے کہ راقم حروف کو استادی کا زعم نہیں اور نہ اس خیال سے یہ کتاب لکھی جاتی ہے کہ کوئی شخص اس کی پیروی استاد کی ہدایتوں کے مانند کرے۔ فقط صرف اتنا ہے کہ یہ تحقیق اور تجربہ راقم کی تیس سال کی تلاش اور کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس پر طالبان فن صرف چند ماہ بلکہ چند دن میں حاوی ہو جائیں گے۔ جو بات ان کو پسند آئے اسے قبول کریں جو ناپسند ہو اس سے درگزر کر کے راقم کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

نوشتہ بماند سیہ بر سپید نویسندہ را نیست فردا امید

اصلاح سخن کا باب نوخیز شاعروں کے لئے خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہے اگر وہ اس کتاب کو بغور پڑھ کر اپنے کلام کی اصلاح بھی اس باب میں بیان کئے ہوئے طرز پر بطور خود کر لیا کریں گے تو انشاء اللہ ان کو کسی استاد کی ضرورت نہ ہوگی۔

کلام پر تبصرے

مولانا حسرت کی شاعری پر تبصرہ کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ ان کے درجے کا تعین اور دوسرے شعراء کے کلام سے ان کا تقابل ضروری نہیں بلکہ بہت مشکل ہے کہ کسی ماہر فن استاد کو دوسرے استاد پر ترجیح دی جائے۔

(ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است)

لسان الغیب حضرت خواجہ حافظ شیرازی نے اس بحث کا تصفیہ کر دیا ہے۔:-

قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

مولانا حسرت کے قدردان انکی شاعری کے آغاز سے موجود تھے اور عصر حاضر کے تمام اردو ادیبوں نے ان کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ بعض مشاہیر ادب کے جملے نقل کئے جا رہے ہیں۔

"نکتہ سنجان سخن کی حسرت قدر دانی تجھے مبارک ہو"

۱- ——— تجدیدی کارنامہ غزل کو لکھنؤ کے تصنع اور غالب کی مشکل گوئی کے کوچے سے، سادگی آسان گوئی اور حقیقت رسی کی منزل تک پھیر لانا شاعری میں حسرت کا تجدیدی کارنامہ ہے۔

(سید سلیمان)

"ہمہ رنگی امتزاج"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر و حسنِ بیاں کی رونق

حسرت نے ابتدا تا انتہا غزل اور صرف غزل کو اپنی مسلکِ سخن کا مرکز بنا کر اس کی بگڑی ہوئی اداؤں کو ایسا سنوارا اور نوک پلک سے درست کیا کہ یکا طور پر دنیا کے ادب میں رئیس المتغزلین مشہور ہوئے۔ حسرت کی شاعری میں لکھنؤ کی زبان اور متقدمین و متوسطین شعرائے دہلی کی تخیل کا بہترین امتزاج ہے۔ حسرت نے کمال کیا ہے کہ مروجہ تلمیحات میں سے کسی کو بھی اپنے کلام میں جگہ نہیں دی۔ لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، خضر و موسیٰ وغیرہ کسی کا ذکر نہیں۔ جب تک اُردو زبان کا وجود ہے۔ حسرت کا نام عزت سے اُردو میں لیا جائے گا۔ اور ان کا کلام اہلِ ذوق کے لئے سامانِ نشاط بھی فراہم کرتا رہے گا۔ بلکہ ذوق کی تربیت و پرداخت میں بھی معین ہوگا۔

(نواب مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی)

امامِ تغزل: شیرینیِ نسیم ہے سوز و گدازِ میر — حسرت ترے سخن پہ ہے لطفِ سخن تمام

"حسرت پیشروؤں کے اندازِ بیان، وجدان اور ان کے فنِ شاعری کی انتہائی تکمیل ہیں۔" فراق

اثر جو نغمۂ حسرت میں ہے وہ اور کہاں
کلام دیکھ لیا سن لیا ہزاروں کا

بزرگ ترین غزل گو: ایک نقادِ فن یا محقق کیا ہی دقیقہ سنج اور نکتہ رس دماغ رکھتا ہو اگر اس کا کردار بلند نہیں تو جیسا فرمیں نے لکھا ہے کچھ بھی نہیں ...... حسرت نے اپنی طویل ادبی زندگی میں اپنا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک رکھا۔ اس کی جس قدر ستائش کی جائے کم ہے ..... حسرت عہدِ حاضر کے بزرگ ترین غزل گویوں میں ہیں: (قاضی عبدالودود)

غزل گوئی بھی کیا میاں عاشقاں میری
کہاں سے پھر کوئی لا آیا زباں میری

انفرادیت: حسرت کی عشقیہ شاعری کا مقابلہ اس دور کے کسی دوسرے شاعر کے کلام سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے جذباتی تجربے کی نوعیت بالکل انوکھی ہے اس لیے ان کے کلام میں ایک خاص انفرادیت پائی جاتی ہے انھوں نے اپنے عشقِ پاکباز کی بدولت اردو غزل کو بالکل ایک نئے قسم کے محبوب سے روشناس کیا ہے۔ میر ان کی شاعری کی طرح منفرد ہے۔ معلوم ہوتا ہے حسرت کو خود اس بات کا احساس تھا کہ وہ تہذیبِ رسمِ عاشقی کا خاص انداز سے اظہار کرتے ہیں اور شانِ رسوائی کو دنیا کے لیے قابلِ اعتبار چیز بناتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں:

تو نے حسرت کی عیاں تہذیبِ رسمِ عاشقی
اس سے پہلے اعتبارِ شانِ رسوائی نہ تھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت کی غزل سراپا عشق و محبت کی نفسی واردات اور اس کی جادوانی کیفیتوں کی داستان ہے۔

(ڈاکٹر یوسف حسین خاں)

اُردو میں کہاں ہے اور حسرت — یہ طرز نظیری و فغانی

4 - **غزل کی نئی آواز:** ہم کو کسی طرف سے امید نہ تھی کہ اُردو غزل سنبھالا تو خیر کیا کوئی نئی کروٹ بھی لے گی۔ یکایک ہمارے کان ایک نئی آواز سنتے ہیں۔ جو ہر لحاظ سے نئی تھی مگر کسی اعتبار سے بھی اس کو بدعت یا بدراہی نہیں کہہ سکتے۔ یہ حسرت کی آواز تھی۔

حسرت کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اُردو شاعری میں مرکزیت آمریت کو ختم کر دیا اور دلی اور لکھنؤ کے مدرسوں کی زندہ اور صالح خصوصیتوں کو قبول کر کے اپنے کلام میں اس طرح جذب کر لیا کہ دونوں کا فرق باقی نہ رہا۔ ...... اُردو شاعری کی دنیا میں حسرت ہی ایک ایسا کردار نظر آتا ہے جو اگر شاعر نہ بھی ہوتا تو بھی ایک انفرادی حیثیت کا مالک ہوتا۔ ...... حسرت اپنے زمانے میں اپنی نوعیت کے بالکل اکیلے انسان تھے۔ ایسی پاک اور کھری شخصیت کا دوسرا انسان ہندوستان کے کسی فرقہ میں پیدا نہیں ہوا۔

(مجنوں گورکھپوری)

جو پاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

5 - **تغزل کا صحیح معیار:** حسرت کی غزل کا ترنم، ترنم و لطیف انداز بیان الفاظ کی شیرینی فارسی ترکیبوں کی حلاوت اور متوازن خیالات سے ہم آہنگ یہ سب مل کر کچھ ایسی چیزیں بن جاتی ہیں۔ جو ہمیں اس وقت کسی اور کے کلام میں نہیں ملتی۔ پچھلے پچاس برس کے اندر سب سے پہلے جس نے تغزل کا صحیح معیار پیش کیا اور لکھنؤ کی ابیاتی شاعری کی طرف سے جس نے دفعتاً زمانہ کا رُخ پھیر دیا وہ صرف حسرت کی ذات تھی۔ حسرت کی نغمہ سنجیوں کو سن کر لوگ چونک اٹھے۔ مردہ جسم وجد کرنے لگیں اور شعر و سخن کی فضا چمک اٹھی۔ حسرت نے جس وقت غزل گوئی شروع کی اس وقت بھی وہ اپنے رنگ میں منفرد تھے اور اب بھی کہ تغزل کا معیار بہت بلند ہو گیا ہے۔ ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

(نیاز فتحپوری)

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں

6 - **نئے دور کی ابتداء:** حسرت نے اس پرانی مدبانی غزل سے آزاد ہو کر ایک نئے دور کی ابتداء کی اس کا عشق خلوص و نیاز کا آئینہ دار ہے۔ عالمگیر ہوتے ہوئے ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے

(ڈاکٹر تاثیر)

تسلیم دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت کے کلام میں صحیح تغزل جو دہلی کا اصل جز ہے نہایت اعلیٰ ہے۔ صحیح جذبات و واردات جوش و شوق و لطافت بیان جدت اسلوب سب کچھ نہایت دل کش و موثر شکل میں موجود ہے۔

(حامد حسن قادری تاریخ و تنقید ادبیات اُردو)

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن — طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

طرز حسرت بہ شوخیٔ انشاء — رنگ جرأت مرے بیاں میں ہے

7 - <u>جامعیت</u>: حسرت میر کی سادگی اور سوز و گداز کے دلدادہ ہیں۔ چنانچہ اپنے تغزل کی یہ خصوصیات انہوں نے میر ہی سے لی ہیں۔ مومن کی رنگین زندگی اور سرمستی انہیں پسند ہے اور یہ رنگ ان کی شاعری میں اسی سرچشمے سے آیا ہے۔ تسلیم و نسیم کی صاف گوئی پردہ خدا ہیں اور یہ خصوصیات ان کی شاعری نے ان ہی استادوں سے حاصل کی ہیں۔ لیکن حسرت ان تمام خصوصیات کو جمع کر کے چند قدم آگے بھی بڑھے ہیں۔ جرأت کی معاملہ بندی، انشاء کی شوخی، غالب کی تعیش پرستی۔ داغ کی ہوسناکی کے اثرات بھی ان کے تغزل میں کسی نہ کسی حد تک نظر آتے ہیں:

(ڈاکٹر عبادت بریلوی)

حسرتؔ اردو میں ہے غزل تیری — پرتو نقش سعدی و جامی

8 - <u>غزل کا معیار</u>: حسرت کا غزل پر بڑا احسان ہے اور میرے نزدیک جس کا غزل پر احسان ہے اس کا پوری اُردو شاعری اور اُردو زبان پر احسان ہے۔ حسرت نے غزل کی آبرو اس زمانہ میں رکھ لی جب غزل بہت بدنام اور ہر طرف سے نرغے میں تھی۔ انہوں نے اُردو میں غزل کی اہمیت اور عظمت ایک نامعلوم مدت تک منوالی۔ حسرت خاص غزل گو تھے اس سے پہلے بڑے جید غزل گو گزرے تھے، معاصر غزل گو بھی اپنا اپنا مقام رکھتے تھے پھر بھی حسرت کی غزل گوئی ممتاز و منفرد ہے اس لئے کہ حسرت غزل کا معیار غزل ہی سے لیتے ہیں۔ کسی اور سے نہیں غزل گوئی کرتے غزل کا معیار حسرت ہی رہیں گے۔

(پروفیسر رشید احمد صدیقی)

قائم ہے ترے دم سے طرز سخن قائم — پھر ورنہ کہاں حسرت یہ طرز غزل خوانی

9 - <u>آخری کلاسیکل شاعر</u>: حسرت نہ صرف ایک قدیم روایت عظمیٰ کی آخری بڑی یادگار ہیں بلکہ اُردو غزل میں پرانے نام جو کچھ نئی تحریک کے اثر پائے جاتے ہیں، اس کے موجد بھی ہیں۔ ... حسرت کے یہاں اُردو غزل کی پوری انجمن آباد ہے وہ ہمارے آخری کلاسیکل شاعر ہیں۔ (آل احمد سرور)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پسند آیا طریقِ شاعری تیرا ہمیں حسرت — کہ جب کہا بھی کچھ نغز کہا بے بدل کہا۔

۱۵ - **بلند مقام** :- حسرت سنی سنائی باتوں کے دہرانے کے قائل نہ تھے۔ انہوں نے وہی کہا جو ان کے دل نے لکھوایا۔ اور اس طرح کہا کہ سننے والے چونک پڑے مگر ان کا مقصد دوسروں کو چونکانا نہ تھا۔ کوئی شک نہیں کہ اردو غزل گو شعراء میں حسرت موہانی ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور میر، مصحفی اور مومن کے دوش بدوش ہیں۔ (حبیب احمد صدیقی)

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی — اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

وہ اندازِ قلندرانہ، وہ طرزِ درویشانہ، وہ ایثار، وہ خود فراموشی جو حسرت کے کردار کی نمایاں ترین خصوصیات تھیں ان کا سرچشمہ بھی جذبۂ عشق ہے جس کی مجازی اور حقیقی جھلکیاں حسرت کے دیوان میں جابجا موجود ہیں۔ خود فرماتے ہیں :-

مقابل ہوں کشاکش ہائے شوقِ بے نہایت کا — وہیں میں بیٹھنے والا جو تھا کنجِ سلامت کا

حسرت کے کلام میں ماورائیت اور آفاقیت کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ ان کا کلام خود ان کے ذاتی محسوسات جذبات اور واردات کا آئینہ دار ہے۔ صرف وہ باتیں لکھی گئی ہیں، جو ان کے پیش آئیں اور جن کے نقوش ان کے لوحِ دل پر مرتسم ہوئے۔ ایسی صورت میں ماورائیت اور آفاقیت کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ غزل ان کے اظہارِ خیال کا واحد ذریعہ ہے اس لئے ان کا تصوف ان کی سیاست ان کی حسن پرستی سب کچھ اسی میں موجود ہے۔ بعض شعراء غالباً اپنے کلام میں اپنی ذات کو نمایاں ہونے نہیں دیتے۔ اس کے برخلاف حسرت کی ہر ادا، ان کے پاؤں کی ہر لغزش اور ان کے دماغ کی ہر لہر ان کے کلام کے آئینے میں جلوہ گر ہے۔ مرحومہ بیگم حسرت موہانی کی جدائی، احباب کی بے رخی، دوستوں کی یاد، عزیزوں کی موت حکومت کی چالبازیاں، سیاسیین کی بے راہ روی، ابن سعود کی پالیسی، شعراء کی شاعری، مرشدین کی رہنمائی چکی کی مشقت کے ساتھ ساتھ مشقِ سخن، عشق کی بادیہ پیمائی اور حسن کی کارفرمائی، غرض حسرت کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جس کے گہرے اور پائیدار نقوش ان کے اشعار میں نہ پائے جاتے ہوں۔ یہ ساری باتیں ہیں۔ مگر بعض انفرادی نقطۂ نظر سے اپنے اشعار کی دنیا میں مرکزِ ثقل خود حسرت کی ذات تھی۔ اس کو اگر جدا کر دیا جائے، تو حسرت کا کلیات ایک ورق سادہ رہ جائے۔ (پرنسپل عبد الشکور)

تو نے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگِ غزل — اب بھی کیا ہم تیری یکتائی کا دعویٰ نہ کریں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۱۔ __سچی غزل کا بہترین نمونہ__ :- مولانا حسرت کی حیاتِ صادقہ کو تین اہم حیثیتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یوں تو ان کے گوناگوں خصائص بے شمار ہیں۔ پہلی خصوصیت ایک دیندار مسلمان کی ہے۔ جس میں قلندری و درویشی کو خاص دخل ہے۔ دوسری خصوصیت سیاسی مفکر و علمبردارِ حریت کی ہے۔ اس شان میں انہوں نے علم و عمل کے میدان میں انسانیت کے اعلیٰ جوہر آشکارا کیے اور ملک و وقت کو تابانی بخشی۔ تیسری بڑی کیفیت قادر الکلام شاعر و رئیس المتغزلین کی ہے۔ جس میں ان کی عظمتِ سخن، جدتِ فکر اور ندرتِ تخیل نے سرمایۂ اردو کو اعجاز و دولتِ کمال سے مالا مال کر کے ادب کو نئی زندگی بخشی۔ حسرت اپنی ہر شان میں انفرادیت کے مالک اور نئی آن بان کے انداز دکھاتے نظر آتے ہیں۔ حسرت منفرد شاہِ تغزل ہیں جو مصورِ فطرت بھی تھے اور مصورِ جذبات بھی۔ ان کے کلام میں زبان کی چاشنی و حلاوت اور بیان میں برجستگی، سادگی، دلفریبی اور تخیل میں بلندی، جدت، ندرت، جذبات میں سرمستی و رعنائی اور دلکشی کی تمام خوبیاں ہیں۔ ان کے اشعار غم و یاس بھی ہیں اور پیکرِ نشاط و عشرت بھی۔ یہی خصائص سچی غزل کا بہترین نمونہ ہیں۔ ایک شعر میرے ایک مرحوم بزرگ عزیز کرامت اللہ خاں گستاخ کے ایک واقعہ سے متعلق ہے۔ گستاخ مرحوم اور مولانا کے درمیان گہری دوستی تھی۔ وہ نہایت باوضع علم دوست اور ادب نواز انسان تھے۔ لیکن ان کی زندگی "رندِ شاہد باز" کی حیثیت سے بڑی رنگین تھی۔ رئیس ابن رئیس ہونے کے سبب سے بے حد غیر محتاط تھے۔ انہوں نے اپنی ایک داشتہ طوائف سے نکاح کر کے ان کو پردہ نشین بنا لیا اور سخت پابندی لگا دی کہ ان کے عزیز سے عزیز دوست کے سامنے بھی نہ آنے پائیں۔ خاتون مذکور نے اس پابندی کو قبول کیا۔ مگر ساتھ یہ شرط لگائی کہ مولانا حسرت سے پردہ ہرگز نہ کروں گی۔ گستاخ مرحوم نے مولانا سے خصوصی یگانگت کے اعتبار سے اسے منظور کیا۔ مولانا نے اس واقعہ کی طرف اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔

کہتا ہے عجب ناز سے اٹھلا کے یہ وہ شوخ
حسرت سے تو پردہ نہ کیا ہے، نہ کریں گے

بخشا ہے پسندیدگیٔ خلق نے حسرت
درجہ مرے اشعار کو قربِ دلکشی کا

(عشرت رحمانی)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ترتیب کلیات حسرت

کلیات حسرت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اکثر غزلوں پر تاریخ پڑی ہے۔ جس رسالہ میں شائع ہوتی یا جس شخص کو بھیجی گئی اس کا نام موجود ہے۔ مولانا حسرت کی شاعری کے مختلف دور سمجھنے میں ان تفاصیل سے بڑی مدد ملتی ہے۔ کلیات میں تیرہ دیوان ہیں۔ ہر دیوان علیحدہ علیحدہ شائع ہوا اور اکثر دواوین کی متعدد اشاعتیں ہوئیں۔ جس زمانے میں مولانا حسرت قید تھے ان کی اہلیہ دیوان موصول ہونے پر مرتب کر کے شائع کرتی رہیں۔ چونکہ قواعد غزل گوئی کی پوری پابندی اور اساتذہ کی مکمل پیروی مولانا حسرت کرتے تھے اس لئے ہر ردیف میں غزل کہہ کر دیوان مرتب کرتے تھے۔ آخری دو حصوں کے سوا تمام دواوین میں حروف تہجی کے اعتبار سے ردیف وار غزلیں موجود ہیں۔

ذیل میں ان کے مختلف دواوین کے دیباچوں کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں تاکہ اس کلیات کے بارے میں خود مولانا کے خیالات سے واقفیت ہو جائے۔

(خود نوشت)

(دیباچہ)

ابتدائے شاعری اس فقیر کی ۱۸۹۵ء سے ہوئی۔ اسی سنہ سے اس کی غزلیں پیام یار لکھنؤ و ریاض سخن وغیرہ گلدستوں اور رسالوں میں شائع ہونے لگیں۔ اس سے قبل کا کلام عشق ابتدائی کا نمونہ ہے اعتبار کے قابل نہیں، اب تک وہ کہیں شائع ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ (دیباچہ دیوان حسرت حصہ ششم)

۲۳ جون ۱۹۰۸ء کو اردوئے معلی پر مقدمہ سیڈیشن قائم ہوا اور ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو دو سال قید سخت اور پانچ سو روپے جرمانے کا حکم سنایا گیا۔

مولانا نیاز صاحب فتحپوری نے نگار کے حسرت نمبر میں کلام حسرت کی پوری "توقیت" شائع کی ہے اس کی مدد سے ہمیں مولانا کی غزلیات اور اشعار کی تاریخ کے علاوہ ان کی تعداد بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ تعداد کے بارے میں بعض کے شمار پر بھروسہ کیا گیا ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اڈیٹر اُردو نے معلّی کو علی گڑھ جیل اور چند روز کے بعد الٰہ آباد سنٹرل جیل جانا پڑا جہاں حکام کے اشارے یا خود الٰہ آباد جیل کے یورپین سپرنٹنڈنٹ کی رائے سے اس کو معمولی قیدیوں سے بھی زیادہ سختی برداشت کرنا پڑی اور تقریباً سال بھر ایک من آٹا پیسنے کی اس سخت مشقت سے سابقہ رہا جو عام طور پر دیگر قیدیوں سے بھی ایک ماہ سے زیادہ نہیں لی جاتی۔ کھانے پینے اور عام برتاؤ کی ابتری کے بیان سے ہم دیدہ دانستہ اس لئے قطع نظر کرتے ہیں کہ مبادا قومی فریق پر یہ الزام قائم ہو کہ ان میں ابھی یقین اور عقیدے کی خاطر سختی برداشت کرنے کی کافی ہمت نہ تھی۔ اسی باعث سے وہ لوگ بعد میں سرگرم شکایت ہوتے ہیں۔

ہم پولیٹیکل قیدیوں کی خوش قسمتی دیکھئے کہ جیل کے اندر ایک دوسرے جیل میں رہنا پڑتا ہے یعنی ایک خاص وارڈ یا بعض اوقات ایک خاص کوٹھری سے جیل میں بھی نہ کسی دوسری جگہ جا سکتے ہیں، نہ کسی سے بات کر سکتے ہیں۔ پھر اس وارڈ یعنی جیل در جیل میں دوسرے قیدیوں کے برخلاف اس قدر نگرانی کی جاتی کہ الاماں والحفیظ۔

عام قیدی چرا چھپا کر کبھی کبھی اچھی غذا بھی حاصل کر سکتے ہیں، ہم نہیں کر سکتے۔ عام قیدی جن کو نوشت و خواند کا کوئی کام سپرد کر دیا جاتا ہے، چرا چھپا کر کتاب وغیرہ بھی دیکھ سکتے ہیں اور کاغذ پنسل بھی رکھ سکتے ہم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ فقرے کے مصداق:

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں   ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

ان تمام باتوں کو برداشت کیا اور بے تکلف برداشت کیا۔ کچھ تو جانب حق ہونے کے یقین سے دل کو تقویت تھی اور کچھ اس فطری بے حسی اور بے پروائی کا فیضان تھا۔ جس کی بدولت شعرا و فقرا ہر حال میں راضی و خوش رہ سکتے ہیں کہ فقیر کے دل پر بھی ان واقعات و حالات کا ذرہ بھر مضر اثر نہ ہوا بلکہ حسن پرستی و وطن پرستی کے جذبات نے نمایاں بلندی حاصل کی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تمام مذکورہ بالا موانعات کے باوجود یہ کل غزلیں دن بھر چکی پیسنے کے اثنا میں کہی جاتی تھیں اور بوقت شام ایک قیدی دوست کو لکھوا دی جاتی تھیں جو بحیثیت بر قندازنسبتاً زیادہ آزاد تھے اور مخصوص طور پر زیر نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ پنسل بھی اپنے پاس چھپا کر رکھ سکتے تھے۔

راقم کی رہائی کے کچھ ہی دنوں بعد وہ دوست بھی رہا ہوئے اور ان چند غزلوں کے سوا جو کسی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

طرح ضائع ہو گئیں باقی کل غزلیں ان سے دستیاب ہو گئیں۔

ابتدا میں چند متفرق غزلیں لکھی گئی تھیں لیکن میر مظفر حسین فوق متوطن ضلع بجنور کے اصرار سے جو خود بھی الٰہ آباد جیل میں قید تھے اور اب رہا ہو گئے ہیں کل ردیفوں میں غزلیں تیار کی گئیں اور اس طرح پر ایک مختصر سا دیوان مرتب ہو گیا۔ فقیر کی لاابالی طبیعت سے اس پابندی کی امید نہ تھی اس لئے میر صاحب موصوف کا اصرار خاص شکریے کا مستحق ہے۔

دیباچہ غزلیات حسرت از اردوئے معلی اکتوبر ۱۹۰۹ء

دیوان حسرت حصہ اول:۔ یہ حصہ ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۶ء تک کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو رسالہ اردوئے معلی علی گڑھ اور اس عہد کے دوسرے مشہور ادبی رسالوں میں شائع ہوئیں۔ اس میں قید فرنگ اول ۱۹۰۸ء تا ۱۹۰۹ء کا بھی کلام شامل ہے اور وہی گویا اس حصہ دیوان کی جان ہے۔

دیوان حسرت حصہ دوم:۔ یہ قید فرنگ ثانی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۶ء میں علی گڑھ للت پور، جھانسی اور الٰہ آباد کے جیلوں میں لکھی گئیں۔ اس مجموعے میں وہ غزلیں بھی شامل ہیں جو قید فرنگ اول اور قید فرنگ ثانی کے درمیانی زمانہ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۵ء تک میں بمقام علی گڑھ کہی گئیں

دیوان حسرت حصہ سوم:۔ یہ حصہ قید فرنگ ثانی ۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۷ء میں پرتاب گڑھ فیض آباد اور لکھنؤ کے جیل خانوں میں لکھی گئیں۔

دیوان حسرت حصہ چہارم:۔ یہ حصہ قید فرنگ ثانی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۸ء میں فیض آباد اور میرٹھ کے جیل خانوں میں لکھی گئیں۔ اسی کے ساتھ قید فرنگ کا دوسرا دور بھی ختم ہوا۔

دیوان حسرت حصہ پنجم:۔ یہ حصہ ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو قید فرنگ ثانی کے بعد بہ اوقات مختلف ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک لکھنؤ، میرٹھ، علی گڑھ اور کانپور میں لکھی گئیں۔ اس مجموعے میں قید فرنگ ثالث (حبس) اپریل ۱۹۲۲ء سے شروع ہو کر اس وقت تک جاری ہے اسی دور کی غزلیں شامل ہیں جو سابرمتی جیل احمد آباد گجرات میں لکھی گئیں۔ یہ مجموعہ بغرض اشاعت سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی کے سپرد کر دیا تھا۔ مگر معلوم نہیں کس سبب سے اب تک اس کے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔

دیباچہ حسرت حصہ ششم:۔ مگر واضح رہے کہ فقیر نے یہ کل اور ان کے علاوہ اور بھی متعدد غزلیں اکتوبر ۱۹۲۲ء میں مرتب کر کے سابرمتی جیل سے بدشواری تمام کسی نہ کسی طرح پر کارکنان سنٹرل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خلافت کمیٹی کو بغرضِ اشاعت بھجوا دی تھیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ انہوں نے از راہِ کمالِ قدردانی اشاعت کے بجائے اُن کو خدا جانے کہاں گم کر دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ بہر حال جو کچھ دوبارہ فراہم ہو سکا یا یاد آ سکا اس حصے میں درج کر دیا گیا جو کچھ رہ گیا اس کے لیے مشتاقانِ سخن کارکنانِ خلافت کو دعائے خیر سے یاد کریں۔" (فقیر حسرت موہانی ۲۷ نومبر ۱۹۲۳ء سنٹرل جیل یروڈا)

یہ مجموعۂ غزلیات جو دیوانِ حسرت کا ساتواں حصہ ہے اس کی بعض خصوصیتیں قابلِ لحاظ ہیں مثلاً اس کی تصنیف میں کل گیارہ دن صرف ہوئے ہیں۔ جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے ان میں سے اکثر کی جانب اس مجموعے میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے بزرگانِ دینِ اسلام کے علاوہ ایک موقع پر سری کرشن کا بھی نام آیا ہے حضرت سری کرشن کے باب میں اپنے پیر اور پیروں کے پیر حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ کے مسلکِ عاشقی کا پیرو ہے۔

مسلکِ عشق ہے پرستشِ حسن — ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

یہ کل غزلیں اس زمانے میں لکھی گئیں جبکہ فقیر پر حکومت کی جانب سے ایک دوسرا مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ مگر اس کے سبب سے انشاء اللہ تعالیٰ کہیں پریشانیٔ خیال کے نمونے نظر نہ آئیں گے۔ (وما توفیقی الا باللّٰہ)

(دیباچہ طبعِ اول دیوانِ حسرت حصہ ہفتم) حصہ ہشتم و نہم و دہم یروڈا جیل میں مکمل ہوا۔ دیوانِ حسرت حصہ یازدہم میں وہ غزلیں ہیں جو جنوری ۱۹۲۵ء سے دسمبر ۱۹۳۴ء تک لکھی گئیں۔ حصہ دوازدہم میں وہ غزلیں ہیں جو جنوری ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک لکھی گئیں۔

ضمیمہ دیوانِ حسرت میں چند ابتدائی غزلیں درج ہیں۔ جو موہان، فتحپور اور علی گڑھ میں بزمانۂ طالب علمی لکھی گئی تھیں (۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۰ء تک)

حصہ سیزدہم میں نومبر ۱۹۵۰ء تک لکھی ہوئی غزلیں شامل ہیں۔ مولانا کی آخری غزل کا مطلع ہے

شوق کو داد حیا ملتی نہیں — وہ نگاہِ آشنا ملتی نہیں۔

یہ غزل ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو لکھی گئی۔

جناب نثار فتحپوری نے حسرت کی تمام غزلوں کی تعداد ۷۰۱ بتائی ہے۔ جن میں سے تقریباً نصف قید یا نظر بندی کی حالت میں لکھی گئیں۔ مجموعی اشعار تقریباً ۷ ہزار ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ

سلسلہ قادریہ، رضویہ، رزاقیہ

۱۔ سید العالم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — باتو وارد

۲۔ سید الاولیاء حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

۳۔ امام الائمہ حضرت امام حسینؓ

۴۔ امام الائمہ حضرت امام زین العابدینؓ

۵۔ امام الائمہ حضرت امام محمد باقرؓ

۶۔ امام الائمہ حضرت امام جعفر صادقؓ

۷۔ امام الائمہ حضرت امام موسیٰ کاظمؓ

۸۔ امام الائمہ حضرت امام موسیٰ رضاؓ

۹۔ حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہ

۱۰۔ حضرت شیخ سری سقطی " " "

۱۱۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی " " "

۱۲۔ حضرت شیخ عبد اللہ ابوبکر شبلی " " "

۱۳۔ حضرت شیخ عبد العزیز یمنی " " "

۱۴۔ حضرت شیخ عبد الواحد الیمنی " " "

۱۵۔ حضرت خواجہ ابو الفرح یوسف طرطوسی " "

۱۶۔ حضرت شیخ ابو سعید مخزومی " " "

۱۷۔ حضرت شیخ ابو الحسن ہکاری " " "

۱۸۔ غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۹- حضرت میر سید عبد الرزاق ابن حضرت غوث الاعظم قدس اللہ العزیز

۲۰- حضرت میر سید محمد بن ابو صالح — قدس اللہ سرہ

۲۱- حضرت میر سید احمد برادر میر سید محمد بغدادی — 〃 〃

۲۲- حضرت میر سید علی — 〃 〃

۲۳- حضرت شاہ موسیٰ قادری — 〃 〃

۲۴- حضرت میر سید حسن — 〃 〃

۲۵- حضرت شیخ ابو العباس احمد — 〃 〃

۲۶- حضرت شاہ بہاؤ الدین — 〃 〃

۲۷- حضرت میر سید احمد قادری — 〃 〃

۲۸- حضرت شاہ جلال قادری — 〃 〃

۲۹- حضرت میراں سید بخش فرید بھکری — 〃 〃

۳۰- حضرت شاہ ابراہیم ملتانی — 〃 〃

۳۱- حضرت شاہ ابراہیم بھکری — 〃 〃

۳۲- حضرت شاہ امان اللہ — 〃 〃

۳۳- حضرت شاہ حسین خدانما — 〃 〃

۳۴- حضرت شاہ ہدایت اللہ — 〃 〃

۳۵- حضرت شاہ سید عبد الصمد خدانما — 〃 〃

۳۶- حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسوی — 〃 〃

۳۷- حضرت مولانا مولوی عبد الحق لکھنوی فرنگی محل — 〃 〃

۳۸- حضرت مولانا مولوی احمد انوار الحق — 〃 〃

۳۹- حضرت مولانا حافظ عبد الوالی — 〃 〃

۴۰- حضرت پیشوائے عشاق حضرت شاہ عبد الرزاق فرنگی محل — 〃 〃

۴۱- مرشدی حضرت شاہ عبد الرزاق فرنگی محل — 〃 〃

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کلیات حسرت موہانی

حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فہرستِ مطالب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کلیاتِ حسرت موہانی

یعنی

مجموعۂ کلام سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔اے

بہ تفصیلِ ذیل

حصۂ اول	سنہ ۱۹۰۳ء	سے	سنہ ۱۹۱۲ء	تک	کا کلام
" دوم	سنہ ۱۹۱۲ء	"	سنہ ۱۹۱۶ء	"	"
" سوم	اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	"	جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	"	"
" چہارم	اگست سنہ ۱۹۱۷ء	"	اپریل سنہ ۱۹۱۸ء	"	"
" پنجم	اپریل سنہ ۱۹۱۸ء	"	" سنہ ۱۹۲۳ء	"	"
" ششم	مئی سنہ ۱۹۲۲ء	"	ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	"
" ہفتم	۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	۳۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	"
" ہشتم	یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	۹ نومبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	"
" نہم	نومبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	آخر دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء	"	"
" دہم	جنوری سنہ ۱۹۲۴ء	"	" مارچ سنہ ۱۹۲۴ء	"	"
" یازدہم "	سنہ ۱۹۲۵ء	"	دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء	"	"
" دوازدہم "	سنہ ۱۹۳۵ء	"	جون سنہ ۱۹۴۰ء	"	"

ضمیمہ (الف) زمانۂ طالب علمی سنہ ۱۸۹۳ء تا سنہ ۱۹۰۳ء

" (ب) جولائی سنہ ۳۰ء سے دسمبر سنہ ۳۲ء تک کا کلام

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست غزلیات کلیاتِ حسرت موہانی

		ص	حصّہ
لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوِ سپاس کا	جبکہ صفاتِ یار میں دخل نہ ہو قیاس کا	۱۴۱	اوّل
حُسنِ بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا	کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا	"	"
رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا	طرفہ عالم ہے ترے حُسن کی بیداری کا	۱۴۲	"
تجھ سے وہ ملا شوق سے اور تو نے نہ جانا	حسرت کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانا	"	"
کوئی بھی پُرساں نہیں حالِ دلِ رنجور کا	یہ ستم دیکھو دیارِ شوق کے دستور کا	۱۴۳	"
دل کو خیالِ یار نے مخمور کر دیا	ساغر کو رنگِ بادہ نے پُرنور کر دیا	"	"
ہم نے کس دن ترے کوچے میں گذارا نہ کیا	تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا	۱۴۴	"
چہرۂ یار سے نقاب اُٹھا	دل سے اک شورِ اضطراب اُٹھا	"	"
ہجرِ بے کسی کو وجہِ لطفِ بیکراں پایا	کہ ہم نے آج اس نامہرباں کو مہرباں پایا	"	"
پیہم مجھے پیالۂ مے بھر پلا دیا	ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا	"	"
اضطرابِ عاشقی پھر کارفرما ہو گیا	صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا	"	"
نہاں شانِ تغافل میں ہے رمزِ امتیاز اسکا	باندازِ جفا ہے التفاتِ دلنواز اسکا	"	"
بر سرِ ناز وہ از راہِ کرم پہنچا تھا	شب عجب لطف کا سامان بہم پہنچا تھا	۱۴۶	"
از بسکہ نازِ یار بشکلِ عتاب تھا	جو کامیاب تھا وہی ناکامیاب تھا	"	"
یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا	باوجودِ حُسن تو آگاہِ رعنائی نہ تھا	"	"
گھٹتا ہے مٹائے سے اب شوق کہیں تیرا	ہے پیشِ نظر ہر دم حُسنِ نمکیں تیرا	۱۴۸	"
سرگرمِ ناز آپ کی شانِ جفا ہے کیا	باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا	"	"
مجھ کو خبر نہیں کہ مرا مرتبہ ہے کیا	یہ تیرے التفات نے آخر کیا ہے کیا	۱۴۹	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
کیا کہیے آرزو نے دلِ مُبتلا ہے کیا	جب یہ خبر بھی ہو کہ وہ رنگیں ادا ہے کیا	۱۴۹	اوّل
ہم بندگانِ دردِ محبت جفا ہے کیا	دلجوئی وفا کا یہی مقتضا ہے کیا	۱۵۰	″
غضب ہے دل کا حالِ شوق اُن سے بےمحل کہنا	مگر کا ہے کو مانے گا یہ پابندِ اجل کہنا	″	″
فراقِ یار میں یک لحظہ غم کھائیے کیا ہوگا	اگر مر بھی گئے اب ہم تو مر جائیے کیا ہوگا	۱۵۱	″
ہجومِ آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا	مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا	″	″
ادا نہ ہم سے ہُوا حق تری غلامی کا	نصیب شوق رہا داغ ناتمامی کا	″	″
راحت کو اضطراب سے مقرون کر دیا	ان سُرخ پوشیوں نے تو دل خون کر دیا	۱۵۲	″
اک برقِ تپاں ہے کہ تکلّم ہے تمہارا	اک سحر ہے لرزاں کہ تبسّم ہے تمہارا	″	″
شرف حاصل ہے اس جانِ جہاں سے مجھ کو نسبت کا	غلامی کا سہی گر ہو نہ سکتا ہو محبت کا	۱۹۹	دوم
جفائے یار پر چھایا ہے اک عالم ندامت کا	یہی تھا مدعا میری تمنائے شہادت کا	″	″
جہاں دیکھو وہاں اک فتنہ برپا ہے محبت کا	تمہارا حسن ہے یا کوئی پرکالہ ہے آفت کا	۲۰۰	″
تجھ سے گرویدہ اک زمانہ رہا	کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا	″	″
نہ کچھ فکرِ جناں رکھی نہ کچھ خوفِ سقر رکھا	خیالِ یار نے دل کو بہیانتک بےخبر رکھا	۲۰۱	″
اب دل ہے نہ وہ عیشِ فراوانِ تمنا	سب لوٹ لیا یاس نے سامانِ تمنا	۲۰۲	″
تر گریۂ حسرت سے ہے دامانِ تمنا	مجھ سا بھی نہ ہو کوئی پشیمانِ تمنا	۲۰۳	″
اس حد سے تجھے کب ہے یہ امکانِ تمنا	دیدارِ رُخِ یار ہے پایانِ تمنا	″	″
جذبِ کامل کو اثر اپنا دکھا دینا تھا	میرے پہلو میں انہیں لا کے بٹھا دینا تھا	۲۰۴	″
قُرب میں ہے نہ بُعدِ یار میں تھا	جو مزا اس کے انتظار میں تھا	″	″
مائوس نہ یوں ہوتے تو دُور اگر ہوتا	ہم کچھ نہ تجھے کہتے مجبور اگر ہوتا	۲۰۵	″
تجھ کو پاسِ وفا ذرا نہ ہُوا	ہم سے پھر بھی ترا گلہ نہ ہُوا	۲۰۶	″
پیروِ عشق وہ نما نہ ہُوا	زاہدِ خشک باخدا نہ ہُوا	″	″

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
لائقِ حزبِ اولیا نہ ہوا	وہ جو بے خوفِ ماسوا نہ ہوا	۲۰۷	دوم
یوں تو عاشق ترا زمانہ ہوا	مجھ سا جانباز دوسرا نہ ہوا	۲۰۸	
شک انہیں مجھ پہ کاروانی کا	کچھ ٹھکانہ ہے بدگمانی کا	〃	
شوقِ پوشیدہ کا اظہار نہ ہونے پایا	داغِ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا	۲۰۹	
ہر لحظہ ہے تصور اے رشکِ حور تیرا	آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا	۲۱۰	
جو راہِ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا	وہ باریابِ مقامِ کمال ہو نہ سکا	۲۱۱	
یاس کا دل پہ کچھ اثر نہ ہوا	قصۂ شوق مختصر نہ ہوا	〃	
شکوۂ عشق جو ہم سے کسی عنوان نہ ہوا	حشر میں بھی وہ جفا کار پشیمان نہ ہوا	۲۱۲	
ہجر میں یاد جو وہ جلوۂ نیکو آیا	چین پھر دل کو نہ اپنے کسی پہلو آیا	۲۱۳	
مہرباں مجھ پہ جو وہ خسروِ خوباں نہ رہا	اب کوئی میرے لیے ناز کا ساماں نہ رہا	〃	
شوقِ مشتاقِ لقا صبر سے بیگانہ ہوا	جب سے مشہور ترے حسن کا افسانہ ہوا	۲۱۴	
شغلِ مے سے فلک جناب ہوا	کون کہتا ہے میں خراب ہوا	〃	
لطف تو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا	دلِ دیوانہ کو سرگشتۂ اوہام کیا	۲۱۵	
درسِ حق جاری ہے یاں بھی حسرتِ آزاد کا	قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیض آباد کا	۲۵۹	سوم
دلِ مایوس کو گرویدۂ گفتار کر لینا	وہ ان کا پردۂ انکار میں اقرار کر لینا	〃	
بجا ہے عاشقی میں ہم کو دعویٰ فخرِ رازی کا	کہ نکلا ہے ہمیں سے نام تیری دلنوازی کا	۲۶۰	
ایمان و اتقا ہی نہیں شانِ اولیا	بے حزن و خوفِ غیر بھی ہے جانِ اولیا	〃	
بام پہ آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا	اب تو اظہارِ محبت برملا ہونے لگا	۲۶۱	
اک شوخِ بے وفا پہ دل آیا حضور کا	آخر پڑا نہ صبر دلِ ناصبور کا	۲۶۲	
کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا	شغل بیکار ہیں سب ان کی محبت کے سوا	۲۹۱	چہارم
کاہے کو دل اے عشق ترے غم سے بچے گا	اب ہم نہ بچائیں گے نہ ہم سے بچے گا	۲۹۲	〃

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
میری جانب سے شکایت نہ تقاضا ہوتا	خود مرے گھر وہ چلے آتے کچھ ایسا ہوتا	۱۹۲	"
دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا	شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا	۱۹۲	
شکوہ سنجی کے عوض میں نے بھی خوب کیا	کیا کیا شکرِ جفا سے انہیں محجوب کیا	۱۹۲	
گماں نہ ہم پہ ہو زاہد کو ہرزہ کاری کا	کہ ذکرِ یار میں ہے شغل بے قراری کا	"	چہارم
نظر پھر نہ کی اس پہ دل جس کا چھینا	محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینہ	۱۹۳	"
ہمدم و ہمدرد ما ہمراز ما	اے ہوایت مایۂ صد ناز ما	۱۹۳	"
دیکھنے کو آئے ہیں کوٹھے پہ وہ کالی گھٹا	جھومتی پھرتی ہے کیا کیا ہو کے متوالی گھٹا	۲۰۹	پنجم
خانقہ سے تا درِ پیرِ مغاں لے جائیگا	دل کہاں سے مجھ کو لایا ہے کہاں لے جائیگا	"	"
عشق ان کے عاصیوں کا اک نورِ تام نکلا	گویا سحابِ شب سے ماہِ تمام نکلا	۲۲۳	"
خطبۂ لیگ ہے کفارہ گنہ گاری کا	اب ہمیں شکوہ نہیں ڈاکٹر انصاری کا	"	"
شکوۂ غم ترے حضور کیا	ہم نے بیشک بڑا قصور کیا	۲۲۴	"
انہیں بے وفائی کا شکوا نہ ہوتا	خفا ہم نہ ہوتے تو اچھا نہ ہوتا	"	"
کبھی کی تھی جو اب وہ کیجیئے گا	مجھے پوچھ کر آپ کیا کیجیئے گا	"	"
کفیل تھا کرمِ حق جو مے گساروں کا	ہجوم ہے لبِ کوثر گناہ گاروں کا	۲۲۵	"
رنگ تیری شفق جمالی کا	اک نمونہ ہے بے مثالی کا	"	"
شوقِ وصالِ یار کے قابل بنا دیا	دل کیا تھا عاشقی نے اسے دل بنا دیا	۲۲۱	ششم
منزلِ وصلِ یار ہے پیدا	درمیانِ حدودِ بیم و رجا	"	"
سادگی میں وہ پھر بھی ہیں یکتا	باوجودِ ہجومِ ناز و ادا	۲۲۲	"
سب سے شوخی ہے اک ہمیں سے حیا	اے فریبِ نگاہِ یار یہ کیا	۲۲۲	"
مائل بتوں میں دل سو بیدلی کا	شیرینیٔ تلخ عاشقی کا	"	"
اک جو لے دے کے ہمیں شیوۂ یاری آیا	وہ بھی کچھ کام نہ خدمت میں تمہاری آیا	۲۲۲	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
آئی جو ان کی یاد مرا دل ٹھہر گیا	دعویٰ غمِ فراق کا باطل ٹھہر گیا	۲۲۳	ششم
سہل ہونے کو مرا عقدۂ دشوار آیا	روزِ غم ختم ہوا، شام ہوئی یار آیا	۲۲۵	״
لے کے دل پہلے تو کس ڈھب سے وہ عیّار گیا	اب یہ کہتا ہے کہ تو کیا مرے سر مار گیا	״	״
یاسِ ہوس پہ سرزنشِ ناز دیکھنا	حُسنِ فریب کار کے انداز دیکھنا	۳۲۷	״
بے یار مرا چارہ گرو کام نہ ہوگا	کچھ بھی اثرِ طعنہ و دشنام نہ ہوگا	״	״
ہر چند ہو کے جان سے بیزار جائیگا	پروانہ ضرور طالبِ دیدار جائے گا	۳۸۰	ہفتم
جواب ان سے ملنا دوبارا نہ ہوگا	تو جینا بھی شاید ہمارا نہ ہوگا	״	״
عہد یک عمر فراغت سے بھی خوشتر گذرا	وہ جو یک لحظہ تری یاد میں ہم پر گذرا	۳۹۹	ہشتم
معطر پا کے بوئے حُسن سے سارا بدن اپنا	وہ سونگھا کرتے ہیں خود بھی تو اکثر پیرہن اپنا	״	״
بغدادی دیالو کھویا	ہم ہوں گریب ہیں پار جویا	۴۰۰	״
ان میں دیکھا جو ماجرا دیکھا	کیا بتائیں کسی سے کیا دیکھا	۴۲۷	نہم
ہر گھڑی ورد لبِ شوق ہے افسانہ ترا	بے خبر تیرے سوا سب کو ہے دیوانہ ترا	״	״
ترے حُسن کا دَور دورہ رہے گا	نہ میرا یہ جوشِ تمنّا رہے گا	۴۳۱	״
کوچہ اس فتنۂ دوراں کا دکھا کر چھوڑا	دل نے آخر ہمیں دیوانہ بنا کر چھوڑا	۴۳۶	״
کاسے کہی نہیں چین، بنواری بنا	روتے کٹی ساری رین۔ مراری بنا	״	״
ہو کر ہی رہا ہمیشہ میرا چاہا	جب جو مرے دل نے اس سے چاہا چاہا	۴۳۸	״
دُعا میں ذکر کیوں ہو مُدّعا کا	کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا	۴۴۱	دہم
کچھ خوف خُدا کا ہے نہ ڈر خلقِ خُدا کا	کیا آئے خیال ان کو شہیدانِ وفا کا	۴۴۳	״
جُرم کو وید کا سبب نہ کیا	تم نے یوں بھی ہمیں طلب نہ کیا	״	״
قدموں پہ ان کے رکھ کے سر رفعِ ملال کر دیا	ہمّتِ عذر خواہ نے آج کمال کر دیا	۴۴۴	״
شکوہ اس دلستاں سے کچھ نہ ہوا	ہمّتِ عاشقاں سے کچھ نہ ہوا	״	״

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
یوں ہی مائل ہے سر اس در کی جبیں سائی کا	شوق محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا	[illegible]	یازدہم
عرفانِ عشق نام ہے میرے مقام کا	حامل ہوں کس کے نغمۂ نے کے پیام کا	"	"
وہ کہتے ہیں پھر تجھ کو آنا پڑے گا	ہمیں کو پھر اُلٹے مٹانا پڑے گا	[illegible]	"
وہ بھی کیا دن تھے کہ تو جلوہ فراموش نہ تھا	دین و دُنیا کا مجھے تیرے سوا ہوش نہ تھا	"	"
مختصر اک نگہ ہے عاشقی کا	دم بھرتی ہے آرزو اُسی کا	[illegible]	"
کرنے کو تو میں عہد کروں ترکِ ہوس کا	پر دل سے کہوں کیا جو نہیں ہو مرے بس کا	"	"
نہ لے کر دل کرو انکار دل کا	کہ چھپنا ہے بہت دشوار دل کا	"	"
انہیں شوقِ خود آرائی نہ ہوتا	تو اتنا دل بھی سودائی نہ ہوتا	[illegible]	"
عجب انداز ہے فضلِ خدا کا	مدینے کی ہوائے جانفزا کا	[illegible]	دوازدہم
مایوس نہ کر کہ میں خدا کا	جب تو نے طلب کیا تو آیا	[illegible]	"
کوئی انکی بزمِ جمال سے کب اُٹھا خوشی سے کہاں اُٹھا	جو کبھی اٹھا بھی اُٹھائے سے تو اسی طرف نگراں اٹھا	[illegible]	"
پھر حالِ دل، قرار سے بیزار ہو چکا	جینا فراقِ یار میں دُشوار ہو چکا	۴۲۸	"
سامنا ان کے حسنِ طلعت کا	سبب اچھا ہے میری حیرت کا	[illegible]	"
دل بھی پابندِ تمنا ہے اُسی دیدار کا	طور پر جو نور چمکا تھا جمالِ یار کا	[illegible]	"
آپ کے حسنِ جہاں سوز کا جلوا دیکھا	ہمنے گھر پھونک کے خوب آج تماشا دیکھا	[illegible]	"
آئی جو یادِ یار بصد شانِ اعتنا	محرومیوں سے دل میں اُٹھا شورِ مرحبا	"	"
بازار ہے گو غرب میں خوبانِ جہاں کا	پر گل کی طرح حسن بھی کم ٹو ہے یہاں کا	[illegible]	"
رعنائی میں حصہ ہے جو قبرص کی پری کا	نظارہ ہے مسحور اسی جلوہ گری کا	۴۹۰	"
دل شکاری میں نہیں دخل سرِ مو تیرا	کام کرتی ہے تری نرگسِ جادو تیرا	۴۹۳	"
میں بھی اُمیدوار ہوں باغِ نعیم کا	آخر گناہ گار ہوں کیسے کریم کا	۴۹۹	ضمیمہ الف
خنجر کشی ما انداز دو اینجا	شکوہ دارم ز سختِ جانیہا	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
مجھے ہو خواہش بالِ ہما کیا	نہیں میں ان کے کوچہ کا گدا کیا	۵۰۰	ضمیمۂ الف
نہ ہوگی شفا چارہ گر دیکھ لینا	نہ جائے گا دردِ جگر دیکھ لینا	"	"
دردِ الفت کیا کہوں کیا ہو گیا	زوحِ جسم جانِ شیدا ہو گیا	۵۰۱	"
میری نگہِ شوق کا شکوہ نہیں جاتا	کہتے میں بھی وہ پاس سے دیکھا نہیں جاتا	"	"
کیا تم کو علاجِ دلِ شیدا نہیں آتا	آتا ہے پر اس طرح کہ گویا نہیں آتا	۵۰۲	"
جوشِ ارماں میں خیالِ رُخِ زیبا نہ رہا	کثرتِ شوق سے یاد اُسے تماشا نہ رہا	۵۰۳	"
ہجر میں ضبطِ غمِ شوق کا دعویٰ چھوٹا	ہاتھ سے دامنِ صبرِ دلِ شیدا چھوٹا	۵۰۴	"
چشمِ رنگین سے بہا کرتا ہے اک نالا پڑا	آہ کس نا آشنا سے تھا ہمیں پالا پڑا	۵۰۵	"
بے تاب نظر آیا بدنام نظر آیا	عاشق جو نظر آیا ناکام نظر آیا	"	"
موسمِ گل میں وہ چلنا بادِ عشرت خیز کا	یاد ہیں وہ مستیاں وہ توڑنا پرہیز کا	۵۰۵	"
عاشقم با طرب چہ کار مرا	می کشد رنجِ انتظار مرا	"	"
آج وہ شوخ جو نوشاہ بنا	ملکِ خوبی کا شہنشاہ بنا	۵۰۶	"
عیش میری شکستہ حالی کا	عکس ہے ان کی بے ملالی کا	۴۹۳	
جب سوا میرے نہ تھا کوئی نشانا تیرا	یاد ہے مجھ کو ابھی تک وہ زمانہ تیرا	۵۳۶	ضمیمۂ ب
معجزہ دیکھا سرِ شام آپ کا	مطلعِ خورشید ہے بامِ آپ کا	۵۳۹	"
ہر لحظہ وظیفہ ہے جان و دلِ آگہ کا	"الحسن ہو الحق" کا "والعشق ہو اللہ" کا	۵۴۰	"
صحبتِ اہلِ عشق و شغلِ شراب	تھا یہی مقتضائے عہدِ شباب	۱۸۲	اول
وصل میں بھی تو دہی ہو دل کی شانِ اضطراب	عیش حاصل ہو رہا ہے رائیگاں اضطراب	۲۳۶	دوم
جان کو صبر ہے نہ دل کو ہے تاب	تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب	۲۱۷	"
میری طینت میں ہو داخل ہوس جامِ شراب	بندۂ پیرِ مغاں ہوں میں حسِ جامِ شراب	"	"
خیلِ خوباں میں گو جمیل ہیں سب	پر ترے حُسن کے قتیل ہیں سب	۲۱۸	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
حائل تھی بیچ میں جو رزائی تمام شب	اس غم سے ہمکو نیند نہ آئی تمام شب	۲۴۴	سوم
اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب	کیا یہ ابھرا ہے ترے خال نمایاں کے قریب	۲۹۲	چہارم
نگ شوق نہ ہو چاہ زنخداں کے قریب	آن پہنچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب	۲۹۵	〃
چاندنی رات میں پھولوں کا ہے زیور کیا خوب	رنگ لائے گا ترا حسن معطر کیا خوب	۳۲۲	ششم
دل ہے بیشک نور حق سے فیضیاب	آفتاب آمد دلیل آفتاب	〃	〃
شادمان عشق ہے جان خراب	عیش غم سے سربسر دل کامیاب	۳۴۷	〃
ساکت یاس میں جان و دل ناکام شباب	کیا ہوا آہ وہ ہنگامۂ ایام شباب	۲۸۱	ہفتم
دل کو امید وصل ہے تمہید اضطراب	تسکین اضطراب ہے تاثید اضطراب	۴۰۰	ہشتم
ان کی محفل میں پا کے جام شراب	کام اپنا ہوا بنام شراب	۴۲۸	نہم
پنہاں شد نخت دو گونہ شد خوب	اے رُوئے تو بے نقاب محجوب	۲۴۴	دہم
شوق پہنچا حد جنوں کے قریب	یہ ہوا داریٔ دیار حبیب	۴۲۰	یازدہم
پن ہوئے نہ شام کی پریت کا پاپ	کو دُکا ہے کرت سے پشچا تاپ	۱۸۱	ہشتم
جانفزا تھی کسقدر یا رب ہوائے کوئے دوست	بس گئی جس سے مشام آرزو میں بوئے دوست	۱۵۳	اول
جو ناز حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات	سو آج تک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات	۱۵۳	〃
آج سن کر میرے نالوں کو زراہ التفات	زیر لب اس نے بھی کھینچی ایک آہ والتفات	۲۱۸	دوم
فرقت میں تیری ہیچ ہے شان شب برات	اک آگ سی لگی ہے بجان شب برات	۲۱۹	〃
مجھ کو اس جان جہاں سے کیا نسبت	فصل گل کو خزاں سے کیا نسبت	۲۹۳	سوم
غم کو اس نوجواں سے کیا نسبت	خار کو ضمیراں سے کیا نسبت	۲۹۳	〃
چھیڑتی ہے جو یاد یار نہست	دل شب غم ہے بے قرار نہست	۲۹۵	چہارم
بتائے نہ کیوں غم کو جان محبت	دل زار ہے کاروان محبت	۳۴۷	ششم
ہم شکوۂ فلک ہی کریں گے حضور دوست	ظاہر نہ ہونے دینگے وہاں بھی قصور دوست	۲۸۱	ہفتم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
اس شوخ کے آنے کی تمنا ہے قیامت	کیا کیا دلِ مشتاق میں برپا ہے قیامت	۴۱	ہشتم
دل کی یہ کیا مجال کہ لائے خیالِ دوست	مجھ میں کہاں یہ حال کہ دیکھوں جمالِ دوست	۱۱	۱۰
خود بینی تو بسکہ بہ تمکیں برابر است	فریادِ من بہ شیوۂ رنگیں برابر است	۲۹۴	ہشتم
کیا کیا ہوئی انکے غمِ رسوا سے ندامت	رکھنے جو لگے سر پہ مرے تاجِ کرامت	۴۴۴	دہم
لطف تو گر اختیارِ ما نیست	سرمایۂ اعتبارِ ما نیست !	۴۴۸	"
ترے کشتے اے جانِ جانِ محبت	حقیقت میں ہیں کامرانِ محبت	۴۰۴	یازدہم
تا بپایت رسیدنم ہوس است	مردن و آرمیدنم ہوس است	۴۸۸	دوازدہم
یوناں کو مدت سے تھی محوِ آں سے نسبت	شاید ہے مجھے بھی اسی عنوان سے نسبت	۲۹۰	"
من لاگی پریک جوگک جاٹ	رنگ بھبھوت بسے برج گھاٹ	۲۰۳	ہشتم
وہ بگڑے بہت بدگمانی کے باعث	نہ تڑپے جو ہم ناتوانی کے باعث	۲۱۹	دوم
نامرادی کا دلِ زار کو شکوا ہے عبث	اور کچھ اس کے سوا ان سے تمنا ہے عبث	۲۹۳	سوم
اپنی ذلت کا وہ مغرور تو کیا ہو باعث	خود ہمارا دلِ مجبور ہوا ہے باعث	۳۸۳	ہفتم
ترکِ جفا کی ان سے تمنا نہ کر عبث	اے دل وفا کے نام کو رسوا نہ کر عبث	۲۰۳	ہشتم
رنگ یہ لایا ہجومِ ساغر و پیمانہ آج !	بھر گئی سیرابیوں سے محفلِ رندانہ آج	۱۰۳	اول
وصل کی رات حشر میں کا راج	شوق کا آج عرش پر ہے مزاج	۲۲۰	دوم
کچھ مرے کام نہ آئیگا طبیبوں کا علاج	بے ترے کس سے ہو برگشتہ نصیبوں کا علاج	۲۴۳	سوم
تجھ سے جو درد دل کا بھی ہوتا نہیں علاج	ہے کس مرض کا اور تو اے نازنیں علاج	۳۸۳	ہفتم
تم بن کون سنے مہراج	راکھو بانہہ گہے کی لاج	۲۰۳	ہشتم
کیا پوچھتے ہو عاشقِ بیمار کا مزاج	آہ اس فدائے لذتِ آزار کا مزاج	۵۰۶	ضمیمہ الف
عجب ہم کو آیا نظر ایک آج	طرحدار معشوق عاشق مزاج	۵۲۳	ضمیمہ ب
حسن بیتاب ہے محدود نہیں دنیا کے بیچ	میری گفتار کے اندر تری رفتار کے بیچ	۲۹۵	چہارم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
اے غمِ عشق اے متاعِ فلاح	اہلِ دل کیوں نہ ہوں ترے مداح	۱۵۵	اول
عشق میں ہیچ ہے پابندیٔ برہان کی صلاح	ماننا چاہیے ہمکو دلِ ناداں کی صلاح	۲۹۵	سوم
قبولِ ستم سے ہے انکار صالح	کروں کیوں نہ میں اس کا اقرار صالح	۲۲۰	دوم
شجرِ غم ہے آشیانۂ روح	گریہ و نالہ آب و دانۂ روح	۲۳۸	ششم
وہ دیکھنے جو بام پر آئے بہارِ صبح	نازاں ہے اپنے بخت پہ کیا کیا نگارِ صبح	۲۸۳	ہفتم
اہلِ دل ہیں فدائے نغمۂ روح	کر بقا ہے فنائے نغمۂ روح	۳۰۳	ہشتم
خونِ بے رحمی سے اپنی دیکھ کر تلوار سرخ	ہو گئی مارے ندامت کے جبینِ یار سرخ	۱۵۵	اول
تسکینِ مدعا کے لیے ایک دوا ہے تلخ	ظاہر میں گرچہ وہ سخن آشنا ہے تلخ	۲۲۰	دوم
یوں ہی بڑھتا جو رہا روز بروز تاب کا نرخ	نقدِ جاں ٹھہرے نہ اک گوہرِ نایاب کا نرخ	۲۹۵	سوم
دخترِ رز ترے پہلو میں نہاں ہو گستاخ	دیکھ تو کتنی یہ لے پیرِ مغاں ہو گستاخ	۲۸۳	ہفتم
اسے خوفِ جنت نہ پروائے دوزخ	عجب حال ہے تیرے عاشق کا آفرخ	۳۰۳	ہشتم
دشوار ہے اسے ملامت اے پند	ہوں اہلِ جنوں خرد کے پابند	۱۵۵	اول
مجبور مجھ کو جان کے عہدِ وفا کے بعد	بے مہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد	۱۵۶	"
وقفِ حق ہے نہیں مریدِ مراد	طاعتِ عاشقانِ پاک نژاد	۲۲۱	دوم
غم سے نہیں ایک دل بھی آزاد	فریاد ز دستِ عشق فریاد	۲۲۲	"
دل کشتۂ غم ہے جان برباد	مایوسِ فراق ہوں میں ناشاد	۲۲۲	"
باطن میں ہیں آزاد بظاہر ہیں نظر بند	ہے دیدۂ دل باز نہاں دیدۂ سر بند	۲۶۵	سوم
انہوں نے پھیر دیا خط تو ہی سلام کے بعد	بڑھا کے میر انتخلص بھی میرے نام کے بعد	۲۹۶	چہارم
کرم ساقیٔ میخانہ مبارک باشد	گرمیٔ مجلسِ رندانہ مبارک باشد	۲۳۸	ششم
وہ ہوں جیلاں سے آکر میرِ بغداد	زہے قسمت خوشا تقدیرِ بغداد	۲۸۳	ہفتم
اے دردِ تو بپائے درماں رسیدہ باد	خارِ غمت بجانِ محباں خلیدہ باد	۳۰۳	ہشتم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
دل از صدمۂ ہجر پرخوں نماید	سرشکِ غم ز طرفِ گلگوں نماید	۲۲۶	نہم
بڑھ گئی ہے اب کے آ جانے سے شانِ روزِ عید	آسماں پر ہے دماغ رتبہ دانِ روزِ عید	۵۰۸	ضمیمہ الف
ہے مظہرِ شانِ کبریا صلِ علیٰ محمدؐ	آئینۂ خدا نما صلِ علیٰ محمدؐ	۲۶۲	یازدہم
دل کو ز غمش نشاں ندارد	مرغیست کہ آشیاں ندارد	۲۶۲	دوازدہم
گر شکوۂ او خطا نباشد	ایں ہم ز غمش روا نباشد	۲۶۲	"
پنہاں کرم نمود و بظاہر وفا نہ کرد	نازش چہ لطفہاست کہ بر شوق ما نہ کرد	۵۲۹	ضمیمہ
کچھ درد دل کو تجھ سے ہے پردہ جگر لذیذ	تجھ سے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ	۱۸۶	اول
نامۂ شوق کے اندر جو نہاں ہے کاغذ	ورقِ سادۂ حسرت ہے کہاں ہے کاغذ	۲۲۲	دوم
وہ ملیں آ کے گلا کوئی نہ ایسا تعویذ	یوں تو ہم سے نہ بچا ایک بھی گنڈا تعویذ	۲۶۶	سوم
حاصل جو ہوئے دردِ محبت کے لذائذ	میں بھول گیا عیش و فراغت کے لذائذ	۲۹۲	ہفتم
نامۂ یار کو سمجھو تو ہے کیسا کاغذ	اور نہ سمجھو تو پھر اک وہ بھی ہے پرزہ کاغذ	۳۰۲	ہشتم
صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار	دلِ وحشی ہے اور جنونِ بہار	۱۵۷	اول
اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بارِ انتظار	کس طرح کاٹے کوئی لیل و نہارِ انتظار	"	"
عشق کی روحِ پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر	اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر	۱۸۸	"
غضب ہے کہ پابندِ اغیار ہو کر	مسلماں رہ جائیں یوں خوار ہو کر	"	"
شکن جب سے دیکھی ہے ان کی جبیں پر	عجب صدمہ ہے جانِ اندوہگیں پر	۲۲۲	دوم
ہیں مبتلائے رنجِ وطن ہوں وطن سے دور	بلبل کے دل میں یادِ چمن ہو چمن سے دور	۲۲۳	"
آخر کار ہوئی ان پہ وفا کی تاثیر	گریۂ نیم شبی میں تھی بلا کی تاثیر	۲۲۳	"
چھپ نہیں سکتی چھپائے سے محبت کی نظر	پڑ ہی جاتی ہے رخِ یار پہ حسرت کی نظر	۲۲۶	سوم
پوچھا بھی تو اس نے نہ کبھی گھر سے نکل کر	شرمندہ ہیں نالے دلِ مضطر سے نکل کر	۲۹۱	چہارم
کیا کریں تجھ سے ہیں مجبور کہ چپ ہے خضر	ورنہ حسرت رمضان کا یہ مہینا ہے خضر	۲۹۰	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
عاشقی پیشہ ہے اے دل تو یہ بیداد نہ کر	ستم یار سے بھی شاد ہو، فریاد نہ کر	۲۹۷	چہارم
اُن کو رُسوا مجھے خراب نہ کر	اے دل اتنا بھی اضطراب نہ کر	۲۴۹	ششم
میرے عشقِ مجاز کا ہے شعار	فی المثل دل بیار و دست بکار	"	"
دل سے ہے ترے وصل کا طلب گار	دیوانہ بکارِ خویش ہشیار	۲۸۵	ہشتم
ابر و مے و نغمہ صحنِ گلزار	تم پاس نہیں تو سب ہے بیکار	"	"
جنت کو چلے جو ہم گنہ گار	استادہ ہوئے صفوفِ ابرار	۲۸۶	"
کہہ دیا خوب، ہم کو پیار نہ کر	جبر اتنا بھی اختیار نہ کر	۲۰۵	ہشتم
پیمانِ لطف و عہد وفا یا نگاہدار	جانہا کہ رام تست خدارا نگہدار	۲۴۹	نہم
السلام اے شہِ بشیر و نذیر	داعی و شاہد و سراجِ منیر	۲۲۵	دہم
مدنی صبح کا عجب ہے ظہور	قابلِ دید ہے یہ بارشِ نور	۲۴۶	دوازدہم
محبت نے اثر پیدا کیا ہے دلنشیں ہو کر	کہ لب تک شکوہائے سخن بھی آئے جبیں ہو کر	"	"
عاشقی کا حوصلہ بے کار ہے تیرے بغیر	آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر	۲۴۲	"
ہو گئی بارگہِ حق میں وہ یکسر منظور	جنسنے کی تھی جو دعا موسیٰ کاظم کے حضور	"	"
برہ کی رین کٹے نہ پہاڑ	سُونی نگریا پڑی ہے اجاڑ	۲۰۶	ہشتم
چلتا ہے روز دورِ مئے ارغواں ہنوز	جاری ہے فیضِ محفلِ پیرِ مغاں ہنوز	۱۵۹	اول
تیرِ غم کا ہے دل نشانہ ہنوز	شیوۂ جاں ہے عاشقانہ ہنوز	۲۴۴	دوم
وہ قامتِ بلند نہیں در قبائے ناز	اک سروِ ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز	۲۴۷	سوم
در حجرۂ حسن کا نہ کر باز	مشتاق جمال ہیں نظر باز	۲۵۱	ششم
ہوائے برشگالی ہے ہوس خیز	کرے کوئی کہاں تک مے سے پرہیز	۲۴۴	ہفتم
امیدِ انتظار سے ہرگز نہ آئے باز	ہم شوقِ لطفِ یار سے ہرگز نہ آئے باز	۲۴۶	ہشتم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصّہ
مہمان اور مہمانِ عزیز	کون رکھے گا تم سے جان عزیز	۲۳۰	نہم
ہم کہیں تا کجا حدیثِ نیاز	جب سُنے بھی کہیں وہ دلبر ناز	۲۲۸	دہم
ہے غضب ہنگامۂ فصلِ بہار اب کے برس	دل پہ کا ہے کو رہے گا اختیار اب کے برس	۱۵۹	اوّل
اور تو کیا ہے ترے عاشقِ بیمار کے پاس	اک ترا درد سو وہ بھی ہو دلِ زار کے پاس	۲۲۵	دوم
بسکہ نکلی نہ کوئی جی کی ہوس	اب ہوں میں اور بے دلی کی ہوس	۲۴۷	سوم
یوں ہم سے چھٹے وہ یار افسوس	افسوس ہزار بار افسوس	۲۵۱	ششم
ہر درد ہر مرض کی دوا ہے تمہارے پاس	آتے ہیں سب یہیں کہ شفا ہے تمہارے پاس	"	"
بیخوف ہیں وہ سمجھتے ہیں کیا ہے تمہارے پاس	لے دے کے ایک تیرِ دُعا ہے تمہارے پاس	۱۸۷	ہفتم
دل کو جس دن سے ہوئی تیری محبت کی ہوس	ہمکو دوزخ کا ہے کچھ خوف نہ جنت کی ہوس	"	"
عشق اب ہے نہ عاشقی کی ہوس	ہم ہیں اور دل سے بے دلی کی ہوس	۲۰۲	ہشتم
ہوس اچھی ہے اپنے سَر کی ہوس	غوث الاعظمؒ کے سنگِ در کی ہوس	۲۸۲	دوازدہم
پیمانِ وفا نہ کر فراموش	اے حسرتِ بے قرار خاموش	۱۶۹	اوّل
سب ہیں تری انجمن میں بیہوش	نظارۂ حُسن کا کسے ہوش	۱۹۰	"
مجھے نہ دامن کی خبر ہے نہ گریباں کا ہوش	دل و دیں کا ترے عاشق کو نہ ہے جاں کا ہوش	۱۳۹	دوم
کوئی ہے دل فروش تو کوئی نظر فروش	اک میں ہوں تیرے چاہنے والوں میں خود فروش	۲۴۸	سوم
اک بڑی منزلِ پُر خوف و خطر ہے درپیش	رُوح کو عالمِ بالا کا سفر ہے درپیش	"	"
نارسائی میں بھی رہے اے کاوش	دل کو حاصل سر و رہِ سعی تلاش	۲۵۳	ششم
ہر حال میں اپنا لبِ فریاد ہے خاموش	کیوں کر کہے جفا وہ ستم ایجاد ہو خاموش	"	ہفتم
جلوۂ حق کو ہے نظر کی تلاش	دلِ عاشق کرے بصر کی تلاش	۱۸۷	ہفتم
جان ہے اپنی آب و گل کی خلش	مٹ چکی دل سے دردِ دل کی خلش	۲۰۷	ہشتم
دشمنِ ہر عاقل و فرزانہ باش	اے دل اندر عاشقی دیوانہ باش	۲۳۰	نہم

		صفحہ	حصہ
اب کہاں صبر کو قرار کا ہوش	مطربِ عشق ہے ترانہ فروش		یازدہم
یورپ میں جیسے پھیل گئی ہے وبائے حرص	چلنے لگے نہ سارے جہاں میں ہوائے حرص	۱۶۰	اوّل
کیوں نہ مقبول ہو دعائے خلوص	کر اثر خود ہے خاکِ پائے خلوص	۲۲۶	دوم
ہے کسے خدمتِ اسلام کی حرص	لوگ رکھتے ہیں فقط نام کی حرص	۲۶۹	سوم
آنکھوں میں نورِ جلوۂ بے کیف کم ہو خاص	جب سے نظر پہ ان کی نگاہِ کرم ہو خاص	۲۸۸	ہفتم
نہ ہوئے آپ آشنائے خلوص	نہ سُنی میری التجائے خلوص!	۲۰۷	ہشتم
جانِ وفا شعار کو شکوۂ غم سے کیا غرض	عذرِ جفا سے کام کیا عرضِ کرم سے کیا غرض	۱۶۰	اوّل
سرخوشی ہائے شرابِ مشکبو سے کیا غرض	مستِ الفت ہیں ہمیں اس آرزو سے کیا غرض	"	"
کچھ نہ ابدال سے پہنچا ہے نہ اوتاد سے فیض	جسکو پہنچا ہے سو پہنچا ہے تری یاد سے فیض	۲۲۷	دوم
شوقِ جفائے یار کو پاسِ وفا سے کیا غرض	ہم کہ وفا شعار ہیں ہمکو دعا سے کیا غرض	۲۶۹	سوم
سُرخیٔ حُسن ہو طلبوسِ نگارِ عارض	یا عیاں نور کے پردے میں ہو نارِ عارض	۲۰۲	ہشتم
کیونکر کہیں کہ ہم پہ اطاعت نہیں ہے فرض	فطرت پہ کیا تمہاری محبت نہیں ہے فرض	۲۸۸	ہفتم
دل ربائی تھی آشتی سے غرض	اب انہیں کیا بھلا کسی سے غرض	۲۰۸	ہشتم
دل ہے غرقِ شادمانی جان سیرابِ نشاط	وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسبابِ نشاط	۱۶۰	اوّل
سخت مشکل ہے عشقِ یار کی شرط	جانِ زار و دلِ فگار کی شرط	۲۲۷	دوم
کام آئی کچھ نہ عاشقِ نالاں کی احتیاط	داماں کی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط	۲۷۰	سوم
لکھتے ہیں پھر کہ لکھتے نہیں ہم ہزار خط	دیکھیں تو بھیجکر وہ ہمیں ایک بار خط	۲۸۹	ہفتم
الفت نہ مودت نہ مروت کے شرائط	ٹوٹے ہوئے کوں ان سے محبت کے شرائط	۲۰۹	ہشتم
کچھ ہم کو عجب گریۂ مستی میں ملاحظہ!	ایسا تو کسی نشّے میں نہ ہوگا بخدا حظ	۱۶۱	اوّل
ذکرِ بزمِ ساقی میں انکارِ واعظ	بگڑ جائیں گے رندِ مے خوار واعظ	۲۲۷	دوم
اب دلِ زار کا خدا حافظ	ایسے بیمار کا خدا حافظ	۲۷۰	سوم

		صفحہ	حصہ
حور کا ذکر ہے کیا کیا بہ زبانِ واعظ	وصفِ جنت میں سُنے کوئی بیانِ واعظ	۲۸۹	ہفتم
کیا ہے اگر مرا نہ کرے تو حسیں لحاظ	کرتا ہے عاشقوں کا بھی کوئی کہیں لحاظ	۴۱۰	ہشتم
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع	الوداع اے مونسِ جاں الوداع	۱۲۲	اوّل
جل بجھی تب جا کے ٹھہرا گریۂ تاثیرِ شمع	تھا خیالِ سوزشِ پروانہ دامنگیرِ شمع	۲۲۸	دوم
کچھ شغل تب و تاب میں یونہی تو نہیں شمع	عاشق نہ ہو اس کے رُخِ روشن پہ کہیں شمع	۲۷۱	سوم
عشق ہے جان و مالِ اہلِ سماع	دولتِ لازوالِ اہلِ سماع	۲۸۹	ہفتم
ظلمتیں دل کی ہوں نہ کیوں مرفوع	کہ ہوا بدرِ عشقِ یار طلوع	۴۱۰	ہشتم
دل نہ تھا رنجِ ہجرِ یار کا داغ	کیا ہوا آہ وہ زبانِ فراغ	۱۲۲	اوّل
تا قیامت رہے قائم مرے سرکار کا باغ	وہ جسے کہتے ہیں سب حضرتِ انوار کا باغ	۲۲۸	دوم
کیوں کہیں ہم کہ غمِ دہر سے مشکل ہے فراغ	جب تری یاد میں ہر فکر سے حاصل ہے فراغ	۲۷۱	سوم
غم و فکرِ شوق و تمنا سے فارغ	ہیں عاشق ترے ساری دُنیا سے فارغ	۲۹۰	ہفتم
آئینہ دیکھئے کہ سب آئے نظر دروغ	بے مثل ہم ہیں قول ہے یہ سر بسر دروغ	۴۱۱	ہشتم
وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف	گمناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف	۱۲۳	اوّل
وہ تو کر دیں مرا قصور معاف	میں ہی کہتا نہیں حضور معاف	۲۲۹	دوم
احباب سے مخصوص نہ اغیار پہ موقوف	عیشِ دو جہاں ہے کرمِ یار پہ موقوف	۲۷۲	سوم
مونس ہے کساں درود شریف	راحتِ عاشقاں درود شریف	۴۵۳	ہشتم
نظر اس رُخ پہ ہے ادب کے خلاف	دل ہے اس فیصلے میں سب کے خلاف	۲۹۰	ہفتم
اللہ رے ترا حجاب کا شف	دیوانہ ہے جس پہ ذوجِ عارف	۴۱۱	ہشتم
تجھ سے ہے حسن و جمال و جہاں کی دولت	اے تری یاد مرے خانۂ جاں کی دولت	۱۲۳	اوّل
وصل کی شب رواں ہے سوئے فراق	آ چلی لو ہوا میں بوئے فراق	״	״
کیوں نہ ہو اپنے اشتیاق میں فرق	آ گیا آپ کے مذاق میں فرق	۲۲۹	دوم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دستنا اس نے کچھ بیانِ فراق	رہ گئے یوں ہی کشتگانِ فراق	۲۸۲	سوم
کچھ یاد بھی ہے وہ عہدِ سابق	اے دشمنِ دوستانِ صادق	۲۸۳	ششم
زنجیر سے بیزار ہیں شمشیر کے مشتاق	سب تیرے گرفتار ہیں تعزیر کے مشتاق	〃	۔
اتنی کہاں ہے اور جو ہو بھی مجالِ شوق	وہ ٹال دینگے آئے جو لب میں سوالِ شوق	۲۹۱	ہفتم
پڑھیے اسکے سوا نہ کوئی سبق	خدمتِ خلق و عشقِ حضرتِ حق	۲۱۱	ہشتم
نبھتے ہیں دردِ محبت کے سہارے عاشق	عاشقِ عشق بھی ہیں حسن کے مارے عاشق	۲۲۰	نہم
محرومِ طلب ہے دلِ دلگیر ابھی تک	باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک	۱۹۴	اول
دل تیری طلب میں ہے بیتاب کہانتک	اے بے خبر اے دشمنِ احباب کہانتک	۲۲۰	دوم
اب دیکھیے کیا حال ہمارا ہو سحر تک	بھڑکی ہوئی اک آگ سی ہے دل سے جگر تک	۲۸۳	سوم
چاہت مری چاہت ہی نہیں آپکے نزدیک	کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپکے نزدیک	۲۴۸	چہارم
ماتم زدہ کیوں بیٹھا رہیں سیاہ دنیا سے سلطانِ کے آج تلک	بلندیت ملک سے عرشِ تلک آزادوں کے سرتاج تلک	۲۲۹	پنجم
امامِ برحق اہلِ رضا سلام علیک	شہیدِ معرکۂ کربلا سلام علیک	〃	ششم
چھپے گی تری دوستداری کہانتک	کرے گا دل انکارِ یاری کہاں تک	۲۹۱	ہفتم
بے شکر گل رہے دلِ بلبل کہاں تلک	اے ساقیِ بہار، تغافل کہاں تلک	۲۲۶	دہم
گذر گئی حد سے پائمالی عتابِ ترک کی کلام کبتک	رہے گی مسند ودا یہ ستمگر یہ پیام سلام کبتک	۲۰۰	ضمیمۂ الف
بکھرے رخِ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شب رنگ	نکلا ہے ترے حسنِ دل آرا کا غضب رنگ	۱۶۴	اول
عہدِ مستی کے اب کہاں وہ رنگ	ساغرِ بادہ ہے نہ کاسۂ بنگ	۱۶۸	〃
دیدنی ہیں دلِ خراب کے رنگ	آہ اس چشمِ پُرحجاب کے رنگ	۲۲۰	دوم
حالِ دل کہیے ان سے پاکے الگ	ڈانٹ دیں گر نہ وہ بلا کے الگ	〃	ہفتم
منحوس ہیں شیام سے تنین لاگ	نندان سلگ رہی تن آگ	۲۱۳	ہشتم
از بسکہ حسنِ یار ہی خوبی سے جانِ دل	لائے کہاں سے روز کوئی ارمغانِ دل	۱۶۵	اول

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
قوی دل، شاداں دل، پارسا دل	تر نے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل	۲۳۱	دوم
میرے دل میں اک ہجوم محبت ہے آجکل	اس شوخ کی کچھ اور ہی صورت ہے آجکل	۳۰	سوم
ارباب فریب کی ہے یہ بھی اک چال	بیکار ہے بہترین و بہتر کا خیال	″	″
روزِ محشر سایہ گستر ہے جو دامانِ رسول	تابِ دوزخ سے ہیں بے پروا غلامانِ رسول	۲۹۸	چہارم
نہ کیا بارِ غم کسی نے قبول!	غیر انساں کہ تھا ظلوم و جہول	۲۹۲	ہفتم
حق ہے اک ذاتِ خدا غیرِ خدا ہے باطل	لوگ سمجھے ہیں کسے اصل میں کیا ہے باطل	″	″
موسے چھیڑ کرت نندلال	لیے تھارے جبیر گلال	۲۲۳	ہشتم
رنج بیجا یہ کیا ہم نے جو اظہارِ ملال!	ان کی چتون سے عیاں پھر ہوئے آثارِ ملال	۲۳۱	نہم
روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام	دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام	۱۹۶	اول
کیا ہی شرمندہ چلے ہیں دلِ مجبور سے ہم	آئے تھے ان کی زیارت کو بڑی دور سے ہم	۲۳۱	دوم
تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم	عجب لذت بے خودی تھی فنا ہم	″	″
جفا کو وفا سمجھیں کب تک بھلا ہم	اب ایسے بھی ان کے نہیں مبتلا ہم	۲۳۳	″
کریں کچھ نہ ہو جائیں تجھ پر فدا ہم	اب اس کے بھی لائق نہ ٹھہریں تو کیا ہم	″	″
اس تغافل پر بھی کرتے ہیں تجھی کو یاد ہم	کتنے ہیں مجبور دیکھو اوبانی بیداد ہم	۲۲۲	سوم
اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم	گھبرا گئے ہیں بے دلیِ ہمرہاں سے ہم	۲۹۱	چہارم
کر دیں انہیں پیش نذرِ جاں ہم	بے صرفہ نہ جائیں رائیگاں ہم	″	″
پھر آپ کہاں رہیں کہاں ہم	کچھ دن کے ہیں اور میہماں ہم	۳۰	″
سب کارِ تھے باصفا ہو گئے ہم	ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم	۲۲۹	پنجم
کر دو کچھ تو ارشاد یا غوث الاعظم	سنو میری فریاد یا غوث الاعظم	۲۴۲	ششم
بارہا کھائی ہو جسے لبِ جاناں کی قسم	خضر کھاتے ہیں یہ کیا چشمۂ حیواں کی قسم	۲۹۲	ہفتم
رنج راحت ہے سکونِ غمِ ہجراں کی قسم	یادِ جاناں کی قسم جلوۂ جاناں کی قسم	۲۴۳	ہشتم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
مانوس ہو چکے تھے ازل میں فنا سے ہم	اس انتہا کو جانتے ہیں ابتدا سے ہم	۴۱۲	ہشتم
پیش او سجدۂ عاشقانہ کنیم	کثرت شوق را بہانہ کنیم	۴۳۶	نہم
مجھے عرض حال کرنے نہ پائے کسی سے ہم	کس طرح شکوہ سنج نہ ہوں بیخودی سے ہم	۵۰۸	ضمیمہ الف
در دام غمش حال دل زار چہ گوییم	افسانۂ آں مرغ گرفتار چہ گوییم	۵۱۵	"
آشنا ہو کے بوسے یار سے ہم	سخت بیزار ہیں قرار سے ہم	۴۶۲	یازدہم
اے شہِ شاہانِ رسل السلام	حاضر دربار ہے پھر یہ غلام	۴۷۶	دوازدہم
کیا ہو یہ آج پوچھنے اس نازنیں سے ہم	تجھ سا جو کوئی ڈھونڈھ نکالیں کہیں سے ہم	۴۸۵	"
چاہیں جو کبھی دردِ محبت کی دوا ہم	کرتے ہیں جو پابندیِ آئینِ وفا ہم	۴۹۲	"
حج کو ہوا حکم رسولِ کریم	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۵۳۰	ضمیمہ الف
کام لوں ناکامیوں سے عشق کا کتنا کروں	ہو کے واقف لطفِ غم سے رات دن پیدا کروں	۱۶۶	اول
آوارۂ دشتِ جستجو ہیں!	ہم خانہ بدوشِ آرزو ہیں	۱۶۷	"
بدل لذتِ آزار کہاں سے لاؤں	اب تجھے اے ستم یار کہاں سے لاؤں	۱۶۸	"
اے ملک اے افتخارِ جذبۂ حب وطن	حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن	"	"
خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں!	دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں	"	"
مئے و مینا سے یاریاں نہ گئیں	میری پرہیزگاریاں نہ گئیں	۱۶۹	"
گرفتارِ محبت ہوں اسیرِ دامِ الفت ہوں	ہمیں سرمایۂ جانِ آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں	"	"
گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحن بستاں میں	قیامت کا اثر تھا نالہ ہائے عندلیباں میں	"	"
ہم رقیبوں میں مثلِ غیر ہیں کیوں مہربانیاں	اے بدگماں نہ خوب نہیں بدگمانیاں	۱۷۰	"
بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں	الٰہی ترکِ الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں	"	"
وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں	آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں	۱۷۱	"
عشق میں جان سے گذر جائیں	اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں	۱۷۱	"

		صفحہ	حصہ
قصۂ شوق کہوں درد کا افسانہ کہوں	دل ہو قابو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں	۱۴۲	اوّل
ہم سے ہو پیروئ حق کا سرانجام کہاں	دیکھیں اس صبح صداقت کی ہو اب شام کہاں	۲۲۳	دوم
دیدار کی امید میں کرتا ہوں خطا میں	کس درجہ شبہ گردیدۂ ارباب عطا میں	״	״
ان کو دیکھوں یہ مجھ میں تاب کہاں	لے چلا ہے دلِ خراب کہاں	۲۲۴	״
کیسے چھپاؤں رازِ غم دیدۂ تر کو کیا کروں	دل کی تپش کو کیا کہوں سوزِ جگر کو کیا کروں	״	״
پیرو مسلکِ تسلیم و رضا ہوتے ہیں	ہم تری راہِ محبت میں فنا ہوتے ہیں	۲۲۶	״
تیرے عاشق جو گرفتارِ بلا ہوتے ہیں	قیدِ افکار سے فی الجملہ رہا ہوتے ہیں	״	״
ہم پر تری نگاہ جو پہلے تھی اب نہیں	سو بھی نہ کچھ دنوں میں رہے تو عجب نہیں	۲۴۲	سوم
گو بظاہر شیر ہوں باطن میں لومڑی لگتے ہیں	مظہر الحق نام ہے پیرو مگر باطل کے ہیں	۲۴۵	״
جلوۂ یار نہ چھپ جائے سرِ بام کہیں	جلد لے حوصلۂ دید مجھے تھام کہیں	״	״
بلاکشانِ غمِ انتظار ہم بھی ہیں	خرابِ گردشِ لیل و نہار ہم بھی ہیں	۲۹۹	سوم
روگ دل کو لگا گئیں آنکھیں	اک تماشا دکھا گئیں آنکھیں	۳۰۰	چہارم
اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل یقینِ اَن جنوں	شانِ لاخوفٌ علیہم شیوۂ لا یحزنوں	۳۰۱	״
ہجرِ ساقی میں پیالۂ بادہ ہوا ہے لالہ گوں	چشمِ رنداں کو دامن بنتا ہو اک دریائے خوں	״	״
ہر چند کہ میں خلافِ جمہور نہیں	تقلیدِ عوام دل کو منظور نہیں	۳۰۲	״
ہجومِ شوق ہے دل میں مگر خاموش رہتے ہیں	چھپایا تھا جو تم سے راز ہمنے آج کہتے ہیں	״	״
سب چھپتے ہیں چھپیں مجھ سے تو پردا نہ کریں	سیرِ گلشن وہ کریں شوق سے تنہا نہ کریں	״	״
ہمنے اس بات کا شکوہ نہ کیا تھا نہ کریں	مشقِ بیداد میں ناحق وہ تحابا نہ کریں	״	״
اک بار بس گیا جو کہیں ان کی باس میں	خوشبو نے حسن بس گئی اس لباس میں	۳۰۴	״
ان سے مل کر شکوۂ بے اعتنائی پھر کہاں	شاد ہو اے دل کہ یہ لطفِ جدائی پھر کہاں	״	״
پیشِ نظر جو وہ قمرِ خانگی نہیں	یہ جوشِ انتظار ہے دیوانگی نہیں	۳۲۰	پنجم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
عشق میں جذب کیا اثر بھی نہیں	مر مٹے ہم انہیں خبر بھی نہیں	۳۳۰	پنجم
اے دل ان کو وفا کی خو ہی نہیں	درخورِ لطف یا کہ تو ہی نہیں	۳۳۱	"
رُوح کو محوِ جمالِ رُخِ جاناں کر لیں	ہم اگر چاہیں تو زنداں کو گلستاں کر لیں	"	پنجم
فیضِ محبت سے ہے قیدِ محن !	میرے لیے ایک بلا ٹے حسن	۳۵۸	ششم
لطف کی ان سے التجا نہ کریں !	ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں	"	"
بدلِ گردشِ ایام ملے گا کہ نہیں	گوشۂ راہ میں بھی آرام ملے گا کہ نہیں	۳۵۴	"
کچھ میرے حالِ زار کی ان کو خبر نہیں	کیا ہو جو میں ہی جا کے سنا دوں مگر نہیں	"	"
کب وہ بلاتے ہیں دوبارا ہمیں	جب نہ رہا دید کا یارا ہمیں	۳۵۵	"
یہ کس بزم کے ہم نکالے ہوئے ہیں	کہ محرومیوں کے حوالے ہوئے ہیں	"	"
اک طرفہ ماجرا ہے دو رکنے میفروشاں	سرگرم بادہ نوشی انبوہ خرقہ پوشاں	۳۵۸	"
ہم دیدۂ نظارۂ خوباں میں لگے ہیں	یہ پھول غضب گلبنِ ایماں میں لگے ہیں	"	"
نہ سہی گر انہیں خیال نہیں	کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں	۳۶۹	"
اس بت کے پجاری ہیں مسلمان ہزاروں	بگڑے ہیں اسی کفر میں ایمان ہزاروں	"	"
طلب حق اگر تجھے ہے تو سُن	عاشقی ورز و ہر چہ خواہی کن	"	"
اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں	تم پھر بھی کہے جاؤ، یہ بیمار کہاں ہیں	۹۳	ہفتم
نغمہ و مے کا حکم عام نہیں	عاشقوں پر یہ کچھ حرام نہیں	۴۳	ہشتم
چپ ہیں کیوں آپ مرے غم سے جو دلگیر نہیں	اب نہ کھینچے گا تری آہ میں تاثیر نہیں	۴۵	"
لطف و کرم کی راہ سے اے جانِ عاشقاں	رہ جا کبھی تو آن کے مہمانِ عاشقاں	۴۲	نہم
یک رہ بہ دیارِ غم گذر کن	بر خانۂ خرابِ ہم نظر کن	"	"
حسن کے ہم ہلاک دید بھی ہیں	یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں	۴۴	دہم
حال کیا ان سے بار بار کہیں	نہ سُنیں گے وہ ہم ہزار کہیں	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
مجھ کو دُنیا سے خوفِ کید نہیں	ہیں کہ پابندِ عمرو زید نہیں	۴۴۴	دوم
ہم حال انہیں یوں دل کا سنانے میں لگے ہیں	کچھ کہتے نہیں پاؤں دبانے میں لگے ہیں	"	"
جفا سے بعد مرون بھی ہمیں وہ شاد کرتے ہیں	لگا کر ٹھوکریں خاکِ لحد برباد کرتے ہیں	۵۰۸	ضمیمہ
ستائیے نہ مجھے یونہی دل فگار ہوں میں	رُلائیے نہ مجھے خود ہی بیقرار ہوں میں	۵۰۹	"
زاہدوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ میخواروں میں ہوں	بیخود ہر دو جہاں ہوں تیرے سرشاروں میں ہوں	"	"
ہو جفا ہم پہ نہ ہم شکوۂ بیداد کریں!	تا کجا خاطرِ بے رحمیٔ صیاد کریں	۵۱۰	"
بسر کی عمر ساری کوئے جاناں کی گدائی میں	بلا جانے مری کیا ہیں مزے فرمانروائی میں	۵۱۱	"
ترک ہو یہ زلفِ چلیپا نہیں ممکن	اب جائے مرے سر سے یہ سودا نہیں ممکن	"	"
حواس و خرد سے بہت دور ہوں میں	شرابِ محبت کا مخمور ہوں میں	"	"
وہ کس کس شرم سے عذرِ جفا تقریر کرتے ہیں	مگر پاسِ وفائے عاشقِ دلگیر کرتے ہیں	۵۱۲	"
ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں	کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں	"	"
کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنہگار نہیں	ہاں مگر اتنی جفا کے بھی سزاوار نہیں	۵۱۳	"
رنگِ حرماں وہ کہاں زمزمۂ شادی میں	قید کا لطف نہیں راحتِ آزادی میں	۵۲۹	"
محوِ حسرت ہوں وقفِ محنت ہوں	میں کہ دلدادۂ محبت ہوں	۵۱۳	"
فصلِ بہار آئی ہے جوشِ گل چمن میں	اک دھوم سی مچی ہے مستانِ نعرہ زن میں	۵۱۴	"
میں ہوں اے زلفِ سیہ تیرے پریشانوں میں	نام میرا بھی لکھا ہے ترے دیوانوں میں	"	"
وفا تجھ سے اے بے وفا چاہتا ہوں	مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں	۴۶۲	یادگار دوم
شکرِ الطاف نہیں شکوۂ بیداد نہیں	کچھ ہمیں تیری تمنا کے سوا یاد نہیں	۴۶۳	"
تجھ کو اے محوِ تغافل میری پروا ہی نہیں	حالِ دل میں کس سے کہتا تو نے پوچھا ہی نہیں	"	"
وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ رہتے تھے بہم دونوں	نہ تھے آگاہ آزارِ غمِ فرقت سے ہم دونوں	"	"
ہم کو ہوش و خرد سے کام نہیں	عشق پابندِ انتظام نہیں	۴۶۴	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
گاہ یکسر لطف گا ہے سر بسر بیداد ہیں	دلربائی کے انہیں کیا کیا طریقے یاد ہیں	۴۸۴	داغ دوم
خود ہمکو بلانے لگے نوڑے کے وہ قسمیں	باقی نہ کوئی فرق رہا عشق و ہوس میں	،	،
ہم عاشق فاسق تھے تو ہم صوفی صافی ہیں!	پی لیں جو کہیں اب بھی در خورِ معافی ہیں	۴۸۴	دود داغ دوم
سوزِ غم ہے یہ کچھ بخار نہیں	تم کو اس کا بھی اعتبار نہیں	۴۸۴	،
تم کو اس بات کا خیال نہیں	ورنہ جینا مرا محال نہیں	۴۸۸	،
اب وہ فرماتے ہیں کب میں نے دکھائیں آنکھیں	آپ نے مفت میں رو رو کے گنوائیں آنکھیں	۴۹۱	،
فنا ہے تبا مسلکِ عاشقی میں!	اگر زندہ ہو دیارِ نبیؐ میں	۴۹۲	،
ترے غم کی نادشادیاں چاہتا ہوں	محبت کی بربادیاں چاہتا ہوں	۴۹۶	،
حُبِ حق کے ہے برابر حاصلِ دنیا و دیں	حُبِ آلِ مصطفیٰؐ و حبِ خیر المرسلیں	۴۲۸	ضمیمہ
سرزنش کے واسطے اس شوخ کی چتونیں	تم کسی کے حق میں ہو میرے لئے آنکھیں	۴۳۶	،
گردیدہ اہلِ شوق جو حسنِ بتاں کے ہیں	شاید یہ سب نشانے اسی بے نشاں کے ہیں	۴۴۰	،
اثرِ عشق سے نکلیں جو تمہارے آنسو!	دامنِ جاں میں وہ لے لیجیے سارے آنسو	۱۰۲	اول
کسی عنوان صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو	الٰہی کیا کروں اس خاطرِ محوِ تمنا کو	،	،
دلجوئی اغیار سے فرصت نہیں تم کو	معلوم ہوا قدرِ محبت نہیں تم کو	۱۰۳	،
وہ وات گھٹتے ہیں دیکھا کرے نہ تو مجھ کو	سمجھ لیا ہے جو مجبورِ آرزو مجھ کو	،	،
خاص کر ہم چاہنے والوں سے پردا کیوں نہ ہو	کیوں نہ ہو اے دشمنِ اہلِ تمنا کیوں نہ ہو	،	،
حُسنِ بے مہر کو پرواے تمنا کیا ہو	جب ہو ایسا تو علاجِ دلِ شیدا کیا ہو	۲۲۶	دوم
سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو	کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو	،	،
کامرانی تجھے مبارک ہو	جاودانی تجھے مبارک ہو	۲۲۸	،
کیا حال سنائے دلِ رنجور کسی کو	ملنا ہی نہ ہو مجھ سے جو منظور کسی کو	۲۶۲	سوم
کیوں جانِ رضا جو نہ شہادت پہ فدا ہو	کون اس کو نہ چاہے گا بھلا تم جسے چاہو	۲۶۷	،

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
سخت رنجور کر دیا ہم کو	دل نے مجبور کر دیا ہم کو	۳۰۵	چہارم
نہ سمجھے دل فریب آرزو کو	نہ ہم چھوڑیں تمہاری جستجو کو	″	″
پھر بھی ہے تم کو مسیحائی کا دعویٰ دیکھو	مجھ کو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو	۳۰۶	″
خیلِ عشاق کو سرگرمِ تمنا دیکھو	کوچۂ یار میں اک حشر ہے برپا دیکھو	۳۰۷	″
آج پھر اس نے کیا وعدۂ فردا دیکھو	وصل کی بات کا بن بن کے بگڑنا دیکھو	″	″
سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ ایسے دلربا تم ہو	قیامت ہو غضب ہو قہر ہو آفت ہو کیا تم ہو	۳۰۸	″
کس درجہ فریب ہے ممسلو	تجویز رقارم مانشیگو	۳۴۳	پنجم
نامرادِ دل کو شاد کام کرو	کرم اپنا کبھی تو عام کرو	۳۶۰	ششم
لاکھ اس شوخ جفاکار سے پرہیز کرو	شوق پھر بھی یہی کہتا ہے سب انگیز کرو	″	″
اپنے آپے میں نہیں شوق تماشائے گیسو	پھیلے جاتے ہیں رخ یار پہ سایۂ گیسو	۳۹۳	ہفتم
جس نے سونگھی ہو تری زلفِ سیہ کار کی بو	کیا پسند آئے اسے نافۂ تاتار کی بو	۴۱۶	ہشتم
آرزو لازم ہے وجہِ آرزو ہو یا نہ ہو	التفات اس کافر خود بیں کی خو ہو یا نہ ہو	۴۴۴	نہم
عاشق وہی کامل ہے جو رسوائے جہاں ہو	شاید وہی احسن ہے جو بے نام و نشاں ہو	۴۸۲	دوازدہم
قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ	کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ	۱۰۳	اول
جن و ملک ہیں خدامِ درگاہ	رتبے سے تیرے ہو کون آگاہ	۲۲۸	دوم
دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ	میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ	۲۲۹	″
گھٹے گا تیرے کوچہ میں وقار آہستہ آہستہ	بڑھے گا عاشقی کا اعتبار آہستہ آہستہ	۲۷۷	سوم
ربط ہے ان کی تمنا کو دلِ زار کے ساتھ	اک شب سیر بھی گویا ہے گرانبار کے ساتھ	۳۰۸	چہارم
مبارک ہو بنائے جفا ہے تمہارے ساتھ	ہر وقت عاشقوں کی دعا ہے تمہارے ساتھ	۳۴۱	ششم
نقش خار سے خدا کی پناہ	نگہ یار سے خدا کی پناہ	۳۹۴	ہفتم
خیالِ غیر کو دل سے مٹا دو یا رسول اللہ	خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہ	۴۱۶	ہشتم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
جس فتنۂ دوراں کو ابھی آئے تھے کل دیکھ	چلتے ہیں لیے پھر تجھے اے دل وہیں چل دیکھ	۲۴۳	نہم
سلامٌ علیک اے جوارِ مدینہ	جوارِ سراپا بہارِ مدینہ	۲۴۴	از زمزم
گر حسن دولتے ست بہ گنجش آئینہ	ور ناز خاتمے ست بہ زیبش نگینہ	۲۴۴	ضمیمہ
نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے	وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے	۱۷۴	اوّل
لایا ہے دل پہ کتنی خرابی	اے یار تیرا حسن شرابی	۱۷۵	"
اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے	اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے	"	"
دل کو تیری دزدیدہ نظر لے گئی ہے	اب یہ نہیں معلوم کدھر لے کے گئی ہے	۱۷۶	"
نہ ہو اس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہ گاری	نشانِ شانِ رحمت بن گیا داغِ سیہ کاری	"	"
ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی	اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی	۱۷۷	"
آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے	تم تو یہ خوب کار پسندیدہ کر چلے	۱۷۸	"
اربابِ اشتیاق سے پردا نہ چاہیے	اے حسنِ خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے	۱۷۹	"
روشِ حسن مراعات چلی جاتی ہے	ہم سے اور اُن سے وہی بات چلی جاتی ہے	"	"
توڑ کر عہدِ کرم ناآشنا ہو جائیے	بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے	۱۸۰	"
اثر تیرے تغافل کا رقیبِ کامراں تک ہے	وجودِ رشک یعنی اضطرابِ بدگماں تک ہے	"	"
ترا ناز بھول بیٹھا مری سب نیازمندی	بغرورِ دلربائی بہ یقینِ دلپسندی	۱۸۱	"
تھی راحتِ حیرت کی کس درجہ فراوانی	میں نے غمِ ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی	"	"
سن چکے شکوے ملالِ خاطرِ ناشاد کے	ہم کہ خوگر ہیں سراپا لذتِ بیداد کے	۱۸۲	"
مے نوشیوں میں بے خبرِ دو جہاں رہے	ہم خوش رہے کہ بندۂ پیرِ مغاں رہے	"	"
اس نازنیں سے ہم کو جتنے گزند پہنچے	سب دل پذیر پہنچے سب دلپسند پہنچے	۱۸۳	"
یاد ہیں سارے وہ عیشِ بافراغت کے مزے	دل ابھی بھولا نہیں آغازِ الفت کے مزے	۱۸۴	"
میں ہوں مجبور دل ہے سودائی	رخصت اے صبر اے شکیبائی	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
خیالِ یار میں بھی رنگ ڈھونڈے یار پیدا ہے	یہ رنگیں ماجرا اے عشقِ شیریں کار پیدا ہے	۱۸۵	اوّل
رسمِ جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے	حُبِّ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے	"	"
اے گریۂ محرومی تو جانِ محبت ہے	تو جانِ محبت ہے ایمانِ محبت ہے	۱۸۶	"
کثرت سے التفات آموز سے نوشی نہ تھی	ورنہ خُم خانے میں ساقی مجھ کو بیہوشی نہ تھی	"	"
عرضِ کرم پہ ترکِ جفا بھی نہ کیجیے	ایسا نہ ہو کہ آپ ملا بھی نہ کیجیے	"	"
برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے	ہم نے اس شوخ کو مجبورِ حیا دیکھا ہے	۱۸۷	"
محبوبی و رنگینی میں جزوِ بدن تیری	سرشارِ محبت ہے خوشبو سے دہن تیری	"	"
ظاہر ملالِ رشکِ رقابت نہ کیجیے	بہتر یہی ہے اُن سے شکایت نہ کیجیے	۱۸۸	"
ستم ہو جائے تمہیدِ کرم ایسا بھی ہوتا ہے	محبت میں بتا اے ضبطِ غم ایسا بھی ہوتا ہے	"	"
کون اس نگہِ ناز کے قابو میں نہیں ہے	پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے	۱۸۹	"
بند ایسی شورشِ غم کس دلِ مضطر میں ہے	جس سے جنبش ہے زمیں کو آسماں چکر میں ہے	۱۹۰	"
قبضۂ یثرب کا سودا دشمنوں کے سر میں ہے	اب تو انصاف اس ستم کا دستِ پیغمبر میں ہے	۱۹۱	"
دل کی جو ترکِ عشق سے حالت بدل گئی	وہ بیخودی وہ خرمیِ بے خلل گئی	۱۹۲	"
دلِ مایوس کو سرچشمۂ صدق و صفا کر دے	گدازِ غم اگر چاہے تو مجھ کو باخدا کر دے	"	"
مر کے ہم خاکِ رہِ یار ہوئے	سُرمۂ چشم اعتبار ہوئے	۱۹۳	"
تسکیں ہو سکی نہ دلِ ناشکیب کی	سب ہم پہ کھل گئیں تری باتیں فریب کی	"	"
یہ آج ہم سے جو چاہت جتائی جاتی ہے	عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے	"	"
نظرِ یار سکوں بخشِ تمنا نہ ہوئی	التماسِ نگہِ شوق پذیرا نہ ہوئی	۱۹۴	"
حسن ہو جس میں وہ ہر شے جلوہ گر اس دل میں ہے	جذبۂ صورت پرستی میری آب و گل میں ہے	"	"
دل میں کیا کیا ہوسِ دید بڑھائی نہ گئی	روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی	۱۹۵	"
جو وہ نظر بسرِ لطفِ عام ہو جائے	عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مصرع اول	مصرع دوم	صفحہ	حصہ
دل آرزوِ شوق کا اظہار نہ کر دے	ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے	۱۹۱	دوم
روز و شب رویا کیے شام و سحر رویا کیے	رونے والے تیرے تجھ کو عمر بھر رویا کیے	۲۳۶	دوم
تمہیدِ صبحِ شوق کے سامان ہو گئے	جتنے تھے ان کے جور سب احسان ہو گئے	۲۴۰	″
ہر حال میں ناشادیٔ دل یاد رہے گی	پابندیٔ حرمانِ خداداد رہے گی	″	″
گر وفاداریٔ اغیار کا غوغا ہے یہی	جان سے ہم بھی گزر جائیں گے سوچا ہے یہی	۲۴۱	″
وہ عرضِ وصل پہ بگڑے حجاب کے بدلے	نگاہِ ناز نے پہلو عتاب کے بدلے	۲۴۲	″
تھا فزودہ بخششِ الٰہی !	پیغامِ نسیم صبح گاہی	″	″
زبسکہ ربط رہا ان کی سرگرانی سے	میں آشنا نہ ہوا عیشِ کامرانی سے	۲۴۳	″
جو دُور سے بھی نظر تجھ پہ یار ہم کرتے	ہزار جانِ گرامی نثار ہم کرتے	″	″
تاثیرِ برقِ حسن جو اُن کے سخن میں تھی	اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی	۲۴۴	″
سرورِ دلِ عاشقاں ماہِ خوبی	شہنشاہِ خوباں ہے وہ شاہِ خوبی	۲۴۵	″
غمِ زمانہ سے دل کو فراغ باقی ہے	ہنوز ان کی محبت کا داغ باقی ہے	″	″
اس درجہ تجھے مائلِ پرہیز نہ کرتے	ہم جور جو بے جا ترے انگیز نہ کرتے	″	″
بہت تحمل نے ترے رد سو دعا میری	یہ خوف ہے کہ دشمن نے کہیں خطا میری	۲۴۶	″
ان کو نہ کوئی سمجھے بیداد نہیں کرتے	ہم جور کے خوگر ہیں فریاد نہیں کرتے	″	″
میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے	اُس نے یہ بھی تو نہ پوچھا تری حالت کیا ہے	۲۴۷	″
جاں کبِ پئے دوست رواں ہو گئی	بے خبر کون و مکاں ہو گئی	″	″
ضیائے مہر ہے نورِ قمر ہے	جمالِ یار ہر سو جلوہ گر ہے	۲۴۸	″
چھپ چھپ کے رات دن آنسو بہانا یاد ہے	ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانا یاد ہے	۲۴۹	″
پڑے سو اک جھلک سی وہ دکھلا کے رہ گئے	مشتاقِ دید اور بھی للچا کے رہ گئے	۲۵۰	″
حور و غلماں پہ کیوں فدا ہوتے	اہلِ تقوا ہر جگہ [illegible] ہوتے	۲۵۱	″

		صفحہ	حصہ
مجھ کو مغلوب آن واپں نہ کرے	یوں بھی وہ امتحاں کہیں نہ کرے	۲۷۰	سوم
آپ نے قدر کچھ نہ کی دل کی	اڑ گئی مفت میں ہنسی دل کی	۲۸۱	دوم
نشانۂ ستم بے حساب رہنے دے	خراب حال و نا کو خراب رہنے دے	۲۸۲	دوم
مستی کے پھر آ گئے زمانے	آباد ہوئے شراب خانے	۲۷۰	سوم
خیالِ یار جو مصروفِ کار ہوتا ہے	قرار بخشِ دلِ بے قرار ہوتا ہے	۲۷۹	"
اس محو تغافل کی جفا میرے لیے ہے	صد شکر کہ اتنا تو روا میرے لیے ہے	۲۸۰	"
ترا کرم جو رنما میرے لیے ہے	یہ درد کہ ہے جانِ دوا میرے لیے ہے	"	"
نظارۂ پیہم کا صلا میرے لیے ہے	ہر سمت وہ رخ جلوہ نما میرے لیے ہے	۲۸۱	"
دل غم این و آں کی خو نہ کرے	اس سے تیری ہی آرزو نہ کرے	۲۸۲	"
عیش اے کیمیائے بہروزی!	وے بلبل سعادت اندوزی	"	"
دامِ گیسو میں ترے اک دلِ ناشاد بھی ہے	اے مرے بھول نے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے	۲۸۳	"
عشق میں خوف جاں سے درگزرے	ہم نے ٹھانی جو دل میں کر گزرے	"	"
زمانِ فصلِ گل آیا نسیم مشکبار آئی	دلوں کو مژدہ ہو پھر جوش مستی کی بہار آئی		"
شبِ فرقت میں یاد اس بے خبر کی بار بار آئی	بھلانا ہم نے بھی چاہا مگر بے اختیار آئی	۲۸۴	"
چھپتے تجھے اس نے جو خود نمائی کی	انتہا تھی یہ دل ربائی کی	۲۸۵	"
دے گئی کام غم شوق کی تاثیر مجھے	مہرباں مجھ پہ ہوئے پا کے وہ دلگیر مجھے	۲۸۶	"
ہے جانے فصلِ گل میں اے دل یہ بے خروشی	مستانہ کیوں نہ گزرے ہنگامِ بادہ نوشی	"	"
کون یہ دست بہ شمشیر نظر آتا ہے	مجھ کو اک عالمِ تصویر نظر آتا ہے	۲۸۷	"
گھر کے آخر آج برسی ہے گھٹا برسات کی	میکدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی	۳۰۸	چہارم
مرادِ آرزو دے بے ناز تمنا ہے	مرے دل سے کوئی پوچھے کہ تو اے فتنہ گر کیا ہے	۳۰۹	"
جہاں جاؤ جہانِ عشق میں اک شور برپا ہے	جدھر دیکھو تمہارے حسن دل افروز کا چرچا ہے	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
نہ وہ راتوں کا آنا ہے نہ وہ دن کا ملانا ہے	خفا ہو کر انہیں نہ منظر میرا ستانا ہے	۲۱۰	چہارم
جذبۂ شوق کدھر کو لیے جاتا ہے مجھے	پردۂ راز سے کیا تم نے پکارا ہے مجھے	〃	〃
ہمیں وقفِ غم سر بسر دیکھ لیتے	وہ تم کچھ نہ کرتے مگر دیکھ لیتے	۲۱۱	〃
پایا کہیں جو شکوہ گذارِ جفا مجھے	بولے وہ ہنس کے آپ نے یہ کیا کہا مجھے	〃	〃
ہونا پڑے جو آپ کے در سے جدا مجھے	دنیا میں اس گھڑی کو نہ رکھے خدا مجھے	۲۱۲	〃
ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے	مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے	〃	〃
خلوص اب ہم وہ لائیں گے کہاں سے	نکل کر حلقۂ پیر مغاں سے	۲۱۳	〃
وہ کیوں بگڑے مرے شورِ فغاں سے	شکایت ان سے تھی یا آسماں سے	〃	〃
میانِ یاس شوق آیا کہاں سے	نہ ہو وہ بدگماں مجھ نیم جاں سے	۲۱۴	〃
لبِ یار شکر فشاں ہو رہا ہے	شکار دلِ دوستاں ہو رہا ہے	〃	〃
غزل گوئی رہی یکتا میانِ عاشقاں میری	کہاں سے پھر کوئی لاتا بیاں میرا زباں میری	۲۱۵	〃
کیا وہ اب نادم ہیں اپنے جور کی بیداد سے	لائے ہیں میرے جو آخر مجھ کو فیض آباد سے	〃	〃
محبت کیوں کرو گر ہو نہیں سکتی وفا مجھ سے	یہ تم نے کیا کہا مجھ کو یہ تم نے کیا کہا مجھ سے	۲۱۶	〃
محبت کے عوض رہنے لگے ہر دم خفا مجھ سے	کہو تو ایسی کیا سرزد ہوئی آخر خطا مجھ سے	۲۱۷	〃
کرتے تو ہو اگرچہ منظر ہے عتاب کی	ہم کو ہے اس عذاب میں راحت ثواب کی	〃	〃
دل اور تہیۂ ترکِ خیالِ یار کرے!	کسے یقین ہو کون اس پہ اعتبار کرے	۲۱۸	〃
ان کو جو شغلِ ناز سے فرصت نہ ہو سکی!	ہم نے یہ کہہ دیا کہ محبت نہ ہو سکی	۲۱۹	〃
ہر بات میں اک شان ہے بیساختہ پن کی	تصویر ہے تقریر تری حسنِ سخن کی	۲۲۰	〃
حشر خزاں سے پھر صاحبِ سلامت ہونے والی ہے	ابھی اک اور بھی برپا قیامت ہونے والی ہے	〃	〃
نگاہِ اہلِ نظر میں وہ نور بن کے رہے	قلوبِ اہلِ ولا میں سرور بن کے رہے	〃	〃
حسرت کشاہی درد ہیں لبِ تشنگانِ عاشقی	سیراب غم کر دے ہمیں پیر مغانِ عاشقی	۲۲۲	پنجم

		صفحہ	حصہ
برکتیں سب ہیں عیاں دولتِ روحانی کی	واہ کیا بات ہے اس چہرۂ نورانی کی	۳۴۳	پنجم
عشقِ بتاں کو جی کا جنجال کر لیا ہے	آخر یہ میں نے اپنا کیا حال کر لیا ہے	〃	〃
عقل سو حاصل ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے	عشق جب دینے لگا تعلیمِ نادانی مجھے	۳۴۴	〃
اور بھی ہو گئے بیگانہ وہ غفلت کر کے	آزمایا جو انہیں ضبطِ محبت کر کے	〃	〃
گھبرا کے تغافل سے تمنا ہے ستم کی	حالت کوئی دیکھے ترے مجبورِ الم کی	〃	〃
مقرر کچھ نہ کچھ اس میں رقیبوں کی بھی سازش ہے	وہ بے پروا الٰہی مجھ پہ کیوں گرمِ نوازش ہے	۳۴۵	〃
وہ جب یہ کہتے ہیں تجھ سے خطا ضرور ہوئی	میں بے قصور بھی کہہ دوں کہ ہاں حضور ہوئی	〃	〃
دل جو اس نرگسِ مخمور کا دیوانہ ہے	بے خبر کاہے کو ہشیار ہے فرزانہ ہے	۳۴۶	〃
خو سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی	جن کو دامن کی خبر ہے نہ گریبانوں کی	〃	〃
فہمائے ترکِ تمنا نہیں ہے	دلِ زار ابھی ان کو سمجھا نہیں ہے	۳۴۷	〃
شبِ وصلِ صنم ہے وقتِ عیش و کامرانی ہے	ہجومِ آرزو و جیدو فورِ شادمانی ہے	۳۴۸	〃
حالِ مجبوریٔ دل کی نگراں ٹھہری ہے	دیکھنا وہ نگہِ ناز کہاں ٹھہری ہے	〃	〃
ہجر میں یادِ یار آتی ہے	راحتِ غم شکار آتی ہے	۳۴۹	ششم
کیا کام انہیں پرسشِ اربابِ وفا سے	مرتا ہے تو مر جائے کوئی ان کی بلا سے	〃	〃
جنوں نے دل سے وہ حسِ بھی مٹا دی	کرے جو امتیازِ رنج و شادی	۳۴۲	〃
چلی سایۂ مستی میں آج کیا ہی	نسیمِ رحمت و فضلِ الٰہی !	〃	〃
ہوتی ہے روز بارشِ عرفاں مرے لیے	گویا بہشتِ عشق ہے زنداں مرے لیے	۳۴۳	〃
ہیں وہ با وصفِ شانِ خودکامی !	جانِ محبوبی و دل آرامی	〃	〃
مرا ایماں عجب کیا ہے جو ایمانِ تصوف ہے	تصوف جانِ مذہب عاشقی جانِ تصوف ہے	۳۴۴	〃
اگر شوق کی وہ نمایاں نہ ہو گی	تو ان تک ہوئی ہے رسائی نہ ہو گی	〃	〃
ہے عشق میں حال کی خرابی	عاشق کو نویدِ کامیابی	۳۴۷	〃

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
ترے درد کو جس سے نسبت نہیں ہے	وہ راحت مصیبت ہے، راحت نہیں ہے	٢٢٥	ششم
آسان حقیقی ہے نہ کچھ سہل مجازی!	معلوم ہوئی راہِ محبت کی درازی!	٢٢٦	"
روشن جمالِ یار سے دُنیائے عشق ہو	گویا شرابِ حُسن بہ مینائے عشق ہے	"	"
اہلِ ہوس کو بھی سرِ سودائے عشق ہو	یہ کفر ہے یہ دعوئی بیجائے عشق ہے	٢٢٧	"
محمل نشینِ دردِ جو لیلائے عشق ہے	سوز و گداز مذہبِ شیدائے عشق ہے	"	"
تاباں جو نورِ حسن بہ سیمائے عشق ہے	راحت فزائے دل ہو جو ایذائے عشق ہے	٢٢٨	"
از بسکہ یادِ یار مسیحائے عشق ہے	کس درجہ دل پذیر تماشائے عشق ہے	"	"
بجا ہے دلِ زار کی ناصبوری	کہاں تک اٹھائے کوئی رنجِ دوری	٢٢٩	"
ترے کوچے میں جس دن سے آ بیٹھے	غمِ دُنیا کو دل سے بھلا بیٹھے	"	"
وہ چپ ہو گئے مجھ سے کیا کہتے کہتے	کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے	٢٣٠	"
آہ دلِ عشاق نوا ساز نہیں ہے	اس نغمۂ جاں سوز میں آواز نہیں ہے	"	"
پہلے تھیں خدا اُسے شوقِ شکار دے	پھر یہ کہ وہ ہمیں کو نشانہ قرار دے	٢٣١	"
مرید آپ کے اہلِ صفا کے پیر ہوئے	جو تھے فقیر امیروں کے وہ امیر ہوئے	"	"
ہم پر جنوں کی تہمت بیجا ابھی سے ہو	ہنگامۂ بہار کا غوغا ابھی سے ہے	٢٣٢	"
عاشق کو ہوئی فنا سے فائق	پیغام حیات حب واثق	"	"
علیؓ کے لال زہراؓ کے دولارے	رسول اللہؐ کی آنکھوں کے تارے	٢٣٣	"
کم رہوں کی رہ نمائی کیجئے	یا علیؓ مشکل کشائی کیجئے	٢٣٣	"
ترکِ شانِ کج ادائی کیجئے	آئیے ہم سے صفائی کیجئے	"	"
اک ان کے سوا جب تھے ہم کسی کے	الٰہی وہ دن کیا ہوئے عاشقی کے	٢٣٤	"
کیا کیا نہ ہجر میں ترے ناشاد کر چکے	اب یہ سمجھ کے چپ ہیں کہ وہ یاد کر چکے	٢٩٤	ہفتم
تیری جفا بھی ہے وفائے کمالِ دلبری	تیرے ستم سے جیتے ہیں لوگ کمالِ دلبری	٢٩٥	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
حسینوں میں آج ایک تم سا نہیں ہے	خوشامد فقیروں کا شیوا نہیں ہے	۱۹۹	ہفتم
عاشقوں سے نا روا ہے بیوفائی آپ کی	حد سے بڑھ جائے نہ شانِ کج ادائی آپ کی	۲۱۶	ہشتم
کس قدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی	بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی	۲۱۸	〃
شوق پر اب تک نہیں ثابت نکھائی آپ کی	کس قدر ہشیار ہے بے اعتنائی آپ کی	〃	〃
نمائش کرتی ہیں رنگینیاں کب آنکھ سے مضموں کی	عبادت ہے یہ اس جانِ جہاں کے عشق موزوں کی	۲۱۹	〃
عقدہ وصالِ یار کا حل ہو تو جانیے	خوف خلوص و علم و عمل ہو تو جانیے	۲۲۰	〃
من تو سے پریت لگائی کنہائی	کاہو اور کی سرت اب کا ہے کا آئی	〃	〃
خبر کیا تھی ترے عزمِ سفر کی	روانی ترک چکی اب چشمِ تر کی	۲۲۳	نہم
گلشن میں نہ دل بلبل ناکام لگائے	پنہاں یہیں صیاد بھی ہے دام لگائے	۲۲۵	〃
کوشش وصالِ یار کی مقدور ہو چکی	اب ہم سے خدمتِ دلِ رنجور ہو چکی	〃	〃
منحصر وقت مقرر پہ ملاقات ہوئی	آج یہ آپ کی جانب سے نئی بات ہوئی	۲۲۶	〃
شوق کہاں آرزوِ شوق نہ ہے	جس سے جہاں مست مئے ذوق ہو	〃	〃
کہاں گئے مو سے بادری بنا کے	بادری بنانے کے جھلکیا دکھائے کے	〃	〃
آنکھ تیری بھی تا سحر نہ لگے	عاشقوں کی کہیں نظر نہ لگے	۲۲۹	دہم
ہر دم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے	امیدوار وعدۂ لیلیک ہم رہے	〃	〃
آشنا ہو کر نظر نا آشنا کرنے لگے	ہم سے کیا دیکھا کہ تم پاسِ حیا کرنے لگے	〃	〃
ترے در کی خاک ہو کر دو جہاں میں نام کرتے	ابھی اور بھی وہیں ہم کوئی دن قیام کرتے	۲۳۰	〃
نہ صورت کہیں شادمانی کی دیکھی!	بہت سیر دنیائے فانی کی دیکھی	〃	〃
دردِ دل کی انہیں خبر نہ ہوئی	کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی	۲۳۱	〃
باقی ہے جو کچھ خلش دردکھو کی	اب تک یہ مرے دل میں نشانی ہے کسو کی	〃	〃
مو پہ رنگ نہ ڈار مراری	بنتی کرت ہوں تمہاری	۲۳۲	〃

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
یادِ شہر و کوئے یار آنے لگی	آرزو کو بوئے یار آنے لگی	۴۶۵	یازدہم
تحسین ہے لب پہ ترے دشنام نہیں ہے	الزام تمنا کوئی الزام نہیں ہے	"	"
مرے بعد گزرے وہ مشقِ ستم سے	ندامت کے پہلو نمایاں ہیں غم سے	۴۶۶	"
ترے غم سے مدد جب دل نے چاہی	مٹی سب ظلمِ عصیاں کی سیاہی	"	"
طلب عادت نہیں اہلِ رضا کی	یہ لغزش تھی زبانِ مدعا کی	"	"
ترا حق ہے بحکمِ خود نمائی	شہنشائی بہ ملکِ دلربائی	۴۶۷	"
فراقِ یار میں حیرت کا طرفہ عالم ہے	کہ اس کے جوش میں گم فرقِ شادی و غم ہے	"	"
پھر اک شوقِ لبِ یار کی آرزو ہے	طوافِ درِ یار کی آرزو ہے	۴۶۸	"
دیدۂ دل سے بہارِ حسنِ خوباں دیکھئے	صورتِ انساں میں بھی اک عالمِ جاں دیکھئے	"	"
بنے وہ رونقِ محفل جس انجمن میں رہے	رہے بہارِ چمن ہو کے جس چمن میں رہے	"	"
دل کو غم کو غم سے بیگانہ بنا دے	اے جلوۂ جاناں مجھے دیوانہ بنا دے		"
محبوب ہیں محبوب کی ہر بات بجا ہے	اب مجھ سے تغافل بھی وہ فرمائیں تو کیا ہے	۴۶۹	"
مجھے اے دل انہیں گلا نہ رہے	تو رہے برقرار یا نہ رہے	۴۷۰	"
پسند شوق ہے آب و ہوا مدینے کی	عجب بہار ہے صلِ علیٰ مدینے کی	۴۷۲	دوازدہم
جوشِ غم کو موجبِ عیشِ فراواں کیجئے	جی میں ہے اب اس علاجِ ہجر حرماں کیجئے	"	"
میسر ہے شاہِ نجف کی غلامی	زہے کامرانی زہے شاد کامی	۴۷۷	"
تری یاد بے اختیار آ رہی ہے!	تمنا کی فصلِ بہار آ رہی ہے	"	"
اُسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے	نمودِ حسن بے صورت کہاں ہے	۴۷۸	"
تیرِ ناز آئے تو انکا آزمانے کے لیے	پیش کرتے ہیں دل اپنا ہم نشانے کے لیے	۴۷۹	"
قسمتِ شوق آزما نہ سکے	اُن سے ہم آنکھ بھی ملا نہ سکے	"	"
یہ جو آویزہ تیرے کان میں ہے	جانِ خوبی مرے گمان میں ہے	۴۸۰	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
وجہ کیا خواب میں نہ آنے کی	شرم انہیں ہو نہ روٹھ جانے کی	۴۸۱	دوازدہم
غیر دیکھی غمِ ہجراں سے جو حالت میری	خواب میں آئے سُنانے وہ شکایت میری	۴۸۲	"
رُو بیٹھنے پر بھی مجھے بھول نہ جانیوالے	اے بہ دورانِ سفر خواب میں آنیوالے	۴۸۴	"
دن رات کی نوک جھونک بنی ہے دل و دماغ کا دشمن ہے	کیا تم نے یہ دل میں ٹھانی ہے معلوم نہیں کیا ٹھانی ہے	۴۸۷	"
یادِ یارِ بے نشاں آنے لگی!	اور یہ پیری میں کہاں آنے لگی	"	"
بے مہری اہلِ دل سے اس بُت کی دیدنی ہے	قصہ ہمارے غم کا یارو شنیدنی ہے	۴۸۹	"
آنکھ اس کی جو فتنہ بار اُٹھی!!	ہر طرف الاماں پکار اُٹھی	"	"
مداوائے دلِ دیوانہ کرتے	یہ کرتے ہم تو کچھ اچھا نہ کرتے	۴۹۱	"
ہم رات کو اُٹھی کے حسینوں کی کہانی	سُنتے رہے رنگینیٔ زلیخا کی زبانی	۴۹۲	"
تمہارا ناز فرمانا بُرا ہے	ہمارا ہوش میں آنا بُرا ہے	۴۹۳	"
بری ہو کے اندیشۂ بیش و کم سے	ہم آسان گذرے حدودِ حرم سے	۴۹۴	"
بہ ملکِ تمنا بصد طرفہ کاری	ترا شوق کرتا رہے شہریاری	۴۹۵	"
کھِلے جس سے گلہائے امیدواری	سواری تری ہے کہ بادِ بہاری	"	"
مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے	تری آرزو رہنما ہو گئی ہے	"	"
کیا کہوں تم سے مدعا کیا ہے	کاش میں خود ہی جانتا کیا ہے	۵۰۲	ضمیمۂ الف
تصور میں بھی ان کے کچھ عجب عالم نکلتا ہے	اسی پر تو مری حیرانیوں کا دم نکلتا ہے	۵۰۳	"
دل کرِ فکرِ سوال کرتا ہے	شوقِ امرِ محال کرتا ہے	"	"
میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی	خیر پھر صاحب سلامت ہو گئی	۵۱۵	"
ہائے رے بربادِ سامانی مری	بے کسی کرتی ہے دربانی مری	۵۱۵	"
کہا کیا ان کے دردِ دل نشیں سے	کوئی پوچھے دلِ اندوہگیں سے	۵۱۶	"
مضطر ہے بہت مری طبیعت کئی دن سے	دیکھی جو نہیں آپ کی صورت کئی دن سے	"	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
ہزاروں بار نکلے اشک لیکن پھر بھی کم نکلے	الٰہی اور کیسے آرزو سے چشمِ نم نکلے	۵۱۷	ضمیمہ الف
وہ جو بے چین ہوئے دیکھ کے حالت میری	ہو گئی اور پریشان طبیعت میری	"	"
فکرِ آزادی و آرام سے آزاد رہے	عمر بھر خوب ہوا قیدیٔ صیاد رہے	۵۱۸	"
کہاں شکوے تجھے جورِ نارَوا کے	کہاں اب شوق ہیں ان کی جفا کے	"	"
خدا جانے تجھے اے دل تمنا سے شفا کیوں ہے	یہ ان کے روٹھنے بے وجہ آخر تو خفا کیوں ہے	۵۱۹	"
غمِ ہجراں کا یا رب کس سے اب ماجرا کہیے	نہ کہیے گر تو کیا کیجئے اگر کہیے تو کیا کہیے	"	"
وہی آرزوئیں ہیں حسرت وہی ہے	مجھے تم سے اب تک محبت وہی ہے	۵۲۰	"
جفا تیری بہت اے بے مروت بڑھتی جاتی ہے	ہمیں بھی خواہشِ ترکِ محبت بڑھتی جاتی ہے	"	"
بہار آئی ہے ساقی بادۂ گلگوں پلانا بھی	کہاں کی پارسائی کیسی توبہ جام لانا بھی	۵۲۱	"
نہ ملے گر نہیں ملتا کوئی	یاں بھی پروا نہیں کرتا کوئی	"	"
از دل شدگاں حجاب تا کے	یعنی ز من اجتناب تا کے	"	"
ہم پہ طعنے ہیں ترکِ الفت کے	یہ نئے ڈھنگ ہیں شرارت کے	۵۲۲	"
فکر سے تو نہ ہوا وصل کا ساماں کوئی	تو ہی تدبیر بتا اے دلِ ناداں کوئی	"	"
تاثیر صبر کی ہے نہ میری دعا کی ہے	وہ مائلِ وفا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے	۵۲۳	"
چادر میں چھپے ہوئے حیا سے	کیا کہیئے وہ آئے کس ادا سے	"	"
بے کل سے مجھے راحت ہو گی	چھیڑ دیں آپ عنایت ہو گی	"	"
رنجِ ہجراں میں قیامت کا مزا ہوتا ہے	دردِ الفت بھی غضب عیش فزا ہوتا ہے	۵۲۴	"
حسرتِ زار کو یارانِ وطن بھول گئے	مرغِ پابند کو مرغانِ چمن بھول گئے	"	"
ساقی ہے جوشِ گل ہے لبِ جوئبار ہے	توبہ بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے	۵۲۵	"
پھر تغافل کس لیے ہے گر محبت دل میں ہے	سچ بتا کیا تیرے آخر بے مروت دل میں ہے	"	"
وارفتگانِ جلوۂ جاناں کدھر گئے	اے شخص بیخودی ترے مہماں کدھر گئے	۵۲۶	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

		صفحہ	حصہ
جھوم جھوم آنے لگے ابر بہاری دیکھئے	کب تلک باقی رہے پرہیزگاری دیکھئے	۵۲۶	ضمیمہ الف
سروں کو ہو گیا ہے انس شوق پائمالی کر	نہ پوچھو اس شرابی کے خرام لاابالی سے	۵۲۷	〃
خود بجان آیا ہوں جو خاطر غمناک سے	میں نہیں ڈرتا تمہارے خنجر بیباک سے	〃	〃
آشنا ہیں جلوہ ہائے ساقی مخمور سے	کیا غرض ہم کو بیان ماجرائے طور سے	۵۲۸	〃
عذر گناہ پہ بھی اس درجہ کج ادائی	اللہ ری کم نگاہی اللہ ری بے وفائی	〃	〃
شرم جفا سے لطف سراپا بنے ہوئے	وہ آج کل ہیں جان تمنا بنے ہوئے	۵۲۹	〃
دل بے ناداں کہ تری صورت نہ یاد رکھی	آنکھ حیران کہ اک حسن کی دنیا دیکھی	۹۳	ضمیمہ ب
ہر دم انہیں یاد ہے کسی کی	چھپتی نہیں بات عاشقی کی	[illegible]	〃
کس درجہ دلپذیر ہے پوشش نقاب کی	آئینہ دار آپ کے حسن شباب کی	[illegible]	〃
پھر کہاں دل رہے ، کہاں تم ہے	جب تمہیں اس پہ مہرباں نہ رہے	[illegible]	〃
ہم نے ہر بات اپنی حق میں جانی آپکی	مہربانی ہو کہ ہو نا مہربانی آپ کی	[illegible]	〃
ہر سمت مری چشم تمنا نگراں ہے	معلوم نہیں جلوۂ جانانہ کہاں ہے	[illegible]	〃
نہ پوچھو خاطر بسمل میں کیا ہے	یہ خود سوچو تمہارے دل میں کیا ہے	[illegible]	〃
قیمت مے کہ بہ پیمانۂ جاں ہے ساقی	کون کہتا ہے کہ یہ نرخ گراں ہو ساقی	[illegible]	〃
نظر حسن کی ہے بینائی	آپ کی شان جلوہ فرمائی	[illegible]	〃
جسم سنگ کعبہ میں کیفیت جاں دیکھئے	پرتشش اسود سے پیدا بعض ایماں دیکھئے	〃	〃

فہرست متفرقات

		صفحہ	حصہ
طالب ہوں فیض غم کا اک حسن بے نشاں سے	دست سوال میرا اونچا ہے آسماں سے	[illegible]	〃
تخمیس حسرت موہانی بر غزل حافظ	سلامے چو بوئے خوش آشنائی	۵۳۱	دوم
〃 〃 〃 خسرو	اے میر ہم پہ شکر فروشاں	〃	〃

		صفحہ	حصہ
تخمیس حسرت موہانی بر غزل خسرو	ے دیوانہ شدم در آرزویت	۲۴۳	دوم
" " " حافظ	ے بگفتم ساقی فرخندہ پے را	"	"
قطعۂ تاریخ پیدائش رضوان سلمہٗ	ے ثانی حسرت موہانی ۱۳۲۱ھ	۲۲۹	ششم
قطعۂ تاریخ سیاسی متعلق بتحریک سویت	ے ملکی ہوئی جانداد شخصی	"	"
رباعی در منقبت حضرت غوث پاک	ے غوث الاعظم جو دستگیری نکین	"	"
قطعۂ تاریخ غزل لائیڈ جارج مجوزہ			"
شعیب قریشی	ے مردک نام کا اترا شحنہ	۲۲۵	"
مخمس ہندی اردو، فارسی، عربی	ے الصبح بدا من طلعتہٖ	۲۲۰	ہشتم
ٹھمری حسرت موہانی	ے کہاں چھپائے رہے گردھاری	۲۵۳	نوجیم
ترجمہ قول حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی	ے چو سبز آید از ذکر مولا بود	"	"
تخمیس مطلع عراقی	ے خمارۂ قلندر سزادار بمن غانی	۲۵۴	"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصّہ اوّل

جس میں سیّد فضل الحسن حسرت موہانی بی۔اے اڈیٹر رسالہ اُردوئے معلّیٰ علی گڑھ کی وہ کُل غزلیں درج ہیں جو اُردوئے معلّیٰ اور ملک کے دوسرے ادبی رسالوں میں چھپ کر مشہور و مقبول ہو چکی ہیں

از سنہ ۱۹۰۳ تا سنہ ۱۹۱۲

اِن غزلوں کا ایک بڑا حصہ اُس زمانہ کی تصنیف ہے جو بحالتِ قیدِ فرنگ اوائل ۱۹۰۸ سنہ تا سنہ ۱۹۰۹ علی گڑھ ڈسٹرکٹ جیل و نینی سنٹرل جیل میں بسر ہُوا تھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزو سپاس کا — جبکہ صفاتِ یار میں دخل نہ ہو قیاس کا
عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہانِ بیخودی — جانِ حزیں بن گئی حیرتِ بے قیاس کا
رونقِ پیرہن ہوئی خوبیِ جسمِ نازنیں — اور بھی شوخ ہو گیا رنگ ترے لباس کا
لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں — قلبِ گناہگار میں نام نہیں ہراس کا
دل کو جو تجھ سے واسطہ لب پہ ہو نام مصطفےٰ — وقت جب آئے اے خدا خاتمہ ہو اس کا

طے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملہ
جانِ امیدوار کا حسرتِ محوِ یاس کا

حسنِ بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا — کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنا کر دیا
بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بے تابیاں — ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پڑھ کے تیرا خط مرے دل کی عجب حالت ہوئی — اضطرابِ شوق نے اک حشر برپا کردیا
ہم رہے یاں تک تری خدمت میں سرگرمِ نیاز — تجھ کو آخر آشنائے نازِ بے جا کردیا
اب نہیں دل کو کسی صورت کسی پہلو قرار — اُس نگاہِ ناز نے کیا سحر ایسا کردیا
عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں کے مرتبے — مہر ذرّوں کو کیا قطروں کو دریا کردیا
کیوں نہ ہوں تیری محبت سے منور جان و دل — شمع جب روشن ہوئی گھر میں اُجالا کردیا
تیری محفل سے اُٹھاتا غیر مجھ کو کیا مجال — دیکھتا تھا میں کہ تُو نے بھی اشارا کردیا

سب غلط کہتے تھے لطفِ یار کو وجہِ سکوں
دردِ دل اُس نے تو حسرت اور دونا کردیا

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا — طُرفہ عالم ہے ترے حسن کی بیداری کا
مایۂ عشرتِ بے حد ہے غمِ قیدِ وفا — میں شناسا بھی نہیں رنجِ گرفتاری کا
جورِ پیہم نہ کرے شانِ توجہ پیدا — دیکھ بدنام نہ ہو نام ستمگاری کا
ہیں جو اے عشق تری بے خبری کے بندے — بس ہو ان کا تو نہ لیں نام بھی ہشیاری کا

کٹ گیا قید میں ماہِ رمضاں بھی حسرت
گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

تجھ سے وہ ملا شوق سے اور تجھ نے نہ جانا — حسرت کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانا
ہے ایک درِ پیرِ مغاں تک تو رسائی — ہم بادہ پرستوں کا کہاں اور ٹھکانا
مخصوصِ غمِ عشق ہیں ہم لوگ ہمارا — اچھا نہیں اے گردشِ افلاک ستانا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

صد شکر غمِ ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ — جو دل ہے ترے تیرِ محبت کا نشانہ
اب عشق کا وہ حال نہ ہے حُسن کا وہ رنگ — باقی ہے فقط عہدِ تمنا کا فسانہ

آتی ہے تری یاد، سو حسرت کو شبِ غم
ہر بار اُسے قصۂ دل کہہ کے سُنانا

کوئی بھی پُرساں نہیں حالِ دلِ رنجور کا — یہ ستم دیکھو دیارِ شوق کے دستور کا
جاتے جاتے رہ گیا وہ نازِ بے جائے وصال — ناز بردارِ اثر ہوں گریۂ مجبور کا
سر اٹھائے بزمِ جاناں میں بھلا کس کی مجال — رعب غالب ہے یہاں اُس کے جلوۂ مغرور کا
ہے غضب کی دلفریبی آج حُسنِ ماہ میں — بھر بھی دے اک جام ساقی بادۂ پُرزور کا
خاطرِ مایوس میں نقشِ اُمیدِ وصلِ یار — نُور ہے صحرا میں گویا اک چراغِ طور کا
یک قلم بے سود ہے اظہارِ حالِ آرزو — حُسنِ بے پروا کے آگے عشقِ نامنظور کا
مستیٔ عیشِ دو عالم کی نہیں پروا مجھے — دیکھنے والا ہوں میں اس نرگسِ مخمور کا

ہے سپردِ خاک حسرت واں جو اک یارِ عزیز[۱]
قصدِ اک مدت سے ہم رکھتے ہیں گورکھپور کا

دل کو خیالِ یار نے مخمور کر دیا — ساغر کو رنگِ بادہ نے پُرنور کر دیا
مانوس ہو چلا تھا تسلی سے حالِ دل — پھر تُو نے یاد آ کے بدستور کر دیا
گستاخ دستیوں کا نہ تھا مجھ میں حوصلہ — لیکن ہجومِ شوق نے مجبور کر دیا
کچھ ایسی ہو گئی ہے ترے غم میں مبتلا — گویا کسی نے جان کو مسحور کر دیا

---

۱ اشارہ بجانب عزیز اللہ مرحوم گورکھپوری کہ یکے از عزیز ترین احباب فقیر بود۔ (حسرت)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بے تابیوں سے چھپ نہ سکا ماجرائے دل — آخر حضورِ یار بھی مذکور کر دیا
اہلِ نظر کو بھی نظر آیا نہ روئے یار — یاں تک حجابِ نور نے مستور کر دیا

حسرت بہت ہے مرتبۂ عاشقی بلند!
تجھ کو تو مفت لوگوں نے مشہور کر دیا

ہم نے کس دن ترے کوچے میں گزارا نہ کیا — تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا
ایک ہی بار ہوئیں وجہِ گرفتاریِ دل — التفات اُن کی نگاہوں نے دوبارا نہ کیا
محفلِ یار کی رہ جائے گی آدھی رونق — ناز کو اُس نے اگر انجمن آرا نہ کیا
طعنِ احباب سُنے، سرزنشِ خلق سہی — ہم نے کیا کیا تری خاطر سے گوارا نہ کیا
جب دیا تم نے رقیبوں کو دیا جامِ شراب — بھول کر بھی مری جانب کو اشارا نہ کیا
روبرو چشمِ تصور کے وہ ہر وقت رہے — نہ سہی آنکھ نے گر اُن کا نظارا نہ کیا

گو یہی ہے ستمِ یار تو ہم نے حسرت
نہ کیا کچھ بھی جو دُنیا سے کنارا نہ کیا

چہرۂ یار سے نقاب اُٹھا — دل سے اک شورِ اضطراب اُٹھا
رات پیرِ مغاں کی محفل سے — جو اُٹھا مست اُٹھا خراب اُٹھا
ناز بے جا اُٹھائے تھے اُن کے — اے دل اب نازِ اضطراب اُٹھا
ہم تھے بیباک اور وہ محجوب — شب غرض لطفِ بے حساب اُٹھا
تھے اسی پر بناء کے دعوے — سر تو اے شوخِ بے حجاب اُٹھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مے کشوں سے نہ محتسب کی چلی — آخرِ کار لاجواب اٹھا
اس قیامت خرام کو یوں چھیڑ — حشر آسا جوشِ اضطراب اٹھا

مست صہبائے شوق ہے حسرت
ہم نشیں! ساغرِ شراب اٹھا

ہجومِ بے کسی کو وجہِ لطفِ بے کراں پایا — کہ ہم نے آج اس نامہرباں کو مہرباں پایا
عجب تھا رنگ بزمِ یار میں نیرنگِ عالم کا — کسی کو سرنگوں دیکھا کسی کو شادماں پایا
ستم سمجھے ہوئے تھے ہم تری بے اعتنائی کو — مگر جب غور سے دیکھا تو اک لطفِ نہاں پایا
کسے فرصت تمہاری جستجوئے شوق بے حد سے — ابھی ہم نے کہاں ڈھونڈا ابھی تم نے کہاں پایا
نہ سمجھا بانیِ جور و جفا اس شوخ کو کوئی — کہ ہم نے جس کو پایا شکوہ سنجِ آسماں پایا
نہ پا سکتے کبھی پابند رہ کر قیدِ ہستی میں — سو ہم نے بے نشاں ہو کر تجھے او بے نشاں پایا
حقیقت نالۂ دل سے کھلی غمہائے پنہاں کی — سنا شورِ جرس جس نے نشانِ کارواں پایا
ہنسی عبرت ہوئی جب رنگِ گل کی بے ثباتی نے — چمن میں عندلیبِ سادہ دل کو شادماں پایا

نہ جانے کوئی میری وضعِ رسوا پر کہ اے حسرت
کمالِ عاشقی نے مجھ کو یکتائے زماں پایا

پیہم دیا پیالۂ مے برملا دیا — ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا
اُس حیلہ جو نے وصل کی شب ہم کو ٹوک کر — نیرنگِ روزگار کا عالم دکھا دیا
اللہ ری بہار کی رنگ آفرینیاں — صحنِ چمن کو تختۂ جنت بنا دیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب وہ ہجومِ شوق کی سرمستیاں کہاں — مایوسیِ فراق نے دل ہی بجھا دیا

حسرت یہ وہ غزل ہے جسے سُن کے سب کہیں
مومن سے اپنے رنگ کو تُو نے ملا دیا!

اضطرابِ عاشقی پھر کارفرما ہو گیا — صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا
سادگی ہائے تمنا کے مزے جاتے رہے — ہو گئے مشتاق ہم اور وہ خود آرا ہو گیا
وائے ناکامی نہ سمجھا کون ہے پیشِ نظر — میں کہ حُسنِ یار کا محوِ تماشا ہو گیا
بعدِ مُدت کے ملے تو شرم مجھ سے کس لیے — تم نئے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا
نوجوانی بھی کوئی شیدا نہ تھا میرے سوا — ایک حُسنِ کار کا وہ بھی زمانا ہو گیا
شورشیں جاتی رہیں وہ آرزوئے وصل کی — رنجِ دُوری مرہمِ زخمِ تمنا ہو گیا
سحر وہ کیا تھا نگاہِ آشنائے یار میں — جو دلِ بیمار کے حق میں مسیحا ہو گیا
ضبط سے رازِ محبت کا چھپانا تھا محال! — شوق گر پنہاں ہُوا غم آشکارا ہو گیا

ہے زبانِ لکھنؤ میں رنگِ دہلی کی نمود!
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

نہاں شانِ تغافل میں ہے رمزِ امتیاز اُس کا — باندازِ جفا ہے التفاتِ دلنواز اُس کا
نگاہِ آرزو تابِ نگاہِ یار کیا لاتی — اگر حائل نہ ہو جاتا حجابِ کارساز اُس کا
غلط ہے شکوہ سنجی میرے عشقِ ناشکیبا کی — تجاہل کرتا ہے جو کرتا ہے حُسنِ بے نیاز اُس کا
چُھڑایا دم زدن میں دل کو فکرِ شادی و غم سے — قیامت پُر اثر تھا جلوۂ حیرت فزا اُس کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیارِ شوق میں ماتم بپا ہے مرگِ حسرت کا
وہ وضعِ پارسا اُس کی وہ عشقِ پاکباز اس کا

بر سرِ ناز وہ از راہِ کرم پہنچا تھا
شب عجب لطف کا ساماں بہم پہنچا تھا
شرحِ بے مہریِ احباب کروں کیا حسرت
رنج ایسا دلِ مایوس کو کم پہنچا تھا!

از بسکہ نازِ یار بشکلِ عتاب تھا
جو کامیاب تھا وُہی ناکامیاب تھا
اب آرزوئے شوق کی بے تابیاں کہاں
یعنی وہ سب ملازمِ عہدِ شباب تھا
حالت عجیب تھی دلِ بے اختیار کی
بزمِ خیال میں جو وہ بُت بے حجاب تھا
اب مَیں ہُوں اور تغافلِ بسیار کے گلے
وہ میں کہ موردِ کرمِ بے حساب تھا
حیرانیِ نگاہ سے حسرت جمالِ یار:
تھا پردۂ حجاب میں گو بے نقاب تھا

یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا
باوجودِ حُسن تو آگاہِ رعنائی نہ تھا
عشقِ روز افزوں پہ اپنے مجھ کو حیرانی نہ تھی
جلوۂ رنگیں پہ تجھ کو نازِ یکتائی نہ تھا
دید کے قابل تھی میرے عشق کی بھی سادگی
جبکہ تیرا حُسن سرگرمِ خود آرائی نہ تھا
کیا ہوئے وہ دن کہ محوِ آرزو تھے حُسن و عشق
ربط تھا دونوں میں گو ربطِ شناسائی نہ تھا
تو نے حسرت کی عیاں تہذیبِ رسمِ عاشقی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس سے پہلے اعتبارِ شانِ رُسوائی نہ تھا

مٹتا ہے مٹائے سے اب شوق کہیں تیرا
ہے پیشِ نظر ہر دم حُسنِ نمکیں تیرا

اے قصرِ امارت کی ویرانی و بربادی!
کس گوشۂ عبرت میں سوتا ہے مکیں تیرا

آنکھوں کے تبسم نے سب کھول دیا پردہ
ہم پر نہ چلا جادو اے چینِ جبیں تیرا

جز کثرتِ محرومی، جز غایتِ دلگیری
مونس نہ ہوا کوئی اے جانِ حزیں تیرا

تھا سحر وہ کیا ایسا تاثیرِ محبت کا
پڑھتے ہیں جو سب کلمے اے دشمنِ دیں تیرا

جس نور سے روشن ہیں جان و دلِ مشتاقاں
شاید وہ تصوّر ہے اے ماہ جبیں تیرا

مرغوبِ تمنا ہے محبوبِ دل و جاں ہے
ہر وضعِ جفا تیری ہر شیوۂ کیں تیرا

ہم خوب سمجھتے ہیں حسرت سے تری باتیں
اقرار کا پردہ ہے انکار نہیں تیرا

سرگرمِ ناز آپ کی شانِ جفا ہے کیا
باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا

آنکھیں تری جو ہوش رُبائی میں فرد ہیں
ان میں یہ سحر کاریٔ رنگِ حیا ہے کیا

گر جوششِ آرزو کی ہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤں گا کہ مرا مدعا ہے کیا

آتے ہیں وہ خیال میں کیوں میرے بار بار
عشقِ خدا نُما کی یہی ابتدا ہے کیا

اک برقِ مُضطرب ہے کہ اک سحر بے قرار
کچھ پوچھئے نہ وہ نگہِ فتنہ زا ہے کیا

اس درجہ دلپذیر ہے آہنگِ نغمہ کیوں!
پنہاں لباسِ درد میں تیری صدا ہے کیا

چل بھی دیئے وہ چھین کے صبر و قرارِ دل
ہم پوچھتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نزدیک بامِ یار سے ہے نردبانِ عشق — اے دل یہ جائے حوصلہ ہے دیکھتا ہے کیا

حسرت جفائے یار کو سمجھا جو تُو وفا
آئینِ اشتیاق میں یہ بھی روا ہے کیا

مجھ کو خبر نہیں کہ مرا مرتبا ہے کیا — یہ تیرے التفات نے آخر کیا ہے کیا
ملتیں کہاں گدازِ طبیعت کی لذتیں — رنجِ فراقِ یار بھی راحت فزا ہے کیا
حاضر ہے جانِ زار جو چاہو مجھے ہلاک — معلوم بھی تو ہو کہ تمھاری رضا ہے کیا
ہُوں دردِ لا دوائے محبت کا مُبتلا — مجھ کو خبر نہیں کہ دوا کیا دُعا ہے کیا
میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر! — یہ دیکھیے مناسبِ شانِ عطا ہے کیا
ہیں بہترینِ صلح یہ ظاہر کی رنجشیں — ناحق ہُوں میں ملول وہ مجھ سے خفا ہے کیا

گرویدہ جس سے تُو ہے خبر بھی نہیں اُسے
پھر تیرے اضطراب کی حسرت بنا ہے کیا

کیا کیجیے آرزوئے دلِ مُبتلا ہے کیا — جب یہ خبر بھی ہو کہ وہ رنگیں ادا ہے کیا
کافی ہیں میرے بعد پشیمانیاں تری! — میں کُشتۂ وفا ہُوں مرا خُوں بہا ہے کیا
وقتِ کرم نہ پُوچھے گا لُطفِ عمیمِ یار — رندِ خراب حال ہے کیا پارسا ہے کیا
دیکھو جسے ہے راہِ فنا کی طرف رواں — تیری محل سرا کا یہی راستا ہے کیا
ہم کیا کریں اگر نہ تری آرزو کریں — دُنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا
یُوں شُکرِ جَور کرتے ہیں تیرے ادا شناس — گویا وہ جانتے ہی نہیں ہیں گلا ہے کیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رونے لگے ابھی سے کہ ہے ابتدائے حال
تم نے ابھی فسانۂ حسرت سُنا ہے کیا

ہم بندگانِ درد پہ مشقِ جفا ہے کیا
دل جوئیِ وفا کا یہی مقتضا ہے کیا

محرومیوں نے گھیر لیا ہے خیال کو!
اے عشقِ یار تیری یہی انتہا ہے کیا

شوقِ لقائے یار کہاں میں غریب کہاں
اے جانِ بیقرار تجھے یہ ہُوا ہے کیا

ہو جائے گی کبھی نہ کبھی جان نذرِ یار
بیمارِ عشق ہم ہیں ہماری شفا ہے کیا

لاکھوں کو جس نے صبر سے بیگانہ کر دیا
کیا کہیے آہ وہ نگہ آشنا ہے کیا

گرویدہ اس قدر ہے جو محرومیوں کے دل
اے دردِ یار تیری اسی میں بقا ہے کیا

سودائے عشقِ یار ملامت کی جا نہیں
حسرت کو پیرِ عقل یہ سمجھا رہا ہے کیا

غضب ہے دل کا حالِ شوق اُن سے بے محل کہنا
مگر کیا ہے کہ مانے گا یہ پابندِ اجل کہنا

ارادے تھے کہ اُن سے حالِ دل سب ملتے کہہ دیں گے
مگر ملنے پہ ہم سے آج ہوتا ہے نہ کل کہنا

غضب میں جان ہے پابندیِ آدابِ اُلفت سے
کہ ہر ہر بات کو در پردہ کہنا فی المثل کہنا

الٰہی کیا ہوئے وہ ولولے آغازِ وحشت کے
کہ اب تو ہم ہیں اور افسانۂ دشت و جبل کہنا

مقرر ہے خیالِ یار کی یہ کار فرمائی!
نہ ہوتا ورنہ ہم سے وقت کے ماروں سے غزل کہنا

فنا ہو جاتے ہم کارِ محبت میں تو بہتر تھا
کہ یوں پڑتا نہ حالِ اپنے لنگ و دستِ شل کہنا

پسند آیا طریقِ شاعری تیرا ہمیں حسرت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہ جب کہنا کبھی کچھ نغز کہنا بے بدل کہنا

فراق یار میں بے صرفہ غم کھانے سے کیا ہوگا
اگر مر بھی گئے اب ہم تو مرجانے سے کیا ہوگا

ہجومِ آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا
مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا

سرِ ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی پیدا ہیں
چھپائے گا کہاں تک حُسنِ رُوئے مہوشاں سہرا

ہوا سے ہلتی ہیں لڑیاں کہ قربِ رُوئے روشن سے
وفورِ شوق میں کرنے لگا ہے تابیاں سہرا

رُخِ نوشہ اگر اک گلستانِ حُسن و خوبی ہے
تو اس گلشن کے حق میں ہے بہارِ بوستاں سہرا

نمایاں ہوگیا کچھ اور حسرت حُسنِ یار اس سے
نگاہِ شوق سے ناحق ہوا تھا بدگماں سہرا

ادا نہ ہم سے ہوا حق تری غلامی کا
نصیبِ شوق رہا داغ ناتمامی کا

بچھی ہیں راہِ تمنا میں سینکڑوں آنکھیں
کہ ناز جلوہ کرے تری خوش خرامی کا

کھلے نہ ہم سے خموشانِ آرزو کی زباں
جو اتفاق بھی ہو اُن سے ہمکلامی کا

حضور مجھ پہ نہ ضائع کریں عطا اپنی
کہ مستحق ہوں جفا ہائے التزامی کا

بقدرِ شوق کہاں تابِ التماس ہمیں
لکھیں جواب جو اس نامۂ گرامی کا

بہت ہے میرے لیے جلوہ گاہ کی یاد
اُمیدوار نہیں التفاتِ سامی کا

نہاں نہ ہو کرمِ یار میں ستم حسرت
بہت نہ کیجئے اظہار شادکامی کا

راحت کو اضطراب سے مقرون کر دیا | ان سرخ پوشیوں نے تو دل خون کر دیا
عیّاریاں ہیں عام کہ اس حسنِ شوخ نے | دنیا سے محو صبر کا مضمون کر دیا
کیا کہیے ان سوا قدِ رنگیں کی دلکشی | خوبی نے جن کی عقل کو مجنون کر دیا
اب دل ہے اور فراغتِ حیرت کیا اس نے | تکلیفِ انتظار سے مامون کر دیا
منسوب کر کے حسرتِ عاصی سے خلق نے
جذباتِ پاک شوق کو ملعون کر دیا

اک برقِ تپاں ہے کہ تکلّم ہے تمہارا | اک سحر ہے لرزاں کہ تبسّم ہے تمہارا
پایا جو مجھے درپئے اظہارِ تمنّا! | بولے وہ سراسر یہ توہم ہے تمہارا
اشکوں سے ہے کیوں خواہشِ دیدار کو شکوہ | کچھ آج غضب رنگِ تلاطم ہے تمہارا
دیکھے نہ ہمیں کوئی محبت کی نظر سے | کیا خوب یہ اندازِ تحکّم ہے تمہارا
اب اُن سے کہو آرزوِ شوق نہ حسرت
وہ حسنِ بیاں آج کہاں گم ہے تمہارا

صحبتِ اہلِ عشق و شغلِ شراب | تھا یہی مقتضائے عہدِ شباب
کس قدر سبز و تر ہے کشتِ خیال | گریۂ انتظار سے شاداب
غیر پر دیکھ کر کرم تیرا | ہوگئی جانِ آرزو بیتاب
عشق سے ہے روا کہاں اے حسن | اس قدر اہتمامِ شرم و حجاب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم کو یکساں ہے لطف ہو کہ جفا — ہم کہ ہیں بادۂ وفا کے خراب
جان بھی دی پیامِ شوق کے ساتھ — ہم نے کھینچا نہ انتظارِ جواب
مذہبِ عشق ہے پرستشِ حسن — ہم نہیں جانتے ثواب و عذاب
قدر شناس ہے جفا تیری — ورنہ جنسِ وفا نہیں کمیاب
ہے مرے شوقِ بے کراں کا شمار! — نہ تری شرمِ ناروا کا حساب

لطفِ جاناں ہے جور کی تمہید!
دیکھ حسرت نہ کھا فریبِ سراب

جانفزا تھی کس قدر یارب ہوائے کوئے دوست — بس گئی جس سے مشامِ آرزو میں بوئے دوست
بے خودی میں اب نہیں کچھ امتیازِ وصل و ہجر — رات دن پیشِ نظر ہے جلوۂ نیکوئے دوست
ہو چکی اب ہم گرفتارانِ فرقت کو نصیب — آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست
اہلِ دل کرنے لگے ہیں جس کو نقشِ لوحِ جاں — ہے الف اللہ کا یا قامتِ دلجوئے دوست
بن گئی محفل کی محفل اک طلسمِ بے خودی — چل گیا آخر فسونِ نرگسِ جادوئے دوست
رہ گئی ناکام و حیراں میری چشمِ اشتیاق — کامیاب نور تھا کس درجہ حسنِ روئے دوست

شعرِ حسرت ہم نے یہ مانا کہ نازک ہے بہت
اس سے بھی کچھ بڑھ کے نازک ہے مگر خوشبوئے دوست

جو نازِ حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات — سو آج تک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات
بدیر جا کے ہوا ختم سلسلہ اس کا — چلی جو اہلِ خرابات میں سرور کی بات

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مزاجِ یار مکدّر عدو سے کیوں ہوتا! ضرور کوئی نہ کوئی ہوئی فتور کی بات
میں دل کی آنکھ سے دیکھوں نہ چشمِ سر سے نہیں کہ پھر نہ پیشِ نظر ہو وہ کوہِ طور کی بات
نہ پوچھئے کہ ہوئی حُسن کی عجب حالت سُنی جو پہلے پہل عشقِ ناصبور کی بات

وہ بے سبب ہیں خفا مجھ سے کیا کہوں حسرت
مجھے تو یاد نہیں ہے کوئی قصور کی بات

رنگ یہ لایا ہجومِ ساغر و پیمانہ آج بھر گئی سیرابیوں سے محفلِ رندانہ آج
بسکہ زیبِ انجمن ہے جلوۂ جانانہ آج ہے سراپا آرزو ہر عاشقِ دیوانہ آج
یہ ہوا بے تابیوں پر نشۂ مے کا اثر کہہ دیا سب اُن سے حالِ شوقِ گستاخانہ آج
رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامانِ وصال جب بلا لبہائے ساقی سے لبِ پیمانہ آج
ہے فروغِ بزمِ یکتائی جو وہ شمعِ جمال آ گئی ہے دل میں بھی بیتابیِ پروانہ آج
ہیں سرورِ وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل کر رہی ہیں آرزوئیں سجدۂ شکرانہ آج
حسرتیں دل کی ہوئی جاتی ہیں پامالِ نشاط ہے جو وہ جانِ تمنا رونقِ کاشانہ آج
غرق ہے رنگینیوں میں مستیوں سے چور چور ہے سراپا بیخودی وہ نرگسِ مستانہ آج
میہمانِ خانۂ دل ہے جو وہ رشکِ بہار ہو گیا ہے غیرتِ فردوس یہ ویرانہ آج
مل گیا اچھا سہارا عذرِ مستی کا ہمیں لے لیا آغوش میں اس گل کو بیباکانہ آج
خُم لگا دے ہم بلا نوشوں کے منہ سے ساقیا کام آئے گا نہ ساغر آج نے پیمانہ آج
دیکھئے اب رنگ کیا لائے وہ حُسنِ دلفریب آئینہ پیشِ نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج
ہم بھی اے حسرت نہیں محوِ جمالِ روئے یار پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اس پہ مشتاقانہ آج

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے غمِ عشق لے متاعِ فلاح — اہلِ دل کیوں نہ ہوں ترے مدّاح
ہم کو صبر و سکوں نہیں درکار — دلِ مضطر کی بھی یہی ہے صلاح
بے خبر ماجرائے عالم سے — ہم ہیں وحشتِ خیال کے سیّاح
ہے زمانِ وصالِ یار کی یاد — بابِ فردوسِ عیش کی مفتاح
ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے — اے کہ تجھے خونِ اہلِ شوق مباح
غم ترا مایۂ سرورِ قلوب — یاد ہے تیری مونسِ ارواح

اب کہاں ہجرِ یار میں حسرت
لذّتِ اکلِ شام و شربِ صباح

خونِ بے رحمی سے اپنی دیکھ کر تلوار سرخ — ہو گئی مارے ندامت کے جبینِ یار سرخ
آشکارا ہے جہاں میں ہر طرف رنگِ بہار — سبز و تر ہے صحنِ گلشن دامنِ کہسار سرخ
دیکھئے کس کس کو اعزازِ شہادت ہو نصیب — آج نکلا ہے بدل کر رنگ وہ عیّار سرخ
اس قدر کیں مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج — ہو گیا سب رنگِ مے سے خانۂ خمّار سرخ

مل گیا حسرت شہیدانِ وفا کا خوں بہا
ہو گئی ہیں روتے روتے ہر دو چشمِ یار سرخ

دشوار ہے اے ملامت اے پند — ہوں اہلِ جنوں خرد کے پابند
شرمندۂ جور ہو نہ وہ شوخ ! — اربابِ وفا ہیں یوں بھی خورسند

http://www.muftbooks.blogspot.com/

زیبائشِ فرقِ عاشقی ہے!　　دستارِ جنوں میں غم کا پیوند
سیکھا ہے کہاں سے اے لبِ یار　　یہ شیوۂ دلکشِ شکر خند
مہمانِ فراق ہے تری یاد!　　بے خود ہے خیالِ آرزومند
لے صبر و سکوں سے کام حسرت　　آئینِ وفا کی تجھ کو سوگند
یہ ماتمِ روزِ وصل تا کے　　یہ گریۂ بے قرار تا چند

مجبور مجھ کو جان کے عہدِ وفا کے بعد　　بے مہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد
اہلِ رضا کی جان ہے اتنی سی یہ امید　　کچھ اور بھی ہے اس ستمِ برملا کے بعد
مجبوریٔ سوال سے اس چشمِ ناز میں　　منظوریوں کا رنگ عیاں ہے حیا کے بعد
نے راحتِ سرور نہ تکلیفِ اضطراب　　باقی نہیں ہے کچھ بھی دلِ مبتلا کے بعد
تم پر مٹے تو زندۂ جاوید ہو گئے!　　ہم کو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد
افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں　　تجدیدِ آرزو جو ہوئی التوا کے بعد

دامانِ صبر ہاتھ سے حسرت نہ دیجیو!
گر خواہشِ طرب ہے ہجومِ بلا کے بعد

کچھ دردِ دل سے بڑھ کے ہے دردِ جگر لذیذ　　تجھ سے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ
مایوسیوں سے کام نہ لے جانِ مبتلا　　رنجِ فراقِ یار بھی ہے سر بسر لذیذ
جانِ حزیں کو بھول گئی سختیٔ فراق　　کچھ اس قدر ہے گریۂ وقتِ سحر لذیذ
کہتا ہے کون شورشِ باطن کو بے مزا　　مرغوبِ شوق کیوں ہے نہیں ہے اگر لذیذ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اشکِ وفا سے دامنِ حسرت ہو لالہ رنگ
پی جائے گر نہ یاکے انہیں چشمِ تر لذیذ

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار
دلِ وحشی ہے اور جنونِ بہار

کش مکش میں ہے کامرانیِ شوق
مجھ کو اقرار ہے انہیں انکار

دلِ مایوس میں ہے نقشِ امید
یا مسافر کوئی غریبِ دیار

لطف کر لطف اے سراپا ناز!
تجھ پہ رنگینیِ بہار نثار

دلِ عشاق میں امید کے جام
بادۂ اشتیاق کے سرشار

اے تری ذات مجمعِ ضدین
حسن سب نور ہے تو خوب نار

غیر ممکن ہے ہم سے طاعتِ غیر
اے جفا کار اے غریب آزار!

روح آزاد ہے خیال آزاد
جسمِ حسرت کی قید ہے بیکار

اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بارِ انتظار!
کس طرح کاٹے کوئی لیل و نہارِ انتظار

اُن کی الفت کا یقیں ہو اُن کے آنے کی امید
ہوں یہ دونوں صورتیں تب ہے بہارِ انتظار

عمر کیجیے صرفِ یادِ گیسو و رخسارِ یار!!
یوں بسر کر جائیے لیل و نہارِ انتظار

جانِ و دل کا حال کیا کہیے فراقِ یار میں
جان مجروحِ الم ہے دل فگارِ انتظار

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روزگارِ وصل کی
اب تو ہم ہیں اور رنجِ بے شمارِ انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں نا قبول
یا الٰہی کیا کروں میں شرمسارِ انتظار

http://www.muftbooks.blogspot.com/

صبر کی طاقت نہیں باقی دلِ مایوس میں!
دیکھئے کیونکر بسر ہو روزگارِ انتظار

راہ تیری اس قدر دیکھی کہ اے غفلت شعار
میری آنکھیں ہو گئیں سرمایہ دارِ انتظار

ان کے خط کی آرزو ہے ان کی آمد کا خیال
کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبارِ انتظار

ہے دلِ مسرورِ حسرت اک طرب زارِ امید
پھونک ڈالے گر نہ اس گلشن کو نارِ انتظار

عشق کی روحِ پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر
اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر

جان کو محوِ غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندۂ عشق ہے تو یوں قطع رہِ مراد کر

غمزۂ دل فریب کو اور بھی جاں فزا بنا
پیکرِ نازِ حسن پہ رنگِ حیا زیاد کر

خرمیِ دو روزہ کو عشرتِ جاوداں نہ جان
فکرِ معاش سے گزر حوصلۂ معاد کر

ایک نجاتِ ہند کی دل سے ہے تجھ کو آرزو
ہمتِ سر بلند سے یاس کا انسداد کر

قول کو زید و عمر کے حد سے سوا اہم نہ جان
روشنیِ ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر

حق سے بعذرِ مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اس کو نہ پیشوا سمجھ اس پہ نہ اعتماد کر

خدمتِ اہلِ جور کو کر نہ قبول زینہار
فن و ہنر کے زور سے عیش کو خانہ زاد کر

غیر کی جد و جہد پہ تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوششِ ذاتِ خاص پر ناز کر اعتماد کر

غضب ہے کہ پابندِ اغیار ہو کر
مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر

اٹھے ہیں جفا پیشگانِ مہذب
ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر

تقاضائے غیرت یہی ہے عزیزو
کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہو کر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہیں صلح و نرمی سے رہ جائے دیکھو　　نہ یہ عقدۂ جنگ دشوار ہو کر

وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت
وفا کے ہیں طالب دل آزار ہو کر

چلتا ہے روز دورِ مے ارغواں ہنوز　　جاری ہے فیضِ محفلِ پیرِ مغاں ہنوز

ہے غضب ہنگامۂ فصلِ بہار اب کی برس　　دل پہ کاہے کو رہے گا اختیار اب کی برس
ہے جنونِ شوق ابھی سے بیقرار اب کی برس　　کیا غضب ڈھائے گا طوفانِ بہار اب کی برس
کامیابی جلد ہوگی آ کے پابوسِ امید　　کھینچ ڈالیں اور رنجِ انتظار اب کی برس
حادثے سنہ آٹھ میں گذرے بہت اب دیکھئے　　کیا دکھائے گردشِ لیل و نہار اب کی برس
فرقتِ ساقی میں ہم حسرت کشانِ بادہ سے　　مل کے رویا خوب ابرِ نو بہار اب کی برس
مدتیں ترکِ محبت کو ہوئیں پھر اے عجب!　　یادِ یار آتی ہے کیوں بے اختیار اب کی برس
جوشِ گل کی ہیں یہی کیفیتیں تو کیا عجب　　اشکِ بلبل سے قفس ہو لالہ زار اب کی برس

حسرتِ شوریدہ سر ہے پائمالِ اشتیاق!
اس طرف بھی کر گذر اے شہسوار اب کی برس

پیمانِ وفا نہ کر فراموش　　اے حسرتِ بے قرار خاموش
دیوانۂ حسنِ پاک و زماں　　ہے پردۂ دل میں عشق زد پوش
اُس عشوۂ نازنیں کے جلوے　　ہیں دشمنِ عقلِ مصلحت کوش

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پوشیدہ شگونِ یاس میں ہے — اک محشرِ اضطراب خاموش

آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
ہم دل شدگانِ خود فراموش

سب ہیں تری انجمن میں بیہوش — نظارۂ حسن کا کسے ہوش
بیہوش کیا ہے سب کو تو نے — اب جس کو خدائے ہوش دے ہوش
ہو جاؤ نثارِ حیرتِ عشق! — اے دانش و اے قرار و اے ہوش
تم آئے کہ ختم ہو گئے ہم — باقی تھے مگر اسی لیے ہوش

ہم عرصۂ حشر میں بھی حسرت
پہچان گئے انہیں زہے ہوش

یورپ میں جیسے پھیل گئی ہے وبائے حرص — چلنے لگی ہے سارے جہاں میں ہوائے حرص
ہے چین و کوریا کے مٹانے پہ مستعد — جاپان بھی ہوا ہے مگر آشنائے حرص

جانِ وفا شعار کو شکوۂ ستم سے کیا غرض — عذرِ جفا سے کام کیا غرضِ کرم سے کیا غرض

سرخوشی ہائے شرابِ مشکبو سے کیا غرض — مستِ اُلفت ہیں ہمیں اس آرزو سے کیا غرض

دل ہے غرقِ شادمانی جان سیرابِ نشاط — وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسبابِ نشاط

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہے جہانِ آرزو میں آج گویا روزِ عید — چل رہی ہے محفلِ دل میں مئے نابِ نشاط
حسرتیں وقفِ طرب ہیں آرزو محوِ سرور — بخت نے کھولا ہے زورِ شوق پہ بابِ نشاط
ہیں فراہم اہلِ ذوق آمادہ ہے بزمِ طرب — اہتمامِ نغمہ سنجی میں ہیں اربابِ نشاط
ہو گئی جوشِ تمنا سے مبدّل بے خودی — سازِ حیرت پہ لگی جس وقت مضرابِ نشاط
کامیابِ عیش بے حد ہے دلِ عشرت نصیب — آرزو کے سر سے گذر جائے ہے آبِ نشاط
ہے غرض ہر سمت اک ہنگامۂ شادی بپا — کچھ نہیں چلتی ملامت گر کی در بابِ نشاط
چل سکے گا اب نہ قابو دل پہ رعبِ حسن کا — یار مجبورِ حیا ہے میں ہوں بے تابِ نشاط
ساز و سامانِ خرد سرمایۂ ہوش و حواس — آج لے جائے بہا کر سب کو سیلابِ نشاط
رشک سے بیتاب ہے نیرنگیٔ دورِ فلک — ہوشیار اے بے خبر اے غافلِ خوابِ نشاط

ہے اسی کا نام حرمانِ اَتم اے وصلِ یار
خاطرِ محرومِ حسرت کو نہیں تابِ نشاط

❁

کچھ ہم کو عجب گریۂ مستی میں ملا حظ — ایسا تو کسی شے میں نہ ہو گا بخدا حظ
کیا آئے اگر آئے بھی دم بھر کے لیے تم — اس سے تو بڑھا دردِ جگر اور، گھٹا حظ
مرغوبِ دل و جانِ تمنا ہے، نہ کیوں ہو — رکھتا ہے غمِ شوق ترا حد سے سوا حظ
پوچھے کوئی رندانِ سیہ مست کے جی سے — کیا کچھ نہیں خدمتِ ساقی میں ملا حظ
اچھا ہے اگر فصلِ گل آئی ہے جہاں میں — کیا اس سے مگر پائیں گے ہم بے سر و پا حظ
تم مشقِ جفا چھوڑ دو، گر ہو تمہیں معلوم — رکھتی ہے جو پابندیٔ آئینِ وفا حظ

ہے پاسِ ادب رسمِ قدیمِ شعرا کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت نہیں اس قسم کے اشعار میں کیا حظ

الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع / الوداع اے مونسِ جاں الوداع
تجھ سے روشن تھا سوادِ ملکِ جاں / اے چراغِ نورِ ایماں الوداع
اے زمانِ رحمتِ حق الفراق / اے محبِ اہلِ عصیاں الوداع
اے نشانِ شانِ صبر و فقر و عشق!! / شاہدِ عشاقِ حیراں الوداع
لذتِ افطار و اے لطفِ سحر / تم میں تھا عیشِ فراواں الوداع
عینِ راحت تجھ سے تھی تکلیفِ قید / اے انیسِ اہلِ زنداں الوداع
قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز
تجھ سے حسرت ہے پشیماں الوداع

دل نہ تھا رنجِ ہجرِ یار کا داغ / کیا ہوا آہ وہ زمانِ فراغ
کر نہ ہم غمزدوں پہ جور اتنا / گل نہ ہو جائے عاشقی کا چراغ
چھیڑ ناحق نہ اے نسیمِ بہار / سیرِ گل کا یہاں کسے ہے دماغ
ہے وہ اک لالہ زارِ ناکامی / دل نے کھائے ہیں اسقدر داغ پہ داغ
ہم نے ڈھونڈا بہت مگر حسرت
نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف / گمناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب — اس بات سے خود ہو گا وہ دشمنِ دیں واقف
تقریبِ محبت کی کیا خوب وہ تھی ساعت — جس وقت ہوا مجھ سے وہ ماہ جبیں واقف
ناکامیٔ بے حد کا رہتا ہے کرم ہم پر — ہم درد کے خوگر ہیں درماں سے نہیں واقف
بیکار تو اے دولتِ حسرت کو نہ دے لالچ
ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

تجھ سے ہے حسن و جمالِ دو جہاں کی رونق — اے تری یاد مرے خانۂ جاں کی رونق
یاد میں اس گلِ رعنا کے جو نکلے آنسو — بن گئے دیدۂ خوں نابہ فشاں کی رونق
جاگزیں جب سے ہوئی تیری محبت دل میں — بڑھ گئی اور بھی اس جنسِ گراں کی رونق
مقدمِ یار کی آنکھوں میں بسی ہے جو بہار — قابلِ دید ہے چشمِ نگراں کی رونق
ہر طرف رندی و مستی کا نمودار ہے رنگ — ہے خرابی سے خراباتِ مغاں کی رونق
کیا نہیں شوقِ شہادت کو یہ کافی اعزاز — کہ مرا سر ہے ترے نوکِ سناں کی رونق
ترے حسنِ نظر افروز کے جلوے اے شوخ — ہو گئے ہیں نگہِ دیدہ وراں کی رونق
شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر و حسنِ بیاں کی رونق

وصل کی شب رواں ہے شحنۂ فراق — آ چلی لو ہوا میں بوئے فراق
اشک بھر لائے وہ بھی وقتِ سحر — جب چلی آہ گفتگوئے فراق
خود ہیں وہ جانِ آرزوئے وصال — یاد ہے اُن کی آبروئے فراق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خرمی ہائے وصلِ یار کے بعد
اب دکھائے خدا نہ روئے فراق

بہرِ افزائشِ شدید وصال!
شوق کو پھر ہے جستجوئے فراق

کون ان کی فرامشی سے کرے
عرضِ احوالِ غم بہ موئے فراق

غلغلِ عہدِ عیش سے حسرت
بڑھ گئے ہے شوق ہائے شوئے فراق

محرومِ طرب ہے دلِ دل گیر ابھی تک
باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

وصل اس بتِ بدخو کا میسر نہیں ہوتا
وابستۂ تقدیر ہے، تدبیر ابھی تک

اک بار سنی تھی سو مرے دل میں ہے موجود
اے جانِ تمنا تری تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو آغازِ محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینیٔ تحریر ابھی تک

اس درجہ نہ بیتاب ہوائے شوقِ شہادت
ہے میان میں اس شوخ کی شمشیر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانۂ دل میں تری تصویر ابھی تک

بھولی نہیں دل کو تری دزدیدہ نگاہی
پہلو میں ہے کچھ کچھ خلشِ تیر ابھی تک

تھے حق پہ وہ بے شک کہ نہ ہوتے تو نہ ہوتا
دنیا میں بپا ماتمِ شبیرؑ ابھی تک

گزرے بہت استاد مگر رنگِ اثر میں
بے مثل ہے حسرت سخنِ میر ابھی تک

بکھرے رخِ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شب رنگ
نکلا ہے ترے حسنِ دل آرا کا غضب رنگ

کیا کیجیے بیاں اس تنِ نازک کی حقیقت
خوشبو میں ہے گل بو تو لطافت میں ہے رنگ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سب سیکھ لیا غیر سے افسونِ شرارت / باقی وہ کہاں سادگیِ یار کا اب رنگ
اک چشمۂ حسرت ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری / عشاق کا ہے صدمۂ ہجراں سے عجب رنگ
پوچھو نہ شبِ وصل کی لذت کہ ابھی تک / بدلا ہے رخِ شوق کا از روئے طرب رنگ
دل خون ہوئے جاتے ہیں اربابِ نظر کے / رکھتی ہے قیامت کا تری سرخیِ لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہے کیا بات
پایا ہے کسی اور سخنور نے یہ کب رنگ

عہدِ مستی کے اب کہاں وہ رنگ / ساغرِ بادہ ہے نہ کاسۂ سنگ
ایسی پھر شب نصیب ہو کہ نہ ہو / ساقیِ ماہ وش کرے نہ درنگ
خوب تھا وہ زمانِ رسوائی ق / خوب تر تھی وہ عشق و عقل کی جنگ
آہ وہ شہرِ کانپور کی شام! / وہ لبِ نہر وہ کنارۂ گنگ
ہیں طلبگارِ شوقِ گوناگوں / حسن کے جلوہ ہائے رنگا رنگ

بڑھ چلا جوشِ آرزو حسرت
ختم ہونے کو آئی قیدِ فرنگ

ازبسکہ حسنِ یار ہے خوبی سے جانِ دل / لائے کہاں سے روز کوئی ارمغانِ دل
راہِ وفا میں قہر ہوئی ظلمتِ فراق / محرومیوں نے لوٹ لیا کاروانِ دل
یک قطرۂ خوں بھی سینۂ عشاق میں نہیں / اس شوخ کو مگر ہے ابھی تک گمانِ دل
ٹھہرا ہے اک نگاہِ کرم پر معاملہ / اے لطفِ یار مفت ہے جنسِ گرانِ دل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہیں خونِ آرزو سے جو سیراب داغِ یاس
ہم رنگِ نوبہار ہے حسرت خزانِ دل

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام

حیرت غرورِ حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لیے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسمِ یار کی خوبی کہ خود بخود!!
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

دل خون ہو چکا ہے جگر ہو چکا ہے خاک
باقی ہوں میں مجھے بھی کر اے تیغ زن تمام

دیکھو تو چشمِ یار کی جادو نگاہیاں
بے ہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

ہے نازِ حسن سے جو فروزاں جبینِ یار
لبریز آبِ نور ہے چاہِ ذقن تمام

نشو و نمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

اس نازنیں نے جب سے کیا ہے وہاں قیام
گلزار بن گئی ہے زمینِ دکن تمام

اچھا ہے اہلِ جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورشِ حبِّ وطن تمام

سمجھے ہیں اہلِ شرق کو شاید قریبِ مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شیرینیِ نسیم ہے سوز و گدازِ میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطفِ سخن تمام

کام لوں ناکامیوں سے عشق کا کتنا کروں
ہو کے واقف لطفِ غم سے رات دن رویا کروں

بڑھ چلا تھا حد سے جورِ شیوۂ بیگانگی
ورنہ میں اور اس سراپا ناز کا شکوا کروں

وصل کی شب بھی ہوئی جاتی ہے صرفِ اضطراب
اس ہجومِ آرزو کو یا الٰہی کیا کروں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جان کر مجھ پر ستم بھی ہو تو ہے منظورِ شوق — لطفِ بے پروا کی میں کیا قدر کیوں پیدا کروں
محنت تم چھپنے لگے اچھا کیا، یونہیں سہی — اور حجرے میں اب دیدۂ دل سے تمہیں دیکھا کروں
اس کے لطفِ بندہ پرور کا ہوں اک ادنیٰ غلام — میری کیا طاقت کہ عشقِ یار کا دعوے کروں
ہے یہی شرطِ وفاداری کہ بے چون و چرا — وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہا کروں
اے ستمگر مجھ سے گو ترکِ وفا ممکن نہیں — میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بے جا کروں

حسرت اس دیدِ آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبطِ غم کا حوصلا پیدا کروں

آوارۂ دشتِ جستجو ہیں! — ہم خانہ بدوشِ آرزو ہیں
رندوں پہ کیا ستم ہے ساقی — ساغر خالی ہیں پر سبو ہیں
دشوار ہے اہتمامِ تمکیں! — ہم پر کہ ہلاکِ گفتگو ہیں
اس درجہ غرور ناروا ہے — مانا کہ حضور خوب رو ہیں
ناواقفِ بے ثباتیِ گل! — بلبل ہیں کہ محوِ رنگ و بو ہیں

ہم زخمیِ تیغِ عشق حسرت
بیگانۂ خواہشِ رفو ہیں

بدلِ لذتِ آزار کہاں سے لاؤں — اب تجھے اے ستمِ یار کہاں سے لاؤں
پرسشِ حال پہ ہے خاطرِ جاناں مائل — جرأتِ کوششِ اظہار کہاں سے لاؤں
ہے وہ ہی شانِ تغافل کو جفا سے بھی گریز — التفاتِ نگہِ یار کہاں سے لاؤں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نورِ عنقا ہے شبِ ہجر کی تاریکی میں — جلوۂ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں
صحبتِ اہلِ صفا خوب ہے مانا لیکن — رونقِ خانۂ خمّار کہاں سے لاؤں
شعر میرے بھی ہیں پُردرد و لیکن حسرتؔ
میرؔ کا شیوۂ گفتار کہاں سے لاؤں

اے تلک اے افتخارِ جذبۂ حبِّ وطن — حق شناس و حق پسند و حق یقین و حق سخن
تجھ سے قائم ہے بنا آزادیٔ بے باک کی — تجھ سے روشن اہلِ اخلاص و صفا کی انجمن
سب سے پہلے تو نے کی برداشت اے فرزندِ ہند — خدمتِ ہندوستاں میں کلفتِ قیدِ محن
ذات تیری رہنمائے راہِ آزادی ہوئی — تھے گرفتارِ غلامی ورنہ یارانِ وطن
تو نے خودداری کا پھونکا اے تلک ایسا فسوں — یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسمِ کہن
ناز تیری پیروی پر حسرتِ آزاد کو
اے تجھے قائم رکھے تا دیر ربِّ ذوالمنن

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں — دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں
عقل صبر آشنا سے کچھ نہ ہوا — شوق کی بے قراریاں نہ گئیں
دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں — شب کی اختر شماریاں نہ گئیں
ہوش یاں سدِّ راہِ علم رہا — عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں
تھے جو ہم رنگِ ناز اُن کے ستم — دل کی اُمیدواریاں نہ گئیں
حسن جب تک رہا نظارہ فروش — صبر کی شرمساریاں نہ گئیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

طرزِ مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگیں نگاریاں نہ گئیں

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیزگاریاں نہ گئیں

مر کے بھی خاکِ راہِ یار ہوئے
اپنی اُلفت شعاریاں نہ گئیں

اشکباری سے سوزِ دل نہ مٹا
آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں

حُسن کی دل فریبیاں نہ گھٹیں
عشق کی تازہ کاریاں نہ گئیں

سب نے چھوڑا تجھے مگر حسرت
درد کی غمگساریاں نہ گئیں

گرفتارِ محبت ہوں اسیرِ دامِ محنت ہوں
میں رسوائے جہانِ آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

عجب انداز ہے میرے مزاجِ لاابالی کا
نہ ممنونِ تمنا ہوں نہ مشتاقِ مسرت ہوں

مری بیتابیوں کا قول ہے ہم جانِ تمکیں ہیں
مری افتادگی کہتی ہے تاجِ فرقِ عزت ہوں

مرا شوقِ سخن پروردۂ آغوشِ حرماں ہے
میں خود شیدائے غم ہوں رفتۂ دردِ محبت ہوں

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانۂ رسمِ شکایت ہوں

کمالِ خاکساری پر یہ بے پروائیاں حسرت!
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحنِ بستاں میں
قیامت کا اثر تھا نالہائے عندلیباں میں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نگاہِ یار بھی کس کس ادا سے لطف کرتی ہے
تغافلہائے بیجا میں نوازشہائے پنہاں میں

نگاہِ شوق کیونکر کامیابِ شادمانی ہو
غضب کا زخم ہے اُس شوخ کے حسنِ نگہباں میں

قیامت کا تعلق ہے قیامت کی محبت سے
مرے زخموں کی گویا جان ہے تیرے نمکداں میں

مجھے معلوم ہے پھر جوششِ اُلفت رخنہ ڈالے گا
ترے عہدِ تغافل میں مرے پیمانِ حرماں میں

تمہارے حسنِ روز افزوں کے جلوے کیا قیامت ہیں
نگاہِ شوق کی بھی جا نہیں ہے چشمِ حیراں میں

الٰہی خیر میرے عہدِ ترکِ مے گساری کی!!
ہجومِ شوق میں ہنگامۂ فصلِ بہاراں میں

اثر کا مصرعِ رنگیں پسندِ طبعِ حسرت ہے!
"قیامت ہے نہاں اُن کے تبسم ہائے پنہاں میں"

ہم پر بھی مثلِ غیر ہیں کیوں مہربانیاں
اے بدگماں یہ خوب نہیں بدگمانیاں

حسرت ہے یادگارِ زمانِ جنوں ہنوز
باقی ہیں شوقِ یار کی اب تک نشانیاں

طاعت گزار ہوں دلِ حسرت پسند کا
ناکامیاں ہیں میرے لیے کامرانیاں

رنگِ بہارِ باغ ہے مہمانِ یک نفس
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں

ٹھہرا ہے ضبطِ شوق پہ آ کر معاملہ
اس درجہ آرزو کی بڑھیں بے زبانیاں

گو ترکِ آرزو کو زمانہ گزر گیا
لیکن گئیں نہ ہم سے تری سرگرانیاں

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں
یاد آ گئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترکِ اُلفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نہ چھیڑ اے ہم نشیں کیفیتِ صہبا کے افسانے — شرابِ بے خودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں
رہا کرتے ہیں قیدِ ہوش میں اے وائے ناکامی — وہ دشتِ خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں
نہیں آتی تو یاد ان کی مہینوں تک نہیں آتی — مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترکِ محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں — آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں
بے زبانی ترجمانِ شوقِ بے حد ہو تو ہو — ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں
مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگارِ عیش کی! — اب نظر کاہے کو آئیں گی یہ تصویریں کہیں
التفاتِ یار تھا اک خواب آغازِ وفا — سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

تیری بے صبری ہے حسرت خام کاری کی دلیل
گریۂ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں!

عشق میں جان سے گذر جائیں — اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں،
یہ ہمیں ہیں کہ قصرِ یار سے روز — بے خطر آ کے بے خبر جائیں
جامہ زیبی نہ پوچھیے اُن کی! — جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں
ان کو مدِ نظر ہُوا پردا — اہلِ شوق اب کہو کدھر جائیں
شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں — جو تری یاد میں گذر جائیں
گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہُوا — اُن تک اب نالۂ سحر جائیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دوش تک بھی بلائے جاں ہیں بال　　　جانے کیا ہوں جو تا کمر جائیں

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

قصۂ شوق کہوں درد کا افسانہ کہوں　　　دل جو قابو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں
غرور ہے اقرار انہیں اپنی ستمگاری کا　　　پھر بھی اصرار ہے مجھ سے کہ میں ایسا نہ کہوں
آپ بیٹھیں تو سہی آکے مرے پاس کبھی　　　کہ میں فرصت میں حدیثِ دلِ دیوانہ کہوں

اثرِ عشق سے نکلیں جو تمہارے آنسو　　　دامنِ جاں ہیں وہ لے لیجیے سارے آنسو
جلوۂ حسن سے رنگیں ہیں آنکھیں ان کی　　　سرخ نکلے ہیں اسی رنگ کے سارے آنسو
دیکھ کر غیر کی محفل میں انہیں مستِ شراب　　　نہ ہوا ضبط نکل آئے ہمارے آنسو
عالمِ حسن میں ہیں نور کی نہریں جاری　　　یا رواں عارضِ جاناں کے کنارے آنسو
گریۂ شوق سے تر ہیں جو تمہاری آنکھیں　　　بن گئے ہیں فلکِ حسن کے تارے آنسو
ہو کے آگاہ غمِ عشق مری حالت پر　　　اب تو بھر لائے ہیں وہ شوخ بھی پیارے آنسو

ہے محبت سے سروکار ہمیں بھی حسرت
چشمِ جاناں میں یہ کرتے ہیں اشارے آنسو

کسی عنوان صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو　　　الٰہی کیا کروں اس خاطرِ محوِ تمنا کو
نہ تھی واقف جو میرے اشتیاقِ بے نہایت سے　　　نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اس نگاہِ بے محابا کو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ خوابِ ناز میں تھے دنست تجھے اے شوقِ ناپروا — نہ سمجھی پستیِ ہمت تری اُس لطفِ ایما کو
تمہیں بھی یاد ہوگا وہ زمانہ عیشِ ماضی کا — تمنا چاہتی ہے پھر اسی لطفِ تمنا کو
بھر آئے اشک ذوق افتادگانِ بزمِ ساقی کے — مئے رنگیں سے خالی دیکھ کر آغوشِ مینا کو
نگاہِ شوق میں چمکا دیا ہے اور بھی ظالم — ترے ظلمِ نمایاں نے ترے حُسنِ خود آرا کو
عیاں سب حال ہو جاتا ہماری بیقراری کا — وہ خود بھی دیکھ سکتے کاش اپنے نازِ یکتا کو
چھپانے سے کہیں آثار چھپتے ہیں محبت کے — نہ دو الزام میرے اضطرابِ آشکارا کو

گذاری عمر شغلِ عاشقی میں مرحبا حسرت
نہ پاس آنے دیا غمہائے بے پایانِ دُنیا کو

* * *

دلجوئیِ اغیار سے فرصت نہیں تم کو — معلوم ہوا قدرِ محبت نہیں تم کو
مٹ جائیں گے اس شیوۂ بیباک پہ لاکھوں — مارا ہے مجھے اور ندامت نہیں تم کو
بھولے ہی سے اُٹھ جائے نقابِ رُخِ زیبا — کیا شوق کی اتنی بھی رعایت نہیں تم کو
کچھ غیر نہیں ہم کہ بگڑ جائیں جفا سے — اظہارِ مراعات کی حاجت نہیں تم کو

ڈرتے نہیں رُسوائیِ عشقی سے بھی حسرت
دُنیا میں تو پروائے ملامت نہیں تم کو

* * *

وہ اب یہ کہتے ہیں دیکھا کرے نہ تو مجھ کو — سمجھ لیا ہے جو محبوبِ آرزو مجھ کو

* * *

خاصکر ہم چاہنے والوں سے پیدا کیوں نہ ہو — کیوں نہ ہو اے دشمنِ اہلِ تمنا کیوں نہ ہو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ — کب دیکھئے بر آئے تمنائے مدینہ
خوشبوئے رسالت سے ہے از بسکہ معطر — ہر ذرۂ آبادی و صحرائے مدینہ
ہے بے خودیِ عشقِ حقیقی کا شناسا — ہر دل کہ ہے مخمورِ تولائے مدینہ
آتی ہے جو ہر شے سے یہاں اُنس کی خوشبو — دُنیائے محبت ہے کہ دُنیائے مدینہ
ہے شام اگر گیسوئے احمد کی سیاہی — تو نورِ جبیں صبحِ دل آرائے مدینہ
اے وہ کہ سرورِ ابدی کا ہے طلبگار — پی ساغرِ دل سے مئے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرت کہ ہے نزدیک
فرمائیں مدد سیدِ والائے مدینہ

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے — وہ اپنی خوبیِ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
دلوں کو فکرِ دو عالم سے کر دیا آزاد — ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے
خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد — جو چاہے آپ کا حُسنِ کرشمہ ساز کرے
ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی — مجھے وہ شاملِ اربابِ امتیاز کرے
غمِ جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش — وہ ان کے دردِ محبت سے ساز باز کرے
اُمیدوار ہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ — تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

ترے کرم کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لایا ہے دل پر کتنی خرابی !　　　اے یار تیرا حسنِ شرابی
پیراہن اس کا ہے سادہ رنگیں　　　یا عکسِ مے سے شیشہ گلابی
عشرت کی شب کا وہ دورِ آخر　ق　　　نورِ سحر کی وہ لاجوابی
پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں　　　کیفیت اُن کی وہ نیم خوابی
بزمِ طرب ہے وہ بزم، کیوں ہو　　　ہم غمزدوں کو واں باریابی
اس نازنیں نے باوصفِ عصمت　　　کی وصل کی شب وہ بے حجابی
شوق اپنی بھولا گستاخ دستی　　　دل ساری شوخی حاضر جوابی
وہ روئے زیبا ہے جانِ خوبی　　　ہیں وصف جس کے سارے کتابی

اس قیدِ غم پہ قربان حسرت
عالی جنابی گردوں رکابی

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے　　　اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے
دل سے اربابِ وفا کا ہے بھلانا مشکل !　　　ہم نے یہ اُن کے تغافل کو سنا رکھا ہے
تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں　　　شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے
سخت بے درد ہے تاثیرِ محبت کہ انہیں　　　بسترِ ناز پہ سوتے سے جگا رکھا ہے
آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور　　　دلِ مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے
کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار　　　ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے
حسن کو جور سے بیگانہ نہ سمجھو، کہ اُسے　　　یہ سبق عشق نے پہلے ہی پڑھا رکھا ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تیری نسبت سے ستمگر ترے مایوسوں نے
داغِ حرماں کو بھی سینے سے لگا رکھا ہے

کہتے ہیں اہلِ جہاں دردِ محبت جس کو
نام اسی کا دلِ مضطر نے دوا رکھا ہے

نگہِ یار سے پیکانِ قضا کا مشتاق !
دلِ مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا ہے حسرت
تو نے ربط ان سے جو اس درجہ بڑھا رکھا ہے

دل کو تری دزدیدہ نظر لے کے گئی ہے
اب یہ نہیں معلوم کدھر لے کے گئی ہے

اس بزم سے آزردہ نہ آئے گی محبت
آئینِ وفا مدِ نظر لے کے گئی ہے

جب لے کے گئی ہے ہمیں ناکامئ ملامت
مجبورئ دل خاک بسر لے کے گئی ہے

پہلے ہی سے مایوس نہ کیوں ہوں، کہ دعا کو
قسمت مری محرومِ اثر لے کے گئی ہے

اللہ رے کافر ترے اس حسن کی مستی !
جو زلف تری تا بہ کمر لے کے گئی ہے

مغموم نہ ہو خاطرِ حسرت کہ ان تک
پیغامِ وفا بادِ سحر لے کے گئی ہے

نہ ہو اس کی خطا پوشی پہ کیوں نازِ گنہگاری !
نشانِ شانِ رحمت بن گیا داغِ سیہ کاری

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجیہائے ناچاری !
کہ فرضِ عین ہے کیشِ محبت میں رواداری

وفا سے دشمنی رکھ کر مرے دل کی طلبگاری
بہت مشکل ہے اس جنسِ گرامی کی خریداری

ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ آغازِ محبت میں
نہ چالاکی تجھے اے شوخ آتی تھی نہ عیاری

نہیں غم جیب و دامن کا مگر یاں مجھ سے آتی
نہ اُٹھے گا مرے دستِ جنوں سے رنجِ بیکاری

نہ چھوڑا مرتے دم تک ساتھ بیمارِ محبت کا
قسم کھانے کے قابل ہے ترے غم کی وفاداری

نہ اُن کو رحم آتا ہے نہ مجھ سے صبر ہے ممکن
کہیں آساں ہو یارب محبت کی یہ دشواری

وفورِ اشکِ پیہم سے ہجومِ شوقِ بے حد میں
مری آنکھوں سے ہے اک آبشارِ آرزو جاری

غضب رنگینیاں تھیں گریہ ہائے ابتدائی کی!
ہوئی ہے جن سے دامانِ محبت پر یہ گلکاری

نہیں کھلتی مری نسبت تری اے حیلہ جو مرضی
کہ ہے اقرارِ دلجوئی نہ انکارِ ستم گاری

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے
مبادا ایک قلم اُٹھ جائے تہذیبِ وفاداری

رواں ہے قافلہ سوئے عدم اربابِ محنت کا
گیا پہلے ہی دل اب جانِ محزوں کی ہے تیاری

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قیدِ فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانۂ رنجِ دل آزاری

نہ دیکھے اور دلِ عشاق پر پھر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہِ یار کا حسنِ خبرداری

یہی عالم رہا گر اس کے حسنِ سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں راہ و رسمِ ہشیاری

وہ جرمِ آرزو پر جس قدر چاہیں سزا دے لیں
مجھے خود خواہشِ تعزیر ہے ملزم ہوں اقراری

چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قیدِ غم سے ہم
بڑی بے لطفیوں میں اب کے گذرا وقتِ میخواری

نسیمِ دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

ہے مشقِ سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اِک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

جو چاہو سزا دے لو تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

دشوار ہے رندوں پہ انکارِ کرم یکسر
اے ساقیٔ جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل بسکہ ہے دیوانہ اُس حُسنِ گلابی کا
رنگیں ہے اسی رُو سے شاید غمِ فرقت بھی

خود عشق کی گستاخی سب تجھ کو سکھا لے گی
اے حُسنِ حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی

برسات کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی
بادل جو نظر آئے بدلی مری نیّت بھی

عُشّاق کے دل نازک، اُس شوخ کی خُو نازک
نازک اسی نسبت سے ہے کارِ محبت بھی

رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمتِ بیتابی
یاں نالۂ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی

اے شوق کی بیباکی وہ کیا تری خواہش تھی
جس پر انہیں غصہ ہے انکار بھی حیرت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریتِ کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قیدِ محبت بھی

ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت
پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے
تم یہ تو خوب کارِ پسندیدہ کر چلے

مایوس دل کو پھر سے وہ شوریدہ کر چلے
بیدار سارے فتنۂ خوابیدہ کر چلے

اظہارِ التفات کے پردے میں اور بھی
وہ عقدہ ہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے

ہم بیخودوں سے چھپ نہ سکا رازِ آرزو
سب اُن سے عرضِ حالِ دلِ دیدہ کر چلے

ہمراہِ غیر آ کے اُڑائی مری ہنسی
خوب آپ خاطرِ دلِ رنجیدہ کر چلے

تسکینِ اضطراب کو آئے تھے وہ مگر
بیتابیوں کی رُوح کو بالیدہ کر چلے

اہلِ نظر کو بےخبرِ دو جہاں کیا
ایسی کچھ اک نگاہ وہ دزدیدہ کر چلے

تھا عشقِ یار بھی کوئی گنجینۂ مُراد
ویران دل میں ہم جسے پوشیدہ کر چلے

یہ طُرفہ ماجرا ہے کہ حسرت سے مل گئے
کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ارباب اشتیاق سے پردا نہ چاہیے — اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے
ان کا ستم بھی عین کرم ہے خواص کو — اس کا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیے
کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں — اس درجہ اعتبارِ تمنا نہ چاہیے
جو دیکھتے ہوں دیکھنے والوں کا دیکھنا — ایسوں کو آنکھ اُٹھا کے بھی دیکھا نہ چاہیے
اتنی سی شے کا تم سے تقاضا کرے گا کون — دل لے کے ہم سے آنکھ چرانا نہ چاہیے
اخفائے عشق مدِ نظر ہو تو حسن سے — اظہارِ آرزو میں تحاشا نہ چاہیے

حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت
اُس حسنِ بے مثال کو چھپنا نہ چاہیے

روشِ حسن مراعات چلی جاتی ہے — ہم سے اور ان سے وہی بات چلی جاتی ہے
اُس جفا جو سے با ایمائے تمنا اب تک — ہوسِ لطف و عنایات چلی جاتی ہے
مل ہی جاتے ہیں پشیمانیٔ غم کے اسباب — شوقِ حرماں کی مدارات چلی جاتی ہے
ہم سے ہر چند وہ ظاہر میں خفا ہیں لیکن! — کوششِ پرسشِ حالات چلی جاتی ہے
دن کو ہم اُن سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے — رسمِ پابندیٔ اوقات چلی جاتی ہے
اس ستمگر کو ستمگر نہیں کہتے بنتا — سعیٔ تاویلِ خیالات چلی جاتی ہے
نگہِ یار سے پا لیتے ہیں دل کی باتیں — شہرتِ کشف و کرامات چلی جاتی ہے

حیرتِ حسن نے مجبور کیا ہے حسرت!
وصلِ جاناں کی یونہیں رات چلی جاتی ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

توڑ کر عہدِ کرم ناآشنا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے

میرے عذرِ جرم پر مطلق نہ کیجے التفات
بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائیے

خاطرِ محروم کو کر دیجیے محوِ الم!
درپئے ایذائے جانِ مبتلا ہو جائیے

راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو از راہِ ستم
ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائیے

گر نگاہِ شوق کو محوِ تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروفِ سزا ہو جائیے

میری تحریرِ ندامت کا نہ دیجے کچھ جواب
دیکھ لیجے اور تغافل آشنا ہو جائیے

مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجے گالیاں!
اور بزمِ غیر میں جانِ حیا ہو جائیے

ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا
آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پُرجفا ہو جائیے

جی میں آتا ہے کہ اُس شوخِ تغافل کیش سے
اب نہ ملیے پھر کبھی اور بے وفا ہو جائیے

کاوشِ دردِ جگر کی لذتوں کو بھول کر!
مائلِ آرام و مشتاقِ شفا ہو جائیے

ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دلِ مایوس میں
یعنی آخر بے نیازِ مدعا ہو جائیے

بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد
اس قدر بیگانۂ عہدِ وفا ہو جائیے

ہائے ری بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر
اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے

چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے
تیرے اس طرزِ تغافل کے فدا ہو جائیے

کشمکش ہائے الم سے اب یہ حسرت جی میں ہے
چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمانِ قضا ہو جائیے

اثر تیرے تغافل کا رقیبِ کامراں تک ہے
وجودِ رشک یعنی اضطرابِ بدگماں تک ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ابھی دیکھی نہیں گستاخیاں جوشِ تمنا کی! تمہاری کم نگاہی التماسِ بے زباں تک ہے
چمن میں شورِ فصلِ گل ہے لیکن وائے محرومی قیامِ بلبلِ مجبور رحمِ باغباں تک ہے
دلِ بیتاب کی بے باکیاں ان سے یہ کہتی ہیں ذرا ہم بھی تو دیکھیں آپ کی شوخی کہاں تک ہے
مری مجبوریاں مشقِ جفا سے باز رکھیں گی ترا شوقِ ستم ظالم خیالِ امتحاں تک ہے
سکھا دے گی ندامت شیوۂ قدرِ وفا ان کو یہ شانِ کج ادائی میری جانِ ناتواں تک ہے
مجھے طوفِ حرم کی آرزو کیوں ہو کہ گذر میرا! سرِ کوئے بتاں تک ہے درِ پیرِ مغاں تک ہے
وہی جورِ خزاں ہوگا وہی محرومیاں ہوں گی نشاطِ بلبلِ بیدل بہارِ بوستاں تک ہے
ہماری داستانِ بیقراری بھی سنا دیجو گذر تیرا تو اے بادِ صبا ان کے مکاں تک ہے

کہاں سے آئیں گی نیرنگیاں ترکیبِ مومن کی
یہ لطفِ خوش بیانی حسرتِ رنگیں بیاں تک ہے

ترا ناز بھول بیٹھا مری سب نیاز مندی بغرورِ دلربائی بہ یقینِ دلپسندی
نہ ہے اختیار تجھ پر نہ ہے اعتبار دل پر ترے عاشقوں کا دیکھے کوئی رنگِ مستمندی
مجھے شکوۂ جفا کی نہیں آنے پائی نوبت وہ ستم بھی گر کرے ہے تو بلطفِ ہوشمندی
تری بزمِ ناز ظالم ہے عجب طلسمِ حیرت کہ جہاں ہے میرے دل کو خطرِ بت پسندی

غمِ آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

تھی راحتِ حیرت کی کس درجہ فراوانی میں نے غمِ ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اک میں مجنوں سو کیا میں ہوں محرومِ فراغت ہو
اک دل ہے سو کیا دل ہے مجبورِ پریشانی

کس درجہ پشیماں ہے تاثیرِ وفا میری
اس شوخ پہ آتا ہے الزامِ پشیمانی

دیکھ اے ستمِ جاناں، یہ نقشِ محبت ہیں
بنتے ہیں بدشواری مٹتے ہیں بآسانی

میں اُس بُتِ بدخُو کی اس آن پہ مرتا ہوں
کھینچا نہ کبھی اس نے اندوہِ پشیمانی

یاں صبر میں ہے پنہاں کیفیتِ بیتابی
واں لطف کے پیدا ہے اندازِ ستم رانی۔

قائم ہے ترے دم سے طرزِ سخنِ قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگِ غزلخوانی

سُن چکے شکوے ملالِ خاطرِ ناشاد کے
ہم کہ خوگر ہیں سیاہی لذتِ بیداد کے

اک ذرا اُس شوخ کی محشر خرامی دیکھیو
دل میں ہنگامے بپا ہیں شورشِ فریاد کے

دیکھ کر عالم مری حیرانیِ خاموش کا
اُڑ گئے ہوش ان کی تمکینِ ستم ایجاد کے

ضبطِ رازِ عشق نے رخصت نہ دی فریاد کی
آ کے لب تک رہ گئے شکوے تری بیداد کے

ننگِ نامِ شوق تھی پابندیِ سُود و زیاں
لاابالی مشغلے ہیں عاشقِ آزاد کے

رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے صرصرِ بیداد میں
رنگ ہیں ٹوٹے وفا میں نکہتِ برباد کے

مرحبا حسرت زہے خوب اندازِ نسیم
لُطف ہر ہر شعر میں ہیں بندشِ اُستاد کے

مے نوشیوں میں سب بے خبرِ دو جہاں رہے!
ہم خوش رہے کہ بندۂ پیرِ مغاں رہے

اُس بے وفا کو ترکِ وفا کے گماں رہے
محروم ہم، کہ مائلِ ضبطِ فغاں رہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے وائے آرزوئے جفا دل کی سادگی!
ممکن نہیں کہ جلوۂ گل جاوداں رہے

یارب ہمارے بعد بھی بزمِ شراب میں!
ساقی کے دم سے دورِ مئے ارغواں رہے

یہ مقتضائے رابطۂ حسن و عشق تھا
ہم بدگماں اِدھر، وہ اُدھر بدگماں رہے

ہنگامۂ بہار کا دیکھا کبھی نہ رنگ
ہم نے کہ مبتلائے بلائے خزاں رہے

سچ شبِ فراق کی مٹ جائیں سختیاں
یوں ہی اگر خیال ترا مہرباں رہے

محرومئ وفا سے نہ آیا یقینِ لطف
وہ مہرباں ہوئے بھی تو ہم بدگماں رہے

اُن سے شبِ وصال بھی کھل کر نہ ہم ملے
تا صبح شکوہ ہائے جفا درمیاں رہے

دلچسپ کس قدر تھا مرا قصۂ وفا
جب تک ہوا بیان وہ محوِ بیاں رہے

رہنا تھا اُن کا ہو کے رہے جو عزیزِ خلق
ہم کیا رہے کہ طبعِ جہاں پر گراں رہے

خاموشیوں پہ میری کہ حسرت نصیب تھیں
اس پُرجفا کو صبر و سکوں کے گماں رہے

حسرت رواروی میں بھی اتنا رہے خیال
اشعار میں نسیم کا رنگِ بیاں رہے

اُس ناز میں سے ہم کو جتنے گزند پہونچے
سب دل پذیر پہونچے سب دل پسند پہونچے

عالم ہی اب نہیں وہ تفریحِ بے خلل کا
محفل میں تیری ناحق ہم دردمند پہونچے

دل پر گزند گئی کچھ، لب تک جبھی تو آخر!
آہیں بھی چند پہونچیں نالے بھی چند پہونچے

بیتابیوں نے آخر دعوائے صبر توڑا!!
پہونچے لبوں پہ نالے گو بند بند پہونچے

کس کو نہیں تمنّا اُس بزمِ جاں فزا کی
نزدیک ہے کہ دل بھی ہو کر سپند پہونچے

باوصفِ نارسائی تا ملکِ یاس حسرت
نالے ہمارے پہونچے اور سربلند پہونچے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یاد ہیں سارے وہ عیشِ بافراغت کے مزے — دل ابھی بھولا نہیں آغازِ الفت کے مزے
وہ سراپا ناز تھا بیگانۂ رسمِ جفا — اور مجھے حاصل تھے لطفِ بے نہایت کے مزے
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے — اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
میری جانب سے نگاہِ شوق کی گستاخیاں — یار کی جانب سے آغازِ شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ حسن و الفت کی نرالی شوخیاں — التماسِ عذر و تمہیدِ شکایت کے مزے
صحبتیں لاکھوں مری بیماریٔ غم پر نثار — جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

میں ہوں مجبور دل ہے سودائی — رخصت اے صبر اے شکیبائی
حسن کو ہے سرِ خود آرائی — مژدہ اے آرزوئے شیدائی
نظر افروزِ اہلِ بینش ہے — تیری پنہانیوں میں پیدائی
متحقق ہے جلوۂ رخِ یار! — متحیر ہے شخصِ بینائی
ہے وہ رنگیں ادا بشانِ وفا — جانِ محبوبی و دل آرائی
مذہبِ عاشقی میں ہے اے عقل — بے خودی انتہائے دانائی
اثرِ حسنِ یار سے آخر — آگئی عشق میں بھی رعنائی
عشقِ کامل کے دونوں ہیں مرغوب — سحرِ وصل و شامِ تنہائی
بندۂ بندگانِ حضرتِ عشق
حسرت سرفرازِ رسوائی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خیالِ یار میں بھی رنگِ بوئے یار پیدا ہے
یہ رنگیں ماجرا اے عشقِ شیریں کار پیدا ہے

ترے رُوئے دل آرا کے تصوّر کا یہ عالم تھا
کہ چشمِ شوق میں اک حُسن کا گلزار پیدا ہے

مرے اصرارِ مضطر میں نہاں تھی میری مایوسی
ترے اقرارِ آساں سے ترا انکار پیدا ہے

طریقِ عشقِ جاناں ہے جُدا گبر و مسلماں کا
یہیں سے اختلافِ سبحہ و زنّار پیدا ہے

نگاہِ آرزو و گلچینِ باغِ کامرانی ہے
بشانِ خواب شکلِ طالعِ بیدار پیدا ہے

وفا میری بشکلِ بے زبانی آشکارا تھی
ستم تیرا برنگِ پرسشِ اغیار پیدا ہے

نسیمِ دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرتؔ!
تجھی سے ہے کہ یہ نیرنگیِ گفتار پیدا ہے

رسمِ جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حُبِّ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے

دل پہ رہا مدتوں غلبۂ یاس و ہراس
قبضۂ حزم و حجاب دیکھیے کب تک رہے

تا بکجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھیے کب تک رہے

پردۂ اصلاح میں کوششِ تخریب کا
خلقِ خدا پر عذاب دیکھیے کب تک رہے

نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بزیرِ نقاب دیکھیے کب تک رہے

دولتِ ہندوستاں قبضۂ اغیار میں
بے عدد و بے حساب دیکھیے کب تک رہے

ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزمِ حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے

حسرتِ آزاد پر جورِ غلامانِ وقت
از رہِ بغض و عتاب دیکھیے کب تک رہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے گریۂ محرومی تو جانِ محبت ہے! تو جانِ محبت ہے ایمانِ محبت ہے
ہر چند کہ بے تابی ہے لازمۂ محنت ہم چپ ہیں کہ ایسا ہی فرمانِ محبت ہے
ہوں دولت و حشمت پر اربابِ ہوس نازاں یاں بے سر و سامانی سامانِ محبت ہے
مجبوری و حیرانی آغاز کی تھیں باتیں بے خویشی و بے جانی پایانِ محبت ہے
درخوردِ شکایت تھی بیداد تری لیکن منظوری و خاموشی شایانِ محبت ہے

بیگانۂ آرایش مستغنیِ آسایش
اے بے خبری حسرت حیرانِ محبت ہے

کثرتِ مے التفات آموزِ مے نوشی نہ تھی ورنہ مے خانے میں ساقی مجھ کو بیہوشی نہ تھی
رحم تیرا تھا بہ صورت سزاوارِ ثنا مدح میری بر بنائے مصلحت کوشی نہ تھی
کیا ہوئے وہ دن کہ اربابِ نظر کی آنکھ سے اس سراپا ناز کو پروائے روپوشی نہ تھی
تھا حجاب ان کا مری حیرت سے گرمِ کلام تھی بظاہر خامشی در پردہ خاموشی نہ تھی

ظلمِ عصیاں سے مٹا حسرت نہ داغِ عشقِ یار
اور یہ کیا تھا اگر اس کی خطا پوشی نہ تھی

عرضِ کرم پہ ترکِ جفا بھی نہ کیجیے ایسا نہ ہو کہ آپ بھلا بھی نہ کیجیے
اس بیوفا سے مصلحتِ شوق ہے یہی اپنی ستم کشی کا گلا بھی نہ کیجیے
پھر کہیے کس امید پہ ہم زندگی کریں ہم پہ ہجومِ ناز و ادا بھی نہ کیجیے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت یہ کیا ستم ہے کہ اک بت کے عشق میں
تو چاہتا ہے یادِ خدا بھی نہ کیجیے

❁

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبورِ حیا دیکھا ہے

یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ساعدِ سیمیں کو کھلا دیکھا ہے

پھر اسی لطفِ ستم کوش کا مشتاق ہے دل
ہم نے جس لطف کو ہمرنگِ جفا دیکھا ہے

تجھ میں کچھ بات ہے ایسی جو کسی میں نہ ملی!
یوں تو اوروں سے بھی دل ہم نے لگا دیکھا ہے

دلِ بے تاب جو قابو میں نہیں ہے حسرت
نگہِ شوق نے کیا جانیے کیا دیکھا ہے

❁

محبوبی و رنگینی میں جزوِ بدن تیری
سرشارِ محبت ہے خوشبوئے دہن تیری

مجبورِ وفا کر کے محرومِ کرم کرنا
بھولیں گی نہ یہ باتیں اے عہد شکن تیری

باطن میں وہ بے مہری ظاہر میں یہ دلجوئی
ہم خوب سمجھتے ہیں ترکیبِ سخن تیری

غارت گرِ تمکیں ہے آشوبِ دل و دیں ہے
یہ طرزِ نگہ تیرا یہ وضعِ حسن تیری

جو ہم سے چھپائی تھیں، ہم کو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پر باتیں من و عن تیری

اب رونے سے کیا ہوگا پروانہ ہے بے پروا
برباد ہے سب محنت اے شمعِ لگن تیری

اس شاہدِ رعنا کے اکرام و اقامت سے
تقدیر چمک اٹھی اے ملکِ دکن تیری

تنہائیِ غربت سے مغموم نہ ہو حسرت
کب تک نہ خبر لیں گے یارانِ وطن تیری

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ظاہر ملالِ رشکِ رقابت نہ کیجیے　　بہتر یہی ہے اُن سے شکایت نہ کیجیے
یا جوشِ اضطراب کو مُلزم نہ جانیے　　یا دل کو آشنائے محبت نہ کیجیے
مٹنے نہ پائیں رنجشِ باہم کی لذتیں　　رفعِ ملال و دفعِ کدورت نہ کیجیے
حائل شبِ وصال ہے کیوں پردۂ حجاب　　اب اس کو درمیاں سے رخصت نہ کیجیے
توزِ عظیم عشق و جنوں کو سزا ہے یہ　　پروائے اہلِ پند و ملامت نہ کیجیے
واقف ہیں خوب آپ کی طرزِ جفا سے ہم　　ہم بے دلوں پہ جور کی شدت نہ کیجیے
میں ہوں گناہگار تو دیجے سزا مگر　　اس درجہ میرے حال سے غفلت نہ کیجیے
مجبوریوں کو صبر سے مانا نہ جانیے　　اندازۂ سکونِ طبیعت نہ کیجیے

عذرِ ستم ضرور نہ تھا آپ کے لیے
حسرت کو شرمسارِ ندامت نہ کیجیے

ستم ہو جائے تمہیدِ کرم ایسا بھی ہوتا ہے
محبت میں بتا اے ضبطِ غم ایسا بھی ہوتا ہے

بُھلا دیتی ہیں سب رنج و الم حیرانیاں میری
تری تمکینِ بے حد کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

جفائے یار کے شکوے نہ کر اے رنجِ ناکامی
اُمید و یاس دونوں ہوں بہم ایسا بھی ہوتا ہے

مرے پاسِ وفا کی بدگمانی ہے بجا تم سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہیں بے وجہ اظہارِ کرم ایسا بھی ہوتا ہے
تری دلداریوں سے صورتِ بیگانگی نکلی
خوشی ایسی بھی ہوتی ہے، الم ایسا بھی ہوتا ہے
وقارِ صبر کھویا گریہ ہائے بے قراری نے!
کہیں اے اعتبارِ چشمِ نم ایسا بھی ہوتا ہے
بدعوائے وفا کیوں شکوہ سنجِ جور ہے حسرت
دیارِ شوق میں اے محوِ غم ایسا بھی ہوتا ہے

کون اُس نگہِ ناز کے قابو میں نہیں ہے　　پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے
دلہائے پریشاں کی ہے رونق ترے غم سے　　اس نور کی جا خاطرِ گیسو میں نہیں ہے
تاثیر ہے اس جلوۂ یکتا کی نمایاں　　رنگینیِ خوں ناب یا آنسو میں نہیں ہے
حیف اس قدمِ شوق کی بے راہروی پر　　جو اس گُلِ رعنا کی تگاپو میں نہیں ہے
دیکھا تھا اُسے کس نگہِ ہوش رُبا نے　　اب تک دلِ بیتاب جو قابو میں نہیں ہے
رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی　　کیا بات ہے جو اُس قدِ دلجو میں نہیں ہے
آجائے جو اندازۂ اربابِ نظر میں　　ایسی تو ضیا اُس رُخِ نیکو میں نہیں ہے
ہے کون سی ایسی وہ ادا دل شکری کی　　پنہاں جو ترے گوشۂ ابرو میں نہیں ہے

پھر اور کہاں ہے دلِ گم گشتۂ حسرت
آخر جو ترے طرۂ گیسو میں نہیں ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بند ایسی شورشِ غم کس دلِ مضطر میں ہے
جس سے جنبش ہے زمیں کو آسماں چکر میں ہے

اس قدر تاکید کیوں ترکِ مے و ساغر میں ہے
محتسب خود بھی تو فکرِ جنت و کوثر میں ہے

جلوہ فرما ہے جو وہ حسنِ خود آرا بے نقاب
اک قیامت اور برپا عرصۂ محشر میں ہے

منعموں کی ہم غریبوں پر نظر پڑتی ہے یوں
گویا سر رشتۂ تقدیر دستِ زر میں ہے

خاطرِ مایوس میں پوشیدہ ہے سب رازِ عشق
کچھ سرِ پرشور میں کچھ اور چشمِ تر میں ہے

میرے غم خانے میں تاریکی ہے رنگِ یاس کی
جو نمایاں ہر طرف دیوار میں ہے در میں ہے

عارفوں کی روح بھی جس کے لیے ہے بے قرار
ایسی کیا شے ہے وہ ساقی جو ترے ساغر میں ہے

دام اس میں بے خطا اس میں قفس ہے بے قصور
شوقِ پابندی نہاں خود میرے بال و پر میں ہے

خوب ہے یہ پرسشِ پنہاں یہ لطف گاہ گاہ
بات جو کم تر سے پیدا ہے وہ کب اکثر میں ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اہتزازِ روحِ بلبل ہے بفصلِ نوبہار!
جو عیاں ہر سمت شکلِ جنبشِ صرصر میں ہے

دل میں دیکھو میرے تفسیرِ کتابِ حسن و عشق
بند اک نکتے میں ہے جو کچھ کہ اس دفتر میں ہے

بزمِ دشمن میں ہمارا بیٹھنا ہے ناگوار
ہم پہ سب روشن ہے جو کچھ آپ کے تیور میں ہے

تجھ کو ناصح کیا خبر شورِ جنوں کیا چیز ہے
دل میں بھی تیرے نہیں ہے وہ جو میرے سر میں ہے

کس قدر بے باک ہے در پردہ کیسی بے حجاب
وہ نظر پنہاں جو اس چشمِ حیا پرور میں ہے

ڈھونڈھتا کیا ہے دیارِ حسن میں اے شخصِ عشق
بے خبر جنسِ وفا ناپید اس کشور میں ہے

مرحبا حسرت بنائی خوب تصویرِ سخن
رنگِ مومن خوشنما کس درجہ اس پیکر میں ہے

قبضۂ یثرب کا سودا دشمنوں کے سر میں ہے
اب تو انصاف اس ستم کا دستِ پیغمبر میں ہے

جورِ یورپ ہے بنا بیداریِ اسلام کی
خیر ہے در اصل یہ با آنکہ شکلِ شر میں ہے

خاطرِ افسردہ میں باقی ہے اب تک یادِ عشق
گرمیِ آتش ہنوز اس مشتِ خاکستر میں ہے

قلتِ افواجِ ترکی پہ نہ ہو اٹلی دلیر
ایک ہے سو کے لیے کافی جو اس لشکر میں ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب خُدا چاہے تو حسرت جلد ہوتا ہے بلند
رایتِ حُرّیت وحق، جو کفِ اَنور میں ہے

دل کی جو ترکِ عشق سے حالت بدل گئی
وہ بے خودی و وحشتِ بے محل گئی

تجھ کو فلک نے مجھ سے چھڑایا تو کیا ہوا
کیا تیری یاد بھی مرے دل سے نکل گئی

آہ اس سے نارسا ہی جو رہتی تو خوب تھا
کیوں اُس حریمِ عیش میں یوں بے محل گئی

سودا ہی وہ نہیں ہے جو سر سے چلا گیا
حسرت ہی وہ نہیں ہے جو دل سے نکل گئی

اب دل ہے اور فراغِ محبت کی راحتیں
تشویشِ زندگانی و فکرِ اجل گئی

آہ اس نگاہِ مست کی شوخی جو بے خبر
خوبی پہ رُوئے یار کے پہلے پھسل گئی

رنگینیوں کی جان ہے وہ پائے ناز میں
میری نگاہِ شوق جہاں سر کے بل گئی

اچھا ہے گوشہ گیرِ قناعت ہُوئے جو ہم
تکلیفِ ہم نشینیٔ اہلِ دول گئی

حسرت یہ دورِ جہل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدردانیٔ علم و عمل گئی

دلِ مایوس کو سرچشمۂ صدق و صفا کر دے
گدازِ غم اگر چاہے تو مجھ کو باخدا کر دے

عطا ہو اس وفا دشمن کو توفیقِ کرم یا رب
نہیں تو پھر مجھی کو بے نیازِ مدعا کر دے

تقاضا کر رہا ہے اب یہ حسنِ تازہ کار ان کا
کہ جس نے دل دیا تھا جان بھی ہم پر فدا کر دے

اثر ایسا کہاں سے لاؤں یا رب نالۂ دل میں
جو اس بے مہر کو بھی رازِ غم سے آشنا کر دے

گراں گزرے گا حرفِ آرزو اس طبعِ نازک پر
نگاہِ شوق اس مفہومِ رنگیں کو ادا کر دے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہوا جاتا ہے نورِ عشق پر دودِ ہوس غالب الٰہی اہلِ حق سے اہلِ باطل کو جدا کر دے

غرورِ حسن کی تاثیر سے ڈر ہے مجھے حسرت
کہیں ایسا نہ ہو یہ عشق کو بھی خود نما کر دے

مر کے ہم خاکِ راہِ یار ہوئے سرمۂ چشمِ اعتبار ہوئے
فکرِ کونین سے نجات ملی! قیدیٔ عشقِ زلفِ نگار ہوئے
ضبطِ غم تک ہے زندگی اپنی مر مٹیں گے جو بیقرار ہوئے
اب وہ شوق ہے نہ جوش و خروش سب تری یاد پر نثار ہوئے
میری محرومیوں کی حد نہ رہی تیرے احسان بے شمار ہوئے
نہ ہوا کوئی سرفرازِ کمال! جب ہوئے تیرے خاکسار ہوئے

کیوں ہے بیکار جستجو حسرت!
وہ نہ ہوں گے نہ وہ دوچار ہوئے

تسکین ہو سکی نہ دلِ ناشکیب کی سب ہم پہ کھل گئیں تری باتیں فریب کی
ہر وضع دل پسند ہے ہر رنگ دلپذیر کیا بات ہے کسی کے تنِ جامہ زیب کی
حسنِ ذقن ہے رونقِ نورِ جبینِ یار! ہے طرفہ ماجرا یہ بلندی نشیب کی
دل ہے ہلاک اس سخنِ جاں نواز کا جاں مبتلا ہے اس نگہِ دلفریب کی

یہ آج ہم سے جو چاہت جتائی جاتی ہے عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غضب ہیں آپ سے سرگوشیاں ندیموں کی　　　وہ بات کیا ہے جو ہم سے چھپائی جاتی ہے
وفورِ حسن سے ٹھہری کبھی جو جب اُن پہ نظر　　　یہ مجھ پہ مفت میں تہمت لگائی جاتی ہے
جنونِ عشق کا اظہار ہو ہی جاتا ہے　　　اڑی تو پھر یہ خبر کب دبائی جاتی ہے
پڑی تھی بزمِ رقیباں میں ایسی کیا افتاد　　　کہ بات بھی نہیں تم سے بنائی جاتی ہے
بسی ہوئی ہے جن آنکھوں میں شوخیوں کی ہوا　　　ادائے شرم انھیں کیوں سکھائی جاتی ہے
نہ مجھ کو اس کی خبر ہے نہ خود انھیں یہ خیال　　　مجھے اس طرح سے محبت بڑھائی جاتی ہے
خلش ان سے کرے کون جانِ پرغم کی　　　کہ یہ غریب ہے ناحق ستائی جاتی ہے

دوچار ہو نظرِ شوق اُس سے کیا حسرت
نگاہِ یار تو دل میں سمائی جاتی ہے

نظرِ یار سکوں بخشِ تمنا نہ ہوئی　　　التماسِ نگہِ شوق پذیرا نہ ہوئی

حسنِ حق جس میں ہو وہ شے جلوہ گر اس دل میں ہے
جذبۂ صورت پرستی پیکرِ آب و گل میں ہے
بے خودی سے بڑھ کے آگے ہے فنا کا مرتبہ
راہبر و راہِ محبت آخری منزل میں ہے
مائلِ عشقِ مجازی کیوں نہ ہوں اہلِ نظر
جلوۂ حق آشکارا صورتِ باطل میں ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل میں کیا کیا ہوسِ دید بڑھائی نہ گئی — رو برو اُن کے مگر آنکھ اُٹھائی نہ گئی
ہم رضا شیوہ ہیں تاویلِ ستم خود کر لیں — کیا ہوا اُن سے اگر بات بنائی نہ گئی
یہ بھی آدابِ محبت نے گوارا نہ کیا — ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی
آہ وہ آنکھ جو ہر سمت رہی صاعقہ پاش — وہ جو مجھ سے کبھی عنواں ملائی نہ گئی
ہم سے پوچھا نہ گیا نام و نشاں بھی ان کا — جستجو کی کوئی تمہید اُٹھائی نہ گئی
دل کو تھا حوصلۂ عرضِ تمنا سو انہیں! — سرگزشتِ شبِ ہجراں بھی سنائی نہ گئی

غمِ دوری نے کشاکش تو بہت کی لیکن
یاد ان کی دلِ حسرت سے بھلائی نہ گئی

جو وہ نظر بسرِ لطفِ عام ہو جائے — عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے
شرابِ شوق کی قیمت ہے نقدِ جانِ عزیز — اگر یہ باعثِ کیفِ دوام ہو جائے
رہینِ یاس رہیں اہلِ آرزو کب تک — کبھی تو آپ کا دربارِ عام ہو جائے
جو اور کچھ ہو تری دید کے سوا منظور — تو مجھ پہ خواہشِ جنت حرام ہو جائے
وہ دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں یہی ہے بہت — مگر قبول ہمارا سلام ہو جائے
اگر وہ حسنِ دلآرا کبھی ہو جلوہ فروش — فروغِ نور میں گم ظرفِ بام ہو جائے
سنا ہے بر سرِ بخشش ہے آج پیرِ مغاں — ہمیں بھی کاش عطا کوئی جام ہو جائے
ترے کرم پہ ہے موقوف کامرانیِ شوق — یہ نا تمام الٰہی تمام ہو جائے
ستم کے بعد کرم ہے جفا کے بعد عطا — ہمیں ہے بس جو یہی التزام ہو جائے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عطا ہو سوز وہ یارب جنونِ حسرت کو
کہ جس سے پختہ یہ سودائے خام ہو جائے

دلِ آرزوِ شوق کا اظہار نہ کر دے
ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرسشِ پیہم کی نوازش
عشاقِ ستم کش کو ہوس کار نہ کر دے

راضی بہ رضا ہم ہیں بہر حال مگر ہاں
ڈر ہے کہ یہ خو تم کو ستم گار نہ کر دے

فرقت میں ہو کیا حال اگر گریۂ مضطر!
جان و دلِ حیراں کو شکبار نہ کر دے

ہم جور پرستوں پہ گماں ترکِ وفا کا!
یہ وہم کہیں تجھ کو گنہ گار نہ کر دے

سامانِ فراغت جو ترے پاس ہے اے دل
اک بار اسے نذرِ غمِ یار نہ کر دے

آگاہ نہیں ہیں جو ابھی ذوقِ ستم سے
بیتابیٔ دل ان کو خبردار نہ کر دے

ہوتا ہے بُرا لذتِ آزار کا لپکا
مرنا بھی کہیں مجھ کو یہ دشوار نہ کر دے

کچھ حد بھی ہے اس شورشِ خاموش کی حسرت
یہ کشمکشِ غم تجھے بے کار نہ کر دے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ دوم

جس میں

مصنف کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو تذکرۃ الشعرا علی گڈھ نیز
اردو زبان کے اکثر اخباروں اور رسالوں میں چھپ کر مشہور
ہو چکی ہیں

از سنہ ۱۹۱۱ء تا سنہ ۱۹۱۶ء

مرتبہٗ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شرف حاصل ہے اس جانِ جہاں سے مجھ کو نسبت کا
غلامی کا سہی گر ہو نہ سکتا ہو محبت کا

گروہِ عاشقاں میں جوش ہے شوقِ زیارت کا
ترے کوچے میں اک ہنگامہ برپا ہے محبت کا

گنہگارانِ اُمت سے ہے راضی اور بحشر
کہ اُن سے نام چمکے گا ترے حُسنِ شفاعت کا

جبین و چشم و لب میں تیرے اک گنجینہ پنہاں ہے
صباحت کا ملاحت کا لطافت کا نظافت کا

دیارِ عاشقی میں گرم ہے بازارِ رسوائی!
جدھر دیکھو ادھر اک ڈھیر ہے جنسِ ملامت کا

قیامت اک نہاں ہے تیری آنکھوں میں شرارت کی
عبث دعویٰ ہے تیرے حُسنِ خود بیں کو متانت کا

گنہگاروں کا بیڑا پار ہو جائے گا محشر میں!
جو آیا جوشِ غفاری میں دریا اُن کی رحمت کا

وہ چشمِ سُرمہ سا اک کان ہے گویا ملاحت کی
وہ رُوئے روشن اک گلزار ہے گویا صباحت کا

غضب تھی عشق کے جذبات گوناگوں کی رنگینی
دلِ حسرت بھی اک نیرنگ ہے رازِ محبت کا

رسالہ ترجمان لاہور جون ۱۹۱۴ء

جفائے یار پر چھایا ہے اک عالم ندامت کا
یہی تھا مدعا میری تمنائے شہادت کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ میرے قتل ہی کو آئیں لیکن سامنے آئیں
نتیجہ کچھ تو نکلے جذبِ تاثیرِ محبت کا

میرے ہر فعلِ مضطر سے ہے اک شانِ جنوں پیدا
نمایاں ہے مری ہر بات میں اک رنگ وحشت کا

یہاں تو اک نئی آباد ہے دنیا محبت کی
کوئی اندازہ کیا کرتا دلِ عاشق کی وسعت کا

ہے لفظِ عشق میں اک داستانِ رنج و غم پنہاں
مگر قصہ ابھی محتاج ہے شرح و صراحت کا

ترے عشاق نے ناکام ہو کر کامِ جاں پایا!
ذریعہ بن گئی مایوسی بے حد فراغت کا

وہ کہتے ہیں کہ یہ بیمارِ غم ہے بچ نہیں سکتا
کیا ہے خوب اندازہ انھوں نے میری حالت کا

میں خود مجبور ہوں اس دل کے ہاتھوں کیا کروں حسرت
نشانہ سب مجھے ناحق بناتے ہیں ملامت کا

"زمانہ" کانپور — ۱۹۱۶ء

جہاں دیکھو وہاں اک فتنہ برپا ہے محبت کا
تمہارا حسن ہے یا کوئی پرکالہ ہے آفت کا

مقابل ہوں کہ کشتہائے شوقِ بے نہایت کا
وہی میں بیٹھنے والا جو تھا کنجِ سلامت کا

وہ آئے بر سرِ بالیں تو مجھ کو بھی یقیں آیا
نہ تھا قائل میں آگے جذبِ الفت کی کرامت کا

تمہارے جورِ بے پروا کو بھی اک دن سنانا ہے
فسانہ رشتۂ حسن و محبت کی نزاکت کا

دیارِ عشق کی جانب چلے ہم بے خبر ہو کر
خیال آیا مصیبت کا نہ آفت کا نہ زحمت کا

گذر جائے نہ اے دل وصل کی شب یوں ہی باتوں میں
نکالا ہے یہ کیا دفتر حکایت کا شکایت کا

نظر کی طرح حسرت مجھ کو بھی اک آہ کافی ہے
خلاصہ کس قدر میں نے کیا ہے رنجِ فرقت کا

منشی نوبت رائے صاحب لکھنوی — اخبار صداقت کلکتہ، اکتوبر ۱۹۲۶ء

تجھ سے گرویدہ اک زمانہ رہا
کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آپ کو اب ہوئی ہے قدرِ وفا — جب کہ میں لائقِ جفا نہ رہا
جلد سُن لی مرے خدا نے مری — صبر کو شکوۂ دعا نہ رہا
راہ و رسمِ وفا وہ بھول گئے — اب ہمیں بھی کوئی گلا نہ رہا
حُسن خود ہو گیا غریب نواز — عشق محتاجِ التجا نہ رہا
بسکہ نظارہ سوز تھا وہ جمال — ہوشِ نظارگی بجا نہ رہا
میں کبھی تجھ سے بدگماں نہ ہوا — تو کبھی مجھ سے آشنا نہ رہا
آپ کا شوق بھی تو اب دل میں — آپ کی یاد کے سوا نہ رہا
میرے پہلو میں دل رہا جب تک — نظرِ یار کا نشا نہ رہا
اور بھی ہو گئے وہ غافلِ خواب — نالۂ صبح نارسا نہ رہا
حُسن کا ناز عاشقی کا نیاز — اب تو کچھ بھی وہ ماجرا نہ رہا
عشق جب شکوہ سنجِ حُسن ہوا — التجا ہو گئی گلا نہ رہا
ہم بھروسے پہ ان کے بیٹھے ہے — جب کسی کا بھی آسرا نہ رہا
میرے غم کی ہوئی انہیں بھی خبر — اب تو یہ درد لا دوا نہ رہا
آرزو تیری برقرار رہے — دل کا کیا ہے رہا رہا نہ رہا
ہو گئے ختم تجھ پہ جورِ فلک — اب کوئی موردِ بلا نہ رہا

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظمِ حسرت میں بھی مزا نہ رہا

مولانا ابوالکلام آزاد — رسالہ نظارہ میرٹھ

نہ کچھ فکرِ جہاں رکھی نہ کچھ خوفِ سقر رکھا — خیالِ یار نے دل کو یہاں تک بے خبر رکھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بجاں منظور ہے جو کچھ سزا ہو جرمِ الفت کی — کہ ہم نے فیصلہ اس بات کا بھی آپ پر رکھا

نہ کرنا تھا ہمیں وعدے کی تکمیل پر کیا، دل پر — نہ رکھنا تھا انہیں الزامِ بے تابی مگر رکھا

قناعت کی بدولت غایتِ بے احتیاجی نے — فقیری میں بھی ہم کو بے نیازِ اہلِ زر رکھا

وہ بالا شان ہے تخلیقِ حُسن سے سُخنِ حسرت کی! — اسی نے تو انہیں منظورِ اربابِ نظر رکھا

ملا ساقی جو دریا دل، بلا نوشوں کی بن آئی — اٹھایا شام سے ساغر تو ہنگامِ سحر رکھا

چلے ہیں اُن کی جانب مے کے بیخود کیا خبر ہم کو — کہ ہم نے پاؤں مستی میں کہاں ڈالا کدھر رکھا

وہ تم ہو یا تمہارا درد ہو، کوئی ہو، دُنیا میں — کیا جس سے تعلق ہم نے پیدا عمر بھر رکھا

غرض یہ تھی نہ ہو اہلِ ہوس کو میلِ غم حسرت

نہالِ عشق کو ظاہر میں حق نے بے ثمر رکھا

رسالہ الخطیب دہلی — سنہ ۱۹۱۶ء

اب دل ہے نہ وہ جیشِ فراوانِ تمنا — سب لوٹ لیا یاس نے سامانِ تمنا

اب تک وہی رونق ہے سیہ خانۂ دل کی — باقی ہے جو اک شمعِ فروزانِ تمنا

راضی ہیں بنے یا نہ بنے کام ہمارا — ہم لوگ ہیں سرگشتہ و حیرانِ تمنا

اُس چشمِ فسوں کار کی دزدیدہ نگاہی — ہے مایۂ صد نازشِ پنہانِ تمنا

رسوائیِ انکار سے بیدل نہیں ہوتے — ہم ہیں وہ جہاں دیدہ گدایانِ تمنا

اب عشق کو درکار ہے اک عالمِ حیرت — کافی نہ ہوئی وسعتِ میدانِ تمنا

آغاز کی روداد تو معلوم ہے حسرت

لیکن نظر آتا نہیں پایانِ تمنا

رسالہ الخطیب دہلی — سنہ ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تر گریۂ حسرت سے ہے دامانِ تمنّا — مجھ سا بھی نہ ہو کوئی پشیمانِ تمنّا
ناکامیٔ پیہم سے جو ٹوٹا دلِ عاشق — سب چھوٹ گئے قیدیٔ زندانِ تمنّا
پھر تازہ ہوا جوشِ جنوں فصلِ گل آئی — پھر شوق ہوا سلسلہ جنبانِ تمنّا
پھر سر ہے مرا اور وہی سودائے محبت — پھر دل ہے مرا اور وہی طوفانِ تمنّا
بیت الغزلِ حسن کچھ ایسے ہیں وہ ابرو — ہے جن کی ہوس حاصلِ دیوانِ تمنّا
گلگوں نہ ہوئیں اشکِ ندامت سے وہ آنکھیں — بے صرفہ ہوا خونِ شہیدانِ تمنّا

اُمید ہی امید میں رہ جائے نہ حسرت
یُوں ہی نہ گذر جائے یہ دورانِ تمنّا

رسالہ خطیب دہلی — سنہ ۱۹۱۶ء

اس حد سے بڑھے کب ہے یہ امکانِ تمنّا! — دیدارِ رخِ یار ہے پایانِ تمنّا
عالی ہے بہت مرتبۂ عشقِ حقیقی — مایوس نہ ہوں حوصلہ مندانِ تمنّا
ہر روز ترا ذکر ہے ہر شب ہے تری یاد — یہ جانِ تمنّا ہے وہ جانانِ تمنّا
واقف نہیں دشواریٔ تعلیمِ وفا سے — دل ہے ابھی اک طفلِ دبستانِ تمنّا
ہم کو جو وہ بھولے ہیں تو ہم کیوں انہیں بھولیں — زنہار یہ نخوت نہیں شایانِ تمنّا
محرومیٔ جاوید کی تعزیر بجا ہے — کیوں توڑ دیا شوق نے پیمانِ تمنّا

اس رُوئے نکو میں بھی وہی نُور ہے حسرت
جس نُور سے روشن ہے شبستانِ تمنّا

رسالہ نقاد آگرہ — دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جذبِ کامل کو اثر اپنا دکھا دینا تھا — میرے پہلو میں انہیں لا کے بٹھا دینا تھا
کچھ تو دینا تھا ہمیں تیرے تغافل کا جواب — یا خدا ان کے تجھے دل سے بھلا دینا تھا
تم جو افسردہ ہوئے سن کے مرا حال سو کیوں — سرسری طور سے باتوں میں اڑا دینا تھا
طائرِ جاں کے سوا کس کو بناتے قاصد — اس ستمگار کو پیغامِ قضا دینا تھا
رنجشِ بازوِ نازک کی ضرورت کیا تھی — مجھ کو اک جنبشِ ابرو سے مٹا دینا تھا
دردِ محتاجِ دوا ہو یہ ستم ہے یارب — جب دیا تھا تو کچھ اس سے بھی سوا دینا تھا

وہ جو بگڑے تو خفا تم بھی ہوئے کیوں حسرت
پائے نخوت پہ سرِ شوق جھکا دینا تھا

رسالہ ذخیرہ — حیدرآباد دکن

قرب میں ہے نہ بعدِ یار میں تھا! — جو مزہ اس کے انتظار میں تھا
ناوکِ نازِ چشمِ یار میں تھا! — زخم جس کا دلِ فگار میں تھا
فرد اپنائے روزگار میں تھا! — دخل کس کو مزاجِ یار میں تھا
مجھ پہ اب طعنِ اضطراب ہے کیوں؟ — دل انہیں کے تو اختیار میں تھا
دلربائی کا اک نیا عالم — اس نگاہِ کرشمہ بار میں تھا
تھی اسی کی تو جانِ شوق اسیر — خم جو اس زلفِ تابدار میں تھا
نذرِ جاں بھی نہ تھی قبول وہاں — دلِ بے چارہ کس شمار میں تھا
آج آئی ہے۔ مرحبا اے مرگ! — کب سے میں تیرے انتظار میں تھا
ہاں اسی کا تو سحرِ حسن ہے نام — وہ جو چشمِ سیاہ یار میں تھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

درمیانِ ہجومِ حسرت و یاس — میں بھی اک گوشۂ مزار میں تھا
ہم بھی آخر ہلاکِ شوق ہوئے — یہی دستور اس دیار میں تھا
اب نہ گل ہیں نہ عندلیب نہ شور — وہ جو ہنگامۂ بہار میں تھا
جل گیا عاشقی کا وہ حصہ — جو مرے بختِ کامگار میں تھا
اب وہی میرے عشق میں ہے کمال — جو ترے حسنِ بے قرار میں تھا
لوثِ عصیاں سے پاک تھا وہ خیال — گرچہ قلبِ گناہ گار میں تھا
سرمۂ طور میں کہاں وہ اثر — دشتِ یثرب کے جو غبار میں تھا
نشۂ عشق جس پہ دل کو ہے ناز — وہ بھی اس چشمِ پُرخمار میں تھا

آج تک بے قرار ہے حسرت!
کیا وہ افسونِ نگاہِ یار میں تھا

رسالہ تمدن — لکھنؤ ۱۹۱۵ء

مایوس نہ یوں ہوتے تو دور اگر ہوتا! — ہم کچھ نہ تجھے کہتے مجبور اگر ہوتا
تھا شوقِ نظر کامل پھر بھی تو نہ چھپ سکتا — سو پردوں میں وہ جلوہ مستور اگر ہوتا
تاریک نہ یوں رہتی تقدیرِ سیہ مستی — شیشۂ مے گلگوں سے پُر نور اگر ہوتا
جب میں نے وفا کی تھی وہ کیوں نہ وفا کرتے — ایسا ہی محبت کا دستور اگر ہوتا
پاس اور نہ تھا اپنے کچھ بڑھ کے دل و جاں سے — ہم وہ بھی فدا کرتے مقدور اگر ہوتا
ظاہر میں جفا کرتے باطن میں وفا ہوتی — سو ڈھب سے کرم ہوتا منظور اگر ہوتا

کچھ دادِ وفا حسرت ہم کو نہ ملی ہوتی
دنیا میں یہ افسانہ مشہور اگر ہوتا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تجھ کو پاسِ وفا ذرا نہ ہوا — ہم سے پھر بھی ترا گلا نہ ہوا
ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی — دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا
جانِ عاشق نثارِ دوست ہوئی — شادیِ مرگ کا بہانہ نہ ہوا
کٹ گئی احتیاطِ عشق میں عمر — ہم سے اظہارِ مدعا نہ ہوا
تیرے اس التفات کا ہوں غلام — جو ہوا بھی تو برملا نہ ہوا
حُسن کی شان سادگی سے بڑھی — طرۂ زلف گر دوتا نہ ہوا
کچھ عجب چیز ہے وہ چشمِ سیاہ — تیر جس کا کبھی خطا نہ ہوا
روبرو ان کے کچھ نہیں معلوم! — کیا ہوا بیخودی میں کیا نہ ہوا
حیف ہے اس کی بادشاہی پر — تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا
خم کے خم غیر لے گئے ساقی — ہم کو اک جام بھی عطا نہ ہوا
مر مٹے ہم تو مٹ گئے سب رنج — یہ بھی اچھا ہوا بُرا نہ ہوا
ڈر گیا اُس نگاہِ برہم سے — دل کو یارائے التجا نہ ہوا
جب تلک میرے دل میں جان رہی — درد مایوسِ مرحبا نہ ہوا
مل گئی مجھ کو صبرِ عشق کی داد — وہ جو شرمندۂ جفا نہ ہوا

قانعِ رنجِ عشق تھا حسرت
عیشِ دنیا سے آشنا نہ ہوا

رسالہ الناظر لکھنؤ — جنوری ۱۹۱۶ء

پیروِ عشق رہنما نہ ہوا — زاہدِ خشک باخدا نہ ہوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کون لاتا ترے عتاب کی تاب — خیر گذری کہ سامنا نہ ہوا
عشق یا حُسن کون ہے غالب — آج تک اس کا فیصلا نہ ہوا
خلشِ خارِ عشق مٹ نہ سکی — چارۂ جانِ مبتلا نہ ہوا
حُسنِ بے مہر نے یہ کچھ نہ کیا — مونسِ عشقِ بے نوا نہ ہوا
تم جفا کار تھے، کرم نہ کیا — میں وفادار تھا خفا نہ ہوا
بڑھ گیا اور بھی تغافلِ حُسن! — نالۂ عشق نارسا نہ ہوا
راحتِ جانِ عاشقاں نہ ہوئی — تجھ سے اتنا بھی اے قضا نہ ہوا
اُن پہ آسائشِ بقا ہے حرام — جو تری راہ میں فنا نہ ہوا
لُطفِ ساقی تھا بے دریغ مگر — مجھ بلا نوش کا بھلا نہ ہوا
چھڑ گئی جب جمالِ یار کی بات — ختم تا دیر سلسلا نہ ہوا
جسم سے رُوح ہو گئی آزاد — لفظ معنی سے گو جُدا نہ ہوا

عشقِ حسرت کے سب ہوئے قائل
ایک وہ دشمنِ وفا نہ ہوا

اخبار اقدام — کلکتہ ۱۹۱۵ء

لائقِ حزبِ اولیا نہ ہوا — وہ جو بے خوفِ ماسوا نہ ہوا
اس جفا کار سے خدا کی پناہ — جو ترا بندۂ وفا نہ ہوا
ہو گیا راہِ عشق میں جو شہید — وہ فنا ہو کے بھی فنا نہ ہوا
سخت ہے عشق میں مقامِ رضا — ہم سے بھی طے یہ مرحلا نہ ہوا
عشق بازی وہ کیا کرے گا جسے — خندۂ زخمِ دل کشا نہ ہوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جاں نثاری بھی کیا ہے اس کی جسے　　　جاں نثاری کا حوصلا نہ ہوا
لذّتِ عشق کب ملی جب تک　　　سر تہِ خنجرِ جفا نہ ہوا
قدرِ حرّیت اس کو کیا معلوم!　　　جو کبھی تیرا مبتلا نہ ہوا

سر ترا بارِ دوش ہے حسرتؔ!
راہِ حق میں اگر فدا نہ ہوا

یوں تو عاشق ترا زمانہ ہوا　　　مجھ سا جاں باز دوسرا نہ ہوا
خود بخود بوئے یار پھیل گئی　　　کوئی منت کشِ صبا نہ ہوا
میں گرفتارِ الفتِ صیاد　　　دام سے چھٹ کے بھی رہا نہ ہوا
ہجر میں جانِ مضطرب کو سکوں　　　آپ کی یاد کے سوا نہ ہوا
رہ گئی تیرے فقرِ عشق کی شرم　　　میں جو محتاجِ اغنیا نہ ہوا
خبر اس بے خبر کی لا دیتی　　　تجھ سے اتنا بھی اے صبا نہ ہوا
اُن سے عرضِ کرم تو کیا کرتے　　　ہم سے خود شکوۂ جفا نہ ہوا

ہو کے بے خود کلامِ حسرتؔ سے
آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا

رسالہ الناظر لکھنؤ　　　مئی ۱۹۱۶ء

شک انہیں مجھ پہ کار دانی کا　　　مجھ ٹھکانا ہے بدگمانی کا
اک مرقع ہے حسنِ شوخ ترا　　　کشمکش ہائے نوجوانی کا
تم جو کرتے تو ہم کو تھا کافی!　　　اک اشارہ بھی مہربانی کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں وہ محرومِ عشق ہوں جو رہے — منتظر مرگِ ناگہانی کا
بے نیازی سے تیری بن نہ سکا — کچھ صلا میری جانفشانی کا
کھل گیا ہے ترے جمال سے رنگ — تیرے ملبوسِ ارغوانی کا
مر مٹے تجھ پہ ہو گیا حاصل — مدعا اپنی زندگانی کا
جورِ ظاہر سہی، کہ ہوں میں ہلاک — شیوۂ پرسشِ نہانی کا
رنجِ شوق اک نمونہ ہے لاریب — راحتِ خلدِ جاودانی کا
ہو کے ناکام، عشق نے لوٹا — بارہا عیش کامرانی کا
ہم جو بیخود رہے تو وہ محبوب — نہ اٹھا لطف میہمانی کا
ناوکِ یار سے ہے دل میں بپا — ایک ہنگامہ شادمانی کا
لٹ کے ہم کو ہے اب خطر نہ خیال — رہزنی کا نہ پاسبانی کا
شوقِ کامل جو ہو تو دے نہ جواب — ان کے دعوائے لن ترانی کا
ایک حائل ہے وصل میں بھی پہاڑ — پردۂ شرم درمیانی کا
یہ سنو تم کہ میں نشانہ رہا — کن بلاہائے آسمانی کا
کون لے عرضِ حال کرکے عذاب — جان پر ان کی سرگرانی کا

سچ تو یہ ہے کہ شعرِ حسرت بھی
ایک گنجینہ ہے معانی کا

تمدن لکھنؤ — جولائی ۱۹۱۶ء

شوقِ پوشیدہ کا اظہار نہ ہونے پایا — داغِ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا
دل کچھ اس ڈھب سے لیے اس نے کہ بس کھو گئی — حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غلبۂ حق کا زمانے میں ہے اک شور بپا
داغِ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا

صبر سے مقصدِ ناکام کی تہمت جو بندھی
وجہِ نومیدیٔ بسیار نہ ہونے پایا

شادماں تھا جو ترے رنجِ طرب گاں سے دل
غمِ دنیا سے گراں بار نہ ہونے پایا

وصل میں بھی رہی بیگانگیٔ حزم و حجاب
راستہ شوق کا ہموار نہ ہونے پایا

دم زدن میں ترے جلوے نے کیا کام تمام
شوق آمادۂ پیکار نہ ہونے پایا

اس سلیقے سے کیا ذبح کہ دامن ان کا
خونِ عشاق سے گلنار نہ ہونے پایا

بیخودِ شوق تھے سب دور میں تیرے کوئی
خواہشِ مے کا گنہ گار نہ ہونے پایا

ہم بھی سمجھیں گے ہوسِ عشقِ بتاں کو حسرت
حل جو یہ عقدۂ دشوار نہ ہونے پایا

رسالۂ العصر لکھنؤ — ۱۹۱۶ء

ہر لحظہ ہے تصور اے رشکِ حور تیرا
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا

فریادِ غم نہیں ہے میری دعائے مضطر[1]
اب نام بھی نہ لوں کیا میں ناصبور تیرا

دنیائے عاشقی میں ہر دم رہے مبارک
مجھ کو خشوع میرا تجھ کو غرور تیرا

بے باکیٔ عدو سے ناحق ہے بدگماں دل
جب دشمنِ ہوس ہے حسنِ غیور تیرا

محفل میں ان سے کی ہوں گستاخیاں کسی نے
پردہ یہی کہیں گے سب ہے قصور تیرا

بیتابِ دل کے ہاتھوں کیوں آئے اسیرِ الفت
پھر اس گلی میں جانا ٹھہرا ضرور تیرا

کاہے کو رشکِ شبلی کی اب انتظار ہے گی
شہرہ پہنچ گیا ہے جب دور دور تیرا

رکھ لے مری بھی یارب شرمِ گناہ گاری
بے پردہ پوشِ عصیاں رحم غفور تیرا

---

[1] یعنی صدمہ تمنائے اثر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کر کے وہی رہے گا جو دل میں ٹھان لی ہے
روشن ہے ہم پہ حسرت عزمِ امور تیرا

الناظر لکھنؤ — ستمبر ۱۹۱۶ء

جو راہِ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا — وہ باریابِ مقامِ کمال ہو نہ سکا
انہیں منا کے کبھی اظہارِ حال ہو نہ سکا — قبولِ عذر سے رفعِ ملال ہو نہ سکا
جفا سے باز نہ آئے تم اور کہیں آتے! — کہ ہم سے ترکِ وفا کا خیال ہو نہ سکا
وہ جب ملے تو مجھے شادمانِ غم پایا! — مرے ملال سے اُن کو ملال ہو نہ سکا
قبول سب نے وہی کی سُنی جو آپ سے بات — کسی کو حوصلۂ قیل و قال ہو نہ سکا
وہ ابتدائے محبت وہ انتہا کے مزے — کہ جس میں پڑ کے خیالِ مآل ہو نہ سکا
کہاں سے آئی خدا جانے زلفِ یار کی بُو — کچھ امتیازِ نسیم و شمال ہو نہ سکا
بڑھا تو خوب مگر بارِ عاشقی کا جلال — حریفِ جلوۂ نورِ جمال ہو نہ سکا
جنونِ عشق میں حیرت سے کچھ کمی نہ ہوئی — وہ رنگِ رُخ جو اُڑا تا بحال ہو نہ سکا

حضورِ یار گئے بھی تو کیا ہُوا حسرت
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

الناظر لکھنؤ — نومبر ۱۹۱۶ء

یاس کا دل پہ کچھ اثر نہ ہُوا — قصۂ شوق مختصر نہ ہُوا
حُسن کو عشق سے مفر نہ ہُوا — لاکھ چاہا کہ ہو ــــ مگر نہ ہُوا
عاشقی اس کی مُعتبر نہ ہوئی — جو ترا بندۂ نظر نہ ہُوا
کچھ ٹھکانا ہے اِس تغافل کا — آپ کا خود بھی خبر نہ ہُوا!

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اشکِ پیہم سے شوقِ سجدہ کا !! — گوشۂ آستیں بھی تر نہ ہوا
مر مٹے ہم کہ دیں وہ دادِ وفا — اور جو اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا
نہ کھلے ہم سے آپ پہ نہ کھلے — نہ ہوا اعتبار، پر نہ ہوا
حالِ دل کی انہیں خبر نہ ہوئی — طائرِ شوق نامہ بر نہ ہوا
صرفِ دشمن وہ لطف ہو کے رہے — جو کبھی میرے حال پر نہ ہوا
کچھ نہ آیا ہمیں تو کیا اے عشق — یہ بھی اک طرح کا ہنر نہ ہوا
صدمہ پہنچا جو تجھ سے اے غمِ عشق — نفعِ جاں ہو گیا ضرر نہ ہوا
صرفِ عصیاں ہوا وہ لحظۂ عمر! — جو تری یاد میں بسر نہ ہوا
کچھ عجب چیز ہے وہ حسنِ عفیف — جو کبھی فتنۂ نظر نہ ہوا
تم لبِ بام جلوہ گر نہ ہوئے — میں سرِ راہ بے خبر نہ ہوا
تابِ نظّارہ دگر نہ رہی — حسن پر غلبۂ بصر نہ ہوا
ہے جہاں مدفنِ شہیدِ وفا — واں کبھی آپ کا گذر نہ ہوا
خام ہے اس کی عاشقی جو حزیں — باخبر ہو کے بے خطر نہ ہوا

رہ گئی شرمِ بے کسی حسرتؔ
مجھ پہ احسانِ اہلِ زر نہ ہوا

رسالہ خیال ہاپڑ — اگست ۱۹۱۶ء

شکوۂ عشق جو ہم سے کبھی عنواں نہ ہوا — حشر میں بھی وہ جفا کار پشیماں نہ ہوا
کامیابی نہ ہوئی اہلِ نظر کو بھی نصیب — روئے خورشید ہوا وہ رخِ تاباں نہ ہوا
عالمِ جاں نہ ہوا روشِ عرفاں جب تک — آفتاب ان کی محبت کا درخشاں نہ ہوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دشمنِ زہد رہے حُسنِ بتاں کے بندے! کفرِ اُلفت پہ کبھی غلبۂ ایماں نہ ہُوا
شکوۂ جَور کا دیتے ہو تغافل سے جواب دشمنی یہ تو ہُوئی، مجھ پہ کچھ احساں نہ ہُوا
وصل سے شوق کی شورش نہ ہُوئی کم حسرتؔ
ہے یہ وہ درد جو شرمندۂ درماں نہ ہُوا

ہجر میں یاد جو وہ جلوۂ نیکو آیا چین پھر دل کو نہ اپنے کسی پہلو آیا
ہوش آنے پہ نہ پایا سرِ بالیں جو انہیں دستِ افسوس پئے پرسشِ زانو آیا
حُسنِ خودبیں کے تغافل میں کمی کچھ نہ ہُوئی عشقِ مضطر کو نہ ایسا کوئی جادو آیا
مل گئی خاک میں سب آبروئے نازِ وفا! تعزیت کو بھی نہ وہ شوخِ جفاجو آیا
کیا کہوں رشک سے کچھ دل کا عجب حال ہُوا نظر اس رُخ پہ جو وہ طرۂ گیسو آیا
تھا علی گڈھ کو جو یہ فخر کہ حسرتؔ ہے یہاں
رسالہ تاج الکلام حیدرآباد کو ہے ناز کہ واں تو آیا نجیب آباد دسمبر ۱۹۱۴ء

مہرباں مجھ پہ جو وہ خسروِ خوباں نہ رہا اب کوئی میرے لیے ناز کا ساماں نہ رہا
دب گئی خاکِ معاصی میں ترے شوق کی آگ دل میں وہ شعلہ جو بھڑکا تھا فروزاں نہ رہا
کچھ مری چاہ عجب چیز تھی ظاہر نہ ہُوئی یا ترا حُسن عجب کچھ ہے کہ پنہاں نہ رہا
اب ہمیں تجھ سے مروت کی توقع نہ رہی اب وہ انداز تری شان کے شایاں نہ رہا
میں جو مٹتا نہیں تو مٹتا ہے ترے عشق کا نام فیصلہ پس مری تقدیر کا آساں نہ رہا
شانِ اسلام کی تخریب میں ساعی جو ہُوا حق تو یہ ہے وہ جفاکار مسلماں نہ رہا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کوچۂ عشق ہے مامونِ حوادث حسرت
اب تمہیں کچھ خطرِ گردشِ دوراں نہ رہا

رسالہ خطیب دہلی — ستمبر ۱۹۱۶ء

شوقِ مشتاقِ لقا صبر سے بیگانہ ہوا — جب سے مشہور ترے حسن کا افسانہ ہوا
ایک ہی کام تو یہ عشق سے مردانہ ہوا — کہ ترے شیوۂ ترکانہ کا دیوانہ ہوا
وصلِ جاناں نہ ہوا جان دیے پر بھی نصیب — یعنی اس جنسِ گرامی کا یہ بیعانہ ہوا
بزمِ ساقی میں ہوئے سب یونہی سیراب مگر — مئے گل رنگ سے لبریز جو پیمانہ ہوا
حسنِ جاناں کے تصور سے بڑھی زینتِ دل — مقدمِ شہ سببِ رونقِ کاشانہ ہوا
ہم فقیروں کی تواضع کو دعائیں دیجیے — کہ اسی سے تو مزاج آپ کا شاہانہ ہوا
پھر تری یاد ہوئی موجبِ آرائشِ دل — للہ الحمد کہ پھر آباد یہ ویرانہ ہوا
خاک سے اس کی بنائی گئی اکسیرِ مراد — دل جو اس شمعِ شب افروز کا پروانہ ہوا

پیروِ پیرِ مغاں تھا میں یہاں تک حسرت
کہ فنا ہو کے بھی خاکِ درِ مے خانہ ہوا

رسالہ نظارہ — جیسٹھ

شغلِ مے سے فلک جناب ہوا — کون کہتا ہے میں خراب ہوا
اثرِ مستیِ شباب ہوا — اب تو وہ حسن لاجواب ہوا
ہر گھڑی شیخ کو ہے فکرِ ثواب — یہ بھی اک طرح کا عذاب ہوا
نہ ترے حسن کی مثال ملی — نہ مرے شوق کا جواب ہوا
پہلے اک ذرۂ ذلیل تھا میں — تیری نسبت سے آفتاب ہوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب یہ کیوں آپ مُنہ کو پھیر گئے — اب یہ کس بات پر عتاب ہُوا
خواہشِ دید کامیاب ہُوئی — چہرۂ یار بے نقاب ہُوا
نشہ میں رازِ عشق چھپ نہ سکا — رُوئے مقصود بے حجاب ہُوا
آپ کے ہاتھ سے کرم کہ ستم — جو ہُوا مجھ پہ بے حساب ہُوا
خاک ہو کر ملا یہ فخر کہ میں — تیرے توسن کا ہم رکاب ہُوا
اب نہ وہ تم رہے نہ ہم افسوس — کیا زمانے کا انقلاب ہُوا
مجھ کو اتنا ہی تم سے اُنس بڑھا — جس قدر تم کو اجتناب ہُوا

اُن کو دیکھا تو صبرِ دلِ حسرت
یک قلم نذرِ اضطراب ہُوا

الناظر لکھنؤ — جولائی ۱۹۱۶ء

لُطف تُو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا — دلِ دیوانہ کو سرگشتۂ اوہام کیا
جس کو جو شے تھی سزاوار خدا نے بخشی — مجھ کو جاں باز کیا تجھ کو دلآرام کیا
بھر گئی نور سے تاریک شبِ منتظراں — جلوہ اس رُوئے نکو نے جو سرِ بام کیا
ہوس و عشق میں کچھ فرق نہ رکھا تُو نے — غمزۂ خاص کو بدنام کیا عام کیا
یہی اک ڈھب ہے ستانے کا کہ ہنگامِ سحر! — آئے وہ، آنے کا وعدہ جو سرِ شام کیا
بڑھ گئی آج امیری سے فقیری اپنی — کرشۂ حق نے مجھے داخلِ خدّام کیا

کچھ محبت بھی عجب شے ہے کہ حسرت سا غیور
اور اسے آپ نے خود کردۂ دشنام کیا

اخبار ہمدرد دہلی — ۱۹۱۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وصل میں بھی تو وہی ہے دل کی شانِ اضطراب
عیش حاصل ہو رہا ہے رائیگانِ اضطراب

شوقِ بے حد کے ارادوں سے ہے واقف نازِ حسن
شرمِ خوباں سب سمجھتی ہے زبانِ اضطراب

زخم سے بیگانہ ہے تمکینِ بے پروائے دوست
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحانِ اضطراب

حسن ہر حالت میں غالب عشق ہے مغلوبِ حسن
آپ کی شوخی ہے ناحق بدگمانِ اضطراب

کب بر آئے گی سکونِ جانِ مضطر کی امید
کب بسر آئے گا یارب یہ زمانِ اضطراب

بے قراری ہی مناسب تھی ترے ناکام کو!
ہو گیا ہے سودِ مایوسی زیانِ اضطراب

ہے غضب اس شہ سوارِ حسن کا فتراکِ ناز
دل ہے جس میں اک شکارِ نیم جانِ اضطراب

حوصلے اب تک وہی ہیں خاطرِ بے تاب کے
ناتوانی میں بھی ہے باقی توانِ اضطراب

اب ملے گا جلد حسرت ساحلِ بحرِ فنا
کشتیِ غم میں لگا ہے بادبانِ اضطراب

رسالہ نظارہ میرٹھ جنوری ۱۹۱۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جان کو صبر ہے نہ دل کو ہے تاب　　تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب
دانشِ ہرزہ کوش ہے ناکام　　عشق در کار ہے ورائے حجاب
ہجرِ ساقی میں گریۂ سحری　　خوب ہو گا بجائے شغلِ شراب
دیکھئے دل یہ کیا بناتا ہے　　تیری فرقت میں یہ ہجومِ سحاب
مر مٹیں آرزوئے یار میں ہم　　ہے یہی عاشقی کا لبِّ لباب
چشمِ رنداں سے رو دِ ابر ہوئی　　ہجرِ ساقی میں بارشِ خوں ناب
مے کدے میں ہے اک بپا حسرتؔ
محشرِ نائے و نوش و چنگ و رباب

بہ تقلیدِ انداز شاہ نصیر دہلوی

نظارہ لاہور
جولائی سنہ ۱۹۱۷ء

میری طینت میں ہے داخل ہوسِ جامِ شراب
بندۂ پیرِ مغاں ہوں میں حسبِ جامِ شراب
نشۂ مے سے بڑھے شوق کی مستی ساقی!
نظرِ لطف بھی اک ہو جو پسِ جامِ شراب
فلکِ عیش پہ دم بھر میں گیا شخصِ دماغ!
کس غضب کا تھا سُبک رو فرسِ جامِ شراب
ہم کہ اک قطرۂ مے کو بھی ترستے ہیں مدام
ہم سے قسمت میں ہے بڑھ کر مگسِ جامِ شراب
قیدِ مینا سے نہ مے چھٹ کے کبھی آئی مجھ تک

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حائل اک اور بھی ہے حسدِ قفسِ جامِ شراب

مے سے محروم کہاں تک رہے پیمانۂ مے

تجھ سے فریاد ہے اے دادرسِ جامِ شراب

ہے تو موجود مگر پی نہیں سکتے حسرت

بن گیا ہے غمِ دوری عسسِ جامِ شراب

اخبار ساوات الٰہ آباد　　　　　　　　　　　　　　اکتوبر ۱۹۱۶ء

خیلِ خوباں میں گو جمیل ہیں سب　　　پر ترے حُسن کے قتیل ہیں سب

ظرفِ عالی معاندوں میں کہاں!　　　سب ڈکاں دار ہیں ذلیل ہیں سب

لاؤں قسمت کہاں سے غیروں کی　　　تیری محفل میں جو دخیل ہیں سب

جلوۂ حق سے بے خبر زاہد　　　محوِ تسنیم و سلسبیل ہیں سب

ہجر کے دن فراق کی راتیں!　　　کاٹے کٹتی نہیں طویل ہیں سب

روبرو تیرے حُسنِ خوباں کے　　　جتنے دعوے ہیں بے دلیل ہیں سب

فیضِ تاثیرِ عشق سے حسرت

تیرے اشعار بے عدیل ہیں سب

نئی روشنی الٰہ آباد　　　　　　　　　　　　　　اکتوبر ۱۹۱۶ء

آج سُن کر میرے نالوں کو زراہِ التفات　　　زیرِ لب اس نے بھی کھینچی ایک آہِ التفات

کم نگاہی عشق سے ہے فرضِ کیشِ دلبری　　　حُسن سے کیونکر ہو پھر سرزد گناہِ التفات

دوستی اس فتنۂ دوراں کی ہے یادِ دشمنی　　　جان برباد کرم ہے دل تباہِ التفات

ہیں دلِ عشاق جب آگاہِ رسمِ حُسن و عشق　　　بے زخمی ہے ان کی ناحق عذر خواہِ التفات

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شوق کا حُسنِ عقیدت دیکھنا، اکثر ہوا
تیری بے پروائیوں پر اشتباہِ التفات

ہے مجھے کافی تبسم اس نگاہِ ناز کا
ہو رقیبوں کو مبارک قتاہ تقاہِ التفات

ختم تھا جس پر کبھی اندازِ حُسنِ دلبری
آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہِ التفات

شیوہ ہائے دل نوازی میں ہیں آنکھیں انکی طاق
ایک ہے مہرِ توجہ ایک ماہِ التفات

ہے دلِ دیوانۂ حسرت ہلاکِ آرزو!
اس طرف بھی اے ستمگر اک نگاہِ التفات

فرقت میں تیری ہیچ ہے شانِ شبِ برات
اک آگ سی لگی ہے بجانِ شبِ برات

کچھ طرفہ دردِ دل کی فراہم ہیں تقریبیں
ہوتا ہے شامِ غم پہ گمانِ شبِ برات

حیراں نہ میری بھول پہ ہوں خفتگانِ خاک!
مجبور خود ہوں میں بہ زبانِ شبِ برات

کچھ شوقِ حرب و ضرب کا باقی تو ہے نشاں
گویا کہ شور و جاں ہے زبانِ شبِ برات

حسرت شنیدنی ہے مرے سوزِ غم کا حال
دورانِ ہجر میں بہ زبانِ شبِ برات

وہ بگڑے بہت بدگمانی کے باعث
نہ تڑپے جو ہم ناتوانی کے باعث

خفا آپ کیوں ہیں خطا میری کیا ہے
کھُلیں کچھ تو اس سرگرانی کے باعث

میں بیدل ہوں ناحق کہ مجبور ہیں وہ
ستم کیشیِ نوجوانی کے باعث

نہ سمجھو ہمیں حال پر اپنے راضی
کہ ہم چُپ ہیں آزردہ جانی کے باعث

ملے کھُل کے وہ مثلِ بیگانہ حسرت
ہم اپنے رہے بے زبانی کے باعث

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وصل کی رات خرمی کا رواج — شوق کا آج عرش پر ہے مزاج
آج مملوکِ حق ہیں سب وہ شریر — کل تلک تھے ابھی جو صاحبِ تاج
دستبردِ غمِ فراق سے آہ — ہو گئی کشتِ آرزو تاراج
غلبۂ کذبِ مختلط معلوم — حق ہے بے خوفِ کثرتِ افواج
سب نے آخر خدا پہ چھوڑ دیا! — تیرے بیمار کا ہوا نہ علاج
چھپ گئے سب ستارگانِ کمال — کہ عرب سے ہوا طلوعِ سراج

لائے ہیں عاشقانِ باجگزار
نذرِ حسرت کو آنسوؤں کا خراج

الناظر لکھنؤ — جولائی ۱۹۲۶ء

قبولِ ستم سے ہے انکار صالح — کریں کیوں نہیں اس کا اقرار صالح
رضا کاریِ حق پہ رحمت خدا کی — اسی کام میں ہیں ایک طلبگار صالح
بہت ہم نے دیکھے ہیں عبادِ فاجر — بہت ہم نے پائے ہیں فجار صالح
مصائب کی برداشت راہِ رضا میں — اسی کو تو کہتے ہیں ایثار صالح
ولایت کا دعویٰ نہیں مجھ کو لیکن — ہے اتنا کہ ہوں اک گنہگار صالح

میں بیزار ہوں عقلِ ساکن سے حسرت
دلِ مضطرب ہے مرا یار صالح

تسکینِ مدعا کے لیے اک دوا ہے تلخ — ظاہر میں گرچہ وہ سخنِ آشنا ہے تلخ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شیرینیٔ مُراد نتیجہ ہے صبر کا — ہر چند اس ثمر کا بظاہر مزا ہے تلخ

مرغوبِ جاں ہیں شوق کی ایذا نصیبیاں — شیریں ہے کامِ یاس کہ زہرِ فنا ہے تلخ

اظہارِ لطفِ یار پہ اے دل نہ جائیو! — میٹھا یہ ابتدا ہی میں ہے انتہا ہے تلخ

حسرت گراں ہے خلق پہ گو سہل ہے نماز
بدلا ہے ان کے منہ کا مزا یوں غذا ہے تلخ

رسالہ النّاظر لکھنؤ — جولائی سنہ ۱۹۱۶ء

وقفِ حق ہے نہیں مُریدِ مُراد — طاعتِ عاشقانِ پاک نہاد

دلِ پس ماندگاں نہ ہو ناشاد — چل رہی ہے ہنوز بادِ مراد

بڑھ گیا حُسن کا تغافلِ ناز — یہ ملی میرے صبرِ شوق کی داد

اب تو راہِ رضائے حق میں قدم — رکھ دیا ہم نے ہر چہ بادا باد

ان کی تھی میرے حالِ دل پہ نظر — آہ اُس عہدِ التفات کی یاد

بڑھ گیا راہِ عاشقی میں جنوں — رہ گئے صاحبانِ بست و کشاد

کچھ نہیں ہے تری رضا کے سوا — خواہشِ عاشقِ خجستہ نہاد

اصل اصلاح ہے وُہی حسرت
جس کو سمجھے ہیں اہلِ جور فساد

رسالہ البلاغ کلکتہ — سنہ ۱۹۱۵ء

تم سے نہیں ایک دل بھی آزاد — فریاد ز دستِ عشق فریاد

عاشق ہوئے اور مر مٹے ہم! — اپنی تو یہ مختصر ہے روداد

ہوگا کسے جان دینے میں عذر — ارشاد اور آپ کا پھر ارشاد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جاں بازیٔ عشق، حُسنِ دلبر ! — یہ دونوں امور ہیں خدا داد
اِس چشم نے دلبری کے شیوے — سب سیکھ لیے بغیرِ اُستاد
رہنے لگی ان کی یاد ہر دم — اب اور ہمیں رہے گا کیا یاد
پردے میں ستم کے لطفِ حسرت
ہے اس بُتِ حیلہ جُو کا ایجاد

ایضاً — ایضاً

دل کشتۂ غم ہے جان برباد — مایوسِ فراق ہوں میں ناشاد
عاشق کا ہے کام جان دینا — اپنا بھی ہے اس خیال پہ صاد
با نرمیٔ حسن و گرمیٔ خُو ! — اس ذات میں ہیں صفاتِ اضداد
بھولے ہمیں اور سب فسانے — اک قصۂ آرزو رہا یاد
ہو حسن کہ عشق سب ہیں فانی — شیریں ہی رہی رہا نہ فرہاد
احرارِ وطن پرست و حق کوش — ق — جن سے تھا دیارِ صدق آباد
سب ہو گئے بند، ایک حسرت
باقی ہے "ابوالکلام آزاد"

اخبار صداقت کلکتہ — اکتوبر ۱۹۱۶ء

نامۂ شوق کے اندر جو نہاں ہے کاغذ — ورقِ سادۂ حسرت ہے کہاں ہے کاغذ
بسکہ تھا اس میں رقم خواہشِ دیدار کا حال — چہرۂ یار کی جانب نگراں ہے کاغذ
خط نہ لکھنے کا نیا عُذر یہ نکلا حسرت
جنگِ یورپ میں وہ کہتے ہیں گراں ہے کاغذ

رسالہ نظارہ لاہور — اکتوبر ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شکن جب سے دیکھی ہے اُن کی جبیں پہ — عجب صدمہ ہے جانِ اندوہگیں پہ

نہ چھوٹے گی اب دُخترِ رز ہم سے ساقی! — کریں گے عمل تیری رائے رزیں پہ

یہ جائیں ہیں عشاق کی یا ہے افشاں — پڑی ہے جو اس گیسوئے عنبریں پہ

عجب اس کی خوشبو ہے کچھ روح پرور — وہ پوشش جو تھی اس تنِ نازنیں پہ

مجھے آئی تو ہے ترکِ مے پر طبیعت — نہ مچلے جو رنگینیِ ساتگیں پہ

نہ کر ناصحا ضبطِ غم کی نصیحت — کہ ہے صبر دشوار جانِ حزیں پہ

بہت ہم نے ڈھونڈھا مگر مثل تیرا — نہ پایا کہیں اور روئے زمیں پہ

مرے گریۂ خوں کی سب لالہ کاری — نمودار ہے دامن و آستیں پہ

ہوئی اس میں اک گرمیِ شوق پیدا — پڑی جو نظر اس رُخِ آتشیں پہ

تماشائے خوباں سے اتنا تغافل — صد افسوس اس زاہدِ خلوت نشیں پہ

نثار اس پہ حسرتؔ مری جانِ شیریں
تبسم جو ہے اس لبِ شکریں پہ

اخبار صداقت کلکتہ — اگست ۱۹۱۴ء

ہیں مبتلائے رنجِ وطن ہوں وطن سے دُور — بلبل کے دل میں یادِ چمن ہے چمن سے دُور

آشفتہ کس قدر ہے پریشان کس قدر — دل ہے جو اس کی زلفِ شکن در شکن سے دُور

ہے ہجر بھی وصال نہ ہے خوبیِ خیال — بیٹھے ہیں انجمن میں تیری انجمن سے دُور

سب یاد ہیں فریبِ محبت کے واقعات — اب دل ہے گو کہ اس نگہِ سحر فن سے دُور

وقت میں ادا، تو نے گل اے بادِ نوبہار — آئے جی تو رہے مرے الحزن سے دُور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رعنائیِ خیال کو ٹھہرا دیا گناہ — زاہد بھی کس قدر ہے مذاقِ سخن سے دور

غالب کی طرح رہ گئی حسرت مری بھی شرم
مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور — رسالہ العصر لکھنؤ

آخر کار ہوئی ان پہ وفا کی تاثیر — گریۂ نیم شبی میں تھی بلا کی تاثیر
ہیں اسی حال میں اب تک ترے فرقت کے مریض — کچھ نہ ہوتی ہے دعا کی نہ دوا کی تاثیر
وہ بھی دل تھام کے رہ جائیں جو سن پائیں کہیں — ہے غضب اپنی فقیرانہ صدا کی تاثیر
ایک ہی جام میں ساقی نے ہمیں رام کیا — کر گئی کام مئے ہوش ربا کی تاثیر
شوق کی ایک نظر میں وہ ہوئے سب کامل — جن پہ راسخ ہوئی صدق و صفا کی تاثیر
راہِ جنت سے پھری عاشقِ مہجور کی روح — کچھ عجب چیز تھی اس بوئے قبا کی تاثیر

اب وہ کرتے ہیں جفا بھی تو ہمیں پہ حسرت
بارے اتنی تو ہوئی آہِ رسا کی تاثیر — رسالہ زمانہ کانپور ستمبر ۱۹۱۲ء

تیرِ غم کا ہے دل نشانہ ہنوز — شیوۂ جاں ہے عاشقانہ ہنوز
دل میں اب تک ہے عیشِ جہل کی یاد — لب پہ ہے شوق کا ترانہ ہنوز
آہ وہ ماجرائے راز و نیاز — جس کا باقی ہے اک فسانہ ہنوز
عشق تھا باریابِ خدمتِ حسن — ہم کو ہے یاد وہ زمانہ ہنوز
قائم اب تک ہے اعتبارِ جنوں — چل رہا ہے یہ کارخانہ ہنوز
شوق کے در پہ ہے ابھی سے ہجوم — یاد ہے اندرونِ خانہ ہنوز

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سرخیِ چشمِ یار سے ہے عیاں　　اثرِ مستیِ شبانہ ہنوز
دیدنی ہیں وہ بالِ صبحِ وصال　　جن تک آیا نہیں ہے شانہ ہنوز
آشکار است بر جبینِ نیاز　　نورِ آں خاکِ آستانہ ہنوز

نغز گوئی کی شان میں حسرت
تیرے اشعار ہیں یگانہ ہنوز

اور تو کیا ہے ترے عاشقِ بیمار کے پاس
اک ترا درد سو وہ بھی ہے دلِ زار کے پاس

ہے کلیدِ درِ مے خانہ مقرر اے شیخ
وہ جو پنہاں ہے ترے گوشۂ دستار کے پاس

ان کو ہوتی نہ مرے سوزِ محبت کی خبر
کچھ بھی ہوتا جو اثر آہِ شرر بار کے پاس

قابلِ سیر نہیں گلشنِ دنیا اے دل!
شاہدِ گل ہے جہاں خاک بسر خار کے پاس

مے پرستوں کو رہا پھر نہ کسی بات کا ہوش
بوئے مے کچھ تھی عجب خانۂ خمار کے پاس

اک ترے عشق کی دولت ہے مرے پاس وہ شے
جو نہ اخیار کے ہے پاس نہ ابرار کے پاس

رشک اس طرۂ گیسو پہ ہیں کیا کیا مجھ کو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ لٹکتا جو پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

رحمتِ حق کے لیے نذر نہیں اور کوئی !
شرمِ عصیاں کے سوا جانِ گنہ گار کے پاس

کیا کیا تُو نے یہ حسرتؔ کہ دل اپنا چھوڑا
ایسے عیار ستمگار جفا کار کے پاس

رسالہ ترجمان لاہور — جولائی سنہ ۱۹۱۶ء

کچھ نہ دامن کی خبر ہے نہ گریباں کا ہوش
دل و دیں کا ترے عاشق کو نہ ہے جاں کا ہوش

جائے افسوس ہو کیوں بے سر و سامانیِ دل
مذہبِ عشق میں جائز نہیں ساماں کا ہوش

بزمِ ساقی میں چلیں بھی تو کہیں حضرتِ شیخ
شرط ہم کرتے ہیں رہ جائے جو ایماں کا ہوش

نشۂ حسن سے بیہوش ہے وہ مستِ شباب
نہ کرم کا ہے اُسے ہوش نہ احساں کا ہوش

خونِ دل سے ہو وضو تب ہو محبت کی نماز
کچھ نہیں غیر ہوس پیشہ کو ارکاں کا ہوش

ہم چلے تھے کہ کریں دل شکنی کا دعوے
ان کو دیکھا تو رہا کچھ بھی نہ تاواں کا ہوش

خونِ حسرتؔ جو کیا ہے تو وہ نادم ہیں بہت !
کچھ نہ مہندی کی خبر ہے نہ انہیں پان کا ہوش

اخبار ہمدم روزانہ — الٰہ آباد اگست سنہ ۱۶ء

کیوں نہ مقبول ہو دعائے خلوص
کہ اثر خود ہے خاکپائے خلوص

عشقِ ناکام بھی نہیں ناکام !
وہ جو ہو جائے رہنمائے خلوص

غیر کی بات خوب مان گئے
نہ سنی میری التجائے خلوص

ان کے دل پر نہیں تو کچھ بھی نہیں
اثرِ نالۂ رسائے خلوص

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عشقِ اغیار تھا جو پیشِ نظر!
کچھ نہ سمجھے وہ مدعائے خلوص
کیا نہ ہوں گے کبھی وہ مائلِ رحم
نہ ملے گی کبھی جزائے خلوص
بے کسی ہائے عاشقی کو سلام
جن پہ قائم ہوئی بنائے خلوص
ہم ہیں عہدِ ازل سے اُن کے مرید
ابتدا سے ہے انتہائے خلوص

میرا ان کا معاملہ حسرت
سر بسر اک ہے ماجرائے خلوص

کچھ نہ ابدال سے پہنچا ہے نہ اوتاد سے فیض
جس کو پہنچا ہے سو پہنچا ہے تری یاد سے فیض
لذتِ دردِ محبت ہے مری جان پہ ختم
جس نے پایا ہے ترے شیوۂ بیداد سے فیض
تیرے گیسو کی اڑا لائی تھی خوشبو جو نسیم
مجھ کو پہنچا ہے اسی نکہتِ برباد سے فیض
دولتِ غم سے جو معمور ہیں عشاق کے دل
سب نے پایا ہے مری خاطرِ ناشاد سے فیض

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن!
طبعِ حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

سخت مشکل ہے عشقِ یار کی شرط
جانِ زار و دلِ فگار کی شرط
دیکھ لیتے ہیں اب وہ نامۂ شوق
ہے مگر پھر بھی اختصار کی شرط
سب سے منظورِ عشق ایک نہیں
سخنِ تلخ و ناگوار کی شرط
مستیٔ حسن کو ضرور نہیں
مئے رنگین و خوشگوار کی شرط
بن گیا کام، ہو گئی پوری
کرمِ یارِ بختیار کی شرط

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کون پوری کرے تمہارے سوا — شوقِ بے صبر و بے قرار کی شرط

منزلِ عشق طے کرو حسرت
گُل کی یاں شرط ہے نہ خار کی شرط

اخبارِ صداقت کلکتہ — اکتوبر ۱۹۱۶ء

نہ کر بزمِ ساقی میں انکار واعظ — بگڑ جائیں گے رندِ مے خوار واعظ
ملامت نہ کر دیکھ، بیکار واعظ — کہ ہے ترکِ مے ہم سے دشوار واعظ
نہ قائل ہوئے تجھ سے ہرگز نہیں ہم — بڑھاتا ہے ناحق کو تکرار واعظ
نہ اُلجھے گا پھر ہم خراباتیوں سے — اگر کچھ بھی ہوگا سمجھدار واعظ

بظاہر کا سب زہد و تقویٰ ہے حسرت
حقیقت میں یاروں کا ہے یار واعظ

جل بجھی تب جا کے ٹھہرا گریۂ تاثیرِ شمع — تھا خیالِ سوزشِ پروانہ دامن گیرِ شمع

تاقیامت رہے قائم مری سرکار کا باغ — وہ جسے کہتے ہیں سب حضرتِ انوار کا باغ
خاص آرام گہِ حضرتِ وہّاب شہید — شاہِ رزّاق کا والیِ بشہرِ ابرار کا باغ
درودیوار سے یاں جلوۂ حق کی ہے نمود — ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ
مئے عرفاں کی لگی رہتی ہے ہر وقت سبیل — جائے رحمت ہے یہ رندانِ قدح خوار کا باغ
ثمر دیں ہیں یہاں یا شجرِ طیبِ عشق — باغ بھی کون ہے یہ نور کے اشجار کا باغ
اہلِ دل کہتے ہیں سرکردۂ عشاق جسے — عاشقو ہے یہ اُسی قافلہ سالار کا باغ

یعنی پیشوائے عشاق حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہدیۂ حسنِ عقیدت ہیں یہ گل ہائے خلوص

پیشوائے عشاق — نذرِ رزاق ہے حسرت مرے اشعار کا باغ — مخزن لاہور

حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق — نومبر ۱۹۱۱ء

وہ تو کر دیں مرا قصور معاف — میں ہی کہتا نہیں حضور معاف
حشر میں بھی نہ ہوگا واعظ کا — گنہ آرزوئے حور معاف
میں جنوں تیری جفا سے بھی راضی — شکوۂ عقلِ بے شعور معاف
سادگی ہم گناہ گاروں کی — سب کرا لائے گی قصور معاف
ہو فرو کچھ تو انتظار کی آگ! — گریۂ شوقِ ناصبور معاف
میں نے اقبالِ جرمِ عشق کیا — اور انہوں نے کیا ضرور معاف
کیا کرے تو خطائے شوق پہ رحم — نہ کرے جب ترا غرور معاف
اُن کے قدموں پہ گر بھی جا حسرت
یوں نہ ہوگا ترا قصور معاف

کیوں نہ ہو اپنے اشتیاق میں فرق — آگیا آپ کے مذاق میں فرق
مجھ سیہ بخت کے لیے نہ رہا! — روزِ ہجر و شبِ فراق میں فرق
تم جو ہم سے ملے تو وہ بھی بلا!! — نہ ہوا غیر کے نفاق میں فرق
ہوگیا ہم میں ان میں فرق مگر — نہ ہوا شوق و اشتیاق میں فرق
یاد رہنے لگی تری ہر دم — آگیا صدمۂ فراق میں فرق
جب ملے وہ، ملی نظر سے نظر — نہ پڑا حسنِ اتفاق میں فرق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ جفاکار اور وفا حسرت
ترے اب تک نہیں مزاق میں فرق

دل تیری طلب میں ہے بیتاب کہاں تک — اے بے خبر اے دشمنِ احباب کہاں تک
اب میں ہوں خنک جلوۂ مہتاب کا خواہاں — نظارۂ خورشیدِ جہاں تاب کہاں تک
ہے کب سے مہیائے جفا گردشِ گردوں — بیدار ہوئے محوِ طرب خواب کہاں تک
بچنے سے رہیں شوق کی بے باک نگاہیں — شرمائے گی وہ نرگسِ سیراب کہاں تک
محروم ہے اب تک ترے دیدار سے حسرت
آنکھوں کی یہ پابندیِ آداب کہاں تک

دیدنی ہیں دلِ خراب کے رنگ — آہ اُس چشمِ پُرحجاب کے رنگ
فصلِ گل میں پڑیں تو خوب کھلیں — خرقۂ زہد پر شراب کے رنگ
شوقِ مے دل میں لب پہ چہرہ شراب — ہم بدوش ہیں سبِ جناب کے رنگ
نہیں توبہ کی خیر، ہیں جو یہی! — جوشِ ہنگامۂ سحاب کے رنگ
زہد و اصرارِ اجتنابِ گناہ — جس سے پیدا ہیں ارتکاب کے رنگ
کل کے مقبول آج ہیں مردود! — آہ اس دورِ انقلاب کے رنگ
قابلِ دید ہیں وصال کی شب — آرزوہائے کامیاب کے رنگ
چہرۂ عاشقی ہے پژمردہ — کیا بجھے وہ مئے شباب کے رنگ
مستیِ شوقِ یار سے ہیں عیاں — رخِ خوشہائے بیحجاب کے رنگ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خیلِ خوباں سے ایک میں بھی نہیں! — آپ کے حُسنِ لاجواب کے رنگ
میری مایوسیوں سے ہیں پیدا — کشمکش ہائے اضطراب کے رنگ

دل کے ہاتھوں بہت رہے ہیں خراب
حسرتِ خانماں خراب کے رنگ

رسالہ الناظر لکھنؤ — جون ۱۹۱۶ء

قوی دل، شادماں دل، پارسا دل — ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل
لگا دو آگ عذرِ مصلحت کو — کہ ہے بیزار اس شے سے مرا دل
جفاکاری ہے تسلیمِ ستم بھی — نہ ہوگا تابعِ جور و جفا دل
غلط ہے قولِ حقِ مصلحت کوش — نہ اس جانب کرے گا اعتنا دل
لگا کر آنکھ اس جانِ جہاں سے — نہ ہوگا اب کسی سے آشنا دل
مٹے افکارِ گوناگوں کے جھگڑے — ترے غم کو نہ دے کیونکر دعا دل
نہ پہنچے گی کبھی کیا گوشِ گل تک — قفس سے اُڑ کے فریادِ عنادل
نوا ہائے صداقت ہے تو ہرگز — نہ ہوگا پیروِ باطل مرا دل

تری درگاہ کا سائل ہوں حسرت
بڑی امید ہے میری، بڑا دل

رسالہ الناظر لکھنؤ — اگست ۱۹۱۶ء

کیا ہی شرمندہ چلے ہیں دلِ مجبور سے ہم — آئے تھے ان کی زیارت کو بڑی دور سے ہم
دیکھنا ایک نظر بھی انھیں ٹھہرا ہے گناہ — در خورِ عفو ہیں واقف نہ تھے دستور سے ہم
اس کے غمخوار بنے کیا کہ ہوئے خود بھی خراب — کاش مانوس نہ ہوتے دلِ رنجور سے ہم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یاد میں تیری نہ دنیا ہی سے بیزار تھا دل — خلد میں بھی تو مخاطب نہ ہوئے حور سے ہم

رابطہ باہم کی ہو کیا شکل کہ آگاہ نہیں — دل رنجور سے تم خاطر مسرور سے ہم

غلبۂ یاس نے اس درجہ ڈرایا ہے کہ اب — دور ہی بھاگتے ہیں عشق کے مذکور سے ہم

حسرت آئے گی تسلی کو یہاں روح شمیم[1] — قید ہو آئے ہیں جھانسی جو للت پور سے ہم

[1] عبداللہ خاں مرحوم شمیم تخلص — وطن۔ باندہ — مدفن۔ جھانسی

تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم — عجب لذت بے خودی تھی فراہم

سب آئے پر اک تو نہ آیا، نہ آیا — ترا دیر دیکھا کیے راستا ہم

جدائی کی حد بھی کوئی ہے مقرر! — رہیں تجھ سے اے یار کب تک جدا ہم

غم یار اے تیرے بسمل ہزاروں — ادھر بھی ہو اک وار تجھ پر فدا ہم

رہا بسکہ عشق بتاں مسلک دل — نہ جانا کسی نے کہ ہیں باخدا ہم

ترا ہو کے دل اب نہ ہوگا کسی کا!! — چھٹے سب جو تجھ سے ہوئے آشنا ہم

کہاں دل کہاں وصل جاناں کی خواہش — کجا وہ شہنشاہ خوباں کجا ہم

ترے ہوتے بیشک یہ ہے کفر نعمت — جو دیکھیں کسی اور کا آسرا ہم

جہاں بخشی ہے بادشاہی کی دولت

اسی در کے ہیں ایک حسرت گدا ہم

خطیب دہلی — ۱۹۱۶ء

جفا کو وفا سمجھیں کب تک بھلا ہم — اب ایسے بھی ان کے نہیں مبتلا ہم

عجب ہیں یہ راز و نیاز محبت — خفا کیوں ہوئے وہ ہیں اس پر خفا ہم

[1] عبداللہ خاں شمیم باندوی مدفن جھانسی۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نہ شیریں و لیلیٰ نہ فرہاد و مجنوں! — زمانے میں اب ایک یا تم ہو یا ہم
یہ کیا منصفی ہے کہ محفل میں تیری — کسی کا بھی ہو جرم پائیں سزا ہم
ترے جَور کا ہے تقاضا کہ دیکھیں — ابھی کچھ دنوں اور راہِ قضا ہم
غریبوں سے کہتی ہے رحمت یہ اُن کی — کہ ہیں بے نواؤں کے حاجت روا ہم
تری راہ میں مر مٹیں بھی تو کیا ہے — فنا ہو کے پائیں گے عیشِ بقا ہم
تری خوئے برہم سے واقف تھے پھر بھی — ہوئے مفت شرمندۂ التجا ہم

امیری میں ہو یا فقیری میں حسرت
بہر حال ڈھونڈھیں گے ان کی رضا ہم

کریں کچھ نہ ہو جائیں تجھ پر فدا ہم — اب اس کے بھی لائق نہ ٹھہریں گے کیا ہم
دل و دین و جانِ محبّاں ہے حاضر — جو کچھ حکمِ عالی ہو لائیں بجا ہم
وہ ہیں درپئے صلح پھر بھی خفا ہیں — یہ مطلب ہے اُن کا کریں ابتدا ہم
شہادت نہیں ہے یہ شوقِ شہادت — اسی پر نہ کر لیں کہیں اکتفا ہم
دعائے غریباں کے اے سُننے والے — ترے در پہ ہیں دیر سے جبہ سا ہم
اگر خوفِ حق دل میں ہوتا تو ہرگز! — نہ لاتے کبھی خطرۂ ماسوا ہم
یہ باتیں کسی کی بنائی ہوئی ہیں — بُرا تجھ کو کس دل سے کہتے بھلا ہم
بیاں کیا کریں ان کی محفل میں شب بھر — جو دیکھا کیے دُور سے ماجرا ہم

نکل جائیں کیشِ محبت سے حسرت
جو چاہیں کہیں دردِ دل کی دوا ہم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم سے ہو پیرویٔ حق کا سرانجام کہاں
دیکھیں اس صبحِ صداقت کی ہو اب شام کہاں

عشق میں صبر و سکوں اے دلِ ناکام کہاں
اس دلآرام کی خواہش ہے تو آرام کہاں

خاص تعزیر کے لائق ہے گنہگاریٔ عشق!
درخورِ جاں ہے تری سرزنشِ عام کہاں

پندِ ناصح وہ سُنے خوفِ ملامت ہو جسے
پاسِ ناموس کہاں عاشقِ بدنام کہاں

ترکِ آداب کا عشاق سے بے جا ہے گلہ
جب نہ ہو موردِ الزام تو الزام کہاں

کشورِ ہند کہ منسوب رہا ہے، اس میں
نام ہی نام ہے اسلام کا، اسلام کہاں

حسرتِ زار ہے اور کشمکشِ یاس و امید
اب وہ بالیدگیٔ شوق کا ہنگام کہاں

دیدار کی امید میں کرتا ہوں خطا میں
کس وجہ سے ہوں گرویدۂ اربابِ عطا میں

شاہوں کے تکبر سے بھی دب کر نہ رہا میں
کس بارگہِ خاص کا آخر ہوں گدا میں

دیکھے کوئی نیرنگِ محبت کے یہ نقشے
کرتے ہیں جفا آپ تو دیتا ہوں دعا میں

اغیار میں اک رشک سے برپا ہے قیامت
حالانکہ ترے پاس نہ آیا نہ گیا میں

اس شوخ پشیماں نے رقیبوں سے بگڑ کر
چاہا تھا کہ پھر مجھ سے ملے پر نہ ملا میں

بیکار ہے اظہارِ غضب اہلِ ستم کا
ڈرتا ہوں میں ان سے نہ ڈرو گلہ نہ ڈرا میں

فریاد سراپا ہے مرے شوق کی ہستی
گویا کہ ہوں اک آہِ مسلسل کی صدا میں

تعزیر کے قابل نہیں گستاخیٔ ارماں!
اس راہ پہ جب تو نے چلایا تو چلا میں

آزردگیٔ شوق بھی کیا شے ہے کہ حسرت
جانا نہ کسی نے وہ خفا ہیں کہ خفا میں

رسالہ مخزن لاہور

ستمبر ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیسے چھپاؤں رازِ غم، دیدۂ تر کو کیا کروں — دل کی تپش کو کیا کروں سوزِ جگر کو کیا کروں

غیر ہیں گرچہ ہم نشیں بزم میں ہے تو وہ حسیں — پھر مجھے لے چلا وہیں ذوقِ نظر کو کیا کروں

غم کا نہ دل میں ہو گزر وصل کی شب ہو یوں بسر — سب یہ قبول ہے مگر خوفِ سحر کو کیا کروں

حال مرا تھا جب بتر تب نہ ہوئی تمہیں خبر — بعد مرے ہوا اثر اب میں اثر کو کیا کروں

دل کی ہوس مٹا تو دی ان کی جھلک دکھا تو دی — پر یہ کہو کہ شوق کی "بارِ دگر" کو کیا کروں

شورشِ عاشقی کہاں اور مری سادگی کہاں — حسن کو تیرے کیا کہوں اپنی نظر کو کیا کروں

حسرتؔ نغز گو ترا کوئی نہ قدرداں ملا!
اب یہ بتا کہ میں ترے عرضِ ہنر کو کیا کروں

گنج الکلام، نجیب آباد — اگست ۱۹۱۶ء

اُن کو دیکھوں یہ مجھ میں تاب کہاں — لے چلا ہے دلِ خراب کہاں

آپ ہوتے ہیں بے نقاب کہاں — شوق ہوتا ہے کامیاب کہاں

عارضِ بے خودی ہے رنجِ خمار! — اب وہ بدمستیِ شراب کہاں

بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن! — خوبیِ یار کا جواب کہاں

چھوڑ دوں عفوِ حق پہ فکرِ گناہ — مجھ سے ہوتا ہے یہ حساب کہاں

حشر و پشتارۂ ثواب کا بار — میں کہاں اور یہ عذاب کہاں

تھا جو مرغوبِ عاشقی حسرتؔ
اب وہ ہنگامِ اضطراب کہاں

رسالہ صلائے عام دہلی — ستمبر ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پیرو مسلکِ تسلیم و رضا ہوتے ہیں
ہم تری راہِ محبت میں فنا ہوتے ہیں

شرم کر شرم کر اے جذبۂ تاثیرِ وفا
تیرے ہاتھوں وہ پشیمانِ جفا ہوتے ہیں

چھیڑتی ہے مجھے بیباکیِ خواہش کیا کیا
جب کبھی ہاتھ وہ پابندِ حنا ہوتے ہیں

نہ اثر آہ میں کچھ ہے نہ دعا میں تاثیر!
تیر ہم جتنے چلاتے ہیں خطا ہوتے ہیں

اہلِ دل سنتے ہیں اک سازِ محبت کی نوا
ہم تری یاد میں جب نغمہ سرا ہوتے ہیں

لذتِ درد نہ کیوں اہلِ ہوس پر ہو حرام
کہ وہ کمبخت طلبگارِ دوا ہوتے ہیں

کشورِ عشق میں دنیا سے نرالا ہے رواج
کام جو بن نہ پڑیں یاں وہ روا ہوتے ہیں

ہیچ ہم سمجھے دو عالم کو تو حیرت کیا ہے
رتبے عشاق کے اس سے بھی سوا ہوتے ہیں

جسم ہوتا ہے جدا جان سے گویا حسرت
آسماں اُن سے چھڑاتا ہے جدا ہوتے ہیں

تیرے عاشق جو گرفتارِ بلا ہوتے ہیں
قیدِ افکار سے فی الجملہ رہا ہوتے ہیں

اب جو بگڑے تو خوشامد نہ کریں گے ہم بھی!
کہ منانے سے وہ کچھ اور خفا ہوتے ہیں

بے کہے حسن سے کہہ جائیں گے ہم شوق کی بات
کچھ نئی خوب مطالب یہ ادا ہوتے ہیں

ڈرتے ہنستے ہیں کہ پہنچے نہ کہیں تجھ کو گزند
آہ کے بعد ہی ہم صرفِ دعا ہوتے ہیں

بات کیا ہے کہ شہِ عشق کے منظورِ نظر
جب کبھی ہوتے ہیں تیرے ہی گدا ہوتے ہیں

یا تو ملتا نہیں ساقی سے ہمیں ایک بھی جام
یا جو ہوتے ہیں تو اک ساتھ عطا ہوتے ہیں

کھپانی رہِ حق میں ہے شکر ان کی!
جو فنا ہو کے سزاوارِ بقا ہوتے ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گر یہی آپ کی مرضی ہے تو خوش ہیں ہم بھی — لیجئے آج سے بے خوفِ سزا ہوتے ہیں
دل سے مجبور نہ ہوتا تو نہ آتا حسرتؔ
آپ اس بات پہ ناحق کو خفا ہوتے ہیں

رسالہ معلومات لکھنؤ — سنہ ۱۹۱۵ء

حسنِ بے مہر کو پروائے تمنا کیا ہو — جب ہو ایسا تو علاجِ دلِ شیدا کیا ہو
کثرتِ حسن کی یہ شان نہ دیکھی نہ سنی — برق لرزاں ہے کوئی گرمِ تماشا کیا ہو
بے مثالی کے ہیں یہ رنگ جو باوصفِ حجاب — بے نقابی پہ ترا جلوۂ یکتا کیا ہو
دیکھیں ہم بھی جو ترے حسنِ دلآرا کی بہار — اس میں نقصان ترا اے گلِ رعنا کیا ہو
ہم غرض مند کہاں مرتبۂ عشق کہاں — ہم کو سمجھیں وہ ہوس کار تو بیجا کیا ہو
دلفریبی ہے تری باعثِ صد جوش و خروش — حال یہ ہو تو دلِ زار شکیبا کیا ہو
رات دن رہنے لگی اس ستم ایجاد کی یاد
حسرتؔ اب دیکھئے انجام ہمارا کیا ہو

اخبار ہندوستانی لکھنؤ — مئی سنہ ۱۹۱۶ء

سر پہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو — کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو
دانشِ بخت ہے بے دانشیٔ شوق کا نام — لوگ دیوانہ نہ سمجھیں ترے دیوانے کو
بھول جاؤں میں انہیں ہو نہیں سکتا ناصح — آگ لگ جائیو ظالم ترے سمجھانے کو
دیکھ لیں شمع کو تاثیرِ وفا کے منکر — جل بجھی خود بھی جلایا تھا جو پروانے کو
ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دوں ساقی — ایک بار اور بھی بھر دے مرے پیمانے کو
فرقتِ یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا — اشکِ خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل یہ کہتا ہے میں ہوں دردِ محبت کا غلام ق. جس نے آباد کیا ہے مرے ویرانے کو
رُوح کہتی ہے مری جان ہے وہ نوجواں کر دیا جس نے منوّر مرے کاشانے کو
برق کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت
"زندگی کہتے ہیں دُنیا سے گذر جانے کو"

روزنامہ ہمدم لکھنؤ — اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

کامرانی تجھے مبارک ہو جاودانی تجھے مبارک ہو
اے ترا غم دلوں کو وجہِ سرور شادمانی تجھے مبارک ہو
جاں فشانی مجھے نصیب رہے دلستانی تجھے مبارک ہو
ہجر میں یادِ یار کی اے دل میہمانی تجھے مبارک ہو
مرقدِ عاشقاں پہ آخرِ کار گل فشانی تجھے مبارک ہو
باہزاراں جمال و حسنِ کمال نوجوانی تجھے مبارک ہو
جامِ اوّل وہ پی کے خود بولے جامِ ثانی تجھے مبارک ہو
ہم غریبوں کی خستہ حالی پر مہربانی تجھے مبارک ہو
نکتہ سنجانِ عصر کی حسرت
قدردانی تجھے مبارک ہو

رسالہ نظام المشائخ دہلی — سنہ ۱۹۱۶ء

جن و ملک ہیں خستۂ درگاہ رُتبے سے تیرے ہے کون آگاہ
مقصد بر آئیں سب حسبِ دلخواہ یک رہ ترحّم مجھ پر بھی اے شاہ
بیٹھے ہوئے ہیں ہم بھی سرِ راہ گذرے اُدھر سے شاید وہ بیگاہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں اور ولائے کفارِ گمراہ — استغفر اللہ استغفر اللہ

اس نازنیں کی محفل میں اک دن — لے چل مجھے بھی اے شوقِ ہمراہ

فرقت کی شب میں کیا ہو جو حسرت

آجائے مجھ تک وہ شوخ ناگاہ

رسالہ النظامیہ لکھنؤ — اکتوبر ۱۹۱۶ء

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ — میرِ بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

حالِ دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن — آج میں درپئے اظہار ہوں شیئاً للہ

کرمِ خاص کے لائق تو نہیں میں پھر بھی — آپ کا حاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ

آپ ہی کہیے کہ اب اور کہوں میں کس سے — بستۂ دامنِ سرکار ہوں شیئاً للہ

مجھ سے اب دین کی پستی نہیں دیکھی جاتی — غلبۂ کفر سے بیزار ہوں شیئاً للہ

پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے ماندن — سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للہ

جلوۂ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد — تشنۂ شربتِ دیدار ہوں شیئاً للہ

کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول — میں کہ اک فردِ گنہگار ہوں شیئاً للہ

غوثِ اعظمؓ سے جو مانگو گے ملے گا حسرت

بس کہو خستۂ دربار ہوں شیئاً للہ

روز و شب رویا کیے شام و سحر رویا کیے — رونے والے تیرے تجھ کو عمر بھر رویا کیے

بے وفائی سب نے کر کے تو نے دی دادِ وفا — تیری اس ہمت پہ تیرے نوحہ گر رویا کیے

خاکساری میں بھی تیری وضعداری کا تھا رنگ — یعنی ہم اس کی بھی کر کے درگزر رویا کیے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کچھ خبر ہے تجھ کو اے آسودۂ خوابِ لحد
شب جو تیری یاد میں ہم تا سحر رویا کیے

تیرے جیتے جی نہ جانی قدر تیری اے عزیز
اپنی اس تقصیر پر ہم کس قدر رویا کیے

جانِ محزون و دلِ پُر غم کی حالت کیا کہوں
یاد کچھ کر کر کے جو با صد جگر رویا کیے

برقؔ کے مرنے کا حسرتؔ واقعہ ایسا نہیں
کچھ نہ روئے آہ اگر ہم عمر بھر رویا کیے

(عظمت اللہ برقؔ مرحوم کانپوری)

تذکرۃ الشعرا جنوری ۱۹۱۵ء

تمہیدِ صبحِ شوق کے ساماں ہو گئے
جتنے تھے ان کے جور سب احساں ہو گئے

حالت قبولِ عذر سے برعکس ہو گئی
میں شوخ ہو گیا وہ پشیماں ہو گئے

تجدیدِ لطفِ یار کی لذت میں کیا کہوں
شکوے تمام شکر کے عنواں ہو گئے

اُن کی نگاہِ قہر کو ہم نے منا لیا
پھر اس طرح کہ خود بھی وہ حیراں ہو گئے

حسرتؔ جو کاروبارِ محبت یہی رہا!
سُن لو گے ہم بھی صاحبِ دیواں ہو گئے

ہر حال میں ناشادیٔ دل یاد رہے گی
پابندیٔ حرمانِ خدا داد رہے گی

بیکار ڈرانے ہیں مجھے قیدِ ستم سے
واں رُوحِ وفا اور بھی آزاد رہے گی

معمورِ غمِ عشق عجب دل کی ہے بستی
ہر چند اجاڑو اسے آباد رہے گی

انکار اور اک جرعۂ صہبا سے بھی انکار
ساقی یہ تری کم نگہی، یاد رہے گی

نسبت جزو و کل کی ہے یہ دُنیائے عمل میں
اقوام کو محتاجیٔ افراد رہے گی

گھبرا کے کہا رُوح نے زندانِ جسد میں
کب تک ابھی اس قید کی میعاد رہے گی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں ہوں وہ رضا جو کہ طبیعت مری حسرت
ناکامیِ جاوید سے بھی شاد رہے گی!

اخبار زمیندار لاہور — سنہ ۱۹۱۴

گر وفاداریِ اغیار کا غوغا ہے یہی
جان سے ہم بھی گزر جائیں گے سوچا ہے یہی

خندۂ اہلِ جہاں کی مجھے پروا کیا تھی
تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی

ہم بھی ہوں درپئے انکار تو کچھ دور نہیں
کہ ترے جورِ نمایاں کا تقاضا ہے یہی

عین دانائی و حکمت ہے یہ نادانیِ دل
ہمتِ عشقِ فداکار کا فتویٰ ہے یہی

اس قدر جلد جو پیمانِ وفا توڑ دیا
آپ ہی کہیے بھلا آپ کو زیبا ہے یہی

مذہبِ عشق میں گنجائشِ تاویل کہاں
دین پر حیف ہے گر دین کا منشا ہے یہی

لے چلو ہم کو جدھر جائیں گے بے چون و چرا
مسلکِ اہلِ رضا جادۂ تقویٰ ہے یہی

دیکھ لیں نورِ خدا دیکھنے والے حسرت
یعنی اس چہرۂ انور میں چمکتا ہے یہی

مر مٹیں گے جو غمِ ہجر کی ایذا ہے یہی!
اک نہ اک روز ترے عشق میں ہونا ہے یہی

آج اغیار ہیں جو یار تھے کل تک کیا خوب
آپ کے دامنِ انصاف پہ دھبا ہے یہی

ناگوارا ہے بہت تلخیِ ہجراں لیکن
تم جو کہتے ہو گوارا تو گوارا ہے یہی

یا ہماری ہی یہ قسمت ہے کہ محروم ہیں ہم
یا ستمگراں کی محبت کا نتیجہ ہے یہی

یہ جو اک دردِ محبت کی خلش ہے حسرت
مقصدِ دل ہے یہی جانِ تمنا ہے یہی

رسالہ خیال پٹنہ — سنہ ۱۹۱۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ عرضِ وصل پہ بگڑے حجاب کے بدلے
نگاہِ ناز نے پہلوئے عتاب کے بدلے

اگر ہوا بھی تو الٹا اثر دعا میں ہوا
سکونِ یاس ملا اضطراب کے بدلے

خدا کی شان فقیروں کی یاد آئی تمہیں!
کرم کیا ستمِ اجتناب کے بدلے

شبِ وصال شبِ ماہ گر نہیں تو نہ ہو
اک آفتاب جو ہے ماہتاب کے بدلے

وہ بے نقاب ہوئے بھی تو کیا ہوا کہ رہے
ہجومِ حسن کے پردے نقاب کے بدلے

بلائے جاں ہیں شہیدوں کو تیرے حور و قصور
یہ کیا عذاب ملا ہے ثواب کے بدلے

فریب سب ہیں یہ آغازِ عشق کے حسرت
وہ لیں گے اس کرمِ بے حساب کے بدلے

تھا مژدۂ بخششِ الٰہی
پیغامِ نسیمِ صبح گاہی

درپے ہے مرے وہ حق فراموش
ثابت ہوئی میری بے گناہی

ہے دل کی صلاح جاں فشانی
از راہِ کمالِ خیر خواہی

کچھ ربطِ جمال و شوق کا حال!
معلوم نہ ہو سکا کماہی

روز و شبِ ہجر میں نہیں اب
کچھ فرقِ سپیدی و سیاہی

جاری ہے دیارِ عاشقی میں
فرمانِ بلا کی و تباہی

زیبائشِ حسنِ دلبراں ہے
یہ کم نگہی، یہ کج کلاہی

از روئے خلوص ہو تو لاریب
دنیا طلبی ہے، دیں پناہی

دیتی ہے نگاہِ یار حسرت!
آگاہیِ راز کی گواہی

[illegible]

جنوری سنہ ۱۹۱۶

http://www.muftbooks.blogspot.com/

زبسکہ ربط رہا اُن کی سرگرانی سے — میں آشنا نہ ہُوا عیشِ کامرانی سے
ہجومِ یاس کا غلبہ ہے ناتوانی پر — جسے سکون وہ سمجھے ہیں بدگمانی سے
حضورِ یار کرے عرضِ آرزو لے شوق — مجھے اُمید نہیں تیری بے زبانی سے
جمالِ یار کی رنگینیاں ادا نہ ہُوئیں — ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

انہیں سُرورِ دو عالم سے کیا غرض حسرت
جو شادماں ہیں ترے غم کی میہمانی سے

جو دُور سے بھی نظر تجھ پہ یار ہم کرتے — ہزار جانِ گرامی نثار ہم کرتے
ترے خیال سے باتیں ہزار ہم کرتے — غمِ فراق کو یوں خوش گوار ہم کرتے
ہوائے گل میں نہ پروائے خار ہم کرتے — رہِ طلب میں قدم استوار ہم کرتے
کسی پہ اپنی محبت کا حال کیوں کُھلتا — نظر بھی اُن پہ جو بیگانہ وار ہم کرتے
ابھی کچھ اور دمِ واپسیں ٹھہر جاتا! — کچھ اور بھی جو ترا انتظار ہم کرتے
اگر ذرا بھی انہیں مائلِ کرم پاتے!! — تو جانِ زار کو اُمیدوار ہم کرتے
وہ بار بار سزا جُرمِ شوق پر دیتے — مگر قصور وہی بار بار ہم کرتے
ترے ستم کی شکایت ضرور کیا تھی ہمیں — کہ شوق سے گلۂ روزگار ہم کرتے
غبارِ راہِ محبت اگر کہیں ملتا! — تو اس کو تاجِ سرِ افتخار ہم کرتے
دلوں کی دشتِ تمنا میں تھی فراوانی — وہ کہتے ہیں کہ کہاں تک شکار ہم کرتے
وہ وقت بھی کہیں آتا کہ عرضِ حال کے بعد — تری جفا پہ تجھے شرمسار ہم کرتے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ترا خیال نہ دل سے کسی طرح جاتا — تجھے نہ بھولتے کوشش ہزار ہم کرتے

جو نام آپ کا لیتے سکونِ غم کے لیے — تو دل کو اور بھی کچھ بے قرار ہم کرتے

سمجھ کے چھوڑ دیئے بے حساب آخر کار — کہ دل کے داغ کہاں تک شمار ہم کرتے

ابھی سے تجھ پہ فدا ہو گئے تو غم کیا ہے — کہ یہ وہی ہے جو پایانِ کار ہم کرتے

بڑا گناہ کیا ترکِ مے سے شک میں پڑے — یقینِ رحمتِ آمرزگار ہم کرتے

غرور سے کیوں ہیں وہ راضی نہ تجھ پہ کھلا حسرت
کہ پھر طریق وہی اختیار ہم کرتے

تاثیرِ برقِ حسن جو ان کے سخن میں تھی! — اک لرزشِ خفی مرے سارے بدن میں تھی

واں سے نکل کے پھر نہ فراغت ہوئی نصیب — آسودگی کی جان تری انجمن میں تھی

اک رنگ التفات بھی اُس بے رخی میں تھا — اک سادگی بھی اُس نگہِ سحر فن میں تھی

محتاج بوئے عطر نہ تھا جسمِ خوب یار — خوشبوئے دلبری تھی جو اُس پیرہن میں تھی

کچھ دل ہی بجھ گیا ہے مرا ورنہ آج کل — کیفیتِ بہار کی شدت چمن میں تھی

معلوم ہو گئی مرے دل کو زراہِ شوق! — وہ بات پیار کی جو ہنوز اُس دہن میں تھی

غربت کی صبح میں بھی نہیں ہے وہ روشنی — جو روشنی کہ شامِ سوادِ وطن میں تھی

عیشِ گدازِ دل بھی غمِ عاشقی میں تھا — اک راحتِ لطیف بھی ضمنِ محن میں تھی

اچھا ہوا کہ خاطرِ حسرت سے ہٹ گئی!
ہیبت سی اک جو خطرۂ دار و رسن میں تھی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سرورِ دلِ عاشقاں ماہِ خوبی! — شہنشاہِ خوباں ہے وہ شاہِ خوبی
ترا حسن کیوں کر نہ ہو جانِ عالم — کہ ہے دل نوازی بھی ہمراہِ خوبی
کوئی عاشقوں میں بھی ہم سا نہ ہوگا — وفادارِ خوباں۔۔۔ ہوا خواہِ خوبی
ہوئے جاتے ہیں بندۂ عشق لاکھوں — زہے سطوتِ خوبی و جاہِ خوبی
نہیں عیب کچھ اُن میں اور یوں بھی حسرت
تو ہم لوگ ہیں صرف آگاہِ خوبی!

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن — اپریل ۱۹۱۶ء

غمِ زمانہ سے دل کو فراغ باقی ہے — ہنوز اُن کی محبت کا داغ باقی ہے
نہ عیش کا نہ کچھ اربابِ عیش کا ہے پتا — نہ خانہ باغ نہ تفریحِ باغ باقی ہے
مسافرانِ فنا کے نشانِ پا سے ہنوز — مقامِ اہلِ وفا کا سراغ باقی ہے
عبث ہیں سب تقاضے ترے نسیمِ بہار — یہاں کسے ہوسِ باغ و راغ باقی ہے
نہیں جو قدر زمانے میں لحنِ بلبل کی — ہنوز غلغلۂ بوم و زاغ باقی ہے
وہ ایک بار جو سونگھی تھی زلفِ یار کی بو — سو روح آج تلک تر دماغ باقی ہے
دلِ فسردۂ حسرت میں اب وہ بات کہاں
شرابِ جوش کا خالی ایاغ باقی ہے

اس درجہ تجھے مائلِ پرہیز نہ کرتے — ہم جور جو بے جا ترے انگیز نہ کرتے
اب منہ بھی دکھاؤ ہمیں اصرار نہ ہوتا — خود شوق کی ہم آگ اگر تیز نہ کرتے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کچھ خاطرِ عشاق بھی منظور تھی اُن کو!! — یوں ورنہ جفا ہائے وفا خیز نہ کرتے
ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی — واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ کرتے

کافی تھی مجھے دُردِ تہِ جام بھی حسرت
کاسہ جو مرا مئے سے وہ لبریز نہ کرتے

بہت خجل ہے ترے درد سے دُعا میری — یہ خوف ہے کہ نہ سُن لے کہیں خدا میری
ہُوئی ہے عشق میں عزت پسِ فنا میری — کرامتیں ہیں جو مشہور جا بجا میری
جدھر کو اب وہ چلائے وہی ہے راہِ مُراد — رضائے یار سے وابستہ ہے رضا میری
چھپے وہ مجھ سے تو کیا یہ بھی اک ادا نہ ہُوئی — وہ چاہتے تھے نہ دیکھے کوئی ادا میری
کہیں وہ آکے مٹا دیں نہ انتظار کا لُطف — کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری
نہ کیوں ہو عشق میں دعوائے امتیاز مجھے — کہ جورِ حسن سے منسوب ہے وفا میری
وہ بگڑے بیٹھے ہیں اس پر کہ ہم کو کیوں چاہا — ہُوئی بھی گر تو یہ ثابت ہُوئی خطا میری
کبھی بجا کے جو روزن سے بھی تجھے دیکھوں — تو جور کی جو سزا ہو وہی سزا میری

وصالِ یار کی منزل قریب ہے حسرت
ہُوئی ہے آرزوئے شوق رہنما میری

رسالہ النظامیہ لکھنؤ — ستمبر ۱۹۱۶ء

ان کو نہ کوئی سمجھے بیداد نہیں کرتے — ہم جور کے خوگر ہیں فریاد نہیں کرتے
دینا جو ہو دلوا دو، آخر یہ ادا کیا ہے — انکار نہیں ہوتا، ارشاد نہیں کرتے
سرِ پیشِ ستم اپنا ہرگز نہ فرو ہوگا — اس کارِ غلاماں کو آزاد نہیں کرتے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس پر بھی کچھ ایسا ہے راضی ہیں ہم دونوں — ہم شاد نہیں ہوتے تم یاد نہیں کرتے
روح ان کی حقیقت میں ویرانِ فراغت ہے — جو دل کو ترے غم سے آباد نہیں کرتے
کب سے درِ دولت پر ہوں منتظرِ رحمت — کچھ آپ مرے حق میں ارشاد نہیں کرتے

کر وقفِ بتاں حسرتؔ ناحق نہ خلوص اپنا
اس جنسِ گرامی کو برباد نہیں کرتے

رسالۂ ذخیرہ — حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۱۶ء

میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے — اُس نے یہ بھی تو نہ پوچھا تری حالت کیا ہے
ہم کو واعظ یہ خبر سب ہے کہ جنت کیا ہے — کوچۂ یار سے لیکن اُسے نسبت کیا ہے
جس کی ذلت میں بھی عزت ہے سزا میں بھی مزا — کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ محبت کیا ہے
مجھ سے برگشتہ نہ ہوتے تو تعجب ہوتا — آپ کو عذرِ تغافل کی ضرورت کیا ہے
کیوں ہے درپردہ لگاوٹ جو بظاہر ہے گریز — نہ کھلا کچھ نگہِ یار کی نیت کیا ہے
شادماں ہو کے ترے درد سے کہتا ہے یہ دل — ہے اذیت جو یہی چیز تو راحت کیا ہے
خوف ہو ان کو تو ہو حُسن کی بدنامی کا — ہم ہیں عاشق ہمیں پروائے ملامت کیا ہے
تم یہ پھر بھی تو نہ سمجھے کہ کرم ہے کیا شے — ہم نے پھر بھی تو نہ جانا کہ شکایت کیا ہے

رندِ مے نوش کبھی، صوفیِ صافی ہے کبھی
حسرتؔ آخر یہ ترا رنگِ طبیعت کیا ہے

رسالہ الناظر لکھنؤ — اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

جاں کہ گر پئے دوست رواں ہو گئی — بے خبرِ کون و مکاں ہو گئی
یاس ہے مایوس کہ چشمِ امید — پھر تری جانب نگراں ہو گئی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دلبریٔ حُسن ترے عہد میں — فتنۂ ہر پیر و جواں ہوگئی
پہلے تو ارزاں تھی متاعِ وفا — اب یہ مرے بعد گراں ہوگئی
کس کی گلی ہے یہ، جہاں بارہا — روح میری نالہ کناں ہوگئی
کس کو یہ دیکھا کہ مرے دل کی آنکھ — قبلۂ صاحب نظراں ہوگئی
یادِ الٰہی میں کٹی تھی جو عمر — آج وہی نذرِ بتاں ہوگئی
ہم سے بھی مخصوص پر اب وہ نظر — مایۂ نازِ دگراں ہوگئی
جسم کی تکلیف ترے شوق میں — میرے لیے راحتِ جاں ہوگئی
موت سے پوری ہوئی شرطِ وفا — پر نہ کہا تم نے کہ ہاں ہوگئی
روح کو حاصل نہ ہوا ذوقِ عشق — مشتغلِ سود و زیاں ہوگئی

ضبط سے حسرت نہ چھپا رازِ غم
حالتِ دل صاف عیاں ہوگئی

رسالۂ اسوۂ حسنہ مچھرہ — اکتوبر ۱۹۱۶ء

ضیائے مہر سے نورِ قمر ہے — جمالِ یار ہر سُو جلوہ گر ہے
نہیں کچھ کائناتِ عشقِ خوباں — فریبِ حسن و نیرنگِ نظر ہے
سرشکِ شوق کے رُتبے ہیں عالی! — کہ اُن سے آستینِ حُسن تر ہے
نہیں اک دل ہی بیتابِ غمِ ہجر — کہ حالِ جاں بھی کچھ نوعِ دگر ہے
چلے ہیں چھوڑنے کو سر کہاں، ہم — کہ اس در تک بھلا کس کا گزر ہے
ہے زاہد کو بھی فکرِ ترکِ دنیا — غرض یاں رنج سے کس کو مفر ہے
دلِ مضطر کو ڈھونڈو اس گلی میں — وہیں ہوگا کہیں موجود اگر ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وظیفے سب چھٹے، اک نام تیرا! — دعائے شام ہے وردِ سحر ہے
بظاہر بے خبر ہے عقلِ حسرت
حقیقت میں اُسے سب کچھ خبر ہے

رسالہ تمدن لکھنؤ
اکتوبر ۱۹۱۶ء

بہ تقلید انداز جرأت

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے — ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانا یاد ہے
باہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق — تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے
بار بار اُٹھنا اسی جانب نگاہِ شوق کا — اور ترا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے
تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بیباک ہو جانا مرا — اور ترا دانتوں میں وہ انگلی دبانا یاد ہے
کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونا دفعتاً — اور دوپٹے سے ترا وہ منہ چھپانا یاد ہے
جان کر سوتا تجھے وہ قصدِ پابوسی مرا — اور ترا ٹھکرا کے سر وہ مسکرانا یاد ہے
تجھ کو جب تنہا کبھی پانا تو ازراہِ لحاظ — حالِ دل باتوں ہی باتوں میں جتانا یاد ہے
جب سوا میرے تمہارا کوئی دیوانہ نہ تھا — سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کارخانا یاد ہے
غیر کی نظروں سے بچ کر سب کی مرضی کے خلاف — وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے
آ گیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکرِ فراق — وہ ترا رو رو کے مجھ کو بھی رلانا یاد ہے
دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لیے — وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے
آج تک نظروں میں ہے وہ صحبتِ راز و نیاز — اپنا جانا یاد ہے تیرا بلانا یاد ہے
میٹھی میٹھی چھیڑ کر باتیں نرالی پیار کی — ذکر دشمن کا وہ باتوں میں اڑانا یاد ہے
دیکھنا مجھ کو جو برگشتہ تو سو سو ناز سے — جب منا لینا تو پھر خود روٹھ جانا یاد ہے
چوری چوری ہم سے تم آ کر ملے تھے جس جگہ — مدتیں گزریں پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شوق میں مہندی کے وہ بے دست و پا ہونا ترا — اور مرا وہ چھیڑنا وہ گدگدانا یاد ہے

رسالہ تمدن لکھنؤ
نومبر سنہ ۱۹۱۶

باوجودِ ادعائے اتقا حسرتؔ مجھے
آج تک عہدِ ہوس کا وہ فسانا یاد ہے

بہ پیروی طرزِ مصحفی

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے — مشتاقِ دید اور بھی للچا کے رہ گئے
گم کردۂ راہِ عشق فنا کیوں نہ ہو گیا — احساں جو اس پہ خضر و مسیحا کے رہ گئے
آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہارِ حسن — آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے
جب عاشقوں سے صدمۂ ہجراں نہ اٹھ سکا! — آخر کو ایک روز وہ غم کھا کے رہ گئے
جب وہ چھٹا تو کچھ نہ رہا دل میں اک مگر — داغِ فراق اس گلِ رعنا کے رہ گئے
ملنے کی ان سے ایک بھی صورت نہ بن پڑی — سارے شتودے دلِ دانا کے رہ گئے
ٹوکا جو بزمِ غیر سے آتے ہوئے انہیں — کہتے بنا نہ کچھ وہ قسم کھا کے رہ گئے
بیباک تھا زبسکہ مرا اضطرابِ شوق — شرما کے وہ کبھی کبھی جھنجھلا کے رہ گئے
دل کی لگی بجھا بھی وہ سکتے تو بات تھی — یہ کیا ہوا کہ آگ ہی بھڑکا کے رہ گئے
آئے بھی وہ چلے بھی گئے وہ مثالِ برق — دل ہی میں میرے حوصلے دلِ شیدا کے رہ گئے
کیا دل میں آ گئی جو بزراہِ کمالِ رحم — دعوے وہ میرے قتل کا فرما کے رہ گئے
پہلے تو خون میرا بہایا خوشی خوشی — پھر کیا وہ خود ہی سوچ کے پچھتا کے رہ گئے

دعوائے عاشقی ہے تو حسرتؔ کرو نباہ
یہ کیا کہ ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حور و غلماں پہ کیوں فدا ہوتے — اہلِ ظاہر جو پارسا ہوتے
کچھ بھی ہوتا جو اختیار اپنا — تجھ سے کاہے کو ہم جدا ہوتے
شوق کو اتقا سے کیا نسبت — زاہد ہوتے نہ ہم تو کیا ہوتے
کس قدر سہل ہے حصولِ بقا — دیر لگتی نہیں فنا ہوتے
ہم کو ہوتی نہ خرمی کی ہوس — گر ترے غم سے آشنا ہوتے
تم لگاتے جو اپنے ہاتھ سے تیغ — سب مرے زخمِ دل کشا ہوتے

حالِ دل اُن سے کیوں کہا حسرت
تم نہ کہتے تو وہ خفا ہوتے

رسالہ مخزن لاہور — اکتوبر ۱۹۱۶ء

آپ نے قدر کچھ نہ کی دل کی — اڑ گئی مفت میں ہنسی دل کی
خو ہے از بسکہ عاشقی دل کی — غم سے وابستہ ہے خوشی دل کی
یاد ہر حال میں رہے وہ مجھے — الغرض بات رہ گئی دل کی
مل چکی ہم کو اُن سے دادِ وفا — جو نہیں جانتے لگی دل کی
چین سے محوِ خوابِ ناز ہیں وہ — بے کلی ہم نے دیکھ لی دل کی
ہمہ تن صرفِ ہوشیاریٔ عشق — کچھ عجب شے ہے بے خودی دل کی
اُن سے کچھ تو ملا وہ غم ہی سہی — آبرو کچھ تو رہ گئی دل کی
مر مٹے ہم نہ ہو سکی پوری — آرزو تم سے ایک بھی دل کی
وہ جو بگڑے رقیب سے حسرت — اور بھی بات بن گئی دل کی

رسالہ تذکرۃ الشعرا علی گڑھ — جولائی سنہ ۱۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نشانۂ ستمِ بے حساب رہنے دے
خرابِ حالِ وفا کو خراب رہنے دے

نہ چھیڑ دیکھ انہیں محوِ خواب رہنے دے
خدا کے واسطے اے اضطراب رہنے دے

شتاب کارِ محبت ہوں میں نہیں معلوم
کہ چلمن سے انہیں کب تک حجاب رہنے دے

ہزار عشق تری چشمِ نیم وا پہ نثار!
نہ ڈال مجھ پہ یہ افسونِ خواب رہنے دے

بڑے عذاب میں ہے جانِ میکشاں ساقی!
نہیں شراب تو ذکرِ شراب رہنے دے

زبانِ شیب میں اے یارِ ہم نشیں مجھ سے
بیانِ قصۂ عہدِ شباب رہنے دے

تو اپنی سادگیِ حسن آئینے میں نہ دیکھ!
یونہی ہے خوب اسے لاجواب رہنے دے

تجھے یہ کس نے سکھائی فریبِ حسن کی بات
کہ اہلِ شوق کو ناکامیاب رہنے دے

میں چاہتا تو بہت ہوں کہ چپ رہوں حسرت
پہ جب یہ خاطرِ بے صبر و تاب رہنے دے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تخمیس حسرت موہانی بر غزلیات خواجہ حافظ و امیر خسرو

وہ رنگیں گلِ گلشنِ رہنمائی! | وہ سرمایۂ نازشِ مقتدائی
وہ زیبندۂ مسندِ مصطفائی! | سلامے چو بوئے خوشِ آشنائی
بداں مردمِ دیدۂ روشنائی

بدرگاہِ آں دلبرِ دل ربایاں | جزیں ہیچ ناید زما بے نوایاں
دعائے چو حسنِ تمنائے مایاں | درودے چو نورِ دلِ پارسایاں
بداں شمعِ خلوت گہِ پارسائی

خبردار اے مے کشِ ناشکیبا | نہ کرنا کہیں ترکِ مے کا ارادا
بر آئے گی ہے تیرے دل کی تمنا | زکوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا
فروشند مفتاحِ مشکل کشائی

رہا کیوں نہ فرمانِ حق کا میں تابع | ہوئی خدمتِ غیر میں عمر ضائع
مضر ہے وہ سمجھے ہیں سب جس کو نافع | مراگر تو بگزاری اے نفسِ طامع
بسے پادشاہی کنم در گدائی

رہِ حق میں پہنچے جو تجھ کو اذیت | نہ ہو اس سے ہرگز تری پست ہمت
رہے یاد حسرت یہ ہر دم نصیحت | مکن حافظ از جورِ گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کارِ خدائی

اے وجہِ سرورِ بادہ نوشاں | وے باعثِ نازِ دلق پوشاں
اے موجبِ حیرتِ خموشاں | اے میرِ ہمہ شکر فروشاں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

توبہ شکن صلاح کوشاں

کہیے جسے لطفِ اتفاقی — اس سے بھی نہ ہم ہوئے ملاقی
بدلی نہ وہ حالتِ فراقی — عشاق زدست چوں تو ساقی
خوں نابہ بجائے بادہ نوشاں

کرتا ہے کوئی تری شکایت — کوئی ترے لطف کی روایت
یعنی بہ شکایت و حکایت — از تو سخنے بہر ولایت
خسرو بہ ولایتِ خموشاں

حیراں جمالِ پاک رویت — سرگشتۂ شوقِ جستجویت
جاں باختۂ ہوائے کویت — دیوانہ شدم در آرزویت!
اے چشم ہمہ جہاں بسویت

ہر چند کہ جرم او کبیر است — بر در گہِ عفو تو فقیر است
اے آنکہ عطائے تو کثیر است — خسرو بکمند تو اسیر است
بے چارہ کجا رود ز کویت

مبارک تھا عجب وہ وقتِ مسعود — ہوا جب دامنِ تقویٰ مے آلود
ز روئے التفات وازرہ جود — چو شوقم دید در ساغر مے افزود
بگفتم ساقیٔ فرخندہ پے را

بلندی ہے نظر میں اب نہ پستی — نہ ویرانہ ہی بھاتا ہے نہ بستی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بنا کر سربسر مغلوبِ مستی — رہانیدی مرا از شرِّ ہستی
چو پے پے مودی پیاپے جامِ مے را

ہوا زہدِ ریائی سے میں تائب — محاسن ہو گئے میرے معائب
مٹائے تو نے سب رنج و مصائب — حماک اللہ عن شرِّ النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

زغم ہائے جہاں باکے ندارد — بہ شغلِ عشق و مے خوش میگذارد
کسے را ہیچ در خاطر نیارد — چو بے خود گشتہ حافظ کے شمارد
بیک جو دولتِ کاؤس و کے را

http://www.muftbooks.blogspot.com/

This Page Is Left Blank

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ سوم

جس میں

مولانا سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی

سابق اڈیٹر اردوئے معلّی علیگڈھ

کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو دیوانِ حسرت حصہ دوم کی
ترتیب و تدوین کے بعد لکھی گئیں اور جو

اکتوبر ۱۹۱۶ء سے جولائی ۱۹۱۷ء

تک اردو زبان کے قریب قریب کل رسالوں اور اخباروں
میں شائع ہوکر عام طور پر مشہور اور مقبول ہو چکی ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

درسِ حق جاری ہے یاں بھی حسرتِ آزاد کا!
قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیضِ آباد کا

کامیابی پر غضب نازاں ہیں اربابِ ہوس
ہر طرف اِک شور برپا ہے مُبارک باد کا

یہ بھی کیا انصاف ہے اے دُشمنِ اہلِ وفا
ہم رہیں ناکام یوں اور کام ہو حسّاد کا

لوٹ جائے کیوں نہ ہمت عاشقِ ناکام کی
جب نتیجہ کچھ نہ نکلے کوششِ برباد کا

مان لیں گے آپ کی خاطر سے یہ بھی ہم، مگر
بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپکے ارشاد کا

جلوۂ اُمید گویا درمیانِ فکر و یاس
اِک نمونہ ہے چراغِ رہ گذرِ باد کا

سُن کے ذکرِ عشق رہ جاتے ہیں اکثر ہم خموش
اب تلک اتنا اثر باقی ہے اُنکی یاد کا

لطف کی نوبت بھی آنے کی کبھی اے نازِ یار!
ختم بھی ہو گا کہیں یہ سلسلہ بیداد کا

شاہِ جیلاں سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یُوں نہ ہونا چاہیے تھا فیصلہ بغداد کا

دلِ مایُوس کو گرویدۂ گفتار کر لینا
وہ ان کا بیدۂ اِنکار میں اقرار کر لینا

سکونِ یاس بھی ممکن نہیں اب ہم غریبوں کو
قیامت ہے کسی کا وعدۂ دیدار کر لینا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہیں آؤ جو آنا ہے کہ ہو لیں شاد تجھ ہم بھی
ہمارے بعد پاسِ خاطرِ اغیار کر لینا

ستم سے وہ نہ باز آئے تو ہم پر بھی ہوا لازم
دلِ مجبور کو خوگرِ آزار کر لینا

حصولِ رحمتِ حق کے لیے کافی ہے محشر میں
گلِ عصیاں کو زیبِ طرۂ دستار کر لینا

وہ دن اب یاد آتے ہیں بہارِ خونفشانی کے
وہ میرا جیب کو، دامن کو بھی گلنار کر لینا

یہ کیا ایذا پسندی ہے کہ حسرت عشقِ جاناں میں
تجھے ہر عقدۂ آساں کو بھی دشوار کر لینا

بجا ہے عاشقی میں ہم کو دعویٰ سرفرازی کا
کہ نکلا ہے ہمیں سے نام تیری دلنوازی کا

رہے گا حشر تک افسانہ باقی عشق بازوں میں
ہماری جانفشانی کا تمہاری بے نیازی کا

علامت شائبے ظاہر سے نہیں بے غم ہوں کہ باطن میں
ملا ہے سلسلہ حسنِ حقیقی سے مجازی کا

مٹا کر مجھ کو تکلیفیں مٹا دیں سب محبت کی
ادا اس بیوفا نے کر دیا حق چارہ سازی کا

یہ آخر تا کجا مشقِ جفا کچھ حد بھی ہے ظالم
زمانا ہو گیا پامال تیری ترکتازی کا

مصیبت اسکو راحت ہے فراغت اسکو زحمت ہے
مزا کچھ دل کو ایسا پڑ گیا ہے عشق بازی کا

نظر بازی کی حسرت خوگری ہے ورنہ لوگوں میں
بہت شہرا اٹھا تھا ہم نے تیری پاکبازی کا

اخبار وکیل امرتسر — نومبر ۱۹۱۶ء

ایمان و اتقا ہی نہیں شانِ اولیا
بے حزن و خوف خیر بھی ہے جانِ اولیا

اسلام بے مثال ہے اسلامِ عاشقاں
ایمان بے نظیر ہے ایمانِ اولیا

اسلامِ عاشقاں کی اگر ہے طلب تجھے
اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آئی ہوئی رضائے الٰہی کی ہے برات / سب کربلا میں جمع ہیں مہمانِ اولیا

گلگوں لباسِ خونِ شہادت پہن کے آج / دولہا بنے گا وہ شہِ خوبانِ اولیا

روشن ہے نورِ صبر و سکوں سے سوادِ شام / تاباں ہے صبحِ عشق درخشانِ اولیا

زنجیر و طوقِ ظلم کا عابد کو غم نہیں / ہر رنگ بزمِ عیش ہے زندانِ اولیا

صبر و صلوٰۃِ عشق سے ہیں سب کے دل قوی / ثابت قدم ہیں سارے مریدانِ اولیا

ہر سُو عیاں ہے صبغۃ اللہ کی بہار / رونق پہ ہے خزاں میں بھی بُستانِ اولیا

جانیں ہوئی ہیں جن کی رہِ شوق میں نثار / حاشا جو ہوں فنا وہ محبانِ اولیا

حسرت حسینؓ ابنِ علیؓ کا ہوں میں غلام
حاصل ہے مجھ کو فضلِ نمایانِ اولیا

رسالہ نقاد آگرہ — مئی ۱۹۱۷ء

بام پر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا / اب تو اظہارِ محبت برملا ہونے لگا

عشق سے پھر خطرۂ ترکِ وفا ہونے لگا / پھر فریبِ حسن سرگرمِ ادا ہونے لگا

کیا کہا میں نے جو ناحق تم خفا ہونے لگے / کچھ سنا بھی یا کہ یونہیں فیصلا ہونے لگے

اب غریبوں پر بھی ساقی کی نظر پڑنے لگی / بادۂ پس خوردہ ہم کو بھی عطا ہونے لگا

میری رسوائی سے شکوہ ہے یہ اُن کے حسن کو / اب جسے دیکھو وہ میرا مبتلا ہونے لگا

یاد پھر اس بے وفا کی ہر گھڑی رہنے لگی / پھر اسی کا تذکرہ صبح و مسا ہونے لگا

کچھ نہ پوچھو حال کیا تھا خاطرِ بیتاب کا / اُن سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

شوق کی بے تابیاں حد سے گزر جانے لگیں / وصل کی شب وا جو وہ بندِ قبا ہونے لگا

کثرتِ اُمید بھی عیش آفریں ہونے لگی / انتظارِ یار بھی راحت فزا ہونے لگا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غیر سے مل کر انہیں ناحق ہوا میرا خیال — مجھ سے کیا مطلب بھلا میں کیوں خفا ہونے لگا
قیدِ غم سے تیرے جاں آزاد کیوں ہونے لگی — دامِ گیسو سے ترے دل کیوں رہا ہونے لگا

کیا ہوا حسرت وہ تیرا ادعائے ضبطِ غم!
دو ہی دن میں رنجِ فرقت کا گلا ہونے لگا

اخبار نئی روشنی الہ آباد — جنوری ۱۹۱۶ء

اک شوخِ بے وفا پہ دل آیا حضور کا — آخر پڑا نہ صبر دلِ ناصبور کا
ایسا بھی دے کے دل کوئی مجبورِ غم نہ ہو — یوں بھی نہ خاتمہ ہو کسی کے غرور کا
اب ہیں گناہِ عشق میں خود وہ بھی مبتلا — مجھ پہ گماں جو کرتے تھے فسق و فجور کا
خودداریوں میں عشق ہمارا بھی فرد ہے — غرّہ بہت نہ ہو انہیں حسنِ غیور کا
وہ شوق سے جو چاہیں سزا جرمِ شوق کی! — خود مجھ کو اعتراف ہے اپنے قصور کا
دنیا میں تو ملی نہ ہمیں دادِ صبر کی! — اک آسرا اب اور ہے روزِ نشور کا

سچ ہے ضرور، پہ مجھے آتا نہیں یقیں
حسرت سے سخت واقعہ مرنا ظہورؔ[1] کا

حائل تھی بیچ میں جو رضائی تمام شب — اس غم سے ہم کو نیند نہ آئی تمام شب
کی یاس سے ہوس نے لڑائی تمام شب — تم نے تو خوب راہ دکھائی تمام شب
پھر بھی تو ختم ہو نہ سکی آرزو کی بات — ہر چند ہم نے ان کو سنائی تمام شب
بیباک ملتے ہی جو ہوئے ہم تو شرم سے — آنکھ اس پری نے پھر نہ ملائی تمام شب

---

[1] سید ظہور الحسن مرحوم برادر زادہ حسرت موہانی نے دسمبر ۱۹۱۶ء میں انتقال کیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل خوب جانتا ہے کہ تم کس خیال سے / کرتے رہے عدو کی بُرائی تمام شب
پھر شام ہی سے کیوں وہ چلے تھے چھڑا کے ہاتھ / دُکھتی رہی جو اُن کی کلائی تمام شب

حسرت سے کچھ وہ آتے ہی ایسے بگڑ گئے تھا
پھر ہو سکی نہ اُن سے صفائی تمام شب

مجھ کو اس جانِ جاں سے کیا نسبت / خار کو ضیمراں سے کیا نسبت
پایۂ عرش ہے بلند، مگر / آپ کے آستاں سے کیا نسبت
خاکِ یثرب کی سرفرازی کو / پستیٔ آسماں سے کیا نسبت
ذرّۂ خاکِ راہِ یار ہوں میں ! / مجھ کو شوقِ جناں سے کیا نسبت
جانِ واعظ ہے ذکر و فکرِ بہشت / ہم کو اس داستاں سے کیا نسبت
دل کو صبر و سکوں سے کیا مطلب / مجھ کو تاب و تواں سے کیا نسبت

لاابالی مزاجِ حسرت کو
فکرِ سود و زیاں سے کیا نسبت

غم کو اس نوجواں سے کیا نسبت / فصلِ گل کو خزاں سے کیا نسبت
اور خنجر بھی تیز ہیں لیکن / تیری تیغِ رواں سے کیا نسبت
سخنِ پیر شاعراں کو بھلا / میری فکرِ جواں سے کیا نسبت
میں کہ مایوسِ عاشقی ہوں مجھے / خاطرِ شادماں سے کیا نسبت
نارِ دوزخ سے کیوں ڈروں کہ اسے / میرے سوزِ نہاں سے کیا نسبت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یا بگلِ شاھدانِ گلشن کو ! ! — میرے سروِ رواں سے کیا نسبت
عشقِ ناکردہ کار کو حسرت
حسنِ دامن کشاں سے کیا نسبت

نامرادی کا دلِ زار کو شکوا ہے عبث — اور کچھ اس کے سوا اُن سے تمنا ہے عبث
واقفِ رحم نہیں اُس شہِ خوباں کی نظر — عاشقی مملکتِ حسن میں رسوا ہے عبث
خُو سے اُس محوِ تغافل کے جو آگاہ نہیں — آرزو وعدۂ جاناں پہ شکیبا ہے عبث
حالِ دل اُن سے نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے — اب تو اس رازِ نمودار کا اخفا ہے عبث
ہجرِ ساقی میں بھلا کس کو خوش آئے گی شراب — ہمنشینو! طلبِ ساغر و مینا ہے عبث
مستِ غفلت ہیں وہ ظالم جو نہیں بیخودِ عشق — ہوشیاری کا ترے دور میں دعوا ہے عبث
ہم کو اس شوخ سے اُمیدِ کرم ہے لیکن !
یاس کہتی ہے کہ حسرت یہ تمنا ہے عبث

کچھ مرے کام نہ آئے گا طبیبوں کا علاج — بے ترے کس سے ہو برگشتہ نصیبوں کا علاج
کیا ہوا گر نہ کیا اس نے دلِ زار پہ رحم — کون کرتا ہے بھلا ایسے غریبوں کا علاج
اب تمہیں آؤ تو شاید ہمیں صحت ہو نصیب — ہو چکا خوب عزیزوں کا حبیبوں کا علاج
محفلِ حسن میں ہے دخلِ ہوس آج تلک — بن پڑا آپ سے کچھ بھی نہ رقیبوں کا علاج
حالِ دل پہلے ہی ابتر تھا اور اب تو حسرت
نہ عزیزوں کی دعا ہے نہ طبیبوں کا علاج

رسالہ مخزن لاہور — اپریل سنہ ۱۹۱۷

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عشق میں ہیچ ہے پابندیٔ پیماں کی صلاح　　　ماننا چاہیے ہم کو دلِ ناداں کی صلاح

دل بھی راضی ہے کہ آلودۂ فریاد نہ ہو　　　ہم بھی خوش ہیں کہ یہی ہے غمِ پنہاں کی صلاح

زندگی درد پہ موقوف ہے اے چارہ گرو!　　　یہ مری موت کے ساماں ہیں کہ درماں کی صلاح

دلِ افسردۂ عاشق کے لیے ہے بیکار　　　دوستو سیرِ گل و سنبل و ریحاں کی صلاح

جانِ افگار پہ طاری ہوئی رقت کیا کیا　　　آبلوں سے جو سنی خارِ مغیلاں کی صلاح

جل بجھے اب یہ کہیں جلد کہ ہوتی ہے یہی　　　دلِ سوزاں کے لیے دیدۂ گریاں کی صلاح

در پئے عشق رہی خاطرِ دشوار پسند　　　نہ سنی ہم نے کسی خواہشِ آساں کی صلاح

موسمِ گل میں عجب کیا ہے اگر مان گیا　　　شوقِ پیمانہ طلب سستیٔ پیماں کی صلاح

کیسے کہہ دوں کہ میں اب بھی نہ پیوں گا حسرت
حکمِ ناصح تو نہیں ساقیٔ دوراں کی صلاح　　　رسالہ ترجمان لاہور

یہ نہیں بڑھتا جو ہر روز مے ناب کا نرخ!　　　نقدِ جاں ٹھہرے نہ اس گوہرِ نایاب کا نرخ

لطف کیا تیری جفا بھی تو کرے گی نہ قبول　　　یہ جو اب بھی اور گھٹے گا دلِ بے تاب کا نرخ

حُسن کے ملک میں یہ جنس بہت ہے حسرت
کیوں نہ ارزاں ہو غمِ شوق کے اسباب کا نرخ

باطن میں ہیں آزاد، بظاہر ہیں نظر بند　　　ہے دیدۂ دل باز یہاں دیدۂ سر بند

بیگانۂ تفصیل ہیں لب ہائے شکایت　　　جب سے کہ ہوئی کشورِ ہجراں کی خبر بند

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فریاد کو دل کی کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے ! — گویا ہے دعاؤں میں مری بابِ اثر بند
نیند اُن کی اُڑی جاتی ہے باش لئے دلِ ناداں — کیا اب بھی نہ ہوگا یہ ترا وردِ سحر بند
اس غم طلبی کی بھی کوئی حد ہے کہ حسرت
بے چین ہوئے ہم جو ہُوا دردِ جگر بند

رسالہ تمدن لکھنؤ — مارچ ۱۹۱۶ء

وہ ملیں آ کے، ملا کوئی نہ ایسا تعویذ ! — یُوں تو ہم سے نہ بچا ایک بھی گنڈا تعویذ
تم نے اک خط جو لکھا تھا سو پئے راحتِ جاں — ہم نے اُس نقشِ محبت کا بنایا تعویذ
اضطرابِ دلِ بے تاب میں ہوگی نہ کمی ! — ہاتھ آئے گا نہ جب تک کوئی ان کا تعویذ
قابلِ دید ہے اس شاہدِ رعنا کی بہار — شوخ کچھ تم سے بھی ہے بڑھ کے تمہارا تعویذ
دلِ دیوانۂ حسرت ہے اُسی کا تو ہلاک
وہ گلے میں جو ترے سُرخ پڑا تھا تعویذ

چھپ نہیں سکتی چھپانے سے محبت کی نظر — پڑ ہی جاتی ہے رُخِ یار پہ حسرت کی نظر
یونہی گرویدہ نہیں تجھ تری صورت کی نظر — مگر اس رنگ میں چھپایا ہے حقیقت کی نظر
گرچہ ہے پردۂ انکار میں ہم شکلِ عتاب — پھر بھی ہے صاف نمایاں وہ اجازت کی نظر
حُسن کا راز نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے — چاہنے والے بھی رکھتے ہیں قیامت کی نظر
ہجر میں رہنے لگیں اور بھی کچھ یاد ہمیں ! — وہ مراعات کی باتیں وہ مروت کی نظر
آسرا ہم بھی لگائے ہوئے بیٹھے ہیں ترا — اس طرف بھی کوئی ہو جائے عنایت کی نظر
ہو کے غلطیدہ بخوں تجھ کو مبارک حسرت — ان کی رحمت کے یہ انداز یہ رافت کی نظر

رسالہ الناظر لکھنؤ — فروری ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ قامتِ بلند نہیں در قبائے ناز　　اک سروِ ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز

اُس ناز میں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز　　جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

کیا کیا نہ آرزو کے بڑھیں دل میں حوصلے　　رکھ دیں کبھی جو فرقِ ہوس پر وہ پائے ناز

اربابِ اشتیاق ہیں اور انتہائے شوق　　حالانکہ حُسنِ یار ہے اور ابتدائے ناز

ہم پر نگاہِ یار سے گزرا جو تھا کبھی !!　　ہے آج تک وہ پیشِ نظر ماجرائے ناز

کچھ یوں نہیں اپنے حُسن پہ مغرور تھا وہ شوخ　　کچھ لے اڑی ہے اور بھی اس کو ہوائے ناز

اہلِ نظر کی جان ہے جس چیز پر نثار　　اک بات اُن میں اور بھی کچھ ہے سوائے ناز

پھیلی جو اُن کے برقِ تبسم کی روشنی　　لبریزِ نور ہو گئی یکسر فضائے ناز

حیرانِ کارِ حُسنِ بتاں ہے زبانِ عشق!　　یعنی وہ مدحِ غمزہ کرے یا ثنائے ناز

شوقِ لقائے یار میں مرتے تو ہو مگر!
حسرت جو نقدِ جاں بھی نہ ٹھہرے بہائے ناز

بسکہ نکلی نہ کوئی جی کی ہوس　　رقعہ، اب جہاں میں اور بے دلی کی ہوس

نہ رہے دل نہ بے قراریٔ دل!　　عاشقی ہو نہ عاشقی کی ہوس

وہ ستمگر بھی ہے عجیب کوئی　　کہ ہوئی دل کو پھر اسی کی ہوس

پھرتی رہتی ہے آدمی کو لیے　　خوار، دُنیا میں، آدمی کی ہوس

دونوں یکساں ہیں بے خودی میں ہمیں　　فکرِ غم ہے نہ خرمی کی ہوس

واقفِ لذتِ جنوں جو ہوا　　نہ رہی اُس کو آگہی کی ہوس

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اُن کو دیکھا ہے جب سے گرمِ عتاب
آرزو کو ہے خود کُشی کی ہوس

کر سکیں بھی تو ہم فقیر ترے
نہ کریں تاجِ خسروی کی ہوس

ہجرِ ساقی کے دَور میں حسرت
اب نہ مے ہے نہ میکشی کی ہوس

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن — دسمبر ۱۹۱۶ء

کوئی ہے دلفروش تو کوئی جگر فروش
اک میں ہوں تیرے چاہنے والوں میں سر فروش

دیکھیں جو اور کو بھی تجھے دیکھنے کے بعد
اے حُسنِ یار ہم وہ نہیں ہیں نظر فروش

ناحق عتابِ یار ہے کیوں ہیبت آفریں
ہم خوگرِ ستم ہیں نہ ہوں گے خطر فروش

پھر سے زخمِ دل پہ چھڑکتے ہیں کیوں نمک
مشہورِ خلق جبکہ وہ لب ہیں شکر فروش

مایوسیٔ فراق نے دل سرد کر دیا
نالے ہیں اب وہ گرم نہ آہیں شرر فروش

عنقا ہوں اہلِ ذوق تو قدرِ سخن کہاں
حسرت لقب ہے ٹھیک تمہارا ہنر فروش

رسالہ الناظر لکھنؤ — اپریل ۱۹۱۷ء

اک بڑی منزلِ پُرخوف و خطر ہے درپیش
رُوح کو عالمِ بالا کا سفر ہے درپیش

محفلِ حُسن میں سب جمع ہیں خوبانِ جہاں
امتحانِ دلِ اربابِ نظر ہے درپیش

غم یہ تھا پہلے کہ نالوں میں نہیں کیوں تاثیر
وہ جو مضطر ہیں تو اب رنجِ اثر ہے درپیش

اب سے کوئی کہ ہم اہلِ نظر جائیں کہاں
ہر طرف مسئلۂ عشق جو ہے درپیش

منزلِ بے خبری میں انہیں کرنا ہے قیام
سخت مشکل یہ پئے اہلِ خبر ہے درپیش

جو جنہیں شوقِ شہادت انہیں کیا خوف بھلا
قید کا مرحلۂ نرم اگر ہے درپیش

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فکرِ دُنیا کے بکھیڑے بھی غضب ہیں حسرت
ہر دم اک مسئلۂ نفع و ضرر ہے درپیش!

رسالہ مخزن لاہور — فروری ۱۹۱۷ء

ہے کسے خدمتِ اسلام کی حرص / لوگ رکھتے ہیں فقط نام کی حرص
دین کا غم ہو تو کیا چیز ہے غم! / حرصِ دُنیا ہو تو کس کام کی حرص
رہنماؤں کے لیے خاص ہے فرض / طلبِ مصلحتِ عام کی حرص
پی لیا کرتے ہیں چُلّو سے شراب / مے پرستوں کو نہیں جام کی حرص
ہم کو لے آئی ہے تجھ تک صیّاد / لذّتِ کش مکشِ دام کی حرص
اس جفا کار کا اب کسے ہے خیال! / دیدنی ہے دلِ ناکام کی حرص
دل پہ القائے غمِ شوق کے بعد / ہم کو باقی نہیں الہام کی حرص
اس پہ دعوائے محبت ہے حرام / روز و شب ہے جسے آرام کی حرص

طلبِ جاہ کہاں تک حسرت
چھوڑ اس آرزوئے خام کی حرص

تصویرِ یار بمبئی — اپریل ۱۹۱۷ء

شوقِ جفائے یار کو پاسِ وفا سے کیا غرض / ہم کہ رضا شعار ہیں ہم کو دُعا سے کیا غرض
عاشقِ دل فگار کو، بے خود و بے قرار کو / محوِ لقائے یار کو، شوقِ لقا سے کیا غرض
چارۂ دردِ دل ہو کیوں اُن کی جفا خجل ہو کیوں / عشق بھی منفعل ہو کیوں مجھ کو شفا سے کیا غرض
تجھ پہ نثار جی کریں، شوق کی پیروی کریں! / تو جو کہے وہی کریں، ہم کو اِبا سے کیا غرض
حسرتِ مے پرست کو بلکہ ہر ایک مست کو / پیرِ مغاں کے دَور میں خوفِ خدا سے کیا غرض

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کام آئی کچھ نہ عاشقِ نالاں کی احتیاط
داماں کی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط

دنیا ہے تیرے کفرِ محبت کی مبتلا
ہیں کیا، ہوئی کسی سے نہ ایماں کی احتیاط

اظہارِ حالِ دل سے وہ برہم نہ ہوں کہیں
لازم ہے دل کو شورشِ پنہاں کی احتیاط

ہم سے ہوا نہ خاطرِ آشفتہ کا علاج
تم سے ہوئی نہ زلفِ پریشاں کی احتیاط

کامل ہے جذبِ شوق تو پہنچیں گے ہم ضرور
حالانکہ سخت ہے ترے درباں کی احتیاط

مجھ پر گدا سمجھ کے بھی کرتا نہیں نظر
دیکھے تو کوئی اس شہِ خوباں کی احتیاط

لازم ہے ابتدائے محبت میں ضبطِ شوق
مکتوب میں ضرور ہے عنواں کی احتیاط

منظورِ آرزو ہے ترے درد کی خلش!
مرغوبِ زخمِ جاں ہے نمکداں کی احتیاط

کی میں نے لطفِ یار کی پہلے نہ کچھ بھی قدر
ہوتی ہے کس سے جنسِ فراواں کی احتیاط

بجھنے نہ پائے زورِ ہوا میں چراغِ عشق!
واجب ہے اس فروغِ فروزاں کی احتیاط

رنگینیٔ سخن میں بھی ہے سادگی کی شرط
مشکل ہے اس فریضۂ آساں کی احتیاط

اُن سے ملے تو پھر ہیں وہی ہم وہی شراب
وابستۂ فراق تھی پیماں کی احتیاط

بے خانمانِ عشق ہوئے قصہ مختصر
ہم سے نہ ہو سکی سر و ساماں کی احتیاط

اغیار کے حسد سے تو ممکن بھی ہے مفر!
مشکل مگر ہے رشکِ عزیزاں کی احتیاط

حسرت میں خوش ہوں یوں کہ مرے زخمِ دل سے ہے
مخصوص تیرِ یار کے پیکاں کی احتیاط

اب دلِ زار کا خدا حافظ
اپنے بیمار کا خدا حافظ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بڑھ گئے سارے ہمرہانِ سفر — مجھ گراں بار کا خدا حافظ
ہو قفس میں بھی جس کو شوقِ چمن — اُس گرفتار کا خدا حافظ
شوقِ لرزاں کا حال ہے جو یہی — جامِ سرشار کا خدا حافظ
پرسشِ جرمِ عشق واں ہے شروع — مجھ گنہ گار کا خدا حافظ
سخت جانوں پہ اُٹھنے والی ہے — تیری تلوار کا خدا حافظ
مجھ کو دیکھا تو عفو نے بھی کہا! — اس گنہ گار کا خدا حافظ

خوابِ غفلت کے دور میں حسرت
دلِ بیدار کا خدا حافظ

رسالہ ترجمان لاہور — اپریل ۱۹۱۷ء

مشغولِ تب و تاب میں یونہیں تو نہیں شمع — عاشق ہو نہ اس کے رُخِ روشن پہ کہیں شمع
آئی جو ترے رُوئے منور کے قریں شمع — ہم لوگ یہی سمجھے کہ محفل میں نہیں شمع
مٹ جائیگی ہو کر وہیں غرقابِ ندامت — اس نورِ مجسم کی جو دیکھے گی جبیں شمع

اب ہو گی مقابل نہ رُخِ یار سے حسرت
ہے حجلۂ فانوس میں یوں گوشہ نشیں شمع

رسالہ مخزن لاہور — مارچ ۱۹۱۷ء

کیوں کہیں ہم کہ غمِ دہر سے دل ہے فراغ! — جب تری یاد میں ہر فکر سے حاصل ہے فراغ
کوئی دل عشق سے آزاد نہیں ہے گویا — آپ کے عہد میں اک دعویٔ باطل ہے فراغ
فکرِ کونین سے آزاد ہیں اربابِ جنوں! — یعنی ہر بیخودیٔ شوق میں شامل ہے فراغ
تیرے دیوانے کو مت چھیڑ، بس اس سے بھی خفا! — گو بہ نادیدہ بہ جاہل و عاقل سے فراغ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب کہاں دردِ محبت کی وہ لذت حسرت
یوں تو کہنے کو ترے غم سے مقابل ہے فراغ

اخبار ہمدم لکھنؤ — ۱۸، اپریل ۱۹۱۶ء

احباب سے مخصوص نہ اغیار پہ موقوف — عیشِ دو جہاں ہے کرمِ یار پہ موقوف
کر سکتے ہیں خاموش بھی ہم دین کی خدمت — یعنی یہ نہیں شورشِ اخبار پہ موقوف
قوموں کی ترقی کے ہیں کچھ اور ہی اسباب — جو ڈاک پہ موقوف نہ ہیں تار پہ موقوف
ایسا تو نہیں ہے کہ عنایت ہو خدا کی — زاہد کے اسی جبہ و دستار پہ موقوف
لطف و کرمِ یار پہ یا جور و جفا پر!! — ہے فیصلۂ دل انہیں دو چار پہ موقوف
آساں نہیں اقوال سے استخراجِ نتائج — یہ بات ہے کچھ دانشِ آثار پہ موقوف
منصور کی سولی پہ نمایاں ہوئی عظمت! — ہے سلطنتِ اہلِ رضا دار پہ موقوف
قوت کی جو پوچھو تو یہ ہوتی ہے ہمیشہ! — اقوام میں افراد کے ایثار پہ موقوف
کچھ شک نہیں اس میں کہ وطن کی ہے ترقی — ہم رشتگیِ سبحہ و زنار پہ موقوف
اب جو ہو فدا تجھ پہ، یہ عزت ہے کسی کے — اقرار پہ موقوف، نہ انکار پہ موقوف

کیا چیز تھی حسرت غمِ جاناں کی فراغت
جس کا ہے بیاں میرے دلِ زار پہ موقوف

رسالہ نظارہ لاہور — جنوری ۱۹۱۶ء

نہ سنا اس نے کچھ بیانِ فراق! — رہ گئے یوں نہیں کشتگانِ فراق
اک فسانہ ہے غم کا وہ بھی طویل — نہ سنیں آپ داستانِ فراق
مل رہے گی وصال کی بھی سند — ہو تو لے پہلے امتحانِ فراق

خواہشِ دل ہے میزبانِ اُمید — وہ جو ہیں آج میہمانِ فراق
ہر دم آنے سے یاد بھی تیری — ہو گئی ہے مزاج دانِ فراق
کچھ خیالِ وصالِ یار کے ساتھ — اور بھی بڑھ گئی ہے شانِ فراق
وہ بھی اب ہم سے ہو رہے ہیں جُدا — جن کی نسبت نہ تھا گمانِ فراق
منزلِ وصل پھر بھی دور رہی — رہ گئے تھک کے رہروانِ فراق

کب وہ آتے ہیں دیکھئے حسرتؔ!
ختم ہوتا ہے کب زمانِ فراق

رسالہ تمدن لکھنؤ — اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

اب دیکھئے کیا حال ہمارا ہو سحر تک — بھڑکی ہوئی اک آگ سی ہے دل سے جگر تک
مانا کہ یقینی ہے اثر جذبۂ دل کا — کیا ہوگا مگر ہجر میں تاثیرِ اثر تک
میں بے خبرِ غم تھا، مگر وہ دمِ رخصت — دیکھا کئے مڑ مڑ کے مجھے حدِّ نظر تک
اب تک نہ ملے ہم سے وہ حالانکہ اسی میں — لیلائے شبِ وصل کی زلف آئی کمر تک

کچھ محوِ تصوّر تھا میں اس درجہ کہ حسرتؔ
مجھ کو نہ ہوئی یار کے آنے کی خبر تک

رسالہ نقاد آگرہ — اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

ہر دل میں اک ہجومِ محبت ہے آج کل — اُس شوخ کی کچھ اور ہی صورت ہے آج کل
اے سحرِ حسنِ یار میں اب تجھ سے کیا کہوں — دل کا جو حال تیری بدولت ہے آج کل
شاید وہ یاد کرتے ہیں مجھ کو، کہ اور بھی — تکلیفِ اضطراب کی شدت ہے آج کل
مستور کس حجاب میں ہے وہ جمالِ پاک — اہلِ نظر کو جس سے عقیدت ہے آج کل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

برپا ہے بزم یار میں اک حشر آرزو　　اظہار شوق کی جو اجازت ہے آجکل
اک طرفہ بے خودی کا ہے عالم کہ عشق میں　　تکلیف آج کل ہے نہ راحت ہے آجکل
ساقی سے فصل گل میں کریں کیوں سوال مے　　کیا التماس کی بھی ضرورت ہے آجکل
پرتاپ گڑھ میں ہم کو تری یاد کے سوا!　　حاصل ہر ایک شغل سے فرصت ہے آجکل

حسرت وہ سوز خاص جو ہو حاصل فراق
تیرے سخن میں اس کی بھی لذت ہے آجکل

رسالہ تمدن لکھنؤ　　مارچ ۱۹۱۸ء

اس تغافل پر بھی کرتے ہیں تجھی کو یاد ہم　　کتنے ہیں مجبور دیکھو او بانئ بیداد ہم
عقل کب آئی ہمیں جب ہو چکا کام دل　　رحم کب آیا انھیں جب ہو چکے برباد ہم
آئے تھے محفل میں تیری باہزاراں آرزو!　　یا چلے ہیں ایک لے کر خاطر ناشاد ہم
جاتے ہیں پرتاب گڑھ[1] آخر الہ آباد[2] سے　　جس طرح جھانسی سے آئے تھے الہ آباد ہم
ہر طرف پیش نظر ہے وہ جمال دلفریب　　دیکھتے ہیں یوں بہار گلشن ایجاد ہم
قید تنہائی میں بھی تنہا نہیں لے یاد یار　　آج یہ عقدہ کھلا ہم پر کہ ہیں آزاد ہم

مار ڈالا ہم کو حسرت یہ نہیں جب اس نے کہا
ماننا ہوگا تجھے کرتے ہیں جو ارشاد ہم

ہم پر تری نگاہ جو پہلے تھی اب نہیں　　سو بھی نہ کچھ دنوں میں رہے تو عجب نہیں
صادق نہیں وہ عشق جسے از رہ نیاز　　منظور ناز حسن کا پاس ادب نہیں
تجھ سے بکو دل پذیر محبت کے واقعات　　کچھ کچھ وہ اب بھی یاد مجھے ہیں جو سب نہیں

[1] پرتاب گڑھ جیل　[2] الہ آباد جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سرورِ یادِ یار ہے کیا تیری سادگی — اے دل یہ شامِ ہجر ہے عشرت کی شب نہیں
کیونکر کہوں نہیں انہیں پروائے عاشقاں — کیا حُسنِ مہوشاں کبھی تماشا طلب نہیں
کیوں عشق میں ابھی سے نہ ہو جائیں ہم فنا — کیا جانیے کہ موت کب آتی ہے کب نہیں
حسرت جفائے یار تو اک عام تھی ادا! — اظہارِ التفات مگر بے سبب نہیں

نئی روشنی الہ آباد — جون سنہ ۱۹۱۷ء

گو بظاہر شیر ہوں باطن میں پرے دل کے ہیں — مظہر الحق نام ہے پیرو مگر باطل کے ہیں
فوج کو اپنی ہی دنبال کے دشمن سے شکست — یہ نتیجے آپ ہی کی فکرِ لاطائل کے ہیں
ناز تھا شوقِ شہادت پہ ابھی کل تک جنھیں [1] — دستِ بازو آج گویا خود ہی قاتل کے ہیں
مل چکی سرکارِ استبداد میں جائے آرام — حوصلے بیکار اس تجویزِ بے حاصل کے ہیں
پائیں گے البتہ آغا خانِ ثانی کا خطاب — گر یہی انداز ان کی فہمِ ناقابل کے ہیں
مظہر و انصارِ مظہر نے یہ ثابت کر دیا — ہم میں اب بھی کچھ نمونے ناقص و کامل کے ہیں
کیوں نہ ہو خطرے میں حسرت قافلہ احرار کا — راہزن ہوں جب وہی جو راہبرِ منزل کے ہیں

رسالہ الناظر لکھنؤ — جون سنہ ۱۹۱۷ء

جلوۂ یار نہ چھپ جائے سرِ بام کہیں — جل نہ اے حوصلۂ دید مجھے تھام کہیں
بزمِ ساقی کا یہ کیا حال ہوا میرے بعد — خُم کہیں ہے تو صراحی ہے کہیں جام کہیں
آہ کہنا وہ ترا پا کے مجھے گرمِ نظر — ایسی باتوں سے نہ ہو جاؤں میں بدنام کہیں

---

[1] مسلم یونیورسٹی کا فیصلہ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۱۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انداز ہے کیا؟ — قصد ان کا کہیں جانے کا ہے پیغام کہیں
رنجِ بے سود سے حاصل ہو ہمیں کاش نجات — مار ہی ڈالے ہمیں وہ محبتِ خود کام کہیں
مجھ کو مشتاقِ لقا جان کے کہتا ہے وہ شوخ — بر نہ آئی ہو یہ تیری ہوسِ خام کہیں
کچھ کچھ اس راز کی ہم کو بھی خبر ہے حسرت
آپ جاتے ہیں جو روزانہ سرِ شام کہیں

رسالہ العصر لکھنؤ — جون ١٩١٧ء

بلا کشانِ غمِ انتظار ہم بھی ہیں! — خرابِ گردشِ لیل و نہار ہم بھی ہیں
فلک وقار و ملک اقتدار ہم بھی ہیں — یہ فخر ہے کہ ترے خاکسار ہم بھی ہیں
دلِ ہوس جو نشانہ تری نظر کا ہوا — تو زودِ شوقِ نگاری شکار ہم بھی ہیں
اُسی سے چھپتے ہیں پڑتی ہو جس پہ ان کی نظر — اگر یہی ہے تو اُمیدوار ہم بھی ہیں
ہمیں بھی شام سے ساقی نہیں ملی ہے شراب — ستم رسیدۂ رنجِ خمار ہم بھی ہیں
نگاہِ یار سے اظہارِ التفات ہوا — تو حالِ دل نے کہا آشکار ہم بھی ہیں
شکایت ان کی نہ چاہو یہی کہو حسرت!
نشانۂ ستمِ روزگار ہم بھی ہیں

رسالہ تمدن لکھنؤ — جون ١٩١٧ء

کیا حال سنائے دلِ رنجور کسی کو — ملنا ہی نہ ہو مجھ سے جو منظور کسی کو
آنکھوں سے وہ پنہاں ہے تو کیا دیدۂ دل سے — ہم دیکھتے رہتے ہیں بدستور کسی کو
کیا چیز ہے اُس حسنِ فروزاں کی تجلی — جو نار کسی کو ہے تو ہے نور کسی کو
مانا کہ رسا ہیں ترے نالے مگر اے دل — اتنا بھی نہیں کرتے ہیں مجبور کسی کو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب صدمۂ ہجراں سے بھی ڈرتا نہیں کوئی — لے پہنچی ہے یاد اُن کی بہت دور کسی کو
خاطر ہی میں لاتا نہیں از راہِ تجبّر! — وہ شوخ وہ بے مہر وہ مغرور کسی کو
یوں بھول نہ جانا تھا اگر مدِّ نظر تھی
تسکینِ دلِ حسرتِ رنجور کسی کو

رسالہ نظارہ لاہور — فروری ۱۹۱۷ء

کیوں جانِ رضا جو نہ شہادت پہ فدا ہو — کون اُس کو نہ چاہے گا بھلا تم جسے چاہو
دل غم سے جو کہتا ہے محبت کا بُرا ہو — ایسے میں تری یاد بھی آجائے تو کیا ہو
پاس آؤ تو کچھ دل کی تپش اور سوا ہو — ہر چند کہ تم دردِ جدائی کی دوا ہو
دل ہم نے دیا آپ کو اب اس کا نتیجہ — قسمت پہ ہے موقوف بُرا ہو کہ بھلا ہو
تھے پاس تو منظورِ نظر راحتِ دل تھے — اب جانِ تمنا ہو جو تم ہم سے جُدا ہو
رنجِ شبِ غم میں بھی ملے وصل کی راحت — گر دل میں ترے دردِ محبت کا مزا ہو
مرتا ہے کسی شوخ جفاکار پہ حسرت
شاید یہ فسانا کہیں تم نے بھی سنا ہو

اخبار صداقت کلکتہ — فروری ۱۹۱۷ء

گھٹے گا تیرے کوچے میں وقار آہستہ آہستہ — بڑھے گا عاشقی کا اعتبار آہستہ آہستہ
بہت نادم ہوئے آخر وہ میرے قتلِ ناحق پر — ہوئی قدرِ وفا جب آشکار آہستہ آہستہ
جلائے شوق سے آئینۂ تصویرِ خاطر میں — نمایاں ہو چلا روئے نگار آہستہ آہستہ
محبت کی جو پھیلی ہے یہ نکہت باغِ عالم میں — ہوئی ہے منتشر خوشبوئے یار آہستہ آہستہ
دل و جان و جگر صبر و خرد جو کچھ ہے پاس اپنے — یہ سب کر دینگے ہم ان پر نثار آہستہ آہستہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عجب کچھ حال ہو جاتا ہے اپنا بیقراری سے
بجاتے ہیں کبھی جب وہ ستار آہستہ آہستہ

اثر کچھ کچھ رہے گا وصل میں بھی رنجِ فرقت کا
دلِ مضطر کو آئے گا قرار آہستہ آہستہ

نہ آئیں گے وہ حسرت انتظارِ شوق میں یونہیں
گزر جائیں گے ایامِ بہار آہستہ آہستہ

رسالہ نقاد آگرہ — جون ۱۹۱۶ء

مجھ کو مغلوبِ آن و ایں نہ کرے
یوں بھی وہ امتحاں کہیں نہ کرے

حُسن کی شان سے بعید ہے یہ
کہ دلِ شوق کو حزیں نہ کرے

جو بگڑنے میں بھی بنے وہ حسیں!
فکرِ آرائشِ جبیں نہ کرے

مستِ نکہت نہ ہو نسیمِ سحر
رُخ جو وہ زلفِ عنبریں نہ کرے

اور پھر کس سے ہو، جو گریۂ خوں
قدرِ دامان و آستیں نہ کرے

ربط ہے غیر سے ضرور تمہیں
کوئی کب تک بھلا یقیں نہ کرے

لذتِ عاشقی ہے اُس پہ حرام!
جو ترے غم کو دل نشیں نہ کرے

غرقِ مے کون ہے وہ میرے سوا
جو کسی حال میں نہیں نہ کرے

ستم اتنا نہ کر، کہ خو یہ کہیں
صبرِ حسرت کو نکتہ چیں نہ کرے

رسالہ الناظر لکھنؤ — فروری ۱۹۱۷ء

مستی کے پھر آ گئے زمانے
آباد ہوئے شراب خانے

ہر پھول چمن میں زر بکف ہے
بانٹے ہیں بہار نے خزانے

سب ہنس پڑے کھلکھلا کے غنچے
چھیڑا جو لطیفہ صبا نے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سرسبز ہُوا نہالِ غم بھی! — پیدا وہ اثر کیا ہوا نے
رندوں نے پچھاڑ کر پلا دی — واعظ کے نہ چل سکے بہانے
کر دوں گا میں ہر ولی کو میخوار — توفیق جو دی مجھے خُدا نے
ہم نے تو نثار کر دیا دل! — اب جانے وہ شوخ یا نہ جانے
ایسا تو ہُوا کہ ہیں وہ نادم — اتنا تو کیا مری وفا نے
دل زخمیٔ غم ہُوا جگر بھی — اک تیر سے دو اُڑے نشانے
بیگانۂ مے کیا ہے مجھ کو — ساقی کی نگاہِ آشنا نے
مسکن ہے قفس میں بلبلوں کا — ویران پڑے ہیں آشیانے
اب دل ہے نہ عاشقی کے چرچے — سب خوابؔ ہو گئے فسانے
باقی نہ رہا وہ غم کا ساماں — جاری نہ رہے وہ کارخانے
ناحق انھیں کر دیا ہے برہم — بیتابیٔ شوق برملا نے
اب کاہے کو آئیں گے وہ حسرتؔ — آغازِ جنُوں کے پھر زمانے

رسالہ الطلب حسن دو مہر — اپریل ۱۹۱۶ء

خیالِ یار جو مصروفِ کار ہوتا ہے — قرار بخشِ دلِ بے قرار ہوتا ہے
انھیں سوال مرا ناگوار ہوتا ہے — مجھے خیال یہی بار بار ہوتا ہے
نگاہِ اہلِ تمنا سے ان کی محفل میں! — خمارِ بے خبری آشکار ہوتا ہے
جنُوں میں عقدہ یہ حیرانیٔ نظر سے کھُلا — خیال محوِ تماشائے یار ہوتا ہے
وُہی قلوب جو حرماں نصیب ہوتے ہیں — انھیں میں شوق ترا بے شمار ہوتا ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یہ ماجرا بھی ہے دُنیائے عاشقی میں نیا　　کہ نامُراد یہاں کامگار ہوتا ہے

سکونِ شوق کی صُورت نکل چکی حسرت

کہ دل کے ساتھ جگر بھی فگار ہوتا ہے

اخبارِ خطیب دہلی　　فروری ۱۹۱۶ء

اس محوِ تغافل کی جفا میرے لیے ہے　　صد شُکر کہ اتنا تو رَوا میرے لیے ہے

دشمن کے مٹانے سے مٹا ہُوں نہ مٹوں گا　　اور یُوں تو میں فانی ہوں فنا میرے لیے ہے

اس میں بھی مجھے شک ہے کہ ظاہر ہے بناوٹ　　وہ شوخ جو غیروں سے خفا میرے لیے ہے

وہ حُسن کے مالک ہیں جفا تھی انھیں جائز　　میں بندۂ خوباں ہُوں وفا میرے لیے ہے

یارب مجھے لے کس تری رحمت یہ پکاری　　یہ بندۂ بے برگ و نوا میرے لیے ہے

زاہد کو جو حق ہو بھی تو ہے تجھ یہ جزا کا　　البتہ میں خاطی ہُوں عطا میرے لیے ہے

دعوت میں تری میں بھی ہُوں معلوم ہے لیکن　　کیا غیر کی خاطر سے ہے کیا میرے لیے ہے

ارباب ہوس تجھ سے ہوں نالاں تو میں خوش ہوں　　جو ان کی سزا ہے وہ جزا میرے لیے ہے

کہتے ہیں وہ اب قدر ہُوئی ہم کو وفا کی　　گویا کہ یہ سب شرحِ دُشنا میرے لیے ہے

اس گیسوئے برہم کی اُڑا لائی ہے نکہت　　آوارگیٔ بادِ صبا میرے لیے ہے

اوروں پہ نوازش میں جو بیباک ہے حسرت

قسمت سے وہ مجبُورِ حیا میرے لیے ہے

ایضاً　　ایضاً

تیرا کرم جورِ نُما میرے لیے ہے　　یہ درد کہ ہے جانِ دوا میرے لیے ہے

پرسش جو ہُوئی روزِ ازل قسمتِ غم کی　　بیساختہ دل بول اٹھا میرے لیے ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں اپنی مصیبت پہ ہوں نازاں وہ خوش ہیں
مجھ سے کہ یہ پابندِ بلا میرے لیے ہے

غیروں سے کبھی ہے انھیں نفرت کبھی الفت
ان دونوں سے اک بات جدا میرے لیے ہے

ایسا تو نہ ہو گا کہ نہ پہنچوں ترے در تک
جب تیری کشش راہ نما میرے لیے ہے

مقصود ہے اتنا کہ رہے مجھ پہ توجہ
مخصوص یہ اندازِ جفا میرے لیے ہے

جو بندۂ دنیا ہیں مبارک انھیں دنیا
میں دیں کا پیرو ہوں خدا میرے لیے ہے

ہر حال میں ہوں خوش میں کہ ہر بات میں لازم
پابندیٔ تسلیم و رضا میرے لیے ہے

دیکھا تو کہا مجھ کو غمِ یار نے حسرت!
یہ سوختۂ بے سروپا میرے لیے ہے

اخبار ہمدم لکھنؤ — ۱۹۱۷ء

نظارۂ پیہم کا صلا میرے لیے ہے
ہر سمت وہ رخ جلوہ نما میرے لیے ہے

اس چہرۂ انور کی ضیا میرے لیے ہے
وہ زلفِ سیہ تاب دوتا میرے لیے ہے

زنہار اگر اہلِ ہوس تجھ پہ فدا ہوں
یہ مرتبۂ صدق و صفا میرے لیے ہے

بن کر میں رضا کار تمنائے فنا ہوں
آوازۂ حق بانگِ درا میرے لیے ہے

خوشنودیٔ فجار کے پیرو ہیں یزیدی
تقلیدِ شہِ کرب و بلا میرے لیے ہے

محروم ہوں مجبور ہوں بے تاب و تواں ہوں
مخصوص ترے غم کا مزا میرے لیے ہے

سرمایۂ راحت ہے فنا کی مجھے تلخی!!
اس زہر میں سامانِ بقا میرے لیے ہے

جنت کی ہوس ہو تو میں کافر کہ پریشاں
اس شوخ کی خوشبوئے قبا میرے لیے ہے

پہلے بھی کچھ امید نہ تھی چارہ گروں کو
اور اب تو دوا ہے نہ دعا میرے لیے ہے

مر جاؤں گا میخانے سے نکلا جو کبھی میں
نظارۂ مے روح فزا میرے لیے ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تشخیصِ طبیباں پہ ہنسی آتی ہے حسرت
یہ دردِ جگر ہے کہ دوا میرے لیے ہے

اخبار صداقت کلکتہ — ۱۹۱۷ء

دل غمِ این و آں کی خو نہ کرے — اس سے تیری ہی آرزو نہ کرے
صبر اب نام کو بھی دل میں نہیں — نگہِ یار جستجو نہ کرے
تیری خوشبو کے بعد روح مری — گلِ جنت بھی ہو تو بو نہ کرے
ہے یہ آئینِ عاشقی میں گناہ — غم سے دل ترکِ آرزو نہ کرے
مجھ میں تابِ جمالِ یار کہاں — شوق انھیں میرے روبرو نہ کرے
ترکِ مے کے معاملے میں فضول! — محتسب ہم سے گفتگو نہ کرے
کچھ نہیں شوقِ جبہ و دستار — دل سرِ ساغر و سبو نہ کرے
حسن سے عشق حکمِ دل کے خلاف — کھل کے بے پردہ گفتگو نہ کرے
یا کرے بھی تو پھر براہِ نیاز — (ق) روبرو ہو کے دو بدو نہ کرے
معتبر عشق میں ہے زخم وہی — جو کبھی خواہشِ رفو نہ کرے
دل رضاکار ہے وہی جو کبھی! — طلبِ فتح میں غلو نہ کرے
جم چکا ہم پہ حال و قال کا رنگ — شیخ بے کار ہاو ہو نہ کرے

جانِ حسرت کی ہجر میں تسکیں
اور پھر کس سے ہو جو تو نہ کرے

[illegible] — ۱۹۱۷ء

عشق اے کیمیائے بہروزی — وے دلیلِ سعادت اندوزی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فکرِ دنیا سے دل رہا آزاد ! — اے ترا غم رہے مجھے روزی
دل میں ہے تیری آرزو، کہ نسیم — اک چمن میں وزاں ہے نوروزی
مل گیا فوزِ عاشقی سے ہمیں — طرفہ سرمایۂ دل افروزی
کھل کے ہم سے کبھی وہ مل نہ سکے — باوجودِ کمالِ دل سوزی
تو اور اس نازنیں سے عرضِ وصال — اے دل ایسی بھی کیا بدآموزی

اُن سے حسرت ملے جو حکمِ شکست
اس کو سمجھو نویدِ فیروزی

دامِ گیسو میں ترے اک دلِ ناشاد بھی ہے — اے مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے
غمِ دنیا سے ہے فارغ دلِ وابستۂ عشق — ایک ہی وقت میں یہ قید بھی آزاد بھی ہے
کیسے کہہ دوں اُسے بیگانۂ الفت کہ وہ شوخ — ظلم کرتا ہے مگر مانعِ فریاد بھی ہے
کوئے جاناں کی نہ مرغوب ہو کیوں دل کو ہوا — آخر اس زلف کی نکہت کہیں برباد بھی ہے
دلِ مایوس کو ویرانۂ مطلق نہ کہو — یادِ ماضی کی بدولت یہ کچھ آباد بھی ہے
مجھ مرے دل ہی سے مخصوص نہیں لذتِ غم — خوش اسی حال میں جو بشر بھی ہے آزاد بھی ہے

لطفِ ظاہر پہ کہیں اس کے نہ جانا حسرت
کہ وہ عیّارِ جفا جو ستم ایجاد بھی ہے

اخبار الصلح لاہور — ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء

عشق میں خوفِ جاں سے درگزرے — ہم نے ٹھانی جو دل میں کر گزرے
زندگی اپنی ہو کے اُن سے جدا — سخت گزرے گی اب اگر گزرے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خاکِ عشّاق ہو نہ دامن گیر — سُوئے مدفن یہ تم کدھر گزرے
دل کی مایوسیوں سے اُن کے بغیر (ق) — رنج کیا کیا نہ جان پر گزرے
شامِ فرقت کٹے نہ ہجر کی رات — صبح گزرے نہ دوپہر گزرے
زندگی ہے اِسی کا نام تو ہم! — ایسی درماندگی سے در گزرے
اُن سے اظہارِ شوق کون کرے — جان ہی سے کوئی مگر گزرے
ایک دیکھا تمھیں ان آنکھوں سے — یوں تو کتنے ہی خوش نظر گزرے
خدمتِ بے نیازِ جاناں میں! — کیوں مرے حال کی خبر گزرے
ان کے قدموں پہ رکھ دیا سرِ شوق — ہم یہ کیا بے خودی میں کر گزرے

منتظر ہے متاعِ جاں حسرت
کہ اِدھر بھی وہ فتنہ گر گزرے

رسالہ الناظر لکھنؤ — مئی ۱۹۱۷ء

زمانِ فصلِ گل آیا، نسیمِ مشک بار آئی! — دلوں کو مژدہ ہو پھر جوشِ مستی کی بہار آئی
پھلا پھولا رہے گلزار یارب حُسنِ خوباں کا — مجھے اس باغ کے ہر پھول سے خوشبوئے یار آئی
سرِ پُرشور بھی اک بار تھا جس کو مری گردن — ترے کوچے میں آج اے فتنۂ دوراں اتار آئی
تری محفل سے ہم آئے مگر بحالِ زار آئے — تماشا کامیاب آیا تمنا بے قرار آئی
جو اُن کے حُسن سے بھی بڑھ گئی ہے بیقراری میں — تڑپ ایسی کہاں سے عشق میں پروردگار آئی
یہ کیا اندھیر ہے اے دشمنِ اہلِ وفا تجھ سے — ہوس نے کامِ جاں پایا محبت شرمسار آئی

بجا ہیں کوششیں ترکِ محبت کی مگر حسرت
جو پھر بھی دل نوازی پر وہ چشمِ سحر کار آئی!

رسالہ تمدن لکھنؤ — مئی ۱۹۱۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شبِ فرقت میں یاد اس بے خبر کی بار بار آئی
بھلانا ہم نے بھی چاہا مگر بے اختیار آئی

ترے فیضِ کرم سے دین کے دریا میں جوش آیا
ترے یُمنِ قدم سے باغِ ایماں میں بہار آئی

تری محفل سے اے پیرِ مغانِ عاشقی اکثر!
مشیخت سے تو آئی فضیلت میگسار آئی

امیدیں تجھ سے تھیں وابستہ لاکھوں آرزو لیکن
تہمت ہو کر تری درگاہ سے بے اعتبار آئی

الٰہی رنگ یہ کب تک رہے گا ہجرِ جاناں میں
کہ روزِ بے دلی گذرا تو شامِ انتظار آئی

تری بے اعتنائی کو یہ آخر کیا خیال آیا
جو میری پرسشِ غم کو بچشمِ اشکبار آئی

نہ ہاتھ آیا بجز رنج و بلا کچھ عشق حسرت کو
دیارِ حسن کی آب و ہوا ناسازگار آئی

رسالہ خطیب دہلی | ۱۱ اپریل ۱۹۱۶ء

چھپ کے اس نے جو خود نمائی کی
انتہا تھی یہ دل ربائی کی

مائلِ غمزہ ہے وہ چشمِ سیاہ
اب نہیں خیر پارسائی کی

ہم سے کیونکر وہ آستانہ چھٹے
مدتوں جس پہ جبہ سائی کی

دل نے برسوں بہ جستجوئے کمال
کوچۂ عشق میں گدائی کی

دام سے ان کے چھوٹنا تو کہاں
یاں ہوس بھی نہیں رہائی کی

کیا کیا یہ کہ اہلِ شوق کے ساتھ
تو نے کی بھی تو بے وفائی کی

ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں شان ہے لڑائی کی

اس تغافل شعار سے حسرت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دے گئی کام غمِ شوق کی تاثیر مجھے — مہرباں مجھ پہ ہوئے پاکے وہ دلگیر مجھے

خانۂ جاں میں رہے سب کی نظر سے پنہاں — کہیں مل جائے اگر آپ کی تصویر مجھے

اک نگاہِ ہوس انگیز کا ملزم ہوں ضرور — اس کی منظور ہے جو دیجئے تعزیر مجھے

شکوۂ درد سے کس درجہ پشیماں ہے دل — کیا مناسب تھی یہ مہماں کی تحقیر مجھے

حسن و خواہش کی رعایت سے ملے ہیں کیا خوب — طبعِ مسرور تجھے خاطرِ دلگیر مجھے

جرم تو پہلے بتا دیجئے تقصیر معاف — یا یونہیں آپ کیے جائیں گے زنجیر مجھے

کاٹ لوں اپنا گلا آپ کہ جھگڑا ہو تمام — کاش مل جائے کہیں آپ کی شمشیر مجھے

دیکھ رہتی ہیں اسے شوق کی آنکھیں ہردم — اک ملی تھی جو کبھی آپ کی تحریر مجھے

خوب ہے فیصلۂ عشق مبارک حسرت
نقدِ عیش انھیں نالۂ شبگیر مجھے

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن — اپریل ۱۹۱۶ء

بیجا ہے فصلِ گل میں اے دل یہ بے خروشی — مستانہ کیوں نہ گزرے ہنگامِ بادہ نوشی

میخانہ بند رکھا مستانِ بے خبر کو! — پیرِ مغاں نے یوں کی رندوں کی پردہ پوشی

آغازِ عاشقی تھا جوش و خروش یکسر — یا انتہائے غم ہے حیرانی و خموشی

دیدار کی طلب میں حد سے گزر چلی ہے — اپنی امیدواری ان کی بہانہ کوشی

افسانہ ہو گئی ہے دنیائے مغفرت میں — تیری عطا شعاری میری خطا فروشی

ایسا بھی کیا تلوّن یار اپنے مائلوں سے — یا اتنی سرد مہری یا ایسی گرم جوشی

یوں کرتے ہیں جفا وہ اہلِ وفا پہ حسرت — رسمِ ستم ہے گویا آئینِ حق نیوشی

رسالہ ناظر لکھنؤ — جون ۱۹۱۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کون یہ دست بہ شمشیر نظر آتا ہے — مجھ کو اک عالمِ تصویر نظر آتا ہے
جلوۂ حسن سے رنگیں دلِ پرداغ مرا — شوق کے ہند میں کشمیر نظر آتا ہے
کم نگاہی میں بھی اُس محوِ حیا کی دل کو — اثرِ سرمۂ تسخیر نظر آتا ہے
ولولے دل کے تہِ غم کا ادب کچھ نہ کریں — اک جوانوں میں بھی پیر نظر آتا ہے
غیر سے ہنس کے وہ بولے مجھے پاکر بیباک — آج یہ طالبِ تعزیر نظر آتا ہے
اُن سے ملنے کی نکلتی نہیں تدبیر کوئی — کام وابستۂ تقدیر نظر آتا ہے

پا سکا بار نہ اس بزمِ طرب میں شاید!
حسرت اس درجہ جو دلگیر نظر آتا ہے

رسالہ زمانہ کانپور

شورِ طفلاں چاہیے اے عشقِ سودائی مجھے! — کیوں پسند آنے لگی صحرا کی تنہائی مجھے
اب تقاضا ہے یہ اس حسنِ تماشا دوست کا — ہر نظر دیکھا کرے بن کر تماشائی مجھے
اپنی ہستی سے بھی آخر ہو گیا بیگانہ میں! — اُن سے جب جاکر ہوئی حاصل شناسائی مجھے
بھول کر شاید کبھی آجائے اُن کو بھی خیال — یوں پسند آئی ہے اس کوچے کی رسوائی مجھے

اور بھی حسرت وہ کچھ رہنے لگے ہیں محوِ ناز!
جب سے جانا ہے انہوں نے اپنا شیدائی مجھے

رباعی[1]

اربابِ غریب کی ہے یہ بھی اک چال! — بیکار ہے بہتریؔ و مہتر کا خیال
گنجائش بہتری، غلامی میں کہاں — لاریب ہے اجتماعِ ضدین محال

۱؎ یہ رباعی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرتؔ موہانی

حصۂ چہارم

جس میں

سید فضل الحسن حسرتؔ موہانی بی۔اے سابق ایڈیٹر اردوئے معلی علیگڈھ
کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو دیوانِ حسرتؔ حصہ سوم کی ترتیب و تدوین
کے بعد لکھی گئیں اور جو

اگست ۱۹۱۷ء سے اپریل ۱۹۱۸ء تک

اردو زبان کے قریب قریب کل مشہور اخباروں اور رسالوں
میں شائع ہوکر عام طور پر مشہور و مقبول ہو چکی ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں سب ان کی محبت کے سوا

دے سکا کوئی نہ دہری کے وساوس کا جواب
تیرے وارفتۂ دیوانہ طبیعت کے سوا

کون رکھے گا ترے غم سے دل و جاں کو عزیز
کچھ نہیں اور جب اس رنج میں راحت کے سوا

قولِ زاہد کو غلط ہم نہیں کہتے ہیں مگر
اور کچھ ہو بھی شریعت میں طریقت کے سوا

حشر میں تابِ جہنم سے مفر اور کہاں
اہلِ عصیاں کو ترے سایۂ رحمت کے سوا

نورِ عرفاں کی عبث ہے دلِ زاہد میں تلاش
اور یاں خاک نہیں خواہشِ جنت کے سوا

اس کی بات اور ہے پائیں جو ہم اس میں بھی مزا
آپ نے تو نہ دیا کچھ بھی اذیت کے سوا

اہلِ ظاہر نہ کریں کوچۂ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائیں گے وہاں رنج و مصیبت کے سوا

علم و حکمت کا انہیں شوق ہوا ہے نہ ادھر
کچھ نہیں فلسفۂ عشق میں حیرت کے سوا

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تری یاد سے ہم
ایسی اک شانِ فراغت بھی ہو راحت کے سوا

عقل حیران ہے اے جانِ جہاں راز ترا
کون سمجھے دلِ دیوانۂ حسرت کے سوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کاہے کو دل اے عشق ترے غم سے بچے گا — اب ہم نہ بچائیں گے نہ یہ ہم سے بچے گا
لے لے گی دل ان کے رخِ روشن کی تجلی — بالفرض جو اس گیسوئے پُرخم سے بچے گا
حسرت کوئی کتنا ہی چھپائے کہ بچائے
دل ایک نہ اُس فتنۂ عالم سے بچے گا

میری جانب سے شکایت نہ تقاضا ہوتا! — خود مرے گھر وہ چلے آتے تو کچھ ایسا ہوتا
قیمتِ نیم نظر میں بھی سمجھتے نہ گراں — غور سے تم نے مرے دل کو جو دیکھا ہوتا
ہم تن غرقِ جراحت بھی جو ہوتے حسرت
لبِ ہر زخم پہ مذکور انھیں کا ہوتا

ہمدم و ہمدرد و ہمراز ما — اے ہوایت مایۂ صد ناز ما

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا — شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا
اک نظر بھی تری کافی تھی پئے راحتِ جاں — کچھ بھی دشوار نہ تھا مجھ کو شکیبا کرنا
ان کو یاں وعدے پہ آلینے دے اے ابرِ بہار — جس قدر چاہنا پھر بعد میں برسا کرنا
شام ہو یا کہ سحر، یاد انھیں کی رکھنی — دن ہو یا رات، ہمیں ذکر انھیں کا کرنا
صومِ زاہد کو مبارک رہے عابد کو صلوٰۃ! — عاصیوں کو تری رحمت پہ بھروسا کرنا
عاشقو! حسنِ جفاکار کا شکوہ ہے گناہ — تم خبردار خبردار نہ ایسا کرنا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
اُن سے مِل کر بھی نہ اظہارِ تمنّا کرنا

۱۰/۱۱/۱۲ ستمبر ۱۸ء — مقام فیض آباد جیل

شکوۂ سنجی کے عوض میں نے بھی یہ خوب کیا
کیا کیا شکرِ جفا سے انہیں محجوب کیا

جانِ زیرِ غم نے بھی الزام لگایا نہ انھیں!
یاس کو خوبیٔ تقدیر سے منسوب کیا

اب نہ کچھ عیش کی خواہش ہے نہ غم کی پروا
جذبۂ عشق نے آخر مجھے مجذوب کیا

مال کیا شئے ہے جسے آپ سے رکھیں گے دریغ
جب کہ ہم نے دل و دیں کو بھی نہ محبوب کیا

مشترک دونوں میں اک بات خدا نے رکھی
طالبِ شوق مجھے آپ کو مطلوب کیا

فتنۂ جور نہ کرنا مجھے یارب اُن کا
جن کو گمراہ کیا تو نے کہ مغضوب کیا

سخت محرومِ ادب ہے دلِ حسرت نے اگر
بے وفائی سے ترے جور کو منسوب کیا

۲۲/۲۳ جون ۱۷ء — فیض آباد جیل

گماں نہ ہم پہ ہو زاہد کی ہرزہ کاری کا
کہ ذکرِ یار میں ہے شغل بے قراری کا

رہے گا نام نہ دنیا میں ہوشیاری کا
یہی جو رنگ ہے تیری شراب خواری کا

چمن میں بادِ بہاری بھی گل کی آنکھوں سے
چلی، کہ دیکھے تماشا تری سواری کا

رفیقِ عشق نہیں ہم تو ہو ہوس کو سکوں!
یہی علاج ہے دردِ گنہگاری کا

غرورِ یار نہ بڑھ جائے اور بھی حسرت
اثر نہ ہو یہ کہیں تیری خاکساری کا

۱۳ فروری ۱۷ء — میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نظر پھیر لی اس پہ دل جس کا چھینا
محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینا

وہ کیا قدر جانیں دلِ عاشقاں کی!
نہ عالم نہ فاضل نہ دانا نہ بینا

یہ کیا کفرِ نعمت ہے اے شیخ آخر
کہ برسات میں بھی پلانا نہ پینا

وہیں سے یہ آنسو رواں ہیں جو دل میں
تمنا کا پوشیدہ ہے اک خزینا

بہا دیں وہاں خون اپنا جہاں ہم
ترے حسن کا گرتے دیکھیں پسینا

یہ کیا قہر ہے ہم پہ یارب کہ بے مے
گزر جائے ساون کا یونہی مہینا

بہار آئی سب شادماں ہیں، مگر ہم
یہ دن کیسے کاٹیں گے بے جام و مینا

جدا جب کہ میں تجھ سے اے راحتِ جاں
ہمارا برا ہے یہ جینا نہ جینا

مٹے عیب سب عشق بازی میں حسرتؔ
نہ بغض و حسد ہے نہ غصہ نہ کینا

۱۴ اگست ۱۷ء — لکھنؤ سنٹرل جیل

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگِ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں مگر منزلِ جاناں کے قریب

حشر میں اپنے گناہوں سے مجھے خوف ہو کیا
ان کی رحمت بھی تو ہے منزلِ عصیاں کے قریب

لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری!
کہیں پہنچے بھی تو اس گوشۂ داماں کے قریب

لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخرِ کار
کھینچ لایا ہے دل اک شاہدِ پنہاں کے قریب

وہ جو ہیں پاس تو محبس بھی ہے اک باغِ جمیل
کامرانی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب

روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرتؔ
آستانِ شہِ رزاقؒ ہے زنداں کے قریب

۱۶ جولائی ۱۹۱۷ء — لکھنؤ جیل

لہ درگاہ شریف باغ مولوی انوار کے نام سے مشہور ہے یہ خیر اسے عشاق حضرت شاہ عبدالرزاقؒ لکھنوی فرنگی محلی
جس میں مولانا حسرت موہانی مدفون ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نگہِ شوق نہ ہو چاہِ زنخداں کے قریب — کیا یہ اُبھرا ہے ترے خالِ نمایاں کے قریب
جو ترے درد کے بندے ہیں دُعائیں ان کی — بھول کر بھی نہ گئیں خواہشِ درماں کے قریب
زخمِ دل کی یہ ہوس جب ہے کہ اچھا ہی نہ ہو — کیوں نہ ہم رہتے ہیں شورِ نمکداں کے قریب
سیرِ گل خوش نہیں آتی کسی عنوان ہمیں — جا کے لوٹ آتے ہیں دیوارِ گلستاں کے قریب

ان پہ مرتا ہے جنہیں بچ کے وہ گزریں حسرت
اب بھی نکلیں جو کبھی چشمۂ حیواں کے قریب

ایضاً

چھیڑتی ہے جو یادِ یار بہت — دل شبِ غم ہے بے قرار بہت
اب نہ دیکھیں گے تیری راہ کہ ہم — رہ چکے ہیں خراب و خوار بہت
ہم اسیرانِ ہجر کو نہ رُلا — دیکھ اے ابرِ نوبہار بہت
لطف ہے پھر بھی ہم پہ غیر سے کم — آپ کہتے رہیں ہزار بہت

حالِ دل تم کہا کرو حسرت
اُن کو ہوتا ہے ناگوار بہت

۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء — فیض آباد جیل

حُسن بیتاب ہے محذورِ انہیں وچار کے بیچ ! — میری گفتار کے اندر تری رفتار کے بیچ
مٹ چلیں یونہی نہ کیوں دیر و حرم کے جھگڑے — ایک رشتہ بھی تو ہے سبحہ و زنّار کے بیچ

سچ بتا کس کی محبت کا اثر ہے حسرت
یہ جو اک سوز ہے پنہاں تری گفتار کے بیچ

۱۰ اکتوبر — سنہ ۱۹۱۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

انھوں نے پھیر دیا خط یونہیں سلام کے بعد — بڑھا کے میر تخلص بھی میرے نام کے بعد
شرابِ رندوں میں آئی مہِ صیام کے بعد — بڑے تزک سے بڑی شان اہتمام کے بعد
ہجومِ شوق میں کیوں ہو نہ اضطراب کے رنگ — کہ یار شب ہے یقینی اُمیدِ شام کے بعد
بحالِ شوق کو آتے ہیں تا تمام نظر — تمام شوق تری خواہش تمام کے بعد
نہ ہو ابھی، مگر آخر تو ہوگی قدر مری — کھلے گا حالِ غلام آپ پر غلام کے بعد
سرور بخشِ دل و جاں ہے بزمِ ساقی میں — بہارِ جلوۂ مینا نمودِ جام کے بعد

ہوئی یہ کثرتِ اربابِ اشتیاق کہ اب!
پھنسے ہیں سوچ میں حسرتؔ بھی اذنِ عام کے بعد

۳ نومبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

پوچھا بھی تو اس نے نہ کبھی گھر سے نکل کر — شرمندہ ہیں نالے دلِ مضطر سے نکل کر
پائی ہے جگہ پاکیِ دامانِ نظر میں — خوشبوئے حیا نے تری چادر سے نکل کر
کیا چیز تھی ساقی وہ پسِ پردۂ مینا — جو شوخ پری بن گئی ساغر سے نکل کر
دیکھا جو کہیں گرمِ نظر بزمِ عدو میں — وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر
بن جاتی ہے دل میں خلشِ خارِ تمنا — جھنکار ترے پاؤں کے زیور سے نکل کر
پُر نور کیا خوب شہیدوں کے دلوں کو! — چاہت کی چمک نے ترے خنجر سے نکل کر

حسرتؔ مجھے بھاتی ہے پریشانیِ دل بھی
آئی ہے جو اس گیسوئے ابتر سے نکل کر

۱۰ نومبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیا کریں خو سے ہیں مجبور کہ پینا ہے ضرور
ورنہ حسرت رمضاں کا یہ مہینا ہے ضرور

عمر ہی کیا ہے وہ کمسن ہیں ابھی نام خدا!
اُن پہ مرنا ہے تو کچھ دن ہمیں جینا ہے ضرور

بے خودیِ بزمِ خرابات میں ہے وجہِ جنوں
اک نگہ کش مکشِ ساغر و مینا ہے ضرور

شوق جس کا نہیں ممکن دلِ دانا کے بغیر
اُس کے دیدار کو بھی دیدۂ بینا ہے ضرور

تیری شوخی کہے دیتی ہے کہ اے غمزۂ یار
تو نے دل آج کسی اور کا چھینا ہے ضرور

ترکِ مے سے ہمیں انکار نہ ہوتا، لیکن
اب جو تا صبح کو ہے بام تو پینا ہے ضرور

تیری گفتار سے پیدا ہے کہ اے حسرتِ زار
دل ترا دردِ محبت کا خزینا ہے ضرور

۹- اکتوبر ۱۹۲۱ء　　　　　　فیض آباد جیل

عاشقی پیشہ ہے اے دل تو یہ بیداد نہ کر
ستمِ یار سے بھی شاد ہو فریاد نہ کر

تجھ کو اُس جلوۂ پنہاں کی زیارت ہو محال!
ہمتِ شوق کو بے فائدہ برباد نہ کر

بے پر و بال کہاں چھوٹ کے جائیں صیاد
ہم اسیرانِ وفاکش کو آزاد نہ کر

ہم تری یاد کو بھولیں گے نہ بھولے ہیں کبھی
تو ہمیں بھول کے بھی یاد نہ کر شاد نہ کر

یہ بھی حسرت کوئی تدبیرِ سکوں ہے کیا خوب
دلِ بیتاب سے کہتے ہو انہیں یاد نہ کر

۱۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء　　　　　　فیض آباد جیل

چاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کس درجہ تغافل ہے مرے حال سے گویا
یہ کوئی مصیبت ہی نہیں آپ کے نزدیک

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ بات بھی ممکن ہے جو دلدار ہو دلبر! / جس کی کوئی صورت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کچھ قدر تو کرتے مرے اظہارِ وفا کی ! / شاید یہ محبت ہی نہیں آپ کے نزدیک

معلوم یہ ہوتا ہے کہ رنگیں نظری سے / مجھ کو کوئی نسبت ہی نہیں آپ کے نزدیک

راحت بھی وہیں ہے وہیں سامانِ فراغت / کچھ دولت و حشمت ہی نہیں آپ کے نزدیک

تعزیر کے لائق بھی ہے خواہش مرے دل کی / درخورد ملامت ہی نہیں آپ کے نزدیک

بیکار ہے اظہارِ صفا اہلِ ولا کا / اس چیز کی حاجت ہی نہیں آپ کے نزدیک

یوں غیر سے بیباک اشارے سرِ محفل / کیا یہ مری ذلت ہی نہیں آپ کے نزدیک

عشاق پہ کچھ حد بھی مقرر ہے ستم کی / یا اس کی نہایت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کیا حال کہے کوئی کہ درباں کے ستم سے / آنے کی اجازت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں نہ گھاتیں ہیں نہ باتیں !! / کیا اب ہیں وہ حسرت ہی نہیں آپ کے نزدیک

۹ جون سنہ ۱۷ء — فیض آباد جیل

روزِ محشر سایہ گستر ہے جو دامانِ رسولؐ / تابِ دوزخ سے ہیں بے پروا غلامانِ رسولؐ

نور سے ایمانِ خالص کے منور تھا جہاں / اب کہاں سے آئے وہ عہدِ درخشانِ رسولؐ

صومِ دائم سے بڑھی عزت قیامِ لیل کی ! / شب کو مہمانِ خدا ہیں دن کو مہمانِ رسولؐ

رہنمائے گمرہان و سرگروہِ مقبلاں ! / عاشق و معشوقِ یزداں جان و جانانِ رسولؐ

مقتدائے سالکان و مخزنِ اسرارِ حق ! / بادشاہِ عاشقان و گنجِ عرفانِ رسولؐ

نورِ چشمِ فاطمہؓ مہرِ درخشانِ علیؓ / غوثِ اعظمؒ شاہِ جیلاں ماہِ تابانِ رسولؐ

حسرتِ محروم ہے امیدوارِ التفات / اس طرف بھی اک نظر اے میرِ سامانِ رسولؐ

۱۰ دسمبر سنہ ۱۷ء — فیض آباد جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اپنا سا شوق اَوروں میں لائیں کہاں سے ہم　　گھبرا گئے ہیں بے دلیٔ ہمرہاں سے ہم
کچھ ایسی دُور بھی تو نہیں منزلِ مُراد　　لیکن یہ جب کہ چھوٹ چلیں کارواں سے ہم
اے یادِ یار دیکھ کہ باوصفِ رنجِ ہجر　　مسرور ہیں تری خلشِ ناتواں سے ہم
معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا　　اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زباں سے ہم
اے زہدِ خشک تیری ہدایت کے واسطے　　سوغاتِ عشق لائے ہیں کوئے بتاں سے ہم
بیتابیوں سے چھپ نہ سکا حالِ آرزو!　　آخر بچے نہ اُس نگہِ بدگماں سے ہم
پیرانہ سر بھی شوق کی ہمت بلند ہے　　خواہانِ کامِ جاں ہیں جو اس نوجواں سے ہم
مایوس بھی تو کرتے نہیں تم زراہِ ناز!!　　تنگ آ گئے ہیں کشمکشِ امتحاں سے ہم
خلوت بنے گی تیرے غمِ جاں نواز کی!　　لیں گے یہ کام اپنے دلِ شادماں سے ہم
ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق　　پھر آ گئے وہیں پہ چلے تھے جہاں سے ہم
حسرت پھر اور جا کے کریں کس کی بندگی　　اچھا جو سر اٹھائیں بھی اس آستاں سے ہم

۱۲ جنوری ۱۹۱۶ء　　　　فیض آباد جیل

کردیں انھیں پیشِ نذرِ جاں ہم　　بے صرفہ نہ جائیں رائیگاں ہم
کرلے جو ستم ہوں تجھ کو منظور　　اے نخوتِ یار پھر کہاں ہم
باوصفِ ہجومِ یاس دل میں!!　　رکھتے ہیں انہیں بھی میہماں ہم
ہر صبح جہاں وہ جلوہ گر ہوں　　جاتے ہیں وہیں دواں دواں ہم
ناکامیٔ عشق کی بدولت!　　البتہ ہوئے ہیں کامراں ہم

سمجھو تو سنائیں حال دل کا تقریرِ نظر میں بے زباں ہم
سمجھیں گے عتاب کو توجہ ہوں گے جو ترے مزاجداں ہم
پوچھو جو کرو گے تم ہمیں قتل کہتے ہیں وہ کس ادا سے ہاں ہم
اب تجھ سے وہ کیا ملیں گے حسرت
جب جان لیا ہوئے جواں ہم

۱۴ر فروری ۲۳ء میرٹھ جیل

پھر آپ کہاں رہیں کہاں ہم کچھ دن کے ہیں اور میہماں ہم
تم نے جو سنا تھا بے خودی میں کہتے ہیں وہی زماں زماں ہم
گستاخ وہ پا کے مجھ کو بولے! اب پھر جو کبھی ہوں مہرباں ہم
اے کاش قفس میں تو نہ سنتے افسانۂ جورِ باغباں ہم
سن لے جو کبھی خوشی ہو تیری ہیں اے غمِ یار شادماں ہم
کچھ آپ سے تو نہیں شکایت ہیں شکوہ گزارِ آسماں ہم
کیا شوق بہار ہے کہ حسرت
کچھ رکھتے نہیں غمِ خزاں ہم

ایضاً

روگ دل کو لگا گئیں آنکھیں اک تماشا دکھا گئیں آنکھیں
مل کے ان کی نگاہِ جادو سے دل کو حیراں بنا گئیں آنکھیں
مجھ کو دکھلا کے راہِ کوچۂ یار! کس غضب میں پھنسا گئیں آنکھیں
اس نے دیکھا تھا کس نظر سے مجھے دل میں گویا سما گئیں آنکھیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

http://www.muftbooks.blogspot.com/

محفلِ یار میں بذوقِ نگاہ !! 　　لطف کیا کیا اُٹھا گئیں آنکھیں

حالِ سنتے وہ کیا مرا حسرت
وہ تو کہیے سنا گئیں آنکھیں

۱۰ اپریل ۳۵ء　　　　　　　　فرمائش صاحبزادہ جلیل صاحب
فیض آباد

اہلِ ایماں رکھتے ہیں کامل بقوائے جنوں 　　شانِ لاخوفٌ علیہم شیوۂ لایحزنوں
کامیاب و کامراں ہیں شاد کام و شادماں 　　گرچہ دیوانے تھے ظاہر میں ہیں ابتر زبوں
روشنی بخشِ دل و جاں ہو نہ کیوں ان کا خیال 　　جس کے جلوے کی درخشانی ہے انوار الجنوں
کچھ نہیں کھلتا مجھے لے جائے گا آخر کہاں 　　کس کی جانب ہے دلِ دیوانۂ یارب جنوں

کی بہت کچھ ہرزہ گردی اب یہ حسرت جی میں ہے
چھوڑ دوں سب آسرے اک آستانے کا ہو رہوں

ہجرِ ساقی میں بیادِ بادہ ہائے لالہ گوں ! 　　چشمِ رنداں سے رواں رہتا ہے اک دریائے خوں
انتظارِ یار کی سختی جو تھی حد سے فزوں 　　ہو گیا تاراجِ غم سرمایۂ صبر و سکوں
بزمِ دشمن میں بھی دل تھامے ہوئے بیٹھا رہا 　　غیر ممکن ہے جہاں اے شوخ تو ہو میں نہ ہوں
آشنا ہرگز نہ ہوگا ہم سے وہ بیگانہ خو 　　سحر کام آئے گا اس سنگدل میں نے کوئی فسوں
شوق کی تاثیر سے گریاں جو ہے وہ سنگدل 　　کھنچ گئے تیر اک طرف پیدا ہے میانِ بیستوں
لاکھ ہو انکار بے، اصرارِ ساقی پر مگر 　　مان جانا ہی پڑے گا ہم کو بے چون و چگوں
پھر تقاضا ہے یہی مجھ سے کہ اس محفل میں چل 　　اس دلِ بیتاب کی ضد کو الٰہی کیا کروں
پوچھتے ہیں وہ کہ ہم سے تیری خواہش ہو سو کیا 　　دل میں جو کچھ ہے وہ حسرت اب میں ان سے کیا کہوں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایضاً

پھر چکے اس قول سے منہ سے جو نکلا ایک بار
ہم سے حسرت ہو چکی ہمرنگیِ دنیائے دُوں

رباعی نوشتہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۷ء بمقام فیض آباد

ہر چند کہ میں خلافِ جمہور نہیں! — تقلیدِ عوام دل کو منظور نہیں
نزدیک ہے یہ کہ سب نظر بند چھٹیں — ایسے میں نہ چھوٹوں میں تو کچھ دور نہیں

ہجومِ شوق ہے دل میں مگر خاموش رہتے ہیں — چھپایا تھا جو تم سے راز ہم نے آج کہتے ہیں
خدا جانے یہ اپنا حال کیا ہے ہجرِ جاناں میں — کہ آہیں لب تک آتی ہیں نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں
خموشی کی عجب یہ گفتگو ہے وصل میں باہم! — نہ کہتے ہیں وہ کچھ ہم سے نہ ہم کچھ ان سے کہتے ہیں
نہ دکھلائے خدا دشمن کو بھی دوری کے یہ صدمے — جو ہم ان سے بچھڑ کر آج کل مجبور رہتے ہیں

مقرر ہے ادب ٹھہرینگے لیکن کیا کریں حسرت
رہا جاتا ہے حالِ دل اگر خاموش رہتے ہیں

۲۳ جولائی ۱۸ء — لکھنؤ سنٹرل جیل

سب سے چھپتے ہیں چھپیں مجھ سے تو پردا نہ کریں — سیرِ گلشن وہ کریں شوق سے تنہا نہ کریں
دیکھئے شوقِ شہادت میں جھکی ہے گردن — آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں
اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محوِ جفا! — کچھ بھی ہو جائے مگر تیری تمنا نہ کریں
میں ہوں مجبور تو مجبور کی پرسش ہے ضرور — وہ مسیحا ہیں تو بیمار کو اچھا نہ کریں
دردِ دل اور نہ بڑھ جائے تسلی سے کہیں — آپ اس کام کا زنہار ارادہ نہ کریں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شکوۂ جور تقاضائے کرم عرضِ وفا
تم جو بل جاؤ کہیں ہم کو تو کیا کیا نہ کریں

نورِ جاں کے لیے کیوں ہو کسی کامل کی تلاش
ہم تری صورتِ زیبا کا تماشا نہ کریں

عشق اور حسن سے بیزار ہو، زنہار نہ ہو
ہم کبھی شکوہ کریں آپ کا حاشا نہ کریں

طالبِ کوثر و تسنیم جو ہوں حضرتِ شیخ!
خواہشِ بادہ کی تو ہم بھی گوارا نہ کریں

اب جو ملتی ہے تو جلدی ہی سے پی لیں مے خوش
انتظارِ طلبِ جام ہے بے جا نہ کریں

حال کھل جائے گا بیتابیٔ دل کا حسرت
بار بار آپ انہیں شوق سے دیکھا نہ کریں

۸، ۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء　　　　فیض آباد جیل

ہم نے اس بات کا شکوہ نہ کیا تھا نہ کریں
مشقِ بیداد میں ناحق وہ محابا نہ کریں

شوق جب حد سے گزر جائے تو ہوتا ہے یہی
ورنہ ہم اور کرمِ یار کی پروا نہ کریں

رشک آتا ہے مجھے خود جو ہوتا ہے نثار
بام پہ آپ شبِ ماہ میں سویا نہ کریں

جان ہی سے نہ گزر جائیں کہیں اہلِ نیاز
شوق سے ناز کریں وہ مگر اتنا نہ کریں

مانعِ گریہ جو ہیں آپ تو کیا ہم لیں بھی
چارۂ جانِ حزیں و دلِ شیدا نہ کریں

دلِ وحشی کا کسی طرح تقاضا تو مٹے
کیا کریں سر کو جو آمادۂ سودا نہ کریں

سن کے قاصد سے مرا حال کہا تو یہ کہا
ہیں وہ بدنام کہیں ہم کو بھی رسوا نہ کریں

راز اب تک یہ کھلا ہے نہ کھلے لوگ عبث
دعوئے دانشِ ماہیتِ اشیا نہ کریں

ہیں رضا کار تو ہم پر ہے بہرحال یہ فرض
شکرِ حق لب پہ ہے شکوۂ اعدا نہ کریں

مان لیں فیصلۂ دوست کو بے چون و چرا
فکرِ امروز ہی رکھیں غمِ فردا نہ کریں

تو نے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگِ غزل
اب بھی کیا ہم تری یکتائی کا دعویٰ نہ کریں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اک بار بس گیا جو کہیں اُن کی باس میں
خوشبوئے حُسن برسوں رہی اُس لباس میں

ہم بے کسوں کا آپ کو مطلق نہ ہو خیال!
آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں

اللہ ری اُن کے حُسنِ درخشاں کی گرمیاں!
چھالے سے پڑ گئے ہیں زبانِ سپاس میں

کیوں کر کوئی سُنائے انھیں شوق کی وہ بات
جو پڑ گئی ہے کشمکشِ التماس میں

آخر ہمارے صدقِ وفا کا اثر کبھی!
ہو گا ضرور ان کے دلِ حق شناس میں

مینا بیاں نثار ہیں جس پر نگاہ کی
ساقی چھلک رہی ہے وہ کیا شے گلاس میں

حسرت ہے وقفِ یادِ شباب و جنوں ہنوز
اس ضعف پر بھی فرق نہیں ہے حواس میں

یکم دسمبر ۱۷ء — فیض آباد جیل

اُن سے ہاں گر شکوۂ بے اعتنائی پھر کہاں
شاد رہ اے دل کہ یہ لطفِ جُدائی پھر کہاں

اب بھی ہیں اہلِ ہوس ناقدردانِ شانِ حُسن
لے چلا ہے اُن کو شوقِ خود نمائی پھر کہاں

سب ہماری زندگی ہی تک ہیں انکے چوچلے
ورنہ یہ ناز و غرور و دلربائی پھر کہاں

شوق ہو کامل تو کیسا جورِ خوباں کا گلا
باوفا ہم ہوں تو رنجِ بے وفائی پھر کہاں

تم ہو کیسے، کوئی دُنیا میں اگر اپنا نہیں
یعنی جب یہ ہے تو فکرِ بے نوائی پھر کہاں

شرط ہے اک بار پڑ جانا تمہارے عشق میں
اس طلسمِ غم سے امیدِ رہائی پھر کہاں

لوٹ لے جی بھر کے حسرت لذتِ آغازِ عشق
اُس ستمگر کا یہ رنگِ آشنائی پھر کہاں

۶ فروری ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سخت رنجور کر دیا ہم کو — دل نے مجبور کر دیا ہم کو
مجھ سے بگڑے ہیں وہ کہ تو نے یہ کیا — سب میں مشہور کر دیا ہم کو
رشکِ لیلیٰ ہے جس نے بغیرتِ قیس — چشمِ بد دور کر دیا ہم کو
اُس نے کی ایسی اک نظر کہ خراب — پھر بدستور کر دیا ہم کو
خاکساروں میں اپنے دے کے جگہ — تم نے مغرور کر دیا ہم کو
آہ! کہنا وہ ان کا وصل کی شب — تو نے مجبور کر دیا ہم کو

نار نے عشقِ یار کی حسرت
سر بسر نور کر دیا ہم کو

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

نہ سمجھے دل فریبِ آرزو کو — نہ ہم چھوڑیں تمہاری جستجو کو
تری تلوار سے اے شاہِ خوباں — محبت ہو گئی ہے ہر گلو کو
وہ منکر ہو نہیں سکتا فسوں کا — سنا ہو جس نے تیری گفتگو کو
تغافل اس کو کہتے ہیں کہ اُس نے — مجھے دیکھا نہ محفل میں عدو کو
نہیں باقی تو میخانے میں اے شیخ — جو کچھ موجود ہے لاؤں وضو کو
سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ وہ بدخو — نہ خود مجھ کو نہ میری آرزو کو

نہ بھولا گھر کے اعدا میں بھی حسرت
ترے فرمودۂ لاتقنطو کو

۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھر بھی ہے تم کو مسیحائی کا دعوےٰ دیکھو
مجھ کو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو

جرمِ نظارہ پہ کون اتنی خوشامد کرتا!
اب بھی وہ روٹھے ہیں لو اور تماشا دیکھو

کہنے سننے سے تو چھوڑیں گے نہ وہ صحبتِ غیر
چال اب ہم بھی کوئی چلتے ہیں اچھا دیکھو

جور پر جور جفاؤں پہ جفائیں دیکھیں
حوصلہ اپنی محبت میں ہمارا دیکھو

دو ہی دن میں وہ مروت ہے نہ وہ چاہ نہ پیار
ہم نے پہلے ہی یہ تم سے نہ کہا تھا دیکھو

بزمِ اغیار میں سب بے جا ہیں تمہارے یہ ستم
اب نہ کرنا مری جانب کو اشارا دیکھو

ہم نہ کہتے تھے بناوٹ ہے یہ سارا غصہ
ہنس کے لو پھر وہ انہوں نے ہمیں دیکھا دیکھو

مستیِ حسن سے اپنی بھی نہیں تم کو خبر
کیا سنو عرض مری حال مرا کیا دیکھو

گھر سے ہر وقت نکل آتے ہو کھولے ہوئے بال
شام دیکھو نہ مری جان سویرا دیکھو

استدعاؤں پہ رقیبوں کے عمل ہے جن کا!!
التماسوں پہ مری ان کا بگڑنا دیکھو

محفلِ غیر میں بے پردہ تمہیں دیکھ لیا
اب کبھی ہم سے خبردار نہ چھپنا دیکھو

خانۂ جاں میں نمودار ہے اک پیکرِ نور
حسرتو آؤ رخِ یار کا جلوا دیکھو

دل کو نیرنگئ خواہش کی خطا پر آخر!
ملتی ہے اس گلِ رعنا سے سزا کیا دیکھو

سامنے سب کے مناسب نہیں ہم پر یہ عتاب
سر سے ڈھل جائے نہ غصے میں دوپٹا دیکھو

مر مٹے ہم تو کبھی یاد بھی تم نے نہ کیا
اب محبت کا نہ کرنا کبھی دعوے دیکھو

دوستو ترکِ محبت کی نصیحت ہے فضول
اور نہ مانو تو دلِ زار کو سمجھا دیکھو

وعدۂ وصل کو ہنس ہنس کے نہ ٹالو کل پر
تم نے پھر آج نکالا وہی جھگڑا دیکھو

سر کہیں بال کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غیر سے مل کے بھلا عذر کی حاجت کیا تھی
تم نے پھر مجھ کو نہ کانٹوں میں گھسیٹا دیکھو

اب وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں ستمگر ہیں جو ہم
دل کسی اور سے کچھ روز کو بہلا دیکھو

جان کیا چیز ہے رکھیں گے جسے تم سے دریغ
ہو نہ باور تو کسی دن ہمیں فرما دیکھو

واعظو! منہ میں تمہارے بھی بھر آئے پانی
مئے رنگیں کا جو ساغر سے چھلکنا دیکھو

بات کیا ہے جو مُڑے جاتے ہو تم یوں نہیں تھا
مجھ کو دیکھو نہ مرے دل کا دھڑکنا دیکھو

ہوسِ دید مٹی ہے نہ مٹے گی حسرت
دیکھنے کے لیے چاہو انھیں جتنا دیکھو

ایضاً

خیلِ عشاق کو سرگرمِ تمنا دیکھو
کوچۂ یار میں اک حشر ہے برپا دیکھو

واعظو! مرشدِ کامل کی تمہیں ہو جو تلاش
بزمِ رنداں میں بھی اک روز ذرا جا دیکھو

تا تم تک منزلِ مقصود کا معلوم نہیں
مجھ کو لے جائے کہاں اب دلِ شیدا دیکھو

اب وہ یوں سب سے گلا کرتے ہیں شکوہ میرا
کس قدر اس نے کیا ہے مجھے رسوا دیکھو

غیر دیکھے تو نظر اس سے تمہاری بھی لڑے
مجھ سے بگڑو جو کبھی گرم تماشا دیکھو

یوں نہیں مشہور تمہارا ہے غضب رنگِ ستم
قتل کر کے ہمیں تم اور بھی چمکا دیکھو

مہرباں ہو کہ نہ ہو یار، مگر تم حسرت
اس سے کر ناز کہیں جا کے تقاضا دیکھو

ایضاً

آج پھر اس نے کیا وعدۂ فردا دیکھو
وصل کی بات کا بن بن کے بگڑنا دیکھو

صبح کے نور سے گویا ہے بہم ظلمتِ شام
گیسوؤں کا رخِ جاناں پہ بکھرنا دیکھو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حالِ دل سے تمہیں آگاہ کیے دیتے ہیں　　اب کبھی ہم کو خبر کیا تھی نہ کہنا دیکھو
ضبطِ خواہش پہ ہو نازاں مگر اے حضرتِ دل　　کیا ہو سوتے تھے جو کہیں ان کو اکیلا دیکھو

ایضاً
سُن لیا جان سے جاتا نہ رہا حسرتِ زار
بس یہ ہوتا ہے تغافل کا نتیجہ دیکھو

سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ ایسے دلربا تم ہو　　قیامت ہو غضب ہو قہر ہو آفت ہو کیا تم ہو
اندھیرے میں وہ آ لپٹے مجھے پہلے کسی دھوکے میں　　کہ جب آخر مجھے دیکھا تو شرما کر کہا تم ہو
زمانے میں اگر کوئی نہیں اپنا تو کیا پروا　　کسی سے کیا غرض مجھ کو کہ میرا آسرا تم ہو
رگِ جاں سے بھی ہو نزدیک لیکن وائے محرومی　　ابھی تک جانتے ہیں سب یہی تم بے نشاں تم ہو

ندامت کیوں نہ ہو حسرت غرورِ پادشاہی کو
۱۵ فروری ۱۹۱۸ء　　سمجھنا چاہیے تھا کس کے کوچے کے گدا تم ہو　　میرٹھ جیل

رابطہ ہے ان کی تمنا کو دلِ زار کے ساتھ　　اک سُبک سیر بھی گویا ہے گرانبار کے ساتھ

گھر کے آخر آج برسی ہے گھٹا برسات کی　　میکدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی
موجبِ سور و سرور و باعثِ عیش و نشاط　　تازگی بخشِ دل و جاں ہے ہوا برسات کی
شامِ سرما دل ربا تھی، صبحِ گرما خوشنما　　دلربا تر، خوشنما تر ہے فضا برسات کی
گرمی و سردی کے مٹ جاتے ہیں سب جس سے مرض　　لال لال اک ایسی نکلی ہے دوا برسات کی
سرخ پوشش پر ہزر دو سبز بوٹوں کی بہار　　کیوں نہ ہو رنگینیاں تجھ پر فدا برسات کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیکھنے والے ہوئے جاتے ہیں پامالِ ہوس — دیکھ کر چھب تیری اے رنگیں ادا برسات کی

لازم و ملزوم ہیں، ابرِ تر و دامانِ تر!!
۱۳-۱۴ جون ۱۹۱۷ء — درخورِ رحمت ہے حسرت یہ خطا برسات کی — فیض آباد جیل

ہمراہِ آرزو ہے، مایۂ نازِ تمنّا ہے — مرے دل سے کوئی پوچھے کہ تو اے غمزہ کیا ہے
دلِ مایوس کی ویرانیوں کا غم ہے یوں مجھ کو — کہ اس تاریکیِ حرماں میں درد ان کا اکیلا ہے
دلِ مجبور کو شکوہ ہے تیری کج ادائی کا — وہ شکوہ جس سے تسلیم و رضا کی شان پیدا ہے
زہے تقدیر میری جاں نثاری پہ ہے ناز اسکو — زہے قسمت غرورِ یار سے گرمِ تماشا ہے
عجب حالت ہوئی ہے میکدے کی بے ساقی میں — نہ ساغر ہے نہ پیمانہ، صراحی ہے نہ مینا ہے
تعجب کیا اگر نیکی کے بدلے ہو بدی حاصل — نرالے ہیں یہاں کے قاعدے اے دل یہ دنیا ہے
تمہارے شیوۂ لطف و ستم سے خوب واقف ہیں — بہت کچھ ہم نے دیکھا ہے بہت کچھ ہم نے سمجھا ہے
مٹائے سے بھی یاد اس نوکِ مژگاں کی نہیں مٹتی — عجب کانٹا وہ تھا جو آج تک دل میں کھٹکتا ہے

گرفتارِ وفا رکھنے کی چالیں ہیں سمجھ حسرت
۱۸-۱۹ جنوری ۱۹۱۸ء — وہ دلداری جو پھر کرتے ہیں یہ بھی ایک دھوکا ہے — فیض آباد جیل

جہاں جاؤ جہانِ عشق میں ایک شور برپا ہے — جدھر دیکھو تمہارے حسنِ روز افزوں کا چرچا ہے
وہی محروم ہے سو جان سے تجھ پر جو شیدا ہے — یہی اے بیوفا کیا تیری چاہت کا نتیجا ہے
نہ چھپتا مجھ سے تو کاہے کو رازِ عاشقی کھلتا — انہیں باتوں سے میں رسوا ہوں ظالم تو بھی رسوا ہے
کرامت ہے یہ جذبِ شوق کی مضطر جو ہیں دونوں — انھوں نے مجھ کو دیکھا ہے نہ میں نے ان کو جانا ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بہت پچھتائے گا دیکھ اے دلِ ناکردہ کار آخر — غضب مایوسیاں ہوں گی محبت میں ابھی کیا ہے
بچھڑاتا ہے سپہرِ کینہ ور مجبور جاتے ہیں — جدائی ورنہ کس کو جانِ من تیری گوارا ہے
بہت کچھ ضبطِ غم کے بعد نالے تا لب آئے ہیں — ہماری بے قراری کی شکایت ان کو بیجا ہے
وہ ہنس دیتے ہیں اکثر دیکھ کر گرمِ نظر مجھ کو — غرض یہ ہے کہ روشن ہم پہ سارا حال تیرا ہے
وہ حسرت اب یہ کہتے ہیں کہ تجھ سے کیا ملے کوئی — وہی قصے وہی جھگڑے وہی رونا رُلانا ہے

ایضاً

نہ وہ راتوں کا آنا ہے نہ وہ دن کا بلانا ہے — خفا ہو کر انہیں مدِ نظر میرا ستانا ہے
جُھڑے جاتے ہیں پامالِ طرب دل اہلِ محفل کے — غضب آواز ہے ان کی قیامت ان کا گانا ہے
کوئی قصہ کہانی کہہ کے چاہو اپنی جتانی ہے — کبھی تو حالِ دل دھوکے میں تم کو بھی سنانا ہے
کبھی تو صاف صاف انکار ہی کر دیں تو بہتر ہے — یونہیں منظور نہیں گر ربطِ باہم کا گھٹانا ہے
انہیں اندازہ ہے مطلوب میری بیقراری کا — نظر کو شوقِ بیجا کی ہے خو جھٹ کر بہانا ہے
تسلی اک جھلک سے ہو چکی ہم بے قراروں کی — انہیں منظور اپنے بے دلوں کا چھیڑ جانا ہے
خفا ہم ان سے خود بنتے تھے اک دن وہ بھی تھے حسرت — وہ ہم سے بے سبب رُوٹھے ہیں یہ بھی اک زمانا ہے

ایضاً

جذبۂ شوق کدھر کو لیے جاتا ہے مجھے — پردۂ راز سے کیا تم نے پکارا ہے مجھے
اس جفا کار سے ملنے کی تمنا ہے مجھے — اب بھی میں کچھ نہیں کہتا یہی کہنا ہے مجھے
التفاتِ نگہِ یار کے لائق میں کہاں! — مجھ سے بیگانہ رہیں وہ یہی اچھا ہے مجھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مر مٹا آپ پہ کون آپ نے یہ بھی نہ سنا! — آپ کی جان سے دُور آپ سے شکوا ہے مجھے
قوتِ عشق بھی کیا شے ہے کہ ہو کر مایوس — جب کبھی گرنے لگا ہوں میں سنبھالا ہے مجھے
تم سے ملنے کی یہ راہیں کہیں ہو جائیں نہ بند — خوف رہ رہ کے اسی وہم سے آتا ہے مجھے

مجھ سے بیکار وہ ظاہر میں خفا ہیں حسرت
جب میں چاہوں گا منا لوں گا یہ دعویٰ ہے مجھے

۴ اکتوبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

ہمیں وقتِ غم سر بسر دیکھ لیتے — وہ تم کچھ نہ کرتے مگر دیکھ لیتے
نہ کرتے کبھی خواہشِ سیرِ جنت — جو واعظ ترا رہ گزر دیکھ لیتے
رسائی کہاں بزمِ دشمن میں اپنی — کہ ہم بھی انہیں اک نظر دیکھ لیتے
تمنا کو پھر کچھ شکایت نہ رہتی — جو تم بھول کر بھی ادھر دیکھ لیتے

نہ رہتی خبر دین و دنیا کی حسرت
جو سوتے انہیں بے خبر دیکھ لیتے

۱۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

پایا کہیں جو شکوہ گزارِ جفا مجھے — بولے وہ جل کے آپ نے یہ کیا کہا مجھے
نزدیک ہے کہ ان کے تغافل سے ہار کر — کرنی پڑے عتاب کی بھی التجا مجھے
منشائے نازِ یار یہی ہے کہ عمر بھر — رکھے نیاز مند مجھے مبتلا مجھے
افسردگی کے رنگ یہی ہیں تو ایک دن — پھر دردِ دل کی مانگنی ہوگی دعا مجھے
محفل میں دیکھنے کو کسی کے نہ دیکھنا — اب تک وہاں کی یاد ہے شانِ حیا مجھے
کہتے ہیں یوں وہ قصۂ فرہاد بار بار — گویا سمجھا رہے ہیں طریقِ وفا مجھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں اُن سے عفوِ جرم کی درخواست کیا کروں — معلوم بھی تو ہو کوئی اپنی خطا مجھے
لاتی ہے شوقِ یار کی خوشبو کہاں سے وہ — دیوانہ کر نہ دے کہیں بادِ صبا مجھے

حسرت میں کیا بتاؤں کہ بھاتی ہے کس قدر
شہر و دیارِ یار کی آب و ہوا مجھے

۸ر اکتوبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

ہونا پڑے جو آپ کے در سے جدا مجھے — دنیا میں اس گھڑی کو نہ رکھے خدا مجھے
اس عاجزی سے کیوں میں ہوا درپئے یار — اس نے جھڑک دیا جو سمجھ کر گدا مجھے
کیا کہیے عرضِ حال پہ ہنس کر جو وہ کہیں! — دیکھو انہیں ابھی دیں گے فریبِ وفا مجھے
افسوس کی ہے جا کہ عدو چاہے اور تمہیں — کرنا پڑے تمہارے ستم کا گلا مجھے
بے وجہ تم جو بیٹھ رہے ہو کے بے خبر — آخر یہ کس خطا کی ملی ہے سزا مجھے
ایمانِ جان ہے اس بتِ کافر کی آرزو — جس نے کیا ہے مخزنِ صدق و صفا مجھے
اقرارِ وصل جس میں کیا تھا حضور نے — اب تک وہ یاد ہے سخنِ دلکشا مجھے
بھولے سے وہ ادھر بھی جو آنکلے تھے کہیں — اس دن کا بھولتا ہی نہیں ماجرا مجھے

حسرت یہ کس کے حسنِ محبت کا ہے کمال!
کہتے ہیں سب جو شاعرِ رنگیں ادا مجھے

ایضاً

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے — مایوس کر سکا نہ ہجومِ بلا مجھے
ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام — ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے
ہر بات میں انہیں کی خوشی کا رہا خیال — ہر کام سے غرض ہے انہیں کی رضا مجھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رہتا ہوں غرق ان کے تصوّر میں روز و شب　　مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے
رکھیے نہ مجھ پہ ترکِ محبت کی تہمتیں　　جس کا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے
کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال　　ہاتھ آئی خوب سوزِ جگر کی دوا مجھے
کیا کہتے ہو کہ اور لگا لو کسی سے دل　　تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے
بیگانۂ ادب کیے دیتی ہے کیا کروں　　اس محوِ ناز کی نگہِ آشنا مجھے
اُس بے نشاں کے ملنے کی حسرت ہوئی امید
آبِ بقا سے بڑھ کے ہے زہرِ فنا مجھے　　ایضاً

خلوص اب ہم وہ لائیں گے کہاں سے　　نکل کر حلقۂ پیرِ مغاں سے
تمنا کو یہ ڈر ہے "ان کے آگے　　نکل جائے نہ کچھ میری زباں سے"
ابھی کھل جائے سب رازِ محبت　　اُٹھا دیں گر وہ پردہ درمیاں سے
بڑھے گی اور ابھی اے شاہِ خوباں　　تری خوبی مرے حسنِ بیاں سے
محبت ہو گئی ہے جھکتے جھکتے　　جبینِ شوق کو اُس آستاں سے
خیالِ عاشقاں ہے اب بھی نزدیک　　بہت ہم دُور ہیں گو آشیاں سے
وہی حسرت کو ہے اب عاشقی سے
جو نسبت گرد کو ہو کارواں سے
۹ نومبر ۱۹۱۷ء　　فیض آباد جیل

وہ کیوں بگڑے مرے شورِ فغاں سے　　شکایت ان سے تھی یا آسماں سے
ہمیں ان کا خیال، اللہ اکبر　　کہاں تک تھا، کہاں تک ہے کہاں سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کہاں تک پاکیٔ عشقِ نظر کو!!　　شکایت ہو چشمِ بدگماں سے
ملامت ہی لکھی ہے سر بسر کیا　　مری قسمت میں تیرے پاسباں سے
گھِری کس کشمکش میں ہے تمنّا　　دلِ بیتاب و جسمِ ناتواں سے
کہیں ان کے تصور کی طلب ہی　　گزر جائے نہ حدِّ لامکاں سے

کسی پر مِٹ کے رہ جانا ہے حسرتؔ
ہمیں کیا کام عمرِ جاوداں سے

۹ نومبر ۱۹۱۷ء　　فیض آباد جیل

میانِ پاسِ شوق آیا کہاں سے　　نہ ہوں وہ بدگماں، مجھ نیم جاں سے
ابھی شوقِ شہادت نے کوئی حرف　　نکالا بھی نہ تھا میری زباں سے
کہ وہ بولے بھلا نسبت ہی کیا ہے　　(ق) ترے سر کو مری تیغِ رواں سے
چلے ہیں پھر وہیں فکرِ بتاں میں　　ابھی ہم آئے تھے کوئے بتاں سے
غمِ دل کی مسرت عاشقی میں　　مبدل ہو گئی ہے سوزِ جاں سے
وہ لب ہیں آج پھر صرفِ تبسم　　پناہ اس التفاتِ شادماں سے

لیا کرتی ہے درسِ عشق حسرتؔ!
سخن سنجی مرے طرزِ بیاں سے

۹ نومبر ۱۹۱۷ء　　فیض آباد جیل

لبِ یار شکر فشاں ہو رہا ہے　　شکارِ دلِ دوستاں ہو رہا ہے
جو تھا دردِ دل میں وہ اب نورِ جاں ہے　　کہاں سے یہ ظالم کہاں ہو رہا ہے
بہت آج وہ مہرباں ہو رہے ہیں　　مرے ضبط کا امتحاں ہو رہا ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ستمگر نہ سمجھا کوئی ان کو، ہر سُو — وہی آسماں آسماں ہو رہا ہے
حسینوں پہ جانیں فدا ہو رہی ہیں! — وفا وعدۂ عاشقاں ہو رہا ہے
میں اب کیا کہوں تجھ سے بات اپنے دل کی — کہ تو بے کہے بدگماں ہو رہا ہے
تری یاد آرامِ دل بن رہی ہے — ترا نام وردِ زباں ہو رہا ہے
دعائیں خدا سے جو ہم کر رہے ہیں — مگر قصدِ کوئے بُتاں ہو رہا ہے
جسے درد جانا تھا ہم نے وہ حسرتؔ!
محبت میں درمانِ جاں ہو رہا ہے

۱۰ر نومبر ۱۹۱۷ء — فیض آباد جیل

غزل گوئی رہی یکتا میانِ عاشقاں میری — کہاں سے پھر کوئی لاتا بیاں میرا زباں میری
شبِ غم کیا خبر دیتی ہیں پیہم ہچکیاں میری — خداوندا انہیں کیوں یاد آئی ناگہاں میری
مرا انکارِ جرمِ عاشقی سے کون مانے گا — کہ صاف اقرارِ غم کرتی ہے چشمِ خونفشاں میری
جہانِ حسن میں جب تک رہے گا آپ کا شہرا — زبانِ عشق پہ جاری رہے گی داستاں میری
ہمارے شکوہ ہائے سخت جانی پر وہ کہتے ہیں — ابھی دیکھی نہیں ہے آپ نے تیغِ رواں میری
تمہارے جورِ بے پروا سے بھی اب چھپ نہیں سکتی — غمِ پنہاں کی شدت سے جو حالت ہے عیاں میری
نہ جانے تھا وہ ایسا کیا مزا فکرِ محبت میں — کہ جس کے نام پر مرتی ہے طبعِ شادماں میری
انہیں اب ناز ہے خود اپنی صورت پر کہ برسوں سے
پرستش کر رہا ہے حسرتِ رنگیں بیاں میری

۲۲ر فروری ۱۹۱۸ء — فیض آباد جیل

کیا وہ اب نادم ہیں اپنے جور کی روداد سے — لائے ہیں میرٹھ جو آخر مجھ کو فیض آباد سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سیرِ گل کو آئی تھی جس دم سواری آپ کی
پھول اٹھا تھا چمن فخرِ مبارک باد سے

ہر کس و ناکس ہو کیوں کر کامگارِ بے خودی
یہ ہنر سیکھا ہے دل نے اک بڑے استاد سے

اک جہاں مستِ محبت ہے کہ ہر سو بوئے انس
چھائی ہے ان گیسوؤں کی نکہتِ برباد سے

اب تلک موجود ہے کچھ کچھ لگا لائے تھے ہم
وہ جو اک لپکا کبھی خاکِ جہاں آباد سے

دعویِٰ تقوائے کا حسرتؔ کس کو آتا ہے یقیں
آپ اور جاتے رہیں پیرِ مغاں کی یاد سے

آج سے ۲۲ سال پہلے "حسرتؔ" ۷ فروری ۱۹۲۶ء

کوڑا جہان آباد ضلع فتحپور "حسرتؔ" فیض آباد جیل

محبت کیوں کرو گر ہو نہیں سکتی وفا مجھ سے
یہ تم نے کیا کہا مجھ کو یہ تم نے کیا کیا مجھ سے

سمجھ رکھا ہے مجبورِ وفا کوشی جو ظالم نے
ملا کرتا ہے کس کس ناز سے وہ بے وفا مجھ سے

محبت کی بھی کیا تاثیر ہے بیتاب ہیں دونوں
ہوا ہے خاطرِ ان پر، ہوئی تھی ابتدا مجھ سے

بتانِ ماہ رو کے حسن پر ایمان لایا ہوں
انھیں کو دیکھ کر ہوتی ہے اب یادِ خدا مجھ سے

تصور ان کو ہر دم نزدِ جاں موجود رکھتا ہے
وہ رہتے ہیں جدا پھر بھی نہیں رہتے جدا مجھ سے

کہیں دشمن سے بے شک مل کے وہ بیباک آئے ہیں
جبھی بے اختیار آج آنکھ آتی ہے حیا مجھ سے

چھپاتے ہیں جسے وہ پردۂ بے اعتنائی میں
محبت کہہ رہی ہے حال اسی کا برملا مجھ سے

تمہارے منہ سے یہ تکرار بھی پُر لطف ٹھہرے گی
وہیں باتیں سہی جو کر چکے ہو بارہا مجھ سے

یہ نازِ بے رخی دیکھو کہ بزمِ غیر میں گویا!
شناسا ہو نہیں ان کا نہیں وہ آشنا مجھ سے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا انداز ہے تیرا
کبھی سب ٹھیک تھا مجھ سے کبھی جھگڑا کھیلا مجھ سے

خیال ایک ان کا باقی تھا سو باقی اب بھی ہے حسرتؔ
شبِ غم اور کیا لینے کو آئی تھی قضا مجھ سے

۹-۱۰ فروری ۱۹۱۸ء

میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

محبت کے عوض رہنے لگے بے وجہ خفا مجھ سے
کہو تو ایسی کیا سرزد ہوئی آخر خطا مجھ سے

ملیں بھی وہ تو کیونکر آرزو بر آئے گی دل کی
نہ ہوگا خود خیال ان کو نہ ہوگی التجا مجھ سے

قرار آتا نہیں دل کو کسی عنوان پہلو میں
ہوا ہے آشنا جب سے وہ کافر ماجرا مجھ سے

غنیمت ہے جہانِ عاشقی میں ذات دونوں کی!
کہ نامِ جور قائم تم سے ہے رسمِ وفا مجھ سے

فلک سے بھی ہے کیا بڑھ کر بلندی بامِ جاناں کی
یہ پوچھا کرتی ہے اکثر مری آہِ رسا مجھ سے

مگر سیرِ چمن کو آج وہ پھر آنے والے ہیں
ابھی کچھ کہہ رہی تھی کان میں بادِ صبا مجھ سے

محبت بھی عجب شے ہے کہ با وصفِ شناسائی
نہیں ہوتی مخاطب وہ نگاہِ آشنا مجھ سے

سکونِ قلب کی اُمید اب کیا ہو کہ رہتا ہے
تمنا کی دوچار اک ہر گھڑی برقِ بلا مجھ سے

تقاضا ہے یہی خوئے نیازِ عشق بازی کا
نہ ہوگا اُس سراپا ناز کا حسرت گلا مجھ سے

۱۰-۱۱ر فروری ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

کرتے تو ہو، اگرچہ نظر ہے عتاب کی
ہم کو ہے اس عذاب میں راحت ثواب کی

اب کیا انھیں بلاؤں کہ یہ بھی تو ہے خیال
ان کو خبر نہ ہو مرے حالِ خراب کی

دنیا کو ہم بھی چھوڑ کے ہو جائیں گے فقیر!
حالت یہی رہی جو ترے اجتناب کی

مضطر ہے شوقِ دید کہ نکلے گا کب وہ چاند
چھائی ہے جس پہ دیر سے بدلی نقاب کی

واعظ تری زبان سے اللہ کی پناہ
کیا کیا بیاں کی ہے خرابی شراب کی

رحمت نے ہم سے پھیر لیا منہ جو حشر میں
صورت نظر میں پھر گئی تیرے حجاب کی

ساقی نہ پوچھ کتنی، جہاں تک پیوں پلا
عادت نہیں ہے مجھ کو سوال و جواب کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شدت اگر یہی ہے مرے اضطراب کی — ان کا بھی خوابِ ناز میں رہنا محال ہے

حسرت سبب ہے عشق ترے اضطراب کا
اب تک خبر نہیں تجھے اس انقلاب کی

۴ فروری ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

دل اور تہیۂ ترکِ خیالِ یار کرے — کسے یقین ہو، کون اس پہ اعتبار کرے

قفس میں ہو دلِ بلبل شہیدِ فرقتِ گل — خزاں نے جو نہ کیا تھا وہ اب بہار کرے

قرارِ جاں کے لیے اُس نے شیوۂ تسکیں — کبھی جو اور کیا ہو تو اختیار کرے

نہ دل میں خوں نہ آنکھوں میں اشکِ جاں کے سوا — کوئی اب ان پہ کرے بھی تو کیا نثار کرے

شبِ وصال ہے کوتاہ، نازِ یار دراز! — ہجومِ شوق سے کہہ دو کہ اختصار کرے

شکایت اس کے تغافل کی اس قدر نہ کروں — کہیں وہ پھر نہ مجھے مل کے شرمسار کرے

قریب ہے کہ ترے گیسوئے دراز کی بو — نسیمِ باغ جوانی کو مشکبار کرے

گزر چکی ہے تمنا کی حد سے دشواری — کہاں تک اور ترا کوئی انتظار کرے

وہ اب یہ چھیڑ سے کہتے ہیں "میرے غم نے تجھے — نہ بے قرار کیا ہے، نہ بے قرار کرے"

میں کس خوشی سے دل و دیدہ فرشِ راہ کروں — اگر وہ ترک ادھر بھی کہیں گزار کرے

خدا سے اب یہ دعا ہے کہ جلد بادِ مراد — کہیں تلافیٔ مافاتِ روزگار کرے

فزوں ہیں حد سے ترے جورِ بے حساب کے داغ — نہ میں شمار کراؤں نہ دل شمار کرے

ہے اک پیام ہمارا بھی اے نسیمِ دکن!! — "خدا تجھے طرب افروز و غم شکار کرے"

ملے جو اس سے تو کہنا کہ تیرے شوق کا راز
کہاں تلک دلِ حسرت نہ آشکار کرے"

۴ مارچ ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ان کو جو شغلِ ناز سے فرصت نہ ہو سکی | ہم نے یہ کہہ دیا کہ محبت نہ ہو سکی
شکرِ جفا بھی اہلِ رضا نے کیا ادا | ان سے یہی نہیں کہ شکایت نہ ہو سکی
شب کا یہ حال ہے کہ تری یاد کے سوا | دل کو کسی خیال سے راحت نہ ہو سکی
پابوس کی بھی ہم کو اجازت نہ دے سکے | اتنی بھی تم سے قدرِ محبت نہ ہو سکی
غرقِ سرور و شوق مجھے پا کے وقتاً | ناصح سے ترکِ مے کی نصیحت نہ ہو سکی
خاموشیوں کا رازِ محبت وہ پا گئے | گو ہم سے عرضِ حال کی جرأت نہ ہو سکی
کر دی زبانِ شوق نے سب شرحِ آرزو | الفاظ میں اگرچہ صراحت نہ ہو سکی
لطفِ مزید کی میں تمنا تو کر سکا! | تم یہ تو کہہ سکے کہ قناعت نہ ہو سکی
کیوں اتنی جلد ہو گئے گھبرا کے ہم فنا | اے دردِ یار کچھ تری خدمت نہ ہو سکی
واعظ کو اپنے عیبِ ریا کا رہا خیال | رندوں کی صاف صاف مذمت نہ ہو سکی
اربابِ قال حال پہ غالب نہ آ سکے | زاہد سے عاشقوں کی امامت نہ ہو سکی
ایسا بھی کیا عتاب، کہ ساقی بچی کچھی | آخر میں کچھ بھی ہم کو عنایت نہ ہو سکی
اُن سے میں اپنے دل کا تقاضا نہ کر سکا | یہ بات تھی خلافِ مروت نہ ہو سکی
کیوں آئے ہوش میں جو عبادت نہ کر سکے | پیرِ مغاں کی ہم سے اطاعت نہ ہو سکی

حسرت تری نگاہِ محبت کو کیا کہوں؟
محفل میں رات ان سے شرارت نہ ہو سکی

۹ مارچ ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہر بات میں اک شان ہے بے ساختہ پن کی! | تصویر ہے تقریر تری حسن سخن کی
بڑھ جائے گی عزت گل و نسرین و سمن کی | لائی ہے چمن میں انہیں تقدیر چمن کی
فرقت میں یہ عالم ہے ترے خستہ دلوں کا | کچھ ہوش ہے تن کا نہ خبر ہے بدن کی
ہونٹوں میں ہنسی رہتی ہے آنکھوں میں تبسم | سب ختم ہیں ان پر صفتیں خلق حسن کی

ہے آج یہ کیا بات کہ بے ساختہ حسرت
یاد آتی ہے رہ رہ کے عزیزان وطن کی

۶، مارچ ۱۹۱۶ء — میرٹھ جیل

سُنا ہے اُن سے پھر صاحب سلامت ہونے والی ہے | ابھی اک اور بھی برپا قیامت ہونے والی ہے
تمہارے حسن کی جو کچھ بھی شہرت ہونے والی ہے | جو سچ پوچھو تو میری ہی بدولت ہونے والی ہے
حجاب اُس مست کی آنکھوں سے رخصت ہونے والا ہے | مجھے ہر بات کی حاصل اجازت ہونے والی ہے
دم آخر مجھے دیکھا تو نادم ہو کے فرمایا! | کسے معلوم تھا تیری یہ حالت ہونے والی ہے
خدا جانے عدو سے مشورے کیا ہوتے رہتے ہیں | نئی شاید کوئی مجھ پر عنایت ہونے والی ہے
وہ از راہِ عطا مجھ پر کرم فرمانے والے ہیں | مری شام الم صبح مسرت ہونے والی ہے

تمنا کی بہت اچھی نہیں بیباکیاں حسرت
سُنا ہے ان سے پھر تیری شکایت ہونے والی ہے

۳، مارچ ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

نگاہِ اہلِ نظر میں وہ نور بن کے رہے | قلوب اہلِ ولا میں سرور بن کے رہے
عجب نہیں کہ ترے عاشقوں کو ہے جو نصیب | وہ انکسار بھی وجہِ غرور بن کے رہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تری نوازشِ پیہم سے ڈر یہی ہے، کہ دل
بجھ اور بھی نہ کہیں ناصبور بن کے رہے

کسی کے جورِ تغافل میں بھی ہمارے لیے
مزے معانی بین السطور بن کے رہے

دیارِ حسن میں بے جا ہے کاردانیِ عشق
مزا تو جب ہے کہ یاں بے شعور بن کے رہے

وہ جس گناہ کو کہہ دیں ثواب، ہو وہ ثواب
جسے قصور بتا دیں قصور بن کے رہے

تری طلب میں اذیت عزیز ہو کے رہی
تری تلاش میں زحمت سرور بن کے رہے

جنوں کا زور یہی ہے تو کیا عجب حسرت
کہ رفتہ رفتہ یہ شورِ نشور بن کے رہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوان حسرت موہانی

حصۂ پنجم

جس میں

حسرت موہانی کی تقریباً وہ کل غزلیں درج ہیں جو "قیدِ فرنگ ثانی" اور "قیدِ فرنگِ ثالث" کے درمیانی عہد میں بعض بحالتِ نظربندی بمقام کھٹور و موہان اور بعض بحالتِ آزادی بمقام علی گڈھ، لکھنؤ و کانپور باوقاتِ مختلف لکھی گئیں

از اپریل سنہ ۱۹۱۸ء تا اپریل سنہ ۱۹۲۲ء

مرتبہ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیکھنے کو آئے ہیں کوٹھے پہ وہ کالی گھٹا !! — جھومتی پھرتی ہے کیا کیا ہو کے متوالی گھٹا
آئی تھی ابرِ پُرغم ہو کر، سُو ہجرِ یار میں — خوب رو رو کر دل اپنا کر چلی خالی گھٹا
بندہ پرور ان کے بے فکر، وہ عالم ہو گئے — سب غلط سمجھے کہ عیشِ فارغ البالی گھٹا
بار بار آتی ہے گھر گھر کر جو قصرِ یار پر — بن گئی ہے کیا کسی کی چاہنے والی گھٹا

تو یہ حسرت کی خیر آئی تھی کا ہے کو کبھی
اس قدر کالی گھٹا، اس درجہ متوالی گھٹا

۳۰ جولائی ۱۹۱۸ء — صدر بازار میرٹھ

خانقہ سے تا درِ پیرِ مغاں لے جائے گا — دل کہاں سے مجھ کو لایا ہے کہاں لے جائیگا
اب تو فرقت میں تڑپنا بھی نہیں ممکن کہ تو — میری تاثیرِ محبت پر گماں لے جائیگا
عاشقوں کے ہوں گے اس دیار میں کیا کیا ہجوم — شوق جن کو کارواں در کارواں لے جائیگا
جس قدر چاہیں چھپا کر دل کو ہم رکھیں مگر — جب وہ آئیگا تو اک دن ناگہاں لے جائیگا
ان کی محفل میں جسے لے جائیگا بختِ رسا — کامیاب و کامران و شادماں لے جائیگا
ہم ضعیفانِ محبت کا پہنچنا تھا محال — منزلِ مقصود تک وہ نوجواں لے جائیگا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قدر ہو گی مرے ضبطِ شوق کی اُس دم عیاں — جب منا کر خود مجھے وہ جانِ جاں لے جائیگا
عشق نقدِ دل کے بدلے حسن کے بازار سے — مفت گویا دردکی جنسِ گراں لے جائیگا

رائیگاں حسرت نہ جائے گا مرا مشتِ غبار!
کچھ زمیں لے جائے گی کچھ آسماں لے جائیگا

اگست ۱۹۱۸ء — بمقام کھتولی ضلع میرٹھ

عشق ان کے عاصیوں کا اک نورِ تمام نکلا — گویا سحابِ شب سے ، ماہِ تمام نکلا
عشاقِ منتظر کو یہ صبح تو مبارک — خورشید اک نرالا بالائے بام نکلا
محروم اک ہمیں ہیں اے مقصدِ تمنّا — دنیا میں ورنہ کس کا تجھ سے نہ کام نکلا
کس درجہ جاں فزا تھا نظارہ بزمِ مے کا — جب بعدِ صبح مینا خورشیدِ جام نکلا

وصلِ بتاں کی خواہش خوئے عوام ٹھہری
حسرت خیالِ خوباں سودائے خام نکلا

۱۲ ستمبر ۱۹۱۸ء — میرٹھ

خطبۂ لیگ ہے کفارہ گنہگاری کا!! — اب ہمیں شکوہ نہیں ڈاکٹر انصاری کا
کاش سمجھیں اے اربابِ حکومت کہ نہیں — دخل اس پیروئ صدق میں غداری کا
خود ہی انصاف کیجیے کہ اشارہ کیا ہے — آپ نے کوئی دقیقہ بھی دل آزاری کا
ان کی مجبوری مظلوم سے ڈرتے کہ جنہیں — ادعا آج بھی باقی ہے وفاداری کا

حسرت اس خطبے سے نالاں ہوں نہ کیوں اہلِ فریب
رازِ مخفی نہ رہا ، ان کی ریاکاری کا

مارچ ۱۹۱۹ء — دہلی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شکوۂ غم ترے حضور کیا — ہم نے بے شک بڑا قصور کیا
دردِ دل کو تری تمنا نے — خوب سرمایۂ سرور کیا
نازِ خوباں نے عاشقوں کے سوا — عارفوں کو بھی ناصبور کیا
یہ بھی اک چھیڑ ہے کہ قدرت نے — تم کو خود بیں ہمیں غیور کیا
نورِ ارض و سما کو ناز یہ ہے — کہ تری شکل میں ظہور کیا

آپ نے کیا کیا کہ حسرت نے
نہ ملے حسن کا غرور کیا

اگست ۱۹۱۹ء

انہیں بے وفائی کا شکوا نہ ہوتا — خفا ہم نہ ہوتے تو اچھا نہ ہوتا
حسینوں میں قدر اپنی کاہے کو ہوتی — دلِ زار اگر تجھ پہ شیدا نہ ہوتا
ہرے ہو گئے زخم سب آرزو کے — گلی میں تری کاش جانا نہ ہوتا
بگڑ کر وہ ملتے وہ من کر بگڑتے — نہ خود روٹھتے ہم تو کیا کیا نہ ہوتا

خفا کب ہو تم ان سے ہوتے تو حسرت
جدائی کا اس درجہ صدمہ نہ ہوتا

۱۹۲۰ء — علی گڑھ

کبھی کی تھی جو اب وفا کیجئے گا — مجھے پوچھ کر آپ کیا کیجئے گا
مرے دعویٔ بے نیازی کو سن کر — ہنسے وہ کہ پھر التجا کیجئے گا
وہ شوخی سے کہتے ہیں کہئے تو مطلب — اشاروں میں کب تک ادا کیجئے گا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تغافل میں شانِ جفا پھر ہے شاید — محبت کی پھر ابتدا کیجیے گا
رقیبوں سے کب تک نہ ملیے گا صاحب — کہاں تک ہمارا کہا کیجیے گا
وہ کہنا ترا یاد ہے وقتِ رخصت — "کبھی خط بھی ہم کو لکھا کیجیے گا"
جوانی میں عشقِ بتاں بس ہے حسرت
بڑھاپے میں یادِ خدا کیجیے گا

سنہ ۱۹۲۱ء — کانپور

کفیل تھا کرمِ حق جو سیہ کاروں کا — ہجوم ہے لبِ کوثر گناہ گاروں کا
ادھر تو آپ کے الطافِ بیکراں کی وہ دھوم — ادھر یہ حال محبت کے دلفگاروں کا
یہ کیا ستم ہے کہ رہتا ہے ہر گھڑی مجمع — تری گلی میں تمنا کے غمگساروں کا
غرورِ حسن سے فرصت انہیں کہاں جو کبھی — سنیں وہ خود سے حال اپنے خاکساروں کا
نہ کر زباں کو آلودۂ شکایتِ دوست — کہ اے عزیز یہ شیوہ ہے خاکساروں کا
اثر جو نغمۂ حسرت میں ہے وہ اور کہاں
کلام دیکھ لیا سُن لیا ہزاروں کا

۱۱ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء — کانپور

رنگ تیری شفق جمالی کا — اک نمونہ ہے بے مثالی کا
لاابالی مزاجِ یار کو غم — کیوں ہو میری شکستہ حالی کا
بزمِ ساقی میں دیدنی ہے سماں — خُمِ لبریز و جامِ خالی کا
آئینہ ہے تبسّمِ لبِ دوست — حُسنِ خوباں کی بے ملالی کا
بخش دیں ہم بھی، جو ہو لحاظ انہیں — کچھ بھی اس خطرۂ خیالی کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس جفا کار تک کہاں پہنچا! 　ذکر اپنی خراب حالی کا
مجھ تو کر پاس اے وفا دشمن
لب حسرت کی بے سوالی کا

۱۲ جون ۱۹۳۸ء　　　　　　　　کھنور ضلع میرٹھ

ماتم ہو نہ کیوں بھارت میں بپا دنیا سے سدھارے آج تلک
بلونت تلک، مہراج تلک، آزادوں کے سرتاج تلک
جب تک وہ رہے دنیا میں رہا ہم سب کے دلوں پہ زور ان کا
اب رہ کے بہشت میں نزدِ خدا روحوں پہ کریں گے راج تلک
ہر ہندو کا مضبوط ہے جی، گیتا کی یہ بات ہے دل پہ لکھی!
آخر میں جو خود بھی کہا ہے یہی، پھر آئیں گے مہراج تلک

نوٹ :- یہ پوری غزل آریہ گزٹ کانپور میں چھپ چکی ہے مجھ کو اس وقت اس کے باقی شعر یاد نہیں آتے۔

سیہ کار تھے باصفا ہو گئے ہم　　ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم
نہ جانا کہ شوق اور بھڑکے گا میرا　　وہ سمجھے کہ اس سے جدا ہو گئے ہم
دم واپسیں آئے پرسش کو ناحق　　بس اب جاؤ تم سے خفا ہو گئے ہم
ہوئے محو کس کی تمنا میں ایسے　　کہ مستغنیٔ ماسوا ہو گئے ہم
انہیں رنج اب کیوں ہوا ہم تو خوش ہیں　　کہ مر کر شہیدِ وفا ہو گئے ہم
جب ان سے ادب نے نہ کچھ منہ سے مانگا　　تو اک پیکرِ التجا ہو گئے ہم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تری فکر کا مبتلا ہو گیا دل — مگر قیدِ غم سے رہا ہو گئے ہم

فنا ہو کے راہِ محبت میں حسرت
سزاوارِ خلدِ بقا ہو گئے ہم

۱۲ر جنوری ۱۹۱۸ء — کھٹور ضلع میرٹھ

پیشِ نظر جو وہ نشۂ خانگی نہیں — یہ جوشِ انتظار ہے دیوانگی نہیں
محفل میں دل کا حال چھپے کیا کہ شوق کو — اس نازنیں سے رخصتِ بیگانگی نہیں
بڑھ جائے گا غرور کچھ اور ان کے روبرو — اظہارِ حالِ دل کوئی فرزانگی نہیں
غم ہائے دہر سے جو بری ہو وہی ہے مرد — حزن و ہراس شیوۂ مردانگی نہیں
دیکھو کبھی تو آکے مجھے نیم جاں، ہمیں — اتنا بھی کیا سلیقۂ جانانگی نہیں
ذوقِ شراب کیوں ہو مجھے چشمِ یار میں — پیمانگی نہیں ہے کہ مے خانگی نہیں

تم سے گدا کو اس شہِ خوباں کی آرزو
حسرت یہ اور کیا ہے جو دیوانگی نہیں

۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

عشق میں جذب کیا اثر بھی نہیں — مر مٹے ہم انھیں خبر بھی نہیں
نہ ملے گر ملا نہ سرمۂ طور — کیا تری خاکِ رہ گزر بھی نہیں
سخت یوں ہی تھی منزلِ غمِ عشق! — پھر کوئی دل کا ہمسفر بھی نہیں
چل چکا آپ کا فریبِ وفا — اب میں اس درجہ بے خبر بھی نہیں
ہم کو اب شوقِ مے کہاں۔ لیکن — مفت مل جائے تو حذر بھی نہیں
بے دلی میں فغانِ شام تو کیا! — صورتِ گریۂ سحر بھی نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

باده نوشی میں کچھ تو ہے حسرت
نفع شاید نہ ہو، ضرر بھی نہیں

۳۰ جنوری ۱۹۲۱ء — لکھنؤ

اے دل ان کو وفا کی خو ہی نہیں — درخورِ لطف یا کہ تو ہی نہیں
عشق سے مل کے عقلِ حیراں کا — اب وہ اندازِ گفتگو ہی نہیں
حسن ہے بے نیازِ عشق و ہوس — ہم بھی ناکام میں عدو ہی نہیں
کوئے جاناں میں کھو کے بیٹھ رہے — اب ہمیں دل کی جستجو ہی نہیں

کثرتِ شوق سے ہمیں گویا!
حسرت اب کوئی آرزو ہی نہیں

سنہ ۱۹۲۲ء

روح کو محوِ جمالِ رخِ جاناں کرلیں — ہم اگر چاہیں تو زنداں کو گلستاں کرلیں
ان کو لکھیں جو خطِ شوق تو اربابِ صفا — نقشِ اخلاص کو زیبائشِ عنواں کرلیں
رنج راحت ہے، اگر حسبِ تقاضائے مراد — اہلِ تسلیم ترے درد کو درماں کرلیں
اہلِ ظاہر سے بچانا ہو تو لازم ہے کہ ہم — پردۂ جاں میں ترے شوق کو پنہاں کرلیں
کیا کریں اس کے سوا تیرے تغافل کا علاج — کہ دلِ زار کو گرویدۂ حرماں کرلیں
جان دینا ہے تو کر دیں ترے قدموں پہ نثار — کام مشکل ہے تو مشکل کو ہم آساں کرلیں
طالبانِ کرمِ یار، بہ رنگینیٔ عشق! — دامنِ زہد پہ گلکاریٔ عصیاں کرلیں
دل میں جا دے کے ترے درد کو اربابِ ہوس — اب بھی گر چاہیں تو گنجائشِ ایماں کرلیں
آپ انہیں شوق سے مہماں بلائیں حسرت — کچھ مگر نذرِ دل و دیں کا تو ساماں کرلیں

سنہ ۱۹۲۳ء

بزمِ رسالۂ صبحِ امید
لکھنؤ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کس درجہ فریب سے ہے مملو — تجویزِ رفارم مانٹیگو
مشہورِ زمانہ ہیں، مسلّم — دستور کے حسبِ ذیل پہلو
قانون پہ اختیارِ کامل — عمّال پہ زور، زر پہ قابو
ان میں سے نہ جب ایک کی بھی — گلہائے رفارم میں کہیں بو
کاغذ کے تجھے ہیں پھول ان کو — جن میں نہیں نام کو بھی خوشبو
مدراس کے ڈاکٹر کا یہ قول — کس درجہ ہے دلپذیر و نیکو
مقصود ہے صرف یہ کہ تا جنگ — "ہم سب رہیں صرفِ ایں تگاپو"
اے ہندیٔ سادہ دل خبردار — ہرگز نہ چلے یہ تجھ پہ جادو
کیا پائیگا خاک پھر جب ان سے — اس وقت بھی کچھ نہ لے سکا تو

۱۶ اگست سنہ ۱۹۲۱ء — میرٹھ

حسرت کشانِ درد ہیں لب تشنگانِ عاشقی — سیرابِ غم کرے کہیں پیرِ مغانِ عاشقی
مطلوبِ آہِ سرد ہیں مجذوبِ رنگِ زرد ہیں — معشوقِ اہلِ درد ہیں ہم عاشقانِ عاشقی
ہیں واقفِ انجام ہم کیوں دیں انہیں الزام ہم — جب تک رہیں ناکام ہم ہیں کامرانِ عاشقی
پہلو عیاں ہیں پیار کے تسکینِ جانِ زار کے — آنسو ہیں چشمِ یار کے روحِ روانِ عاشقی
راحت سے دل گھبرائیگا، رہ رہ کے غم یاد آئے گا — کیونکر بھلایا جائے گا عیشِ زمانِ عاشقی
منظورِ دلداری رہا لطفِ نہانِ دلبراں — مقصودِ رسوائی رہی شانِ عیانِ عاشقی
وہ ہم کہاں، وہ دل کہاں، البتہ اتنا ہے کہ ہاں! — باقی ہے اک سوزِ نہاں اب تک نشانِ عاشقی
سب رازِ حق افشا کیا حسرت یہ تو نے کیا کیا — ہم کو نہ کیوں سمجھا کیا، ناقدر دانِ عاشقی

[illegible]

۲۰–۳ مئی سنہ ۱۹۱۸ء

میرٹھ جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

برکتیں سب ہیں عیاں دولتِ روحانی کی
واہ کیا بات ہے اس چہرۂ نورانی کی

شوق دیکھے تجھے کس آنکھ سے اے مہرِ جمال
کچھ نہایت ہی نہیں تیری درخشانی کی

مجھ سے وہ سگ بھی ہے افضل جسے عزت ہو نصیب
آستانِ حرمِ یار پہ دربانی کی

جب سنا یاد کیا کرتے ہو تم بھی تو مجھے
کیا کہوں حد نہ رہی کچھ مری حیرانی کی

سعیِ احباب کو ناحق ہے رہائی کا خیال
اور ہی کچھ ہے تمنا ترے زندانی کی

وہ تبسم بھی قیامت ہے ترا بعدِ جفا
تو نے دی ہو جسے خدمت نمک افشانی کی

مشکلوں سے جو مقابل ہوئی ہمت میری
قدر باقی نہ رہی عیشِ تن آسانی کی

رہ گیا جل کے تری بزم میں پروانہ جو رات
کھنچ گئی شکل مری سوختہ سامانی کی

رشکِ شاہی ہو نہ کیوں اپنی فقیری حسرت
کب سے کرتے ہیں غلامی شہِ جیلانی کی

۲۲ مئی سنہ ۱۹۱۸ء — میرٹھ جیل

عشقِ بتاں کو جی کا جنجال کر لیا ہے
آخر یہ میں نے اپنا کیا حال کر لیا ہے

سنجیدہ بن کے بیٹھو اب کیوں نہ تم کہ پہلے
اچھی طرح سے مجھ کو پامال کر لیا ہے

نادم ہوں جان دے کر آنکھوں کو تو نے ظالم
رو رو کے بعد میرے کیوں لال کر لیا ہے

تعزیرِ دل میں اتنی شدت نہ کر جب اس نے
خود جرمِ عاشقی کا اقبال کر لیا ہے

کیا کیا ہے شوقِ نازاں حسرت کہیں جو خوشبو
ان کی جبینِ تر سے رومال کر لیا ہے

۲۸ جون سنہ ۱۹۱۸ء — میرٹھ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عقل سے حاصل ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے
عشق جب دینے لگا تعلیمِ نادانی مجھے

رنج دے گی باغِ رضواں کی تن آسانی مجھے
یاد آئے گا ترا لطفِ ستم رانی مجھے

میری جانب ہے مخاطب خاص کر وہ چشمِ ناز
اب تو کرنی ہی پڑے گی دل کی قربانی مجھے

دیکھ لے اب بھی کہیں آ کر جو وہ غفلت شعار
کس قدر ہو جائے مر جانے میں آسانی مجھے

بے نقاب آنے کو ہیں مقتل میں وہ بے شک مگر
دیکھنے کا ہے کو دے گی میری حیرانی مجھے

سیکڑوں آزادیاں اس قید پر حسرت نثار!!
جس کے باعث کہتے ہیں سب ان کا زندانی مجھے

۱۵؍ جون سنہ ۱۹۱۸ء — کمشنری جیل میرٹھ

اور بھی ہو گئے بیگانہ وہ غفلت کر کے
آزمایا جو انہیں ضبطِ محبت کر کے

دل نے چھوڑا ہے نہ چھوٹے ترے ملنے کا خیال
بارہا دیکھ لیا ہم نے ملامت کر کے

دیکھنے آئے تھے وہ اپنی محبت کا اثر
کہنے کو یہ ہے کہ آئے ہیں عیادت کر کے

پستیِ حوصلۂ شوق کی اب ہے یہ صلاح
بیٹھ رہیے غمِ ہجراں پہ قناعت کر کے

دل نے پایا ہے محبت کا یہ عالی رتبہ
آپ کے درد و دوا کاری حسرت کر کے

روح نے پائی ہے تکلیفِ جدائی سے نجات (ق)
آپ کی یاد کو سرمایۂ راحت کر کے

چھیڑتے اب وہ یہ کہتے ہیں کہ سنبھلو حسرت
صبر و تابِ دلِ بیمار کو غارت کر کے

۹، ۱۰؍ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء — موہان

گھبرا کے تغافل سے تمنا ہے ستم کی
حالت کوئی دیکھے ترے مجبورِ الم کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کس کس کو ملے زخم ترے تیرِ نظر کا
کیا کیا ہوسیں تجھ سے ہیں مرغانِ حرم کی

لاریب ترے شوق کا انجام فنا ہے
پیوستہ اسی راہ سے ہے راہِ عدم کی

مخمورِ طرب ہے رہِ الفت میں تمنا
لوٹی ہیں بہاریں جو ترے نقشِ قدم کی

باطن میں وہ راضی ہیں مگر خط میں بظاہر
اب جو خفگی ہے وہ لڑائی ہے قلم کی

ہم پر جو کرم ہے تو عدو پر بھی نوازش
کیا خاک رہے قدر ترے قول و قسم کی

بے وجہ نہیں عشق میں خاموشیٔ حسرت
منظورِ حفاظت ہے کسی رازِ اہم کی

۱۶ر جون ۱۹۱۹ء — لکھنؤ

مقرر کچھ نہ کچھ اس میں رقیبوں کی بھی سازش ہے
وہ بے پروا الٰہی مجھ پہ کیوں گرمِ نوازش ہے

پئے مشقِ تغافل آپ نے مخصوص ٹھہرایا
ہمیں یہ بات بھی منجملۂ اسبابِ نازش ہے

مٹا دے خود ہمیں گر شکوۂ غم مٹ نہیں سکتا
جفائے یار سے یہ آخری اپنی گزارش ہے

کہاں ممکن کسی کو باریابی اُن کی محفل میں
نہ اطمینانِ کوشش ہے نہ اُمیدِ سفارش ہے

نہاں ہے دل پذیری جس کے ہر ہر لفظِ شیریں میں
یہ کس جانِ وفا کے ہاتھ کی رنگیں نگارش ہے

کیا تھا ایک دن دل نے جو دعوائے شکیبائی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سو اب تک اُن کے نازِ دلبری کو ہم سے کاوش ہے

ہجومِ یاس نے بیدل کیا ایسا کہ حسرت کو!
ترے آنے کی اب اُمید باقی ہے نہ خواہش ہے

۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

بمبئی

وہ جب یہ کہتے ہیں تجھ سے خطا ضرور ہوئی — میں بے قصور بھی کہہ دوں کہ ہاں حضور ہوئی
نظر کو تاب تماشائے حسنِ یار کہاں — یہ اس غریب کو تنبیہ بے قصور ہوئی

طفیلِ عشق ہے حسرت یہ سب مرے نزدیک
ترے کمال کی شہرت جو دُور دُور ہوئی

۱۵ اپریل سنہ ۱۹۱۹ء

دل جو اُس نرگسِ مخمور کا دیوانہ ہے — بے خبر کا ہے کو ہشیار ہے فرزانہ ہے
جُز غمِ دوست کسی سے نہیں ہم کو سروکار — فارغ البال جو دُنیا سے گزر جانا ہے
ایک ہی سطحِ شرف پر ہیں یہاں شاہ و گدا — حضرتِ عشق کا دربار فقیرانہ ہے
عیشِ دُنیا نہ کرے اہلِ محبت کی تلاش — ان کو اک شوخِ جفا کار پہ مر جانا ہے

رونقِ محفلِ ساقی تھی ہمیں تک حسرت
اب نہ شیشہ ہے نہ ساغر ہے نہ پیمانہ ہے

مارچ سنہ ۱۹۱۹ء

مشاعرہ حضرت چکبست لکھنؤ

کچھ سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی — دامنوں کی نہ خبر ہے نہ گریبانوں کی
جلوۂ ساغر و مینا ہے جو ہمرنگِ بہار — رونقیں طرفہ ترقی پہ ہیں مےخانوں کی
ہر طرف بےخودی و بےخبری کی ہے نمود — قابلِ دید ہے دُنیا ترے حیرانوں کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سہل اس سے تو یہی ہے کہ سنبھالیں دل کو
منتیں کون کرے آپ کے دربانوں کی

آنکھ والے تری صورت پہ مٹے جاتے ہیں
شمعِ محفل کی طرف بھیڑ ہے پروانوں کی

اے جفا کار ترے عہد سے پہلے تو نہ تھی
کثرت اس درجہ محبت کے پشیمانوں کی

رازِ غم سے ہمیں آگاہ کیا خوب کیا
کچھ نہایت ہی نہیں آپ کے احسانوں کی

دشمنِ اہلِ مروت ہے وہ بیگانۂ اُنس!
شکل پریوں کی ہے خو بھی نہیں انسانوں کی

ہم وہ غیر مبارک انہیں گلگشتِ چمن
سیر ہم کو بھی میسر ہے بیابانوں کی

اک بکھیڑا ہے نظر میں سر و سامانِ وجود
اب یہ حالت ہے ترے سوختہ سامانوں کی

فیضِ ساقی کی عجب دھوم ہے میخانوں میں
ہر طرف مے کی طلب مانگ ہے پیمانوں کی

عاشقوں ہی کا جگر ہے کہ ہیں خرسندِ جفا
کافروں کی ہے یہ ہمت نہ مسلمانوں کی

یاد پھر تازہ ہوئی حال سے تیرے حسرت
قیس و فرہاد کے گزرے ہوئے افسانوں کی

جولائی ۱۹۱۲ء — علی گڑھ

نُہیا ہے ترکِ تمنا نہیں ہے
دلِ زار ابھی اُن کو سمجھا نہیں ہے

قصورِ نظر ہے جو دیکھے نہ کوئی
کہاں ورنہ تو جلوہ آرا نہیں ہے

لیا تھا جو دل اب وہ خود پھیرتے ہیں
ہماری طرف سے تقاضا نہیں ہے

دلِ محوِ حیرت نے اب تک نہ جانا
کہ کیا ہے تری آرزو کیا نہیں ہے

ترا مجھ پہ یوں خود بخود لطف کرنا
عجب ماجرا ہے جو دھوکا نہیں ہے

بصر کو کہاں تابِ دیدار حسرت
تجلی ہے ان کی تماشا نہیں ہے

جون ۱۹۱۲ء — علی گڑھ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شبِ وصلِ صنم ہے وقتِ عیش و کامرانی ہے
ہجومِ آرزو وجہِ فروغِ شادمانی ہے

تمنا کو ہزاروں ناز ہیں اپنے مقدر پر
کہ آج ان کے تغافل میں بھی شانِ مہربانی ہے

حیا کا بھی وہی مقصود تھا اب ہے جو شوخی کا!
وہ رنگِ دلربائی تھا یہ شانِ دلستانی ہے

یہ عالم ہے غمِ فرقت سے اُن کے ناتوانوں کا
کہ آہوں میں رسائی ہے نہ اشکوں میں روانی ہے

الٰہی خیر کیا باعث ہے ان کی سرگرانی کا
کہ مدت سے کوئی خط ہے نہ پیغامِ زبانی ہے

اُسے کیا پاس ہو ہم بیکسوں ہم بے زبانوں کا
وہ بے پروا ہے وہ مستِ غرورِ نوجوانی ہے

وہ ناحق بدگماں ہیں ان کو حسرتؔ کیوں تامل ہے
کہ عرضِ آرزو کارِ زبانِ بے زبانی ہے

جنوری ۱۹۲۲ء — کانپور

حالِ مجبوریِ دل کی نگراں ٹھہری ہے
دیکھنا وہ نگہِ ناز کہاں ٹھہری ہے

ہجرِ ساقی میں یہ حالت ہے کہ اب جائے سرور
توبۂ مے وجہِ غمِ بادہ کشاں ٹھہری ہے

کیوں نہ معمورِ غمِ عشق ہو دنیائے خیال!
شکلِ یار آفتِ ہر پیر و جواں ٹھہری ہے

جس طبیعت پہ ہمیں نازِ حق آگاہی تھا!!
اب وہی شیفتۂ حسنِ بتاں ٹھہری ہے

فصلِ گل دھوم سے آئی ہے پر اے رشکِ بہار
اک ترے پاس نہ ہونے سے خزاں ٹھہری ہے

یار بے نام و نشاں تھا سو اسی نسبت سے
لذتِ عشق بھی بے نام و نشاں ٹھہری ہے

خیر گزری کہ نہ پہنچی ترے در تک ورنہ!
آہ نے آگ لگا دی ہے جہاں ٹھہری ہے

بخششِ یار جو مخصوص تھی مجھ سے اے داغ
اب وہی مایۂ نازِ دگراں ٹھہری ہے

دشمنِ شوق کہے اور تجھے ستمگار کہے!
اس میں ٹھہرے گی نہ حسرتؔ کی زباں ٹھہری ہے

جنوری ۱۹۲۲ء — کانپور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ ششم

جس میں

حسرت موہانی کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو بزمانۂ قیدِ فرنگ ثالث بمقام یروداسنٹرل جیل پونہ لکھی گئیں اور جن میں سے اکثر ملک کے اخباروں اور رسالوں میں چھپ کر مقبول و مشہور ہو چکی ہیں۔

از نومبر ۱۹۲۲ء تا آخر ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء

مرتبہ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوقِ وصالِ یار کے قابل بنا دیا　　　　　دل کیا تھا عاشقی نے اُسے دل بنا دیا

دے دے کے مفت جان شہیدانِ عشق نے　　　　　اس نازنیں کو شاہدِ قاتل بنا دیا

شوقِ لقائے یار نے راہِ مراد میں　　　　　سختی کو رشکِ نرمیٔ منزل بنا دیا

دل کو جمالِ یار کے فیضانِ عشق نے　　　　　قندیلِ عرشِ حق کے مماثل بنا دیا

آخر فراغتِ غمِ دل نے ہوس کو بھی　　　　　کونین کے خیال سے غافل بنا دیا

لیلائے عشقِ دوست کی خاطر، بجائے دل　　　　　جب ہم چلے تو روح کو محمل بنا دیا

کیا چیز تھی وہ مرشدِ وہاب[1] کی نگاہ

حسرت کو جس نے عارفِ کامل بنا دیا

دسمبر ۱۹۲۳ء　　　　　　　　　　　　　　　　یرودا جیل (پونا)

منزلِ وصلِ یار ہے پیدا　　　　　درمیانِ حدودِ بیم و رجا

دلِ انساں میں تابِ شعلۂ عشق　　　　　حُسنِ مطلق کی رُوئے حق میں ضیا

پھر نہ کیوں وصلِ حسن و عشق سے ہو　　　　　نورٌ بالائے نور[2] جلوہ نما

---

[1] اشارہ بجانب مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب لکھنوی فرنگی محلی [2] اللہ نور السموات والارض نورٌ علیٰ نور (قرآن، سورۂ نور)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پردۂ عشق و حُسن میں ہے وہی — الغرض نورِ ارض و نورِ سما
جان دے دی پہنچ کے ان کے حضور — ہم نے اوروں سے کچھ کہا نہ سُنا
اے تری یاد سقمِ جاں کا علاج — اے ترا ذکر دردِ دل کی دوا
بے خطا بھی گناہ گار ہیں ہم — آپ جو کچھ کہیں وہی ہے بجا
کچھ بھی شہرِ وصال دُور نہیں — جذبۂ شوق ہو جو راہ نما
ہم رضا کار ہیں خدا کی قسم — ہم نہ ہوں گے مگر شہیدِ وفا
ہوگئے محوِ عشق سب حسرت
اب غمِ ہجر ہے نہ شوقِ لقا

۱۸ مارچ ۱۹۲۲ء — یرودا جیل (پونا)

سادگی میں وہ پھر بھی ہیں یکتا — باوجودِ ہجومِ ناز و ادا
اور اے بادشاہ تیرے سوا — کون پورا کرے سوال مرا
تم ہو اور انہماکِ سوز و سُرور — ہم ہیں اور التزامِ کرب و بلا
جاں نثاری تو کچھ گناہ نہیں — آپ کس بات پر ہیں ہم سے خفا
خوفِ جاں ہو جسے نہ آئے اِدھر — آتی ہے کوہِ عشق سے یہ ندا
ہائے مجبوریاں محبت کی!! — پُر اثر نالہ ہے نہ آہ رسا
التفاتِ نگاہِ یار کہاں — دلِ بیمار جس سے پائے شفا
نا اُمیدی ہو کیوں شعار اپنا — کہ خطا ہم سے ہے تو اُن سے عطا
خوب لکھی غزل جزاک اللہ
حسرتِ سحر کار کیا کہنا

۱۸ مارچ ۱۹۲۲ء — یرودا جیل (پونا)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سب سے شوخی ہے اک ہمیں سے حیا
اے فریبِ نگاہِ یار یہ کیا

تفرقہ ہے یہ کس قیامت کا
دل جُدا، ہم جُدا ہیں یار جُدا

اب وہ ملتے بھی ہیں تو یوں کہ کبھی
ہم سے کچھ واسطا نہ تھا گویا

ہم کو منظور سب ہے سب مرغوب
تجھ سے جو کچھ ملے جزا کہ سزا

جلوۂ یار ہے دلوں کے لئے!
فی المثل اک طلسم ہوش رُبا

میں بھی ہوں اک فقیرِ حاجتمند
کرم اے بادشاہِ جود و عطا

گلشنِ حسنِ یار کی حسرتؔ
جانفزا کس قدر ہے آب و ہوا

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء — یرودا جیل پونا

مائل ہُوں میں دل سے بیدلی کا
شیرینیٔ تلخِ عاشقی کا

دیوانہ ہوں، عاقلوں سے لیکن
دعویٰ ہے مجھے برابری کا

مستانہ خرامیوں کی دُھن میں!
کچھ پاس نہیں تمہیں کسی کا

خدام کی بندگی پہ تم کو
لازم تھا خیال صاحبی کا

ہر آئینہ مستحق ہوں ساقی
محفل میں تری بچی کھچی کا

غصّے میں ادائے ناز ان کی
گرمی میں ہے لطف چاندنی کا

زاہد کو جفاکشی مُبارک!
حسرتؔ کو مزا قلندری کا

۱۱ جون سنہ ۱۹۲۲ء — الہان دہلی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اک جو لے دے کے ہمیں شیوۂ یاری آیا
وہ بھی کچھ کام نہ خدمت میں تمہاری آیا

ان کے آگے لبِ فریاد بھی گویا نہ ہوئے
چپ رہے ہم جو دمِ شکوہ گزاری آیا

آرزو حال جو اپنا انہیں لکھنے بیٹھی!
قلمِ شوق پئے نامہ نگاری آیا

واں سے ناکام پھرے ہم تو دریاس تلک
خونِ حرماں دلِ مجروح پہ جاری آیا

دلِ پُرشوق میں آئی کرمِ یار کی یاد!
کہ چمن میں قدمِ بادِ بہاری آیا

تیرے انکار سے فی الفور ہوا کام تمام
زخم ایسا سرِ امید پہ کاری آیا

اور تو کچھ بھی ہمیں عشق میں حاصل نہ ہوا
ہاں مگر اک ہنرِ سینہ فگاری آیا

گھر کے آئی جو گھٹا ہم نے یہ جانا حسرت
وقتِ شوریدگی و بادہ گساری آیا

۱۰ جولائی ۱۹۲۳
ہمایوں لاہور
یرودا جیل پونا

آئی جو ان کی یاد مرا دل ٹھہر گیا
دعویٰ غمِ فراق کا باطل ٹھہر گیا

تیرِ نگاہِ یار کا مشکل ہے سامنا
میرا ہی تھا جگر کہ مقابل ٹھہر گیا

ہم سر جھکا چکے تھے علم ہو چکی تھی تیغ
پھر کیا گیا خیال کہ قاتل ٹھہر گیا

دل خوش ہوا جو آپ ہوئے مائلِ ستم
یعنی میں التفات کے قابل ٹھہر گیا

دل کو وفائے یار پہ حاصل ہوا قیام
پایا جو اس جہاز نے ساحل ٹھہر گیا

خواب و خیال ہو گئیں اگلی وہ صحبتیں
پھیرا بھی اس نواح کا مشکل ٹھہر گیا

فرزانگی قصور ہے دنیائے عشق میں
دیوانہ جو ہوا وہی کامل ٹھہر گیا

بیچارگی میں رٹ جو لگی ان کے نام کی
تسکینِ جانِ زار ہوئی دل ٹھہر گیا

اچھا ہوا کہ مملکتِ حُسن و عشق میں
حسرت وہ پادشاہ، میں سائل ٹھہر گیا

یکم اگست سنہ ۱۹۲۳ء
محبوس یکلہ

یروداجیل پونا

سہل ہونے کو مرا عقدۂ دشوار آیا — روزِ غم ختم ہوا، شام ہوئی یار آیا
بحمد اللہ کہ تاریکیِ فرقت ہوئی دور — مژدۂ وصل بصد جلوۂ انوار آیا
چمنِ جاں میں نسیمِ ہوس انگیز چلی — کشتِ امید پہ ابرِ طرب آثار آیا
بادۂ عیش سے مینائے تمنا رنگیں — ساغرِ شوق مئے ذوق سے گلنار آیا
بند کر دے گا لبِ یار کو بوسوں کا ہجوم — آج بھی ہم سے جو وہ برسرِ انکار آیا
دلِ مجبور بھی کیا شے ہے کہ در سے اپنے — اُس نے سو بار اٹھایا تو میں سو بار آیا

کیوں نہ برہم ہوں وہ حسرت مری رسوائی سے
نام ان کا بھی بہر کوچہ و بازار آیا

۴ اگست سنہ ۱۹۲۳ء
نیز اردو داستان لاہور

یروداجیل پونا

لے کے دل پہلے تو کس ڈھب سے وہ عیار گیا — اب یہ کہتا ہے کہ تو کیا مرے سر مار گیا
شکوۂ جور مری عرضِ کرم کو جانا — آہ کس بات پہ وہ شوخ ستمگار گیا
آرزو پر ترے انکار نے ڈھائی آفت — سینۂ شوق سے اک ناوکِ غم پار گیا
اور تو کس کی رسائی تری خلوت میں ہوئی — حوصلۂ عاشقِ سر باز کا بیکار گیا
جاں نثاری کی انھیں قدر ذرا بھی نہ ہوئی — اک فقط میں ترے جلوے کا طلبگار گیا
اب تو ہم کو بھی یہی دھن ہے پیئیں چل کے وہیں — ابر جب جھوم کے اٹھا سوئے کہسار گیا
ہو گیا دے کے سر ان کے حقِ خدمت بھی ادا — حسرت آیا تھا سبکبار، سبکبار گیا

۵ اگست سنہ ۱۹۲۳ء
نیز اردو داستان لاہور

یروداجیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

چاندنی رات میں پھولوں کا ہے زیور کیا خوب | رنگ لائے گا ترا حسنِ معطر کیا خوب
روشنی بخشِ تمنا ہے جو اک ماہِ منیر! | وصل کی رات کا چمکا ہے مقدر کیا خوب
قابلِ دید تھی گرمی میں پسینے کی بہار | تر ہوا ہے عرقِ حسن سے بستر کیا خوب
دیکھتے ہی انہیں پہچان لیا جان لیا | ہم سے وہ چھپنے چلے تھے لیے چادر کیا خوب
بن گئی ہے بدلِ گردشِ گردوں ساقی! | آج محفل میں تری گردشِ ساغر کیا خوب
وصل میں بھی نہ ہوئی وجہِ سکوں کثرتِ شوق | ڈھونڈ لیتا ہے بہانے دلِ مضطر کیا خوب

کھول کر بال جو سوتے ہیں وہ شب کو حسرت
گھیر لیتی ہے انہیں زلفِ معنبر کیا خوب

زمیندار لاہور
۱۳ نومبر ۱۹۲۲ء
سابرمتی سنٹرل جیل

دل ہے بے شک نورِ حق سے فیضیاب | آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
ہاتھ قتلِ عاشقاں سے مت اٹھا | کام کر اُن کا کہ ہے کارِ ثواب
شوقِ مے کی پرورش کیوں کر نہ ہو | لطفِ ساقی آج کل ہے بے حساب
بے ترے اے بادشاہِ مہوشاں | خانۂ جانِ عزیزاں ہے خراب
پی جو اُن آنکھوں نے تھی صہبائے حسن | پھوٹ نکلا ہے وہی رنگِ شراب
ترکِ جرمِ عاشقی ممکن نہیں | پھر اسی کا ہم سے ہوگا ارتکاب

عشقِ حسرت ہے نشانِ حسنِ دوست
بے گلاب آتی نہیں بوئے گلاب

عصرِ جدید کلکتہ
۳۰ اگست ۱۹۲۳ء
یرودا جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شادمانِ عشق ہے جانِ خراب — عیشِ غم سے سربسر دل کامیاب
اب ہے دل باقی نہ دل کی شورشیں — آہ وہ ہنگامۂ عہدِ شباب
آج تک اس نے نہ سمجھا تا کہ ہیں ! — عشق میں ہم، حسن میں وہ، لاجواب
اب تو تھامو ہم کو، یا کر دو شہید — صبر کی مطلق نہیں ہے دل کو تاب
ہم نے سب کچھ کر دیا ان پر نثار — پھر بھی تو باقی ہے اُن کا اجتناب
دیر سے بیٹھے ہیں مشتاقِ لقا — تا کجا اے ناز ہیں ہم سے حجاب

مٹ کے حسرتؔ ہم ہیں خاکِ راہِ دوست
اس کو کہتے ہیں یہ ہے حُسنِ المآب

الہدیٰ کانپور — ۱۰ر اگست سنہ ۱۹۲۳ء، یروداسنٹرل جیل پونا

بتائے نہ کیوں غم کو جانِ محبت — دلِ زار ہے کاروانِ محبت
ترے غم سے گرویدہ ہے سب سے فارغ — زہے خاطرِ شادمانِ محبت
نہ کر جور اتنا بھی اے شاہِ خوباں — کہ مر جائیں گے بیدلانِ محبت
وہ سوتے نہیں ہیں وہ سب سُن رہے ہیں — کہے جائیں ہمدم داستانِ محبت
رہے محوِ خوابِ ہوس اہلِ ظاہر — گذر بھی گیا کاروانِ محبت
نہ سمجھا سوا حُسن کے اور کوئی — بیانِ تمنّا، زبانِ محبت

سرِ عجزِ حسرتؔ بھی خم کیوں نہ ہوتا
ترا ناز ہے حکمرانِ محبت!

اُردو اخبار لکھنؤ — یروداسنٹرل جیل، ۵ر فروری سنہ ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شرحِ غم ہے آشیانۂ رُوح — گریہ و نالہ آب و دانۂ رُوح

عشق نے جب بیک اشارۂ حسن — کر دیا جسم کو خزانۂ رُوح

مے عرفاں سے ہو گیا لبریز! — (قطعہ) خود بخود ساغرِ شبانۂ رُوح

خوبِ دُنیائے آرزو میں اڑا — ناوکِ درد سے نشانۂ رُوح

تجھ کو بے باک دیکھنے کے لیے — غازۂ مستی ہوا بہانۂ رُوح

ہر طرف ہیں عیاں نقوشِ جمال — دیدنی ہے نگارخانۂ رُوح

نغمۂ قلب ہے ستائشِ عشق — صفتِ حسن ہے ترانۂ رُوح

جسمِ حسرت ہے یا کہ جانِ گداز

ذکرِ حسرت ہے یا فسانۂ رُوح

مخزن لاہور ۲۰ مئی سنہ ۲۲ء — ۲۲ مارچ سنہ ۲۳ء یرودا سنٹرل جیل

کرمِ ساقیِ مے خانہ مُبارک باشد — گرمیِ مجلسِ رندانہ مُبارک باشد

عید ہے آج کا دن بادہ پرستوں کے لیے — عشرتِ گردشِ پیمانہ مُبارک باشد

جس کے دیدار کی مدت سے تمنا تھی سو آج — ہے وہی رونقِ کاشانہ مبارک باشد

دل فروشانِ تماشا کو بصد عیش و نشاط — دولتِ جلوۂ جانانہ مبارک باشد

تو کہ سردارِ حسیناں ہے حسینوں میں تجھے — تزک و شوکتِ شاہانہ مُبارک باشد

میں کہ سرخیلِ گدایانِ محبت ہوں مجھے — شانِ شایانِ فقیرانہ مُبارک باشد

جانِ حسرت کے لیے مایۂ نازش ہے یہی

اضطرابِ دلِ دیوانہ مُبارک باشد

قومیت کانپور ۲۶ نومبر سنہ ۲۲ء — ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۲ء یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اُن کو رُسوا مجھے خراب نہ کر — اے دل اتنا بھی اضطراب نہ کر
آمدِ یار کی اُمید نہ چھوڑ — دیکھ اے آنکھ میلِ خواب نہ کر
مل ہی رہتی ہے مے پرست کو مے — فکرِ نایابیٔ شراب نہ کر
ناصحا ہم کریں گے شرحِ جنوں — دلِ دیوانہ سے خطاب نہ کر
شوق یاروں کا بے شمار نہیں — ستم اے دوست بے حساب نہ کر
دل کو مستِ خیالِ یار بنا — لب کو آلودۂ شراب نہ کر
رکھ بہر حال، شغلِ مے حسرت
اس میں پروائے شیخ و شاب نہ کر

زمانہ کلکتہ — بہ دورۂ اسپتال جیل — ۵ جنوری سنہ ۲۳ء

ہو گئی کثرتِ نظر — پردۂ حُسن بے خبر
تجھ کو دمِ وداعِ جاں — دیکھ لیا بہ چشمِ تر
عاشقِ نامراد کی! — آہ میں بھی نہیں اثر
بھرتے ہیں دم سب آپ کا — جن و بشر شجر حجر
عشق تلاشِ حسن میں — خاک بسر ہے در بدر
بزمِ سرورِ یار میں — غم کا بھلا کہاں گذر
کش مکشِ فراق سے — ہے لبِ جاں پہ الحذر
وصل کے بعد روح میں — کچھ بھی رہا نہ شور و شر
نورِ جمالِ یار پر — جم نہ سکی کوئی نظر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیکھے جو اُن کو بے حجاب   کب ہے یہ طاقتِ بصر
جی کا نہ ہو کہیں زیاں   راہِ جنوں ہے پُر خطر
کہنے گئے تھے اُن سے حال   کچھ بھی نہ کہہ سکے مگر
عشق سے درد کے سوا   دل کو نہ کچھ ملا ثمر
کثرتِ اشکِ شوق سے   دامنِ جاں ہے پُر گہر
بے ہنری ہے عشق میں
حسرتِ زار کا ہنر

زمانہ کانپور ۱۶ مارچ ۲۳ء

یروڈا سنٹرل جیل پونا

میرے عشقِ مجاز کا ہے شعار   فی المثل "دل بیار و دست بکار"
چشمِ رنگینِ یار کو ہے پسند   سرخیٔ اشکِ عاشقاں کی بہار
صاف اقرار ہے محبت کا   آپ کا التفات سے انکار
عرصۂ عاشقی میں ہیں مجبور   نہ قیام آئے گا نہ ہم سے فرار
آپ سا اور ہم کو یار کہاں   آپ کو ہم سے جاں نثار ہزار
یادگار اپنی کچھ نہ چھوڑ چلے   تم مرے پاس غیرِ جانِ فگار
کیوں بلائیں وہ اب ہمیں کہ نہیں   تابِ گفتار و طاقتِ رفتار
شوقِ بے تاب ہے شہادت کا   وہ جو آئے ہیں کھینچ کر تلوار
دَور میں حسنِ یار کے حسرت!
کون ہے رہ سکے گا جو ہشیار

الامان دہلی
۱۷ر اگست ۱۹۲۳ء

یروڈا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

در حجرۂ حُسن کا نہ کر باز | مشتاقِ جمال ہیں منظر باز

محفل میں وہ جلوہ گر ہے بیباک | بیتاب ہیں عاشقانِ سرباز

آنکھوں ہی میں کٹ گئی شبِ ہجر | رونے سے نہ آئی چشمِ تر باز

کہتے ہیں درِ قبول اکثر | ہوتا ہے بہ توبتِ سحر باز

اک نعرۂ حق سے تو بھی حسرت
کرنا ہو تو کر درِ اثر باز

ترجیحی نظر لکھنؤ
اپریل ۱۹۲۳ء

۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء
یروودا سنٹرل جیل

یوں ہم سے چھٹے وہ یار افسوس | افسوس ہزار بار افسوس

بیگانہ ہے اک ہمیں سے ناحق | وہ یارِ وفا شعار افسوس

بے بادہ و نغمہ یوں گذر جائے | ہنگامۂ نوبہار افسوس

گستاخ نگاہیاں ہوس کی | کیوں آئیں شتابکار افسوس

اب خواب میں بھی خیال اُن کا | آتا ہے نقاب دار افسوس

ہم سے نہ ہوا کبھی مخاطب | وہ یارِ کرشمہ کار افسوس

دل کس نے لیا یہ دیکھو حسرت
کیوں کرتے ہو بار بار افسوس

عصرِ جدید کلکتہ
در جنوری ۱۹۲۲ء

سابرمتی سنٹرل جیل

ہر درد و ہر مرض کی دوا ہے تمہارے پاس | آتے ہیں سب ہمیں کہ شفا ہے تمہارے پاس

لایا ہے جذبِ دل جو انھیں کھینچ کر یہاں ! | وہ پوچھتے ہیں کیا یہ بلا ہے تمہارے پاس

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھیلائی ہے اسی نے مرے دردِ دل کی بات — غمّاز اک جو بادِ صبا ہے تمہارے پاس
کس کس خوشی سے ہوتے ہیں لوگوں کے دل اسیر — کیا چیز دامِ زلفِ دوتا ہے تمہارے پاس
سمجھاؤ لاکھ، دل کو پر آتا نہیں قرار — اس کا بھی کچھ علاج بھلا ہے تمہارے پاس
سب حل ہوں مشکلیں جو ملے دولتِ یقیں — لوحِ طلسمِ بیم و رجا ہے تمہارے پاس
کیونکر پہنچ سکے گی مرے حال کی خبر — کتنا ہجومِ ناز و ادا ہے تمہارے پاس
اقرار ہے کہ دل سے تمہیں چاہتے ہیں ہم! — کچھ اس گناہ کی بھی سزا ہے تمہارے پاس
مارو کہ اب جلاؤ ہمیں تم، بے اختیار — سر رشتۂ فنا و بقا ہے تمہارے پاس
اب کوئی کیا کرے دلِ گم گشتہ کی تلاش — سب کہتے ہیں یہی کہ پتا ہے تمہارے پاس

حسرت کرو نہ دل میں زیارت حضورؐ کی!!
آئینۂ رسولؐ نما ہے تمہارے پاس

مختار منزل بدایوں
دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء
یروڈا جیل پونا

نارسائی میں بھی رہے اے کاش — دل کو حاصل سرورِ سعیِ تلاش
مقصدِ عشق، جانِ عشق ہے درد — درد لذّت فروش و راحت پاش

کیوں نہ آئے جو تو ہو بادہ فروش
نقدِ جاں لے کے حسرتِ قلّاش

۱۸ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء
یروڈا جیل پونا

سرخیِ حسن ہے ملبوسِ نگارِ عارض — یا عیاں نور کے پردے میں ہے نارِ عارض
دیکھنا صبحِ شبِ وصل بہارِ عارض — لیلِ گیسو سے نمایاں ہے نہارِ عارض
خوابِ راحت سے اٹھے وہ تو پئے زینتِ حسن — رونقِ صبح ہوئی آئینہ دارِ عارض

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خواہشِ اہلِ نظر فتنۂ آں چشمِ سیاہ شوقِ اربابِ صفا عاشقِ زارِ عارض
اس شہِ حُسن کے ماتحت ہو دُنیا کے جمال! خلخِ لب ختنِ جبہہ، تتارِ عارض
زلفِ جاناں کو بنا چاہیئے اک روز شکار دل ہوا نذرِ جبیں رُوح نثارِ عارض
گریۂ اہلِ تمنا کے اثر سے حسرت
مُلکِ خوبی میں ہے سر سبز جوارِ عارض

سابرمتی سنٹرل جیل
۱۲ نومبر ۲۲ء

البرید کانپور ۲۶ اپریل ۲۳ء

مونسِ بے کساں درُودِ شریف راحتِ عاشقاں درُودِ شریف
طالبانِ وصال کو ہر دم چاہیئے بر زباں درُودِ شریف
اسمِ اعظم ہے قیدیوں کے لیے قید میں بے گماں درُودِ شریف
✓ وہ بھی یارب ہو دن کہیں کہ پڑھیں ہو کے ہم کامراں درُودِ شریف
یہ بھی اک فیضِ عشق ہے ورنہ ہم کہاں اور کہاں درُودِ شریف
شوقِ نامِ حضورؐ کا حسرت
بن گیا ترجمان درُودِ شریف

۲۰ اگست ۱۹۲۲ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

اودھ اخبار لکھنؤ
۲۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء

تجھ یاد بھی ہے وہ عہدِ سابق اے دشمنِ دوستانِ صادق
کیا بات ہے میرے حُسنِ ظن کی ہے جور ترا کرم سے فائق
اُس رُوئے جمیل میں ہیں یکجا انوارِ مغارب و مشارق
محروم نہ ہو تو اور کیا ہو اس دشمنِ عاشقاں کا عاشق
حسرت کو دیارِ عاشقی کی زنہار نہیں ہوا موافق

سابرمتی سنٹرل جیل
۱۲ مئی ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

امامِ برحق اہلِ رضا سلام علیک — شہیدِ معرکۂ کربلا سلام علیک
گلِ مزادِ ولایت حسینؑ ابنِ علیؓ — تتمۂ شرفِ[1] مصطفےٰ سلام علیک
ثبوت یہ ہے کہ نورِ شہادتِ کبریٰ — تری جبیں سے نمایاں ہوا سلام علیک
عبث ہے اور کہیں راہِ صبرِ حق کی تلاش — تری مثال ہے جب رہنما سلام علیک
ترے طفیل میں حسرت بھی ہو شہیدِ وفا!
یہی دعا ہے یہی مدعا سلام علیک

محرم لکھنؤ ۳ ستمبر ۱۹۲۳ء — سابرمتی سنٹرل جیل

کرو کچھ تو ارشاد یا غوث الاعظمؒ — سنو میری فریاد یا غوث الاعظمؒ
رہِ عاشقی میں کہیں میری محنت — نہ ہو جائے برباد یا غوث الاعظمؒ
گرفتاریٔ حُسنِ ظاہر سے دل کو — کرو جلد آزاد یا غوث الاعظمؒ
مبارک ہمیں دردِ دل ہو، کہ اُس پر — تمہارا بھی ہے صاد یا غوث الاعظمؒ
اسے تم سوا کون اٹھائے گا، مجھ پر — پڑی ہے جو اُفتاد یا غوث الاعظمؒ
زیارت ہزاروں کو ہوتی ہے اک دن — اسے بھی کرو یاد یا غوث الاعظمؒ
کہاں تک رہے دل میں حسرت کے آخر
تمنائے بغداد یا غوث الاعظمؒ

نظام المشائخ دہلی، دسمبر ۱۹۲۳ء — ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء، یروڈا سنٹرل جیل

---

[1] چونکہ شہادتِ کبریٰ سے عوام کی نظر میں توہینِ رسالت کا اندیشہ تھا اس لیے حضورؐ کو یہ نعمت بذریعہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام حاصل ہوئی۔ پس آپؑ تتمۂ شرفِ مصطفےٰؐ ٹھہرے [2] اشارہ ہے جانب آیۂ کریمہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبرؓ جس سے مدتِ تشدد میرِ حالؒ کی تردید نکلتی ہے۔ "حسرت"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فیضِ محبت سے ہے بقیدِ محن — میرے لیے ایک بلائے حسن
شامِ غریباں کے برابر کہاں — مذہبِ عشاق میں صبحِ وطن
آہ وہ غارت گرِ صبر و شکیب — سلسلۂ زلف شکن در شکن
فتنۂ جاں وہ سخنِ دلپذیر — دشمنِ دیں وہ نگہِ سحر فن
جلوۂ جاناں سے ہے دارالسرور — خانۂ جاں اب نہیں بیت الحزن
مہر و مروت سے تمہیں واسطا — یہ بھی حریفوں کا ہے اک حسنِ ظن

جب سے کہا عشق نے حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

معارف اعظم گڑھ، اگست ۱۹۲۳ء
سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد، ۱۰ اگست ۱۹۲۲ء

لطف کی اُن سے التجا نہ کریں — ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں
دل رہے گا جو اُن سے ملتا ہے — لب کو شرمندۂ دعا نہ کریں
صبر مشکل ہے آرزو بیکار — کیا کریں عاشقی میں کیا نہ کریں
مسلکِ عشق میں ہے شکر حرام — دل کو تدبیر آشنا نہ کریں
بھول ہی جائیں ہم کو، یہ تو نہ ہو — لوگ میرے لیے دعا نہ کریں
مرضیٔ یار کے خلاف نہ ہو — کون کہتا ہے وہ جفا نہ کریں

شوق اُن کا سو مٹ چکا حسرت
کیا کریں ہم اگر وفا نہ کریں

سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد، ۲۸ اپریل ۱۹۲۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بدل گردشِ ایام ملے گا کہ نہیں — گوشۂ یاس میں آرام ملے گا کہ نہیں
بے وفا چھوڑ چلا ہم کو کہیں گے کہ نہ وہ — جاں نثاری کا کچھ انعام ملے گا کہ نہیں
کام کیا شوق کی تاثیر نہ آئے گی کبھی! — تحفل کے بھی وہ بتِ خودکام ملے گا کہ نہیں
کرمِ پیرِ مغاں عام ہے، رندو نہ ڈرو — کہ ہمیں بادۂ گلفام ملے گا کہ نہیں
جلوۂ دوست کی نسبت یہی ہر دم ہے خیال! — کہ وہ اب پھر بھی سرِ بام ملے گا کہ نہیں
صبر کا آرزوِ نامتناہی کی جگہ — دفترِ دل میں کہیں نام ملے گا کہ نہیں

کل تو رندوں میں ملا تھا مگر اب پھر بھی کہیں
دیکھیے حسرتِ گمنام ملے گا کہ نہیں

سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد
۱۰؍ اگست سنہ ۱۹۲۲ء

الناظر لکھنؤ
جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

کچھ میرے حالِ زار کی ان کو خبر نہیں — کیا ہو جو میں ہی جا کے سنا دوں مگر نہیں
اک آفتابِ حسنِ درخشاں ہے وہ جمال — دیکھے اُسے بغور یہ تابِ نظر نہیں
پہلو میں دل کو پوچھ رہی ہے نگاہِ یار — کیا جانے اب کوئی وہ کدھر ہے کدھر نہیں
کب تھے وہ میرے حال سے اس درجہ بے خبر — کیوں کر کہوں میں نالۂ دل میں اثر نہیں
ہم بےکسوں کو قتل جو کرتا ہے بے گناہ — کچھ اے عزیز تجھ کو خدا کا بھی ڈر نہیں
پرسش ہے میرے حال کی یارب جب سوزِ حشر — اتنا بھی اب یہ قصۂ غم مختصر نہیں

ہو یار تک رسائیِ حسرت تو کیوں محال
اس محفلِ سرور میں غم کا گذر نہیں

یروڈا سنٹرل جیل
۱۵؍ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

ہمایوں، لاہور
اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کب وہ بلاتے ہیں دوبارا ہمیں — جب نہ رہا دید کا یارا ہمیں
ہوش میں کیا آئیں، نہیں چھوڑتا — جلوۂ جاناں کا نظارا ہمیں
کچھ بھی نہیں ہو اگر ان کے بقول — پھیر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں
ان کی حیا کہتی ہے "معلوم ہے — حال ترے شوق کا سارا ہمیں"
حکمِ فنا کی انہیں حاجت نہ تھی — آنکھ سے کافی تھا اشارا ہمیں
کون ہے کیا ہے وہ بتِ بے وفا — کوئی بتاؤ یہ خدارا ہمیں
اس دلِ نازک پہ نہ ہو گر اثر — ہے غمِ فرقت بھی گوارا ہمیں
کاش وہی پھر بھی جلا لے کہیں — جس نگہِ لطف نے مارا ہمیں

وہ بھی نہ حسرت کہیں دے دیں جواب
ایک انہیں کا ہے سہارا ہمیں!

"معارف" اعظم گڑھ، جنوری سنہ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل، ۷ رجون سنہ ۱۹۲۲ء

یہ کس بزم کے ہم نکالے ہوئے ہیں! — کہ محرومیوں کے حوالے ہوئے ہیں
وہ اب آئیں محفل میں، سب اہلِ محفل! — خبردار ہیں دل سنبھالے ہوئے ہیں
فریبِ وفا آپ دیتے ہیں کس کو — یہ جلوے مرے دیکھے بھالے ہوئے ہیں
وہ بے پردہ سوتے ہیں، ظاہر ہیں لیکن — دوپٹہ یوں ہی منہ پہ ڈالے ہوئے ہیں
محبت کی خوشبو سے بدمست یکسر — تری شال تیرے دوشالے ہوئے ہیں
یہ کیا جانے زاہد کہ اے آبِ رحمت — مرے جام تیرے کھنگالے ہوئے ہیں

ضیا بارئ عشقِ جاناں سے حسرت!
اندھیرے دلوں کے اجالے ہوئے ہیں

"نگار" بھوپال، جولائی سنہ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل، ۱۷ رجون سنہ ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اک طرفہ ماجرا ہے در کوئے مے فروشاں! | سرگرم بادہ نوشی انبوہ خرقہ پوشاں
بے پردہ جلوہ گر ہے محفل میں وہ خود آرا | چمکی ہے آج کیا ہی تقدیر دل فروشاں
ہم عاشقِ بتاں ہیں با وصفِ حق پرستی | صورت پسند ایناں معنی شناس ایشاں
پردے میں شرم کے ہے رو پوش جورِ خوباں | یہ بھی ہے اک فریبِ نازِ بہانہ کوشاں
مصروفِ یادِ حق ہیں رندانِ لاابالی! | گویا ہے بزمِ ساقی اک محفلِ خموشاں
کام آئے گی نہ کچھ بھی کیا اپنی جاں فشانی | اے شاہِ ماہ رویاں اے جانِ زر فروشاں

ہم بھی بگڑ کے رہتے ـــ اس بے خبر سے حسرت
انکارِ مے جو ہوتا، آئینِ دورِ نوشاں

"الامان" دہلی
۲۳ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

یرودا سنٹرل جیل
۱۲ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

ہم دیر سے نظارۂ خوباں میں لگے ہیں | یہ بھول غضب گلبنِ ایماں میں لگے ہیں
مصروفِ غمِ عشق نہیں دل کے ارادے | قیدی ہیں کہ سب کام پہ زنداں میں لگے ہیں
ٹکڑے ہیں یہ کس کے دلِ محروم کے ظالم! | اب تک جو ترے تیر کے پیکاں میں لگے ہیں
مجھ سے وہ کھلیں کیا کہ نظر اٹھ نہیں سکتی | محجوب ہیں پیمائشِ داماں میں لگے ہیں
لگتی ہی نہیں روضۂ رضواں میں طبیعت | اُن کی جو سرِ کوچۂ جاناں میں لگے ہیں

باقی نہیں اک تار بھی دامن میں جو حسرت
اب اہلِ جنوں فکرِ گریباں میں لگے ہیں

اودھ اخبار
۲۳ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

یرودا سنٹرل جیل
۱۲ اگست ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نہ سہی گر انہیں خیال نہیں — کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں
یاد انہیں وعدۂ وصال نہیں — کب کیا تھا یہی خیال نہیں
ایسے بگڑے وہ سن کے شوق کی بات — آج تک ہم سے بول چال نہیں
مجھ کو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے — خاطرِ یار بے ملال نہیں
عفوِ حق کا ہے میکشوں پہ نزول — ریزشِ ابرِ برشگال نہیں
ہم پہ کیوں عرضِ حالِ دل پہ عتاب — ہیچ کو کہیں زوال نہیں
سن کے مجھ سے وہ خواہشِ پابوس — ہنس کے کہنے لگے مجال نہیں
دل کو ہے یاد شوق کا وہ ہنر — جس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں

آپ نادم نہ ہوں کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہیں

لکھنؤ
ستمبر ۱۹۲۳ء

یروڈا سنٹرل جیل
۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء

اُس بُت کے پجاری ہیں مسلمان ہزاروں — بگڑے ہیں اسی کفر میں ایمان ہزاروں
دنیا ہے کہ انہیں رخ و گیسو پہ مٹی ہے — حیران ہزاروں ہیں پریشان ہزاروں
تنہائی میں بھی تیرے تصور کی بدولت — دل بستگیِ غم کے ہیں سامان ہزاروں
اے شوق تری پستیِ ہمت کا برا ہو — مشکل ہوئے جو کام تھے آسان ہزاروں
آنکھوں نے تجھے دیکھ لیا اب انہیں کیا غم — حالانکہ ابھی دل کو ہیں ارمان ہزاروں
چھانے ہیں ترے عشق میں آشفتہ سری نے — دنیائے مصیبت کے بیابان ہزاروں
اک بار تھا سر گردنِ حسرت پہ رہیں گے — قاتل تری شمشیر کے احسان ہزاروں

تبلیغ آگرہ
اگست ۱۹۲۳ء

یروڈا سنٹرل جیل
۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نامرادوں کو شاد کام کرو — کرم اپنا کبھی تو عام کرو
کارِ عاشق ہے ناتمام سو تم — قتل کرکے اُسے تمام کرو
سب کی خاطر کا ہے خیال تمہیں — کچھ ہمارا بھی انتظام کرو
عاشقو ہجر سے نہ ہو بےزار — غمِ جاناں کا احترام کرو
رات رو رو کے جس طرح کاٹی (ق) — اُسی صورت سے دن کو شام کرو
گفتگو ہیچ ہے، اگر چاہو — کامِ جاں کا حصول، کام کرو
موت سے پہلے ہی زراہِ وفا (ق) — مر مٹو عاشقی میں نام کرو
کھل سکے جب تلک نہ راہِ مراد — منزلِ صبر میں قیام کرو

پوچھتے ہیں وہ جاں نثاروں کو
تم بھی حسرت اُٹھو سلام کرو

* زمانہ کانپور

سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد
۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء

لاکھ اُس شوخِ جفاکار سے پرہیز کرو — شوق پھر بھی یہی کہتا ہے سب انگیز کرو
صبر کی ہو دلِ بیتاب سے اُمید کسے — خود ہی جب تشنگیِ شوق کو تم تیز کرو
مے کشو یوں ہی گزر جائے نہ تاریکیِ ابر — جام کو بادۂ پُرنور سے لبریز کرو
عاشقو دور نہیں منزلِ مقصودِ وصال — بادپائے طلبِ یار کو مہمیز کرو
فرق لائے نہ جگر سوزیِ صہبا میں گلاب — مغبچو تم کو قسم ہے جو کچھ آمیز کرو
ہم سے روٹھو بھی تو لازم ہے کہ اک ناز کے ساتھ — پھر بھی ہم پہ کرو تم، تو دل آویز کرو
اثر اُس خاطرِ بےغم پہ نہ ہوگا حسرت — نالۂ شبگیر کو تم آہِ سحرخیز کرو

خلافت بمبئی

۲۰ اگست ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بے باک ہو بناءِ جفا ہے تمہارے ساتھ — ہر وقت عاشقوں کی دعا ہے تمہارے ساتھ
بے چارگی کے زور ہیں دورِ فراق میں — درد اپنے پاس ہے تو دوا ہے تمہارے ساتھ
عشاقِ پاکباز کے حلقے ہیں ، یا کوئی — انبوہِ اہلِ صدق و صفا ہے تمہارے ساتھ
تم سے ملا جو کوئی وہ اپنا نہ رہ گیا — دل بھی جُدا جگر بھی جُدا ہے تمہارے ساتھ
دل گیر کیوں ہو غلبۂ اعدا سے دوستو — کیا ڈر تمہیں کہ فضلِ خدا ہے تمہارے ساتھ
رنگینیاں ہیں جلوۂ زیبائے حُسن کی — یا اک طلسمِ ہوش رُبا ہے تمہارے ساتھ

حسرت نہیں جو خوف تمہیں کچھ بھی موت کا
یہ عشق ہے کہ آبِ بقا ہے تمہارے ساتھ

تمسن دہلی
دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء

۱۵ و ۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۲۳
یرودا سنٹرل جیل

ہجر میں یادِ یار آتی ہے — راحتِ غم شکار آتی ہے
بالشِ آرزو سے آج تلک — شوق کو بوئے یار آتی ہے
کوئے جاناں سے روحِ اہلِ غرور — بن کے طاعت گزار آتی ہے
چمنِ جاں میں پھر بعہدِ فرنگ — عاشقی کی بہار آتی ہے

اُن کی محفل سے آرزوئے حسرت
ہو کے یکسر فگار آتی ہے

۴ مئی سنہ ۱۹۲۲ء
سابرمتی سنٹرل جیل ۔ احمد آباد

کیا کام انہیں پرسشِ اربابِ وفا سے — مرتا ہے تو مر جائے کوئی ان کی بلا سے
مجھ سے بھی خفا ہو مری آہوں سے بھی برہم — تم بھی ہو عجب چیز کہ لڑتے ہو ہوا سے
دامن کو بچاتا ہے وہ کافر کہ مبادا — چھو جائے نہ تہمتِ پاکیِ خونِ شہدا سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانہ کیا ساقیٔ محفل نے سبھی کو — کوئی نہ بچا اس نظرِ ہوش رُبا سے
اک یہ بھی حقیقت میں ہے شانِ کرم ان کی — ظاہر میں وہ بنتے ہیں جو ہر وقت خفا سے
آگاہِ غمِ عشق نہیں وہ شہِ خوباں — اور یہ بھی جو ہو جائے فقیروں کی دُعا سے
قائل ہوئے رندانِ خرابات کے حسرت
جب کچھ نہ ملا ہم کو گروہِ عُرفا سے

شکار بھوپال، جولائی ۱۹۲۲ء

۱۱ جون ۱۹۲۲ء، سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد

جنوں نے دل سے وہ حِس بھی مٹادی — کرے جو امتیازِ رنج و شادی
نیا جب اس نے کوئی شر اُٹھایا — مری ایذا پسندی نے دُعا دی
شبِ معراجِ مردانِ خدا ہے — بقولِ شیخ، روزِ نامُرادی
مجازی عشق بھی اک شے ہے لیکن — ہم اس نعمت کے منکر ہیں شہ عادی
کہی تھی جاں نثاری کی جو حسرت — وہ بارے کر کے بھی ہم نے دکھادی

معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۲۳ء

۲۶ جون ۱۹۲۳ء، یرودا سنٹرل جیل پونہ

چلی سابرمتی میں آج کیا ہی — نسیمِ رحمت و فضلِ الٰہی
جمالِ التفاتِ شاہِ جیلاںؒ — ہوا پیدا بشانِ کجکلاہی
بیک دم دے دیا دینا تھا جو کچھ — دکھادی شانِ حُسنِ کم نگاہی
شہِ عبدالصمدؒ کا واسطہ تھا! — نہ کیونکر سرِّ حق کھلتا کماہی
دلِ حسرت ہوا معمورِ انوار
شہِ رزّاقؒ دیتے ہیں گواہی

۱؎ حضرت شاہ عبدالصمد صاحب خدا نما احمد آبادی ۲؎ حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہوتی ہے روز بارشِ عرفاں مرے لیے — گویا بہشتِ عشق ہے زنداں مرے لئے
ناکامیِ طلب میں کہ ہے جانِ عاشقی — گنجینۂ مراد ہے پنہاں مرے لئے
علم و رضائے یار سے جور و جفائے یار — مشکل ہے سب کے واسطے آساں مرے لئے
رہتی ہے روز اک ستمِ تازہ کی تلاش — بے چین ہے وہ فتنۂ دوراں مرے لئے
میرا یہ حسنِ ظن کہ تغافل ہے اک التفات — دل کی یہ ضد کہ درد ہے درماں مرے لئے
فرمانِ قتل ہو جو نہیں اذنِ پائے بوس — آخر ہو کچھ تو اے شہِ خوباں مرے لئے
نزدیک ہے کہ شوق سے وعدۂ وصال — لبہائے نازِ یار ہیں لرزاں مرے لئے
عشقِ بتاں و ذوقِ سماع و ہوائے مے — زاہد کے حق میں کفر ہے ایماں مرے لئے

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ!
کافی ہیں غوثِ اعظم جیلانیؒ مرے لئے

معارف اعظم گڑھ اگست سنہ ۱۹۲۲ء — ۱۰ اگست سنہ ۱۹۲۲ سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد

ہیں وہ باوصفِ شانِ خودکامی — جانِ محبوبی و دل آرامی
کامیابِ کمالِ عشق ہے دل — باوجودِ حصولِ ناکامی
عاشقی میں ہے زیبِ فرقِ جنوں — طرۂ افتخارِ بدنامی
ہم نے بیباک ان کو روک لیا — پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی
بن گیا ہے فراقِ یار میں شوق — خلشِ انتظار کا حامی
پڑ کے اک بار چھوٹتی ہے کہاں — عادتِ مستی و مے آشامی

حسرت اردو میں ہے غزل تیری!
پرتوِ نقشِ سعدی و جامی

معارف اعظم گڑھ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ — یرودا سنٹرل جیل

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مرا ایماں عجب کیا ہے جو ایمانِ تصوف ہے
تصوف جانِ مذہب، عاشقی جانِ تصوف ہے

گنہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل
ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شانِ تصوف ہے

ادب اک دوسرا ہے نام عشقِ روح پرور کا
جو رامِ عشق ہے جو زیرِ فرمانِ تصوف ہے

تعلقِ حسن و حق میں بھی ہے العشق ہو اللہ کا[1]
یہی تو اصلِ دین و رمزِ پنہانِ تصوف ہے

گذر کر راہِ بیچا بیچ قدر و جبر سے حسرت
یقیں اپنا مقیم شہرِ عرفانِ تصوف ہے

معارف اعظم گڑھ
جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

یرودا سنٹرل جیل پونا

اگر شوق کی رہنمائی نہ ہوگی
تو اُن تک ہوئی ہے رسائی نہ ہوگی

شبِ ہجر کیوں کر کٹے گی جو یارب
تصور کی راحت فزائی نہ ہوگی

بغیر ان کے دم بھر نہیں چین دل کو
کبھی اُن سے گویا جدائی نہ ہوگی

پڑے گی نظر تیری کا ہے کو ہم پر
اگر بر سرِ دل زبانی نہ ہوگی

فردوس کے لیے مایۂ فخر ہوگا
دیارِ جنوں کی گدائی نہ ہوگی

رہے عشق سے روح مانوس ہو کر
اب اس دامِ غم سے رہائی نہ ہوگی

ترا وہم ہوگا، سرِ بزم ہم نے
کبھی آنکھ تجھ سے لڑائی نہ ہوگی

وہ بگڑے ہیں تو من بھی جائیں گے آخر
لڑائی ہوئی ہے صفائی نہ ہوگی

ستم کر کے ناحق وہ نادم ہیں حسرت
کہ ہم سے کبھی بے وفائی نہ ہوگی

ہمایوں لاہور
۱۷ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

یرودا سنٹرل جیل پونا
۱۲ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء

[1] یعنی ھو العشق ھو اللہ کی طرح الحسن ہو الحق بھی رمزِ تصوف میں سے ہے۔ (حسرت)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہے عشق میں حال کی خرابی — عاشق کو نویدِ کامیابی
صبحِ شبِ وصل، بجام ہم کو — اے مائلِ نازو نیم خوابی
حیرانِ جمالِ یار ہے عقل — سرمستِ شراب ہے شرابی
آئینۂ دل میں شکل تیری — ہے طرفہ جواب لاجوابی
رنگینِ سرورِ شوق ہے دل — ظرفِ مےِ ناب ہے گلابی
پنہاں ہے عیانیوں میں اپنی — وہ زیرِ حجاب بے حجابی
حسرت بہ رباعیاتِ موزوں
خیام[1] سے کم نہیں سحابی[2]

ادیب اردو لکھنؤ
مئی ۱۹۲۳ء

۱۳ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

ترے درد سے جس کو نسبت نہیں ہے — وہ راحت مصیبت ہے، راحت نہیں ہے
جنونِ محبت کا دیوانہ ہوں میں! — مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے
ترے غم کی دنیا میں اے جانِ عالم — کوئی روح محرومِ راحت نہیں ہے
مجھے گرمِ نظارہ دیکھا تو ہنس کر — وہ بولے کہ اس کی اجازت نہیں ہے
جھکی ہے ترے بارِ عرفاں سے گردن — ہمیں سر اٹھانے کی فرصت نہیں ہے
یہ ہے اُن کے اک روئے رنگیں کا پرتو — بہارِ طلسمِ لطافت نہیں ہے
ترے سرفروشوں میں ہے کون ایسا — جسے دل سے شوقِ شہادت نہیں ہے
تغافل کا شکوہ کروں اُن سے کیونکر — وہ کہہ دیں گے تو بے مروت[3] نہیں ہے

۱؎ خیام، عمر خیام ۲؎ سحابی، سحابی نجفی ۳؎ ذکر ہمارے تغافل کی شکایت کرتا ہے، حسرت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ کہتے ہیں شوخی سے ہم دلربا ہیں — ہمیں دل نوازی کی عادت نہیں ہے
شہیدانِ غم میں سُبک رُوح کیا کیا! — کہ اس دل پہ بارِ ندامت نہیں ہے
نمونہ ہے تکمیلِ حُسنِ سخن کا!!
گہر باریٔ طبعِ حسرت نہیں ہے

معارف اعظم گڑھ

۱۸ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

آسانِ حقیقی ہے نہ کچھ سہلِ مجازی — معلوم ہوئی راہِ محبت کی درازی
کچھ لطف و نظر لازم و ملزوم نہیں ہیں — اک یہ بھی تمنا کی ہے ہوش شعبدہ بازی
دل خوب سمجھتا ہے ترے حرفِ کرم کو — ہر چند وہ اردو ہے نہ ترکی ہے نہ تازی
قائم ہے نہ وہ حُسنِ رُخِ یار کا عالم — باقی ہے نہ وہ شوق کی ہنگامہ نوازی
اے عشق تری فتح بہرحال ہے ثابت — مر کر بھی شہیدانِ محبت ہوئے غازی
کر جلد ہمیں ختم کہیں اے غمِ جاناں! — کام آئے گی کس روز تری سینہ گدازی
معلوم ہے دنیا کو یہ حسرت کی حقیقت
خلوت میں وہ مے خوار ہے جلوت میں نمازی

نگار بھوپال
اپریل ۱۹۲۳ء

۱۸ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

روشن جمالِ یار سے دُنیائے عشق ہے — گویا شرابِ حُسن بہ مینائے عشق ہے
اب تک تلاشِ منزلِ مقصد میں دل مرا — آوارۂ مراحلِ صحرائے عشق ہے
اب ہے ترکِ حُسن ادھر بھی کہیں جلد کر گزار — غارت گرِ انتظار میں کالائے عشق ہے
کہتی ہے عقل دین بھی دنیا بھی کر طلب — ان سب سے منہ کو موڑ یہ ایمائے عشق ہے
کیا کیا فراقِ حسن میں ہے نغمہ ریزِ غم — جانِ حزیں کہ بلبلِ گویائے عشق ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیا کام اُسے طریقۂ اربابِ زُہد سے — جو پیروِ شریعتِ غرّائے عشق ہے

حسرت کا ہو بلند بھلا کیوں نہ مرتبہ
خدمت گزارِ حضرتِ والائے عشق ہے

۲ مارچ ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

زمیندار لاہور
۱۷ اپریل ۱۹۲۳ء

اہلِ ہوس کو بھی سرِ سودائے عشق ہے — یہ کفر ہے یہ دعوئے بیجائے عشق ہے
جب سے سُنا ہے آپ کا آوازۂ جمال! — جس دل کو دیکھیے وہ دُنیائے عشق ہے
پہنچا ہے جذبِ دل کا کہاں سے کہاں اثر — اربابِ حُسن کو بھی تمنائے عشق ہے
اللہ ری میری دردپسندی، کہ عیشِ جاں — وابستۂ ہجومِ بلاہائے عشق ہے
سب گم ہیں شورِ حرص و ہوا کینہ و ریا — برپا جہانِ دل میں یہ غوغائے عشق ہے
عالم ہو، فیلسوف ہو، زاہد ہو، کوئی ہو — بیگانہ سب سے ہے جو شناسائے عشق ہے

حسرت، فروغِ جلوۂ یکتائے حُسن سے
ہمدوشِ نورِ چہرۂ زیبائے عشق ہے

"زمیندار" لاہور
۱۷ اپریل ۱۹۲۳ء

۲۰، ۲۱، مارچ ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

محمل نشینِ درد جو لیلائے عشق ہے — سوز و گدازِ بندہ سبب دُنیائے عشق ہے
مستی ہے اصطلاحِ محبت میں آگہی — بیگانۂ خرد ہے، جو دانائے عشق ہے
کونین سے ہے خاطرِ عشاق بے خبر — کس درجہ تیز نشۂ صہبائے عشق ہے
کیوں ایک بار ہو نہیں جاتے نثارِ حُسن — ہر دم یہی دلوں سے تقاضائے عشق ہے
ہو بندگانِ حرص و ہوا کو تلاشِ عقل — جو طالبِ کمال ہے شیدائے عشق ہے
مانا ہے نورِ حُسنِ رُخِ حق سے اس کا نور — روشن جو دل میں شمعِ تجلائے عشق ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت کو پاسِ بندیٔ ایماں سے کیا غرض
وہ کافرِ جمال ہے ترسائے عشق ہے

زمیندار لاہور
۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء

۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

تاباں جو نورِ حسن بہ سیمائے عشق ہے — کس درجہ دلپذیر تماشائے عشق ہے
ارباب ہوش جتنے ہیں بیمارِ عقل ہیں — ان کے لیے ضرور مداوائے عشق ہے
میں کیا ہوں ایک ذرّۂ صحرائے اشتیاق — دل کیا ہے ایک قطرۂ دریائے عشق ہے
شاہ و گدا کا فرق نہیں عہدِ حسن میں — اب جس کو دیکھیے اسے دعوائے عشق ہے
ظاہر ہے بے قراریٔ پیہم سے حالِ دل — بیکار ہم کو دعوائے اخفائے عشق ہے
پنہاں حجابِ ناز میں ہے صورتِ جمال — پیدا حروفِ شوق سے معنائے عشق ہے

اے اہلِ عقل کیوں ہو اُسے فکرِ نام و ننگ
حسرت خرابِ عشق ہے رسوائے عشق ہے

زمیندار لاہور
۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء

۲۰ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

ازبسکہ یادِ یار مسیحائے عشق ہے — راحت فزائے دل ہے جو ایذائے عشق ہے
نورِ بہائے حسن سے روشن ہے سر بسر — اک وہ جو دل میں نقشِ سویدائے عشق ہے
تیرا خیال منزلِ مقصودِ آرزو — تیرا جمال شاہدِ رعنائے عشق ہے
اے حسنِ بے مثال تری دید کے لیے — درکار دیدۂ دلِ بینائے عشق ہے
نکلے جو تیری یاد میں اے نوبہارِ حسن — وہ اشک ہے کہ لولوئے لالائے عشق ہے
مدت کے بعد پھر وہ ہوئے مائلِ کرم — یہ بھی تو اک طریقۂ احیائے عشق ہے
حسرت کہاں وہ شاہ کہاں تو گدائے حسن — زنہار اگر تجھے سر و سودائے عشق ہے

زمیندار لاہور
۱۴ اپریل ۱۹۲۳ء

۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بجا ہے دلِ زار کی ناصبوری — کہاں تک اٹھائے کوئی رنجِ دوری
رعایت جو اس شوخ کی تھی ضروری — خطا بن گئی خود مری بے قصوری
وہ تمہید ہی سے اڑا لیں گے مطلب — کہیں شوق نے کی نہ ہو بات پوری
محبت نے کی دل میں وہ آگ روشن — کہ ہم ہو گئے جسمِ خاکی سے نوری
بہر حال گرویدۂ حسن ہیں ہم — جمالِ بشر معنوی ہو کہ صوری
تمنا نے کی خوب نظارہ بازی — مزہ دے گئی حسن کی بے شعوری
نہ چھوٹا درِ یار حسرت نہ چھوٹے
بہت ہم نے چاہا بنیں کانپوری

نگار بھوپال — ۲۴ مارچ ۱۹۲۳ء، یرودا سنٹرل جیل پونا

غزل قلندرانہ ہندی بحر میں

ترے کوچے میں جس دن سے آ بیٹھے — غمِ دنیا کو دل سے بھلا بیٹھے
جسے قدرِ محبت ذرا بھی نہیں — ہم یہ کس سے دل اپنا لگا بیٹھے
ہمیں اب یاں سے دیکھیں اٹھاتا ہے کون — درِ جاناں پہ دھونی رما بیٹھے
تجھے پاسِ وفا جب کسی کا نہ ہو — کوئی کیا تیرے پاس آ کے کیا بیٹھے
جب اس بت نے حسرت بھلایا ہمیں
کیا کرتے ہیں یادِ خدا بیٹھے

درویش دہلی، ۱۰ جولائی ۱۹۲۳ء — ۱۱ جون ۱۹۲۳ء، یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ چپ ہو گئے مجھ سے کیا کہتے کہتے
کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے
ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے

شبِ غم کس آرام سے سو گئے ہیں
فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تم کو
مجھے ناسزا برملا کہتے کہتے

خبر ان کو اب تک نہیں مر مٹے ہم
دلِ زار کا ماجرا کہتے کہتے

عجب کیا جو ہے بدگماں سب سے واعظ
بُرا سنتے سنتے بُرا کہتے کہتے

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت
کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے

۱۷ جون ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

معارف اعظم گڑھ
جولائی ۱۹۲۳ء

آہ دلِ عشاق نوا ساز نہیں ہے
اس نغمۂ جاں سوز میں آواز نہیں ہے

زنہار اگر لطف ملے سیرِ چمن کا
ساتھ اپنے جو وہ سروِ سرافراز نہیں ہے

محجوبۂ خوبی ہوئی عشاق کی سیرت
یہ کیا ہے اگر حسن کا اعجاز نہیں ہے

عاشق ہوئے تھے اہلِ وفا کب نہیں کھلتا
گویا کہ اس انجام کا آغاز نہیں ہے

گرویدگیٔ شوق ہوئی اپنی مسلم
یوں ہے کہ اب ان کو بھی سرِ ناز نہیں ہے

منظورِ غمِ ہجر ترقی ہے طلب کی
تقدیر عبث تفرقہ پرداز نہیں ہے

محسود ہے کون آج گروہِ شہدا کا
حسرت کو وہ کہتے تھے کہ جاں باز نہیں ہے

۱۶ جولائی ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

مجاہد لاہور
جولائی ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پہلے کہیں خدا اُسے شوقِ نگار دے — پھر یہ کہ وہ ہمیں کو نشانہ قرار دے

کاہے کو گھٹنے پائیں تمنا کی شورشیں — ساغر عجب نہیں جو ہمیں بے شمار دے

کیا کیا نہ ان کی یاد سے ہوں شرمسار ہم — فرصت کبھی جو کشمکشِ روزگار دے

سب اُس کے آگے ہیچ ہیں دُنیا کی راحتیں — پروردگار دے تو غمِ عشقِ یار دے

عاشق کے رنگِ زرد پہ خونباریٔ فراق — دیکھیں کبھی وہ آ کے تو کیا کیا بہار دے

حسرت سے کہتے ہیں وہ بتا اپنی آرزو — اب کیا انہیں جواب یہ ناکردہ کار دے

پیمانہ آگرہ
دسمبر ۱۹۲۳ء

۱۰ر جولائی ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

مُرید آپ کے اہلِ صفا کے پیر ہوئے — جو تھے فقیر امیروں کے وہ امیر ہوئے

ضیائے رُوح کا ان روشنوں کا کیا کہنا — سراجِ نُورِ نبوت سے جو منیر ہوئے

جبھی نہیں ہو نہ سکا فتنۂ جفائے عدو — وہ کہہ چکے تھے کہ ہم تیرے دستگیر ہوئے

غرض انہوں نے بہر حال کی خبر گیری — کبھی معین رہے وہ کبھی نصیر ہوئے

تمام جھگڑوں بکھیڑوں سے ہو گئے آزاد — حضور آپ کے جس دن سے ہم اسیر ہوئے

ہماری دھوم بھی دُنیائے عاشقی میں ہوئی — وہ جب سے عالمِ خوبی میں بے نظیر ہوئے

غلامِ حضرتِ رزاق[1] کیا ہوئے حسرت — کہ آپ نامِ خدا عاشقوں کے میر ہوئے

ہمدم لکھنؤ
۵ر اگست ۱۹۲۳ء

۲۵ جولائی ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

---

[1] پیشوائے عشاق حضرت مُلّا عبدالرزاق قدس اللہ سرہ العزیز لکھنوی فرنگی محلی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم پر جنوں کی تہمتِ بیجا ابھی سے ہے
ہنگامۂ بہار کا غوغا ابھی سے ہے

وعدے کی شب ہجومِ تمنا ابھی سے ہے
سرگرمِ کار خاطرِ شیدا ابھی سے ہے

حالانکہ ابتدا ابھی نہیں ہے شباب کی
ان کو کمالِ حسن کا دعوےٰ ابھی سے ہے

آنے میں ان کے دیر ہے لیکن شبِ وصال
پیشِ نظر وہ چہرۂ زیبا ابھی سے ہے

اے عشق تازہ کار تری ابتدا کو ہم
جب سوچتے ہیں کہتے ہیں گویا ابھی سے ہے

ہر لحظہ دردِ ہجر کی افزونیوں میں کاہشیں
ظاہر ہجومِ غم کا نتیجا ابھی سے ہے

برسے گا ہُن بہار میں! اے پیرِ مے فروش
تیری دکانِ بادہ کا شہرا ابھی سے ہے

دیکھیں ہوس پہ دوریٔ منزل سے کیا بنے
جس کا خیال حوصلہ فرسا ابھی سے ہے

تم سے وہ عہدِ وصل کی امید کیا کرے
جو بدگمانِ وعدۂ فردا ابھی سے ہے

اہلِ نظر کا قول یہی ہے کہ بے مثال
تیرا جمال اے گلِ رعنا ابھی سے ہے

جس راہ سے وہ آنے کو ہیں آج اس طرف
شوقِ نگاہ محوِ تماشا ابھی سے ہے

حسرت کو شامِ وصل ہے پاسِ حیائے یار
گو شوقِ پائے بوس کا ایما ابھی سے ہے

نگارِ مہرباں

۵ جولائی ۱۹۲۲ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

عاشق کو ہوئی فنائے فانی
پیغامِ حیاتِ جاودانی

ہے کثرتِ شوق کا نتیجا
آنکھوں کی یہ آرزو فشانی

تھی ان کی نگاہِ بے نگاہی
اک طرفہ ادائے دلستانی

کچھ آج وہ برسرِ کرم ہیں
از راہِ کمالِ مہربانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھر گلشنِ آرزو میں گویا ! آئی ہے بہارِ کامرانی

بیٹھے ہیں وہ روٹھ کر جو مجھ سے چھایا ہے جمالِ سرگرانی

بچھڑا ایسے جدا ہوئے کہ ہم سے پھر مل نہ سکا وہ یارِ جانی

کچھ داغِ فراق کے علاوہ تم اور نہ دے چلے نشانی

ڈوبی ہوئی آرزو کی شورش اللہ رے زورِ ناتوانی

ہنگامہ نوازیاں ہوس کی تھیں لازمِ عہدِ نوجوانی

ارزو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرزِ نظیری و فغانی

معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۲۳ء

۲۶ جولائی ۱۹۲۳ء یرودا سنٹرل جیل پونا

علیؓ کے لال زہراؓ کے دلارے رسول اللہ کی آنکھوں کے تارے

نمونے شیوۂ خلقِ حسنؓ کے نمایاں ہے تری سیرت میں سارے

حسینؓ ابنِ علیؓ کی شانِ تسلیم تری جانب کو کرتی ہے اشارے

کبھی اے بادشاہِ اہلِ عرفاں نظر ہم پر بھی اک ہو جائے بارے

ہوئے ابدالِ کامل دزدِ رہزن بیک دم تیری تیغِ حق کے مارے

بچا لے میری کشتی کو بھی، آخر! ہزاروں تو نے بیڑے پار اتارے

کسی کی اور کیا پروا ہو اُن کو جنھیں کافی ہوئے تیرے سہارے

بھلا ساقی، کوئی دن فصلِ گل کے جدائی میں تری کیوں کر گزارے

کرو حسرت حضورِ میرِ بغداد
جمالِ نورِ مطلق کے نظارے

۲ ستمبر ۱۹۲۳ء یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گمرہوں کی رہنمائی کیجیے — یا علیؑ مشکل کشائی کیجیے

کچھ ہمیں بھی اے امیرِ اولیا — دیجیے، پاسِ گدائی کیجیے

خواہشِ ظاہر سے باطن کی طرف — اہلِ دل کی دل رُبائی کیجیے

کر کے ہم کو واقفِ اسرارِ عشق! — فارغِ زہدِ ریائی کیجیے

با عطائے دولتِ قربِ قبول — چارۂ دردِ جُدائی کیجیے

اور تو سُنتا ہے میری عرض کون — آپ ہی حاجت روائی کیجیے

جانِ حسرت ہے گرفتارِ مجاز
حکمِ انعامِ رہائی کیجیے

یروده، کلکته ۱۷ دسمبر ۱۹۲۲ء

۱۳ ستمبر ۱۹۲۲ء یرودا سنٹرل جیل پونا

ترکِ شانِ کج ادائی کیجیے — آئیے ہم سے صفائی کیجیے

سُرخرو کر کے ہمیں عشاق میں — شہرۂ گلگوں قبائی کیجیے

اُن سے کر کے شکوۂ جور و جفا — مرتے دم کیا بے وفائی کیجیے

چھوڑ کر سر ترے در سے جی میں ہے — آج تقدیر آزمائی کیجیے

بے نیازی چھوڑ کر عشاق کا — کچھ تو پاسِ بے نوائی کیجیے

بد مزاج اے پاسبانِ کوئے دوست — تجھ سے کیونکر آشنائی کیجیے

ہم کو حسرت ہے یقینِ قربِ دوست
آپ خوفِ نارسائی کیجیے

۱۴ ستمبر ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مطلعہائے متفرق

یاس ہوس پہ سرزنشِ ناز دیکھنا　　حُسنِ فریب کار کے انداز دیکھنا

بے یار مرا چارہ گرو کام نہ ہو گا　　کچھ بھی اثرِ طعنہ و دشنام نہ ہو گا

ہر حال میں اپنا لبِ فریاد ہے خاموش　　کیوں کر کے جفا وہ ستم ایجاد ہے خاموش

زنجیر سے بیزار ہیں شمشیر کے مشتاق!!　　سب تیرے گرفتار ہیں تعزیر کے مشتاق

طلبِ حق اگر تجھے ہے تو سُن　　عاشقی ورزو ہر چہ خواہی کُن

اک اُن کے سوا جب تھے ہم کسی کے　　الٰہی وہ دن کیا ہوئے عاشقی کے

زمیندار لاہور
۱۰ جولائی ۱۹۲۳ء

۱۸ جون ۱۹۲۳ء
یروڈا سنٹرل جیل پونا

قطعاتِ تاریخ

لائڈ جارج کی آئی شامت　　نکلا ٹھیک شعیب کا کہنا
ہجری سنہ میں لکھ دو حسرتؔ　　مردک نام کا اُترا شحنہ
۱۳۴۲ھ

۱۴ نومبر ۱۹۲۳ء
سابرمتی سنٹرل جیل احمد آباد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قطعۂ تاریخ پیدائش سید رضوان الحسن پسر سید عبدالسمیع نصرت موہانی و نعیمہ بیگم بنت حسرت موہانی

حق نے بیٹا جو نعیمہ کو دیا　　میرا فرزند وہ روحانی ہے
سالِ پیدائشِ رضوان حسرت　　"ثانیِ حسرت موہانی ہے"

[illegible] لاہور

۱۳۴۱ھ

رباعی

ملکی ہوئی جب امدادِ شخصی　　جائز نہ رہا مفادِ شخصی
قومی کے مقابلے میں حسرت　　تھا ہیچ بھی اتحادِ شخصی

۲۷ جولائی یرودا سنٹرل جیل پونا

بیباک رہیں فکرِ اسیری نہ کریں　　یوں فاقہ و فقر میں اسیری نہ کریں
ہم کیا ہیں بساط کیا ہماری حسرت　　غوث الاعظم جو دستگیری نہ کریں

۱۱ ستمبر ۱۹۲۳ء
یرودا سنٹرل جیل پونا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ ہفتم

جس میں

حسرت موہانی کی وہ کُل غزلیں درج ہیں جو بہ زمانۂ
"قیدِ فرنگ ثالث" ۲۲ ستمبر سے ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء تک
کل گیارہ روز میں لکھی گئیں

مرتبہ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل

یہ مجموعۂ غزلیات جو دیوانِ حسرت کا ساتواں حصہ ہے اسکی بعض خصوصیتیں قابلِ لحاظ ہیں مثلاً

۱: اس کی تصنیف میں ۲۰ ستمبر ۲۲ء سے ۳۰ ستمبر ۲۲ء کل گیارہ دن صرف ہوئے ہیں۔

۲: حروفِ ابجد میں سے ہر حرف کی ردیف میں کم سے کم ایک غزل اس میں ضرور موجود ہے مگر ارباب نظر ملاحظہ فرمائیں گے کہ ث، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ک، وغیرہ حروف کی ردیفوں میں جو غزلیں ہیں وہ بھی یکسر بے لطف و بے رنگ نہیں ہیں۔

۳: جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے، اُن میں سے اکثر کی جانب اس مجموعہ میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے، بزرگانِ دینِ اسلام کے علاوہ ایک موقع پر سری کرشن کا نام بھی آیا ہے، حضرت سری کرشن علیہ الرحمہ کے باب میں فقیر اپنے پیر اور پیروں کے پیر حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہٗ کے مسلکِ عاشقی کا پیرو ہے ؎

مسلکِ عشق ہے پرستشِ حُسن!

ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

۴: یہ کل غزلیں اس زمانے میں لکھی گئیں جبکہ فقیر پر حکومت کی جانب سے ایک دوسرا مقدمہ چلایا جا رہا تھا مگر اس کے سبب سے انشاء اللہ تعالیٰ کہیں پریشانیٔ خیال کے نمونے نظر نہ آئیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ فقط

فقیر حسرتؔ موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر چند ہو کے جان سے بیزار جائے گا　　　پرواں ضرور طالبِ دیدار جائے گا
اُٹھنے نہ پائے گا تری محفل میں وہ کبھی　　　ساقی یہاں سے آج جو ہشیار جائے گا
زنہار بزمِ یار سے عاشق رہے جو دُور　　　جب شوقِ دید اٹھائیگا ناچار جائے گا
صبر و قرار و ہوش و خرد، مال و جان و دیں　　　ہوگا جو کچھ حضور میں درکار جائے گا
پروا نہ ہوگی اس کے دلِ بے ملال کو　　　صدمہ فراقِ یار کا بے کار جائے گا
تیری گلی میں بیٹھ کے اُٹھتے ہیں ہم کہاں　　　اور ہم اُٹھیں بھی دل تو زنہار جائے گا
درباں کی دُور باش کا حسرتؔ کو غم کہاں
اک بار وہ بلائیں تو سو بار جائے گا

معیارِ سخن "مالیگاؤں"　　　۵ نومبر ۱۹۲۳ء

جواب اُن سے ملنا دوبارا نہ ہوگا　　　تو جینا بھی شاید ہمارا نہ ہوگا
وہ ملتے رہیں گے تصوّر میں ہم سے　　　غمِ ہجر بھی ناگوارا نہ ہوگا
ہمیں پھر بھی لے جائے گا اس گلی میں　　　کہ اس کے سوا دل کو چارا نہ ہوگا
اُجڑ جائے گی بزمِ رنداں جو ساقی!　　　مروّت نہ ہوگی مدارا نہ ہوگا
ہمیں گھر میں لائے تو وحشت یہ بولی　　　یہاں پر ہمارا گذارا نہ ہوگا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سنائیں انھیں حالِ دل، یاد ہم کو — بھلا کچھ تو ہوگا جو سارا نہ ہوگا
کوئی شکوۂ کنجِ ستم اور ہوں گے
وہ کہتے ہیں "حسرت ہمارا نہ ہوگا"

مشرقی گورکھپور — ۱۰ / اکتوبر ۱۹۱۳ء

ساکت یاس ہیں جان و دلِ ناکامِ شباب — کیا ہوا آہ وہ ہنگامۂ ایامِ شباب
منتظرِ مرگ مناجات کی ہر دم ہے دعا — اب نہ آسائشِ پیری ہے نہ آرامِ شباب
قابلِ دید ہوئی حسنِ درخشاں کی بہار — کیا سے کیا ہو گئے ہو کر وہ مے آشامِ شباب
مئے تنویر سے مخمور ہوئی نرگسِ جمال — بادۂ عیش سے لبریز ہوا جامِ شباب
دل زبانی ہے خود اس جانِ جوانی کی غلام — مالکِ ناز و ادا ہے وہ دل آرامِ شباب
ہوسِ وصلِ بتاں کی نہ مٹی ہیں نہ مٹیں — ہم سے چھوٹی ہے نہ چھوٹے گی گلفامِ شباب
در پئے دین و دل و جاں ہیں بتانِ کافر
حسرت اچھا نظر آتا نہیں انجامِ شباب

خلافت بمبئی — ۲۹ / اکتوبر ۱۹۲۰ء

ہم شکوۂ فلک ہی کریں گے حضورِ دوست — ظاہر نہ ہونے دینگے وہاں بھی قصورِ دوست
آنے میں دیر مجھ کو ہوئی ہے تو کس قدر — مضطر ہے قتل گہ میں دلِ ناصبورِ دوست
محفل میں دورِ ساقیِ مے ہے ہمیں بھی آج — کافی ہے گو پہنچنے نہ دے گی نگاہِ سرورِ دوست
میری تسلیوں کے نہیں ہیں جو شعور سے — پھر کیوں جوابِ خط میں ہیں یہ سطورِ دوست
بے جا نہیں ترانۂ مطرب سے وجدِ روح — کانوں میں آ رہی ہے یہ آوازِ دورِ دوست
ہوگی ضرور قدرِ وفا، دل ابھی سے کیوں — کرتا ہے شکوۂ ستم بے شعورِ دوست

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اظہارِ شوق کی متحمل نہ ہو سکی — برہم غضب ہے رات سے طبعِ غیورِ دوست

اہلِ ہوس کی ہیچ ہیں ساری شکایتیں
جا ہے کمالِ حسن پہ حسرت غرورِ دوست

ترچھی نظر، لکھنؤ — اکتوبر ۱۹۲۳ء

اپنی ذلت کا وہ مغرور تو کیا ہے باعث — خود ہمارا دلِ مجبور ہوا ہے باعث
اس جفاکار کی آنکھیں بھی جو نم ہیں، اس کا — یادِ محرومیِ اربابِ وفا ہے باعث
آپ کی ایک نظر کے یہ کرشمے ہیں تمام — صحتِ دل کی دوا ہے نہ دعا ہے باعث
بد کو بھی نیک سمجھتے نہیں کیوں عاشقِ حق — فرض کیا ہے جو کہیں بد کا خدا ہے باعث
رحمتِ حق ہے مگر میرے معاصی کی جزا — کہ ہے باعث اگر اس کا تو خطا ہے باعث
یہی لائی ہے اڑا کر ترے ملبوس کی بو! — بےخودی ہائے تمنا کی صبا ہے باعث

ذکرِ حسرت پہ وہ بولے مری رسوائی کا
یہی دیوانہ یہی بےسروپا ہے باعث

زمیندار لاہور — ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۳ء

تجھ سے جو دردِ دل کا بھی ہوتا نہیں علاج — ہے کس مرض کا اور تو اے نازنیں علاج
اہلِ ہوس کے دردِ تمنا کا برمحل — کرتی ہے خوب وہ نگہِ خشمگیں علاج
بیمارِ غم ہوئے ہوں جو تیرے فراق میں — ایسوں کا تو ضرور ہے اے مہ جبیں علاج
پایا کہیں کسی نے بھی ہے دردِ عشق کا — کوئی بھی اے طبیب ترا دل نشیں علاج
اس دل کو اب گداز کرے فکرِ عاشقی — جس کا نہ کر سکے غمِ دنیا و دیں علاج
پھر کیوں دوا نہ دے کے چپکے ہیں چارہ گر — جب خود ہی چاہتی نہیں جانِ حزیں علاج

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت شرابِ وصل سے صحت جو ہو تو ہو
دل کا نہیں ہے ورنہ مے و انگبیں علاج

ہمایوں لاہور، اکتوبر ۲۳ء — ۲۳ ستمبر ۲۳ء

وہ دیکھنے جو بام پہ آئے بہارِ صبح ! — نازاں ہے اپنے بخت پہ کیا کیا نگارِ صبح
پیدا فلک پہ ہے یہ بیاضِ سحر کا نور — ظلمات شب میں یا ہے رواں جوئبارِ صبح
نکلا ہے کس غرور سے ہمراہِ آفتاب — پہلو سے شب کے شاہدِ رنگیں نگارِ صبح
روزِ فراقِ یار مری چشمِ یاس میں — مہرِ فلک ہوا ہے دلِ داغدارِ صبح
خورشید روئے یار سے ہو کر منیرِ حسن — شامِ شبِ وصال بھی کرتی ہے کارِ صبح
ملتے ہوئے اٹھے ہیں وہ آنکھیں جو خواب سے — پھیلا ہوا ہے نورِ جمالِ خمارِ صبح

تمکینِ حسنِ یار کے صدقے میں روزِ وصل
کچھ بڑھ گیا ہے اور بھی حسرت وقارِ صبح

"الامان" دہلی، ۲۶ اکتوبر ۲۳ء — ۲۴ ستمبر ۲۳ء

دخترِ رز ترے پہلو میں نہاں ہے گستاخ — دیکھ تو کتنی یہ اے پیرِ مغاں ہے گستاخ
ہمتِ عاشقِ بے دل پہ خدا کی رحمت — کوچۂ یار کی جانب جو رواں ہے گستاخ
کس قدر ہے نگہِ شوق بھی اپنی بے باک — چہرۂ یار میں کیا کیا نگراں ہے گستاخ
عرضِ حالِ دلِ مضطر پہ وہ بولے ہنس کر — ہم نشیں کیا کہ ترا طرزِ بیاں ہے گستاخ
خوش کہ ناخوش ہو کوئی جا ہی پہنچا ہے وہاں — ان کی خدمت میں مرا شورِ فغاں ہے گستاخ
سن کے آئے ہیں کسی وجہ سے شوق کا حال — پوچھتے پھرتے ہیں سب سے کہ کہاں ہے گستاخ
کچھ غضب سے بھی ترے خوف نہیں ہے اس کو — کس قدر حسرتِ بے تاب و تواں ہے گستاخ

"نگار" بھوپال اکتوبر ۲۳ء — ۲۳ ستمبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ ہوں جیلاں سے آ کر میرِ بغداد — زہے قسمت خوشا تقدیرِ بغداد
حقیقت میں ہے خاکِ روضۂ پاک — جسے کہتے ہیں سب اکسیرِ بغداد
ہمیں فردوس میں لائے تو کیا کیا — نظر میں پھر گئی تصویرِ بغداد
سوادِ ہند میں لگتا نہیں جی — دلِ دیوانہ ہے دل گیرِ بغداد
ہوائے شوق اڑا لے جائے حسرت — بنے اچھا یونہیں تدبیرِ بغداد

"نظام المشائخ دہلی" اکتوبر ۲۳ء — ۵/ستمبر ۲۳ء

حاصل جو ہوئے دردِ محبت کے لذائذ — میں بھول گیا عیش و فراغت کے لذائذ
جب تک نہ کھلے یہ کہ محبت ہے عبادت — محسوس ہوں کیا تیری اطاعت کے لذائذ
مجموعۂ اضداد ہے دردِ دلِ عاشق — سب جانتے ہیں جس کی اذیت کے لذائذ
ہر حرف میں اس نامۂ رنگیں کے ہیں پنہاں — جدت کے، عبارت کے، اشارت کے لذائذ
مرضی پہ تری چھوڑ کے سر امرِ اہم کو — جانے کوئی کیا فسخِ عزیمت کے لذائذ
ارواح پہ اعمال کے آثار ہیں طاری — دوزخ کے شدائد ہیں جنت کے لذائذ
پوچھے کوئی اربابِ تمنا کے دلوں سے — حسنِ رخِ جاناں کی حکایت کے لذائذ
دل کو جو ہوئی کثرتِ عصیاں پہ ندامت — حاصل ہوئے کیا کیا تری رحمت کے لذائذ
ڈرتے ہیں جو میدانِ وغا سے انہیں حسرت — معلوم نہیں شوقِ شہادت کے لذائذ

"درویش دہلی" ۲۶/اکتوبر ۲۳ء — ۲۹/ستمبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل ہے ترے وصل کا طلبگار / دیوانہ بکارِ خویش ہشیار
قیدِ ہوس و خرد سے چھٹ کر / آزاد ہیں عاشقانِ احرار
سردارِ بلاکشانِ غم ہیں / اس جانِ جہانیاں کے بیمار
ہے شوق تری طلب کا بے حد / معلوم نہ ہو سکے گی مقدار
مایوسِ وصال ہیں زباں پر / پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار
آمادۂ قتلِ عاشقاں ہے / وہ یار وہ شاہدِ ستمگار
جو کچھ اپنا ہے سب ہے اُن کا / وہ دل کے ہیں جان کے بھی مختار
ہم جب سے ہوئے ہیں کافرِ عشق / تسبیح بکار ہے نہ زنار
حسرت نے بھی مثلِ شمس تبریز / اشعار میں کہہ دیئے سب اسرار

معارف اعظم گڑھ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء

۲۵ ستمبر ۲۳ء

ابر و مے و نغمہ و چمن گلزار / تم پاس نہیں تو سب ہے بیکار
مخموریِ عشق سے تو اے دل! / زنہار جو ہو کبھی خبردار
لبریزِ نشاط ہے دلِ شوق / آثارِ بہار ہیں نمودار
ہمرنگِ شفق ہے آتشِ گل / سبزی ہے چمن کی رشکِ زنگار
وعدے پہ وہ آئیں تو پھر ان سے / اقرار بن آئے گا نہ انکار
پابوس کی التجا پر اس نے! / کس ناز سے کہہ دیا خبردار!
انکار سے تیرے شہرِ دل میں / آبادیِ آرزو ہے مسمار

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل سرد ہے حسنِ مہوشاں سے — ہے عشقِ بتاں سے جان بیزار
دنیا سے نہ دیں سے ہے مطلب — حسرت ہے غریقِ جلوۂ یار

۲۵ر ستمبر ۱۹۲۳ء

جنت کو چلے جو ہم گنہ گار — استادہ ہوئے صفوفِ ابرار
رہنے دیں ہمیں وہ زیرِ دیوار — اس بات کے بھی نہیں روادار
ایسوں سے ہو کیا کرم کی امید — ہے جن کی طرف نظر بھی دشوار
بلبل نے قفس سے چھوٹ کر بھی — کھولی نہ چمن میں پھر سے منقار
بازارِ جمال میں لگے ہیں! — دیکھو جدھر آرزو کے انبار
لٹ جائے نہ رختِ صبر اے دل — اس خالِ سیاہ سے خبردار
اے حسنِ غیورِ دوست کرشم — یہ ستی ہے یہ بزمِ اغیار
نوشاد میں ہے ترا مقابل — کوئی نہ بہ گلرخانِ فرخار[1]
کب مائلِ خیر ہیں وہ حسرت! — بایں ہمہ التفاتِ بسیار

البریڈ کان پور — ۳۰ر نومبر ۲۳ء

۲۵ر ستمبر ۲۳ء

ہوائے برشگالی ہے ہوس خیز — کرے کوئی کہاں تک مے سے پرہیز
تبسم ہے ترا اے شاہِ خوباں — سراسر اک تماشائے دل آویز
یہاں دل خامکارِ آرزو ہے — وہاں ہے نازِ حسنِ یار نوخیز
فسونِ طرفہ ہے حرفِ لبِ یار — گہے شکر شکن گاہے نمک ریز

[1] نوشاد و فرخار ادبیات میں دو مشہور مقام ہیں جنھیں حسن کے لحاظ سے ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سب اس کو دردِ ہم کہتے ہیں درماں — اذیت بھی ہے جس کی راحت آمیز
نہیں اب تک حواسِ عقل برجا! — شرابِ عاشقی تھی کس قدر تیز
مجھے فیضِ سخن پہنچا ہے حسرت!
ز زوجِ پاکِ شمس الدین تبریزؔ

تمدن دہلی
۲۶ اکتوبر ۱۹۲۳ء
۲۲ ستمبر ۱۹۲۳ء

بیخوف ہیں وہ کہتے ہیں کیا ہے تمہارے پاس — لے دے کے ایک تیرِ دعا ہے تمہارے پاس
بیمارِ غم ہیں دور سے آئے ہیں جن کے نام — کہتے ہیں دردِ دل کی دوا ہے تمہارے پاس
کس کو نہیں قبول کہ ہے شغلِ مے حرام — پر فصلِ گل میں ہو تو روا ہے تمہارے پاس
خاموش تم ہو سب میں بلاکِ فریبِ لطف — اچھی یہ تیغِ نیم رضا ہے تمہارے پاس
دشمن ہمارے دل میں بھی ہے اک سراجِ درد — برقِ جمال کی جو ضیا ہے تمہارے پاس
شمشیرِ عشق تیرِ ادا و تفنگِ ناز — سب چیز اب تو نامِ خدا ہے تمہارے پاس
اب کیا رہے گا پہلوئے حسرت میں دل بھلا
اک عمر یہ گذار چکا ہے تمہارے پاس

۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء

جلوۂ حق کو ہے نظر کی تلاش — دلِ عاشق کرے بصر کی تلاش
گمرہانِ وصالِ یار کریں — جا کے بانسے[1] میں راہبر کی تلاش
شمس و روحی سے پوچھ لیں جو نہیں — سخنِ عشق بے ثمر کی تلاش
اس جفا جو سے ہے وفا کی امید — ثمرِ عشق بے ثمر کی تلاش
حسن ان کا اثر پذیر نہیں — جذبِ دل کو ہے کیوں اثر کی تلاش

---

[1] اشارہ بجانب حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہمتِ اہلِ دل سے دُور نہیں — شوق کی راہِ پُر خطر کی تلاش

حالِ دل کی انہیں خبر ہے یہ نہیں — ہم کو ناحق ہے نامہ بر کی تلاش

ان کو رہتی ہے عاشقوں کیلئے — سخنِ تلخ و مختصر کی تلاش

ہو جنہیں ہو، ہمیں تو ہے حسرت — خواہشِ زر بھی دردِ سر کی تلاش

ہمدم لکھنؤ ۱۰ر نومبر ۲۳ء — ۲۶، ۳۰ ستمبر ۲۳ء

آنکھوں میں نورِ جلوۂ بے کیف و کم ہے خاص — جب سے نظر پہ ان کی نگاہِ کرم ہے خاص

کچھ ہم کو بھی عطا ہو کہ اے حضرتِ کرشن! — اقلیمِ عشق آپ کے زیرِ قدم ہے خاص

حسرت کی بھی قبول ہو متھرا میں حاضری — سنتے ہیں عاشقوں پہ تمہارا کرم ہے خاص

زمانہ کانپور اکتوبر ۲۳ء — ۲۶، ۳۰ ستمبر ۲۳ء

کیونکر کہیں کہ ہم پہ اطاعت نہیں ہے فرض — فطرت پہ کیا تمہاری محبت نہیں ہے فرض

بیٹھے رہیں جا کے تری محفل میں بے خطر — کچھ ہم پہ التماسِ اجازت نہیں ہے فرض

پھر کیوں جفا سے یار کے نالاں ہیں اہلِ دل — کیا عاشقوں پہ شوقِ شہادت نہیں ہے فرض

بے ضربِ ذکر و فکر ملے گی ہمیں مراد — اہلِ ولا پہ زہد و ریاضت نہیں ہے فرض

حسرت کرو دعا کہ رہے دل فگارِ عشق — تدبیرِ اندمالِ جراحت نہیں ہے فرض

عصرِ جدید کلکتہ ۱۰ر نومبر ۲۳ء — ۲۶، ۳۰ ستمبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لکھتے ہیں پھر کہ لکھتے نہیں ہم ہزار خط!　　دیکھیں تو بھیج کر وہ ہمیں ایک بار خط
آیا ہے عین کشمکشِ انتظار میں　　کیونکر نہ ہو عزیز ترا غمگسار خط
لکھا تھا اپنے ہاتھ سے تم نے جو ایک بار　　اب تک ہمارے پاس ہے وہ یادگار خط
اُس نے کہیں نہ حرفِ تسلی بھی ہو لکھا　　پڑھتے ہیں اس امید پہ ہم بار بار خط
مجھ کو عجب یہی ہے کہ لے نازنیں ترا　　لیتا ہے دستِ شوق میں کیونکر قرار خط
سرتاسر اک لطیفۂ خوشبو ہے وہ نگار　　زلف اس کی عنبریں ہے تو ہے مشکبار خط

مجھ سے گدا لئے شوق کو لکھتے تو کیا لکھے!
حسرت دیارِ حسن کا وہ شہریار خط

ہزار داستان لاہور　　　　　　　　　　　　　　۳۰،۲۶ ستمبر
نومبر ۲۳ء　　　　　　　　　　　　　　　　　۲۳ء

حور کا ذکر ہے کیا کیا بہ زبانِ واعظ　　وصفِ جنت میں سنے کوئی بیانِ واعظ
بن پڑا کچھ بھی نہ رندوں کے دلائل کا جواب　　سخت چکر میں ہے عقل ہمہ دانِ واعظ
گرم دُنیا نے ریا میں ہے جو بازارِ فریب　　آج کل خوب ہی چلتی ہے دکانِ واعظ
گر دہیں رند کہ چھوڑیں گے نہ دامن تیرا　　کس مصیبت میں پڑی آن کے جانِ واعظ

لے گیا ہے کوئی پگڑی جو اڑا کر حسرت
مجھ گنہگار پہ ہے شب سے گمانِ واعظ

اردو اخبار لکھنو ۔ ۱۰ نومبر ۱۹۲۳ء　　　　　　　　۲۷،۲۶ ستمبر ۱۹۲۳ء

عشق ہے جان و مالِ اہلِ سماع　　دولتِ لازوالِ اہلِ سماع
عرش پر ہے خیالِ اہلِ سماع　　اے خوشا وجد و حالِ اہلِ سماع

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عاشقانِ ترانہ ہائے جمیل — ہیں جلال و کمالِ اہلِ سماع
اہلِ دل کا ہے ایک ہی مسلک — مسلکِ بے مثالِ اہلِ سماع
کشتۂ عشق ہے ہر ایک اُن میں — رحمتِ حق بحالِ اہلِ سماع
اُن سے جو کچھ ہے سب محبت ہے — حال ہو یا کہ قالِ اہلِ سماع
زاہدوں کے پڑے گا سر حسرت — اک نہ اک دن وبالِ اہلِ سماع

نظام المشائخ دہلی، نومبر ۲۳ء — ۳۰ ستمبر ۲۳ء

غم و فکرِ شوق و تمنا سے فارغ — ہیں عاشق تمھارے ساری دنیا سے فارغ
نہ تم ہو سکے جذبِ الفت سے بے غم — نہ یوسف تھے عشقِ زلیخا سے فارغ
انھیں جلوہ گر دل میں ہر لحظہ پا کر! — تمنا ہے فکرِ تماشا سے فارغ
وہ مطلق ہیں خود ان کی نسبت ہے لیکن — نہ اعلیٰ سے فارغ نہ ادنیٰ سے فارغ
پناہِ محبت میں ہم آ کے حسرت — ہوئے خوفِ احکامِ بیجا سے فارغ

الامان دہلی، ۱۰ نومبر ۲۳ء — ۲۷، ۳۰ ستمبر ۲۳ء

نظر اس رخ پہ ہے ادب کے خلاف — دل ہے اس فیصلے میں سب کے خلاف
کچھ بھی ہم ان سے کہہ سکے نہ کہیں — ناخوشی ہائے بے سبب کے خلاف
شکرِ غم تابعِ خمار نہیں — مستی بادۂ عنب کے خلاف
آج پر کیا وہ روز کرتے ہیں — بے رخی، وعدہ ہائے شب کے خلاف
حسنِ جاناں کے عہد میں حسرت — شوق ٹھہرا ہے ما وجب کے خلاف

۱۰ الامان، ۱۰ نومبر ۲۳ء — ۲۷، ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اتنی کہاں ہے اور جو ہو بھی مجالِ شوق
وہ ٹال دیں گے آر سے بیلے میں سوالِ شوق

ہم کو ہے دیدِ یار کی خواہش کرنی انتقل
نکلا ہے آسمانِ دعا پر ہلالِ شوق

مشہور اگرچہ دور بھی راہِ دیارِ دوست
مستانہ چل کھڑے ہی ہوئے ہم بحالِ شوق

اونچا ہوا ہے اور بھی کچھ آشیانِ حسن
کھولے ہیں جب سے مرغِ تمنا نے بالِ شوق

دل طالبِ وصال ہے بیشک، مگر کہیں
حسرت یہی عروج نہ ٹھیرے زوالِ شوق

ترچھی منزل لکھنؤ
نومبر ۲۳ء

۲۶-۳۰ ستمبر
۲۳ء

چھپے گی تری دوستداری کہاں تک
کرے گا دل انکار یاری کہاں تک

کہیں رُک بھی اے چشمِ خونابہ افشاں
کہاں تک تری اشکباری کہاں تک

خدا جانے آخر ترے غمزدوں کو!!
ستائے گی یادِ بہاری کہاں تک

نظر باز اڑا لیں گے سب حالِ شب کا
چھپے گی وہ چشمِ خماری کہاں تک

سرِ راہ بیٹھے ہیں بے خواب و خور ہم
نہ نکلے گی ان کی سواری کہاں تک

کرے گی فقیروں سے اے شاہِ خوباں
تغافل تری شہریاری کہاں تک

ہمیں حالِ دل عرض کرنے نہ دے گی
بھلا ان سے بے اختیاری کہاں تک

غرور آپ کا کم نہ ہوگا نہ ہوگا
جتائیں گے ہم خاکساری کہاں تک

بیاں ہو چکی ہم سے اس گل کی خوبی
سرِ برگِ رنگیں نگاری کہاں تک

وہ کہتے ہیں دیکھیں تو رہتی ہے باقی
تری شان پرہیزگاری کہاں تک

پھر آنے کی ناکام اس در پہ جا کر
نباہے کوئی وضعداری کہاں تک

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تمنا کو اس حد پہ رہنے نہ دے گی — ترے حسن کی بے قراری کہاں تک
کرو سیرِ دنیائے حیرت بھی حسرت! — خرد مندی و ہوشیاری کہاں تک

الناظر لکھنؤ ۱۱ نومبر ۱۹۲۳ء — ۲۶ ستمبر سنہ ۲۳

نہ کیا بارِ غم کسی نے قبول! — غیرِ انساں کہ تھا ظلوم و جہول
بھیجیے تحفۂ درود و سلام — بجنابِ رسولؐ و آلِ رسولؐ
خاصہ بر روحِ پرفتوحِ حسینؑ — نورِ چشمِ علیؓ و جانِ بتولؓ
نوجوانانِ خلد کے سردار — گلبنِ دوحۂ رسولؐ کے پھول
جملہ اربابِ صبر و فقر و فنا — جن سے سیکھے ہیں عاشقی کے اصول
جن کے روضے پہ رحمتِ حق کا — روز ہوتا ہے کربلا میں نزول
بارگاہِ حضورؐ میں حسرت! — کاش ہو جائے یہ غزل بھی قبول

نظام کالج اردو میگزین، حیدرآباد دکن، اکتوبر سنہ ۲۳ — ۲۶، ۲۷ ستمبر ۱۹۲۳ء

بارہا کھائی ہو جس نے لبِ جاناں کی قسم — خضر کھاتے ہیں یہ کیا چشمۂ حیواں کی قسم
آج تو تشنہ لب ساغر سے بھرا دے میرا — ساقیا تجھ کو مری مستیِ پیماں کی قسم
زعفراں زارِ مسرت ہے مری کشتِ امید — تیری تقریر سے تیرے لبِ خنداں کی قسم
عالمِ حسن میں یکتا ہے ترا جلوۂ نور — ماہِ تاباں کی قسم مہرِ درخشاں کی قسم
آج تک یاد ہیں صدمے جو سہے تھے تو نے — اے ستمگار تری کثرتِ احساں کی قسم
نزہتِ خلد نے اے نامۂ جاناں تیری — بارہا کھائی ہے دلچسپیِ عنواں کی قسم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سن کے انکار مرا ہجر میں کیا کیا حسرت
ساغرِ مے نے دلائی لبِ جاناں کی قسم

۲۹ ستمبر سنہ ۱۹۲۳ء

اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں — تم پھر بھی کہے جاؤ "یہ بیمار کہاں ہیں"
مقتل میں یہ کہتے ہوئے آئے وہ بصد ناز — آئیں مرے جاں باز گراں بار کہاں ہیں
ہم کو بھی کیا غم ہے کہ بندے ہیں تمہارے — دعوائے محبت کے سزاوار کہاں ہیں
سجدے کئے اس در پہ اسی عذر سے لاکھوں — ہم عاشقِ بے خود ہیں گنہ گار کہاں ہیں
اک بار چلے جاؤ دکھا کر جھلک اپنی !! — ہم جلوۂ پیہم کے طلب گار کہاں ہیں
پوشیدہ ہم اس گوشۂ محفل میں ہیں خاموش — جس میں یہ نہ جانے نگہِ یار کہاں ہیں
ہر لحظہ تصور کی ہے مصروفیِ بے حد — عاشق ترے باکار رہیں بیکار کہاں ہیں
کہتا ہے فریبِ نظرِ یار، بھلا ہم — بے مہر، جفاکار، دل آزار کہاں ہیں
شوق ان سے یہ کہتا ہے توجہ نہیں تم کو — عقدے مرے سب سہل ہیں دشوار کہاں ہیں
اُس حسنِ نظر سوز کا ہے اب تو یہ عالم — کہتا ہے مرے طالبِ دیدار کہاں ہیں

جامعہ علی گڑھ
۱۱ ر نومبر ۲۳ء

کافر جنھیں سب کہتے ہیں مسلم ہوں نہ حسرت
آزاد ہیں وابستۂ زنار کہاں ہیں

۲۰ ر ستمبر
سنہ ۲۳ء

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو — پھیلے جاتے ہیں رخِ یار پہ سارے گیسو
نورِ ایماں کے معاون ہیں تمہارے عارض — کفرِ عشاق کے حامی ہیں تمہارے گیسو
کام آئے گی وہ کیا ان کی پریشانی میں — چشمِ بیمار کے ڈھونڈھتے ہیں سہارے گیسو

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مائل شوق مجھے پا کے وہ بولے ہنس کر — دیکھو تم نے جو چھوئے آج ہمارے گیسو
ظلمتِ زلف سے نورِ رُخِ خوباں نہ دبا — جیت عارض کی ہوئی شرط میں ہارے گیسو
فلکِ حسن پہ ہے ناز کے تاروں کی نمود — یا تہ زینتِ افشاں ہیں تمہارے گیسو
فاتحہ پڑھنے چلے مرقدِ حسرت پہ جو وہ — پہلے کس ناز سے رو رو کے سنوارے گیسو

نگارِ بھوپال نومبر ۲۳ء — ۲۶ ستمبر ۲۳ء

خلشِ خار سے خدا کی پناہ — نگہِ یار سے خدا کی پناہ
بڑھ کے اشرار سے ہوں جن کے غرور — ایسے احرار سے خدا کی پناہ
پھر ہوا دل کو شوقِ شاہد و مے — ابرِ بسیار سے خدا کی پناہ
رہنماؤں کے دل بھی ہیں گمراہ — حسنِ بازار سے خدا کی پناہ
آ چکی اب کسی کو شوق میں نیند — تیرے اقرار سے خدا کی پناہ
مشورے دے جو ترکِ مے کے ہمیں — ایسے غمخوار سے خدا کی پناہ
سامنا کون کر سکے حسرت
اُن کی تلوار سے خدا کی پناہ

زمیندار لاہور — ۲۹ نومبر ۲۳ء

کیا کیا نہ ہجر میں ترے ناشاد کر چکے — اب یہ سمجھ کے چپ ہیں کہ وہ یاد کر چکے
نادم وہی تو آج ہیں، کل بر بنائے ناز — خاکِ شہیدِ عشق جو برباد کر چکے
پابندِ عیش ہو نہ سکے بندگانِ عشق — گو ختم قیدِ غم کی وہ صیاد کر چکے
کہتے ہیں اب وہ تیری گذارش ہے ناقبول — اک بار کہہ چکے جو ہم ارشاد کر چکے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رنگیں طرازیاں ہیں غضب اشکِ سرخ کی　　　جو دامنِ جنوں پہ ہم ایجاد کر چکے
نادم ہیں اب کمال جب ان سے بیاں ہم　　　ساری غمِ فراق کی روداد کر چکے

خود کلکتہ　　حسرت وہ اب ہوئے بھی تو کیا مائل کرم!　　۲۰ ستمبر
نومبر ۲۳ء　　جب ختم ساری سختیِ بیداد کر چکے　　سنہ

تیری جفا بھی ہے وفا لے کمالِ دلبری　　　ترے ستم سے دیتے ہیں لوگ مثالِ دلبری
بات ہے تیری حیلہ جو صرف بنازِ گفتگو　　　چال ہے تیری فتنہ جو دست جبالِ دلبری
اہلِ کمال کی نظر محوِ ثنا ہے دیکھ کر!!　　　چہرۂ حسنِ یار پہ ندرتِ خالِ دلبری
مہرِ سپہرِ حسن ہو با خط و خالِ گل رخی!!　　　ماہِ تمام ناز ہو با سنِ وصالِ دلبری
اس کے سوا کہ ہے یہ خو وصفِ بتانِ ماہرو　　　تجھ بھی جو جانتا ہو تو کیا ہے آلِ دلبری
ذات پہ جن کی ختم تھا شیوۂ جور برملا　　　آج ہیں بر سرِ وفا پھر بکمالِ دلبری
میں جو ہوا ہوں پھر سے اہلِ حسن دیگرے　　　طرفہ تری نظر میں ہے شانِ ملالِ دلبری
غش مرے حالِ دل پہ تھا شورِ جنونِ شوق کا　　　تیری ادا پہ ہے فدا نازِ جمالِ دلبری

حسرتِ پاکباز کے گریۂ شوق سے رہے
ہمایوں لاہور
تازہ یونہیں خدا کرے تیرا نہالِ دلبری
۲۰ نومبر ۲۳ء

متفرق مطلعے

حالِ دل کہئے ان سے پا کے الگ　　　ڈانٹ دیں گر نہ وہ بلا کے الگ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل کو جس دن سے ہوئی تیری محبت کی ہوس
ہم کو دوزخ کا ہے کچھ خوف نہ جنت کی ہوس

حسینوں میں آج ایک تم سا نہیں ہے
خوشامد فقیروں کا شیوا نہیں ہے

حق ہے اک ذاتِ خدا غیرِ خدا ہے باطل
لوگ سمجھے ہیں کسے اصل میں کیا ہے باطل

زمیندار لاہور — ۸ر نومبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ ہشتم

جس میں

حسرت موہانی

کی وہ کل اردو، ہندی اور فارسی غزلیں درج ہیں جو
بہ زمانۂ "قید فرنگ ثالث" بمقام یروڈا سنٹرل جیل پونا

یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء سے ۹ نومبر ۱۹۲۳ء تک
لکھی گئیں

مرتبہ
مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہدِ یک عمرِ فراغت سے بھی خوشتر گذرا　　　وہ جو اک لحظہ تری یاد میں ہم پر گذرا
تیرے انکار سے اربابِ تمنا کے لیے　　　وصل کا دن بھی شبِ غم کے برابر گذرا
تجھ سے اب مل کے تعجب ہے کہ عرصا اتنا　　　آج تک تیری جدائی کا یہ کیونکر گذرا
صبر کی دل میں سلامت نہ رہی ایک بھی شست　　　جس طرف سے کہ ترے ناز کا لشکر گذرا
یہ بھی اک بات ہے مجبوروں کے ستانے کو فقط　　　التفاتِ نگہِ یار سے میں در گذرا
لوگ سب جان گئے چھپ نہ سکی شوق کی بات　　　میں گلی سے جو تری ہو کے مکرر گذرا
تبلیغ آگرہ　　اب وہ آئیں بھی تو کیا، روئیں بھی تو کیا حسرتؔ　　۳۰ر اکتوبر
دسمبر سنہ ۲۳ء　　ہجر میں تجھ کو جو کرنا تھا سو تو کر گذرا　　سنہ ۲۳ء

معطر پا کے بوئے حسن سے سارا بدن اپنا　　　وہ سونگھا کرتے ہیں خود بھی تو اکثر پیرہن اپنا
رقیبوں کی ہمارے بعد اب اتنی بھی کیا کثرت　　　کبھی تم غور سے دیکھو تو رنگِ انجمن اپنا
ارادہ آج بے خوف و خطر ہے ان کی محفل کا　　　محبت میں کوئی دیکھے تو یہ دیوانہ پن اپنا
کچھ اس عالم میں وہ بے پردہ نکلے سیرِ گلشن کو　　　کہ نسریں اپنی خوشبو رنگ بھولی نسترن اپنا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وہ رحم آیا تجھے مجبوریِ شوقِ شہادت پر — خبر لے ہاتھ کی خنجر سنبھال اے تیغ زن اپنا
ہمیں معلوم ہے سب حال اس کے حسنِ ابتر کا — بناؤ آئنا دکھلائے تو زلفِ پُر شکن اپنا
سبھی کچھ ہو گیا ان کا ہمارا کیا رہا حسرت — نہ دیں اپنا نہ دل اپنا نہ جاں اپنی نہ تن اپنا

ترچھی منظر لکھنؤ — ۳ نومبر
۲۰ فروری ۱۹۲۳ء — ۱۹۲۳ء

بغدادی دیالو کھویا — ہم ہوں گریب ہیں پار بھیا
برہ کی ماری نپٹ دکھیاری
تاگن کب لگ دور سے نیا
پار اتار پیا سے ملاؤ — رزاق[1] پیا، بانسے[2] نگر کے لبیا
بانسے نگر کے فرنگی محل[3] کے
انکھی نام کے ڈنی ڈنی کھنیا
رزاق دہاشہ پیا ان حسرت — ہمری بتھا کا ہے کون سنیا

۲۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء

دل کو امیدِ وصل نے تمہیدِ اضطراب — تسکینِ اضطراب سے تائیدِ اضطراب
جوشِ ہوس کا حال یہی ہے تو ہو چکی! — اربابِ اشتیاق سے تجدیدِ اضطراب
میرے لیے ہجومِ تمنا سے فی المثل — شامِ شبِ وصال ہوئی عیدِ اضطراب
مطلب نہ تھا کچھ اور ترے التفات کا — کی بھی نگاہ یاس کو تاکیدِ اضطراب
حیرانیِ فراق میں کچھ بھی رہا نہ یاد — توصیفِ انتظار نہ تمجیدِ اضطراب
اتنے میں ان کے دیر ہوئی کچھ تو بزمِ وصل — کی بڑھ کے آرزو نے بھی تقلیدِ اضطراب

۱؎ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی ۲؎ بانسہ ضلع بارہ بنکی ۳؎ فرنگی محل لکھنؤ ۴؎ حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی ۵؎ مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب لکھنوی فرنگی محلی ۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مشرق گورکھپور — ان کو بھلا تسلیِ حسرت سے کیا غرض — ۱۴ر اکتوبر
۱۱ر دسمبر سنہ ۲۳ء — مدِ نظر ہے کوششِ تجدیدِ اضطراب — سنہ ۲۳ء

بِرہن ہوئے رَ شام کی پریت کا پاپ — کو ؤ کا ہے کرت ہے پشچا تاپ
نیہ کی آگ ماں تن من مارے
کب لگ جلت رہی چُپ چاپ
دین دیال بھئی دُکھ دا تا — سب حسرت بھول کے میل ملاپ

۲۸ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

اس شوخ کے آنے کی تمنا ہے قیامت — کیا کیا دلِ مشتاق میں برپا ہے قیامت
گھنگھور گھٹاؤں کے اندھیرے میں بھی ساقی! — رنگینیِ صہبا کا اجالا ہے قیامت
رعنائی میں آفت ہیں ترے لب متبسم — خوبی میں تری نرگسِ شہلا ہے قیامت
دل دے کے ہمیں جان بھی دیتے ہی بنے گی — اس شوخ ستمگر کا تقاضا ہے قیامت
یاروں سے ترا محفلِ اغیار میں ظالم — ظاہر کا یہ اظہارِ مدارا ہے قیامت
کیا آگ ہوا ہے دلِ مجبور یہ سُن کر — گلشن میں بہارِ گلِ حمرا ہے قیامت
دُور اُن سے بھلا نیند کسے آئے گی حسرت
تنہائی میں رنجِ شبِ یلدا ہے قیامت

پرتاپ کانپور — دسمبر سنہ ۲۳ء
۱۴، ۲۰ر اکتوبر سنہ ۲۳ء

دل کی یہ کیا مجال کہ لائے خیالِ دوست — مجھ میں کہاں یہ جان کہ دیکھوں جمالِ دوست
بیجا ہے غیر سے مری نسبت سوالِ دوست — سنتے ہیں دوست بھی کہیں دشمن سے حالِ دوست

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عاشق بنے تھے پھر بھی کیا شکوۂ جفا — سچ پوچھیے تو ہم سے بجا ہے ملالِ دوست
پروے سے نظر پہ کثرتِ خوبی کے پڑ گئے — چاہا مگر نہ دیکھ سکے ہم جمالِ دوست
نعم البدل ہے عیشِ دو عالم کا رنجِ عشق! — خالی ہے سب سے دل یہ وفورِ خیالِ دوست
مائل ہیں جس کی شانِ جفا کے بھی اہلِ شوق — یکتا ہے دلبری کے ہنر میں کمالِ دوست
کافی ہے اہلِ درد کو حسرت دوائے غم
اور کیوں نہ ہو کہ غم ہے غمِ لازوالِ دوست

محلہ داد خان پٹنا، یکم دسمبر ۲۳ء — ۱۵، ۱۶ اکتوبر سنہ ۲۳ء

من لاگی پر بیک جوگ چاٹ — رنگ بھبھوت بسے برج گھاٹ
شیام نگر کی بھیک بھلی ہے
کا کر بے لے راج پاٹ
پھولن سیج بسار کے حسرت
گری اوڑھ بچھاوت ٹاٹ

نیربھا کانپور، ۸ نومبر سنہ ۲۳ء — ۲۹ اکتوبر سنہ ۲۳ء

ترکِ جفا کی ان سے تمنا نہ کر عبث — اے دل وفا کے نام کو رسوا نہ کر عبث
مے نوشیوں سے کام رہے بزمِ غیر میں — میرا لحاظ اے گلِ رعنا نہ کر عبث
یکتا ہے سادگی میں ترا حسنِ دلفریب — آرائشِ جبیں کا ارادہ نہ کر عبث
اے چشمِ شوق تجھ کو مذاقِ نظر کہاں — دیدارِ حسنِ یار کا دعوے نہ کر عبث
مرنے کو ہم خود آئے ہیں ہو جائیں گے نثار — دل لے کے جان کا بھی تقاضا نہ کر عبث
زاہد کسے ہے عاقبتِ کار کی خبر — حسنِ عمل پہ دیکھ بھروسا نہ کر عبث

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قیدِ دہلی　　　　۵؍ نومبر
۸؍ فروری ۲۳ء　　　　۲۳ء

جوشِ جنونِ عشق دبائے سے دب چکا
حسرت علاجِ خاطرِ شیدا ذکر عبث

تم بن کون سُنے مہراج　　راکھو بانہہ گہے کی لاج

نگار بھوپال　　　　۱۲؍ اکتوبر
اکتوبر ۲۳ء　　　　۲۳ء

برجھو ہیں جب سے من بسے
ہم بھولیں سب کام کاج
کو راج سوراج سب بھول کے حسرت
اب مانگت پریم راج

اہلِ دل ہیں فدائے نغمۂ رُوح　　کہ بقا ہے فنائے نغمۂ رُوح
دل ہے مضطر برائے نغمۂ رُوح　　چھیڑ مطرب نوائے نغمۂ رُوح
عرش پر ہے دماغِ چنگ و سرود　　اے زہے کبریائے نغمۂ رُوح
دل میں اپنے اتر گئی آخر　　درد بن کر دوائے نغمۂ رُوح
غم کا آغاز تھا ترانۂ دل　　موت ہو انتہائے نغمۂ رُوح
وجہِ تسکینِ عشق ہو نہ سکا　　شغل کوئی سوائے نغمۂ رُوح
کر نہ دے دل کی تنگیٔ غنچگی کو بھی دُور　　اے گلِ جاں فزائے نغمۂ رُوح
پردۂ ساز میں نہاں ہے ہنوز　　شاہدِ دل ربائے نغمۂ رُوح

کس قدر دلپذیر ہے حسرت
اثر دیر پائے نغمۂ رُوح

۴؍ نومبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے شوقِ جنت نہ پروائے دوزخ — عجب حال ہے تیرے عاشق کا آوخ
درازی میں سَو سَو برس کی ہے منزل — رہِ وصلِ جاناں کا ایک ایک فرسخ
پئے قتلِ حسرت وہ آئے ہیں لیکن — نہ خنجر نہ ہے دستِ نازک میں تاچخ

اودھ اخبار لکھنؤ ۶ر فروری ۱۹۲۳ء — ۹ر نومبر ۱۹۲۳ء

اے دردِ تو بہ پایۂ درماں رسیدہ باد — خارِ غمت بجانِ محبّان خلیدہ باد
زنہار گز تو قطع کنم رشتۂ امید — گوید گرش بریدہ کسے، گو بریدہ باد
باشد کہ دل فریب شود دلفریب تر — رنگِ رخش بہ عشقِ رقیباں پریدہ باد
تا چند پاسداریِ داماں و جیبِ صبر — شادم کہ پارہ کردم و خواہم دریدہ باد
شوقِ رخِ تو خوب تر از روئے خوب تست — حسنِ رخت ندیدم و یارب ندیدہ باد
اے مایۂ حیات بہ بازارِ حسن و عشق — جنسِ غمت بجانِ عزیزاں خریدہ باد
رنجِ فراقِ یار کہ از یار می رسد — خوش میرسد بہ حسرتِ حیراں رسیدہ باد

نگار بھوپال اکتوبر ۱۹۲۳ء — ۱۷ر اکتوبر ۱۹۲۳ء

نامۂ یار کو سمجھو تو ہے کیسا کاغذ — اور نہ سمجھو تو پھر اک وہ بھی ہے پُرزا کاغذ
لے کے اس شوخ کی رنگینیٔ تحریر سے حسن — بن گیا تختۂ جنت کا نمونا کاغذ
دل اُڑا لے گا ہزاروں کا ہوا میں اڑ کر — ہاتھ میں ہے جو ترے اے گلِ رعنا کاغذ
دمِ تحریر، مری چشمِ تمنا بن کر — دیکھتا ہے تری صورت کا تماشا کاغذ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نامہ کیا آئے ترے بے سروسامانوں کو — نہ قلم جن کو میسر نہ مہیا کاغذ
روشنی بخشِ نظر پھر بھی ہے حالانکہ نہیں — ان کے نامے کا مُذہب نہ مُطلّا کاغذ

جس میں دو حرف کبھی اس نے لکھے تھے حسرتؔ
ہم نے سو بار وہ آنکھوں سے لگایا کاغذ

زمیندار لاہور
۲۴ فروری ۲۳ء

کہہ دیا خوب! "ہم کو پیار نہ کر" — جبر اتنا بھی اختیار نہ کر
محفلِ غیر میں خدا کے لیے — تو مجھے یاد بار بار نہ کر
دیکھ اے احتیاطِ پائے جنوں — خار سے ڈر کے ہم کو خوار نہ کر
دشمنِ اہلِ اشتیاق نہ بن — حسنِ رخ کو نقاب وار نہ کر
وعدہ ہائے دروغ تسکیں سے — اور بھی دل کو بے قرار نہ کر
بس اے خونفشانیٔ غمِ عشق! — دامنِ جاں کو لالہ زار نہ کر
دے کے اہلِ ہوس کو قولِ وصال — عشق بازوں کو شرمسار نہ کر
ہو غریبوں پہ بھی نگاہِ کرم! — دیکھ اے چشمِ یار عار نہ کر
کم ہے اے دل وہ داغ دیں جتنے — شوق سے کھائے جا شمار نہ کر
سوزِ غم کو بھی سازِ عیش سمجھ — عشق میں فرقِ نور و نار نہ کر
دلِ اہلِ ہوس نشانہ نہ ہو — کون کہتا ہے تو شکار نہ کر
بیخودی شوق کی ہے خوب اے دل — رنجِ افزائشِ خمار نہ کر

شرمِ دعوائے عشق رکھ حسرتؔ
فکرِ غمہائے روزگار نہ کر

ہزار داستان لاہور
جون ۱۹۲۳ء

۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

برہ کی رین کٹے نہ پہاڑ — سونی نگریا پڑی ہے اُجاڑ

نردئی شیام پردیس سدھارے

ہم دکھیارن چھوڑ چھاڑ

کا ہے نہ حسرت سب کچھ سمپت — تج بیٹھن، گھر مار کواڑ

ترچیتا کانپور — ۳۰ ر اکتوبر
۶ ر نومبر ۲۳ء — ۱۹۲۳ء

امیدِ انتظار سے ہرگز نہ آئے باز — ہم شوقِ لطفِ یار سے ہرگز نہ آئے باز

جورِ غرورِ حسن پہ بھی اہلِ آرزو! — اظہارِ انکسار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم تجھ سے وہ بے اصول کہ باوصفِ ہجرِ یار — گلچینیٔ بہار سے ہرگز نہ آئے باز

میخواریاں نہ چھوٹ سکیں، نہ بادہ نوش! — اندیشۂ خمار سے ہرگز نہ آئے باز

کیونکر نہ سرگراں ہو ترا لطفِ بےحساب — داغوں کے ہم شمار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم کو بھی اس سے کام نہیں کچھ، یونہی سہی — دل خواہشِ قرار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم باز آئے عشقِ بتاں سے؛ مگر کہاں — خواہش کے اعتبار سے ہرگز نہ آئے باز

مجبورِ آرزو تھے جو حسرت سو مر کے بھی
شوقِ لقائے یار سے ہرگز نہ آئے باز

"زمیندار" لاہور
۲۵ ر دسمبر ۲۳ء

عشق اب ہے نہ عاشقی کی ہوس — ہم ہیں اور دل سے بےدلی کی ہوس

غنچۂ شوق ہے فسردۂ یاس — مٹ چکی سب شگفتگی کی ہوس

رہ نہ جائے ترے تغافل سے — کہیں جی ہی میں اپنے جی کی ہوس

عشق ہر چند رامِ حسن رہا — پر نہ چھوٹی برابری کی ہوس

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم بھی حاضر ہیں بندگی کے لیے — آپ کو ہو جو صاحبی کی ہوس
اہلِ شکوہ جفا ہے وفا — یا یہ نیکی کو ہے بدی کی ہوس
لے گئی دل سے خوفِ رنج خمار — زندگی ہائے سرخوشی کی ہوس
ہم کو ان کی درشت خوئی سے — ہے عبث لطف و آشتی کی ہوس
کیوں نہ ہو دلبروں کو شوقِ ستم — اہلِ دل کو ہے بیکسی کی ہوس
بے خودی ہائے عاشقاں کو نہیں — عاقلیہائے آگہی کی ہوس

عشقِ حسرت کو ہے غزل کے سوا
نہ قصیدے نہ مثنوی کی ہوس

خلافت بمبئی — ۱۹ راکتوبر
شمارہ دسمبر ۲۳ء — سنہ ۲۳ء

جان ہے اپنی اب دگل کی خلش — مٹ چکی دل سے دردِ دل کی خلش
مدتیں ترکِ عاشقی کو ہوئیں — کہ رہا دل نہ زخمِ دل کی خلش
گاہ گاہ اب بھی ہوتی ہے محسوس — مگر اک شوقِ مشتعل کی خلش
دل سے محروم ہو کے بھی نہ مٹی! — آرزو ہائے منفعل کی خلش

نہ رہا دل میں تھا جو کچھ حسرت
مگر اک دردِ مضمحل کی خلش

"مسلم" دہلی — ۱۹ راکتوبر
۱۱ر دسمبر ۲۳ء — سنہ ۲۳ء

نہ ہوئے آپ آشنائے خلوص — نہ سنی میری التجائے خلوص
ہم ہیں بیمارِ کبر و عجب و ریا — کیوں نہ درکار ہو دوائے خلوص
طے کرائے دل بزورِ علم و عمل — راہِ بیم و رجا بپائے خلوص

http://www.muftbooks.blogspot.com/

زہد حیرانِ کارِ عشق ہوا — ہم میں پا کر نہ کچھ سوائے خلوص
بڑھ چلی ان کی بے رُخی گویا — تھی سزائے ہوس جزائے خلوص
تم دعا کو بھی التجا سمجھے — تھی وہ حالانکہ اک صدائے خلوص
زُہد و تقوٰی لیے، ریاضت و عزت — بن گئے جبکہ دست و پائے خلوص
نفس و شیطان و خلقت و دنیا (ق) — سب مطالب ہوئی دعائے خلوص
دل کا تقوٰی ہے خیر خواہیِ خلق! — ہو بشرطیکہ بر بنائے خلوص
فکرِ رزق و مصائبِ تقدیر — عارضِ حال تھے بجائے خلوص
سو بہ صبر و توکل و تفویض!! — بن گئے شیوۂ رضائے خلوص (ق)
توبہ و علم و حمد و شکر ہیں باب — شہر ہے شہرِ پُر فضائے خلوص
ذکر و فکر و ریاض و صوم و صلوٰۃ — سارے جھگڑے ہیں ارتقائے خلوص
اور حقیقت میں ان کے سب کے سوا — عشق ہے اصل مدعائے خلوص

اُناؤ لکھنؤ — ان کو اب ضد یہ ہے کہ حسرت بھی — ۱۹ مارچ
مارچ ۲۳ء — شوق ظاہر کرے بجائے خلوص — سنہ ۲۳

دل رُبائی تھی آشتی سے غرض — اب انہیں کیا بھلا کسی سے غرض
ہم سے رندوں کی ہو چکی پوری — ساقیا لطفِ یک شبی سے غرض
بیٹھے ہیں ان پہ سب نثار کیے — دل سے کچھ کام ہے نہ جی سے غرض
ہم کو ان سے نہ دل کا ہے دعویٰ — نہ گواہی نہ شاہدی سے غرض
کچھ انہیں اور عاجزی کے سوا — ہم کو اظہارِ عاجزی سے غرض

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ان کی تحریرِ خام بھی ہے عزیز — کہ نہیں ہم کو خوش خطی سے غرض
کچھ نہیں جانتے وفا و جفا — جن کو ہے آپ کی خوشی سے غرض
حنفی ہیں، نہ مالکی، نہ ہمیں — حنبلی سے نہ شافعی سے غرض
ہم کہ خالص ہیں پیروِ اسلام — اور رکھتے نہیں کسی سے غرض
نسبتِ حُسنِ یار کا ہے لحاظ — ورنہ کیا ہم کو عاشقی سے غرض
کچھ نہیں میرے حالِ زار کا پاس — آپ کو اپنی دل لگی سے غرض
جن کی ہے حُسنِ دائمی پہ نظر — کیا انہیں عشقِ عارضی سے غرض
دل کو اک، ترکِ عشق پر بھی، رہی — حُسن کی خواہشِ خفی سے غرض
ہو کے حیرانِ کارِ عشق ہمیں — دل سے ہے اب نہ بیدلی سے غرض
حال ابتر ہے عاشقوں کا تو ہو — زلفِ جاناں کو برہمی سے غرض
اب ہے اس بندۂ تغافل کو — دوستی سے نہ دشمنی سے غرض
بے خودانِ خدا نہیں رکھتے — سرو سامانِ آگہی سے غرض
رکھتے ہیں عاشقانِ حُسنِ سخن — لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض

زنانہ کانپور — پاسِ خاطر ہے حُسنِ خوباں کا — ۹ر نومبر
فروری ۴۳ء — ورنہ حسرت کو شاعری سے غرض — سنہ ۴۳

الفت نہ مودّت نہ مروّت کے شرائط — پورے ہوئے کو ان سے محبت کے شرائط
اب دیر نہیں کچھ تری شہرت میں کہ واعظ — موجود ہیں سب کشف و کرامت کے شرائط
تہذیبِ نظر سے ترے دیدار کے طالب — پورے تو کریں پہلے زیارت کے شرائط

http://www.muftbooks.blogspot.com/

محفل میں تری جذبِ محبت سے بھی دل نے　　　طے کر لیے پہلے سے وکالت کے شرائط

درویش دہلی
رکھتے ہیں جبث چشم ولا ہم سے وہ حسرت

۶ ر فروری ۲۳ء
نابود ہوئے جن سے خلافت کے شرائط

کیا ہے اگر مرا نہ کرے تو حسیں لحاظ　　　کرتا ہے عاشقوں کا کوئی بھی کہیں لحاظ
رکھتی بھی اپنے چاہنے والوں کی بھی خبر　　　اس کا مگر تمہیں تو ذرا بھی نہیں لحاظ
ہر حال میں ترے جو رہے ہوں نیازمند　　　ایسوں کا تو ضرور ہے اے نازنیں لحاظ
ان سے جفائے یار کا شکوا نہ ہوگا　　　عہدِ وفا کا تھا جو دمِ واپسیں لحاظ

خوز کلکتہ
حسرت مرے سرشکِ محبت کی قدر کا

فروری ۲۳ء
رکھنے لگی ہے خوب مری آستیں لحاظ

ظلمتیں دل کی ہوں نہ کیوں مرفوع　　　کہ ہوا بدرِ عشقِ یار طلوع
مذہبِ عشق ماہرویاں کے　　　دل کو سب یاد ہیں اصول و فروع
تو جو ساقی بنے تو شغلِ شراب　　　محتسب بھی کہے کہ ہے مشروع
عیشِ جاں بھی ہے جس پہ دل سے نثار　　　کس قدر دردِ عشق ہے مطبوع

شیار خمن مالیگاؤں　　　　فروری ۲۳ء
خاکسارانِ عاشقی حسرت
کچھ نہیں جانتے سجود و رکوع

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آئینہ دیکھئے کہ سب آئے نظر دروغ — بے شک ہمیں قبول ہے یہ سر بسر دروغ
ہم ان پہ مر کے زندۂ جاوید ہو نہ جائیں — ٹھہرے کہیں نہ حکمِ قضا و قدر دروغ
دلداریوں کے واسطے کب ہے یہ دلبری — اتنا تو ہم سے بول نہ اے فتنہ گر دروغ
تسکینِ غم کی اور تو کیا دل کو ہو امید — شہرہ جفائے یار کا ٹھہرے مگر دروغ
حسرت یہ ہجرِ یار میں کیا حال کر لیا — دعوائے صبر آپ کا تھا کس قدر دروغ

گلزار سخن نوا، فروری ۲۴ء — ۳ر نومبر سنہ ۲۳ء

اللہ رے ترا حجاب کاشف — دیوانہ ہے جس پہ روحِ عارف
عاشق وہ کہاں جو غیبِ حق سے — پیہم نہ سنے نویدِ ہاتف
منظور انہیں جو ہو تو غم بھی — ہے دل کو سرور کا مرادف
معلوم ہیں اشکبارِ غم کو — سب دل کے مداخل و مصارف
درکار ہے جائے نسبتِ شوق — زاہد کو وسیلۂ وظائف
برہم ہیں وہ آج، دیکھنا ہے — گرتی ہے کدھر یہ برقِ خاطف
طالب ہے وصال کا تو حسرت — رکھ وردِ عوارف[1] المعارف

نظام المشائخ دہلی، فروری ۲۴ء — ۳ر نومبر سنہ ۲۳ء

پڑھیے اس کے سوا نہ کوئی سبق — خدمتِ خلق و عشقِ حضرتِ حق
گفتگو سب ہے بجز حکایتِ شوق — محض بیکار، زق زق و بق بق

[1] [illegible]

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ترکِ غم پر بھی دردِ دل کا رہا　　سالہا سال آرزو کو قلق
ہو گئے نورِ عشق سے روشن　　دل پہ ارض و سما کے چودہ طبق
نگہِ شوق میں سما نہ سکا　　جلوۂ حسن لیک بحتِ مطلق
وصل میں بھی غذائے روح رہا　　دردِ فرقت بقدرِ سدِّ رمق
مٹ گئے دل سے عاشقی کے نقوش　　رہ گیا سادہ زندگی کا ورق
کیا ہوئے اب وہ مشغلے غم کے　　دلِ مضطر کی جن سے تھی رونق

شرکت بمبئی　　شعرِ حسرت نے سارے کھول دیئے
۲۲ر جنوری ۲۲ء　　عشقبازی کے عقدہائے ادق　　۷ر نومبر ۲۳ء

احبابؔ آئے کوئی پیغامِ اجل تک　　مجبور تھے کیا کیا ترے مجبور بھی کل تک
پایا نہ کسی نے ترے وحشی کا ٹھکانا　　سب ڈھونڈ پھرے بحر و بر و دشت و جبل تک
عاشق ہوں تو ہو زہد کے جھگڑوں سے رہائی　　سب میں یہ بکھیڑے ہیں ہوسِ علم و عمل تک
خالی نہ ہمیں غم سے ملا ایک بھی لحظہ!　　لے شامِ ابد دیکھ چکے صبحِ ازل تک
داعی ہے محبت کا تری زہد بھی، جس کو　　معلوم نہیں شکر و شکایت کا محل تک
اب کچھ نہیں مطلوب قناعت کی بدولت　　بے حاصلیِ حرص رہی طولِ امل تک

شرکت بمبئی　　ہم جامی و حافظ کے بھی قائل ہیں پہ حسرت
۱۰ر جنوری ۲۲ء　　خوبی میں نہ پہنچا کوئی سعدی کی غزل تک　　۳ر نومبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

منموہن شیام نے نین لاگ　　　　بسدن سلگ رہی تن آگ

پیپا کانپور　　برہ کی رین نپٹ اندھیاری　　۳۱ اکتوبر

نومبر ۲۳ء　　رووت دھووت کٹت جاگ جاگ　　سنہ ۲۳ء

پریم کا روگ لگائے کے حسرت　　　　راگ رنگ سب دین تیاگ

موسے چھیڑ کرت نندلال[1]　　　　لئے ٹھاڑے ابیر گلال

تندان کانپور　　ڈھیٹھ بھئی جن کی برجبدی　　۴ اکتوبر

۲۷ اکتوبر ۲۳ء　　اوڈن پر رنگ ڈال ڈال　　سنہ ۲۳ء

ہم ہوں جو دیئی لپٹائے کے حسرت　　　　ساری یہ چھل بل نکال

رنج راحت ہے سکونِ غمِ ہجراں کی قسم　　　　یادِ جاناں کی قسم جلوۂ جاناں کی قسم

تجھ کو مخمور جو دیکھا ہے تو اے پیکرِ ناز　　　　مست ہم بھی ہیں تری مستیِ لرزاں کی قسم

شوق سے جور کیے جائیں وہ ارباب وفا　　　　خوش بہر حال ہیں عیشِ غمِ پنہاں کی قسم

کافرِ عشق ہیں نظارۂ خوباں ہیں ہمیں　　　　سیرِ جنت ہے ہوسکاریِ ایماں کی قسم

کیا تھکے ہو گئے اک ساغرِ مے سے کیا ہم　　　　جادوئے گردشِ پیمانۂ گرداں کی قسم

پیکرِ خاکیِ عشاق بھی ہے صورتِ دل　　　　سر بسر نور ہے ترے حسنِ درخشاں کی قسم

حسرت اب کیوں ہیں وہ پردے میں کہ مانندِ وفا[2]
ہم نہ دیکھیں گے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم

۸ اکتوبر ۱۹۲۳ء

[1] سری کرشن　[2] مرحوم حکیم عبدالولی خاں رامپوری وفا تخلص

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مانوس ہو چکے تھے ازل میں فنا سے ہم — اس انتہا کو جانتے ہیں ابتدا سے ہم
گویا وہ سب سُنا ہی تو دے گی وہاں کا حال — کیا کیا سوال کرتے ہیں بادِ صبا سے ہم
دُنیا کی نامرادیِ پیہم کے عُذر پر — محشر میں تم کو مانگ نہ لیں گے خدا سے ہم
بن کر گدائے عشق گئے تھے مگر پھرے — سلطان ہو کے یار کی دولت سرا سے ہم
عرضِ کرم سے پہلے ہی بولے وہ روزِ وصل — شرمندہ ہوں کہیں نہ تری التجا سے ہم
اس انجمن کے شوق میں جی کا زیاں سہی — اک بار ان کو دیکھ تو لیں گے بلا سے ہم
کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوئے آرزو — آنکھیں جب اپنی ملتے ہیں ان کی ادا سے ہم
محرومیاں بھی جن کی ہیں عنوانِ التجا — کہتے ہیں وہ کہ ڈرتے ہیں اہلِ وفا سے ہم
حسرت خیالِ غیر سے بیگانہ ہو گئے — مانوس ہو کے اس نگہِ آشنا سے ہم

الناظر لکھنؤ اکتوبر ۲۳ء — ۲۶، اکتوبر ۲۳ء

نغمہ و مے کا حکم عام نہیں — عاشقوں پر یہ کچھ حرام نہیں
ظرفِ رنداں کی آزمائش ہے — بزمِ ساقی میں دورِ جام نہیں
فتنۂ عشوہ گفتگو ہے تری — محشرِ ناز ہے خرام نہیں
جلوہ فرما وہ اب ہوئے بھی تو کیا — کوئی مشتاق زیرِ بام نہیں
کبھی اقرار ہے کبھی انکار — کچھ تری بات کو قیام نہیں
ہم بھی رکھتے ہیں کس سے چشمِ کرم — رحم کا ان کے دل میں نام نہیں
کاٹ دی اس نے سب کی قیدِ حیات — ایک نخچیر زیرِ دام نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کر دیا تو نے پختہ کارِ ستم — اب کوئی شوق دل میں خام نہیں
سخت عاصی ہے شادِ خاطرِ زہد — کہ ترے کفرِ چشم کی رام نہیں
دل کے جامِ زمردیں کے لیے — کیا مئے شوق لالہ فام نہیں
عید میں بھی شراب سے انکار
کچھ یہ حسرت مہِ صیام نہیں

زمانہ کانپور، دسمبر ۲۲ء — ۷ر اکتوبر ۲۳ء

چپ ہیں کیوں آپ مرے غم سے جو دلگیر نہیں — اب نہ کہیے گا تری آہ میں تاثیر نہیں
کیا وہ یوں ہم سے ہیں راضی کہ نہیں ہیں راضی — کیا یہ وہ خواب ہے جس خواب کی تعبیر نہیں
وہ بھی چپ ہم بھی ہیں خاموش بہ ہنگامِ وصال — کثرتِ شوق بہ اندازۂ تقریر نہیں
ان کی چتون سے جو آئی ہے نکل کر دل میں — مایۂ نازِ ہوس ہے خلشِ تیر نہیں
شوق کو یادِ رخِ یار نہ ہو گی کافی! — کہ یہ قرآن ہے قرآن کی تفسیر نہیں
کون کہتا ہے سیہ خانۂ غم کو بے نور — کیا مرے دل میں ترے حسن کی تصویر نہیں
دل کو بیمار کیٔ جوشِ جنوں کا ہے خیال! — ورنہ کچھ رنج گرانباریٔ زنجیر نہیں
ہم جفا سے بھی ہیں راضی کہ جفا ہے تیری — غیر کی طرح ہمیں شکوۂ تقدیر نہیں
ان سے ملنا بھی خدا ساز ہوا ہے اپنا — کامیابی مری شرمندۂ تدبیر نہیں
ہر ادا قاتلِ سفاک ہے لے شوخ تری — کیا ہوا دستِ نزاکت میں جو شمشیر نہیں
کون قائل ہو ترے صدقِ طلب کا حسرت
محفلِ یار میں کچھ بھی تری توقیر نہیں

زمانہ کانپور، دسمبر ۲۳ء — ۱۶، ۱۷ر اکتوبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جس نے سونگھی ہو تری زلفِ سیہ کار کی بُو — کیا پسند آئے اُسے نافۂ تاتار کی بُو
آج تک جس سے معطر ہے محبت کا مشام — آہ کیا چیز تھی وہ پیرہنِ یار کی بُو
بے پیئے مست کئے دیتی ہے اے پیرِ مغاں — مے پرستوں کو ترے ساغرِ سرشار کی بُو
ہوس انگیزِ تمنا ہے لبِ یار کا رنگ — روشنی بخشِ نظر ہے مے گلنار کی بُو
دہر کیونکر نہ لگے گلشنِ جنت کی بہار — جبکہ یاد آئے ترے ہاتھ سے ٹوٹے ہار کی بُو
دل دہی سے بھی تری بڑھ کے ہے کچھ ذوقِ فزا — دل نوازی میں ترے نامۂ دلدار کی بُو

خلافت، بمبئی — ۱۵ دسمبر ۲۳ء

مستیِ حسن کے درجوں میں ہے کامل حسرت
شاہدانِ دکن و خلخ و فرخار کی بُو

خیالِ غیر کو دل سے مٹا دو یا رسول اللہؐ — خود کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسول اللہؐ
تجلی طور پر جس نور کی دیکھی تھی موسیٰؑ نے — ہمیں بھی اک جھلک اسکی دکھا دو یا رسول اللہؐ
علیؑ آگاہ جس سے ہو کے بابِ علم کہلائے — وہ رازِ عشق ہم کو بھی بتا دو یا رسول اللہؐ
حسینؑ ابنِ علیؑ کے صبر نے جس کے مزے لوٹے — ہمیں بھی اس بلا کا حوصلہ دو یا رسول اللہؐ
تمنا ہے محبت کو لقائے غوث الاعظمؒ کی — اسے بغداد کا رستہ دکھا دو یا رسول اللہؐ
گرفتارانِ باطل میں طلب ہے حق نمائی کی — ہمیں عبد الصمدؒ سا رہنما دو یا رسول اللہؐ

ہمدم، لکھنؤ — ۲۴ دسمبر ۲۳ء

غرض حسرت کو وہابؒ و عبد رزاقینؒ و والیؒ کو
ملا کر مرتبہ انوارؒ کا دو یا رسول اللہؐ

۱ حضرت سید عبد الصمد اللہ صمد آبادی ۲ مرشدی حضرت شاہ عبد الوہاب لکھنوی فرنگی محلی ۳ حضرت شاہ عبد الرزاق لکھنوی فرنگی محلی و حضرت سید عبد الرزاق بانسوی ۴ حضرت شاہ عبد الوالی لکھنوی فرنگی محلی ۵ حضرت مولانا انوار لکھنوی فرنگی محلی جن کا باغ مولانا انوار لکھنؤ محلہ رکاب گنج میں مشہور عام ہے۔ اور یہیں مولانا حسرت موہانی دفن ہیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دشمنِ شیوۂ وفا شدہ — ایں چہا کردۂ چرا شدہ
گفتمش سہل گیر و عذر مخواہ — کہ سزوارِ مرحبا شدہ
شوقِ مخمورِ خواہدت کہ چنیں! — شدۂ بے حجاب تا شدہ
عشق اے شاہدِ عزیز مراد — کہ بظاہر پئے جفا شدہ
بہرِ بیماریِ ہوس بہ نہاں — چارۂ دردِ لا دوا شدہ
زاہدِ ما را ز راہِ دور و دراز — بہ درِ قرب رہنما شدہ
عاشقی پیشہ کردۂ حسرت! — شاہ در کسوتِ گدا شدہ

عشابیہ بدایوں — فروری ۲۳ء — ۶، ۷ نومبر سنہ ۲۳

عاشقوں سے ناروا ہے بے وفائی آپ کی — حد سے بڑھ چلے نہ شانِ کج ادائی آپ کی
آرزو کے دل میں آئیں گی نہ کیا کیا آفتیں — در پئے انکار ہے نا آشنائی آپ کی
خوبرو ہیں آپ، مانا ہم نے پھر بھی اس قدر — دیکھئے اچھی نہیں ہے خود ستائی آپ کی
رہ گئی اہلِ ہوس میں، یادگارِ حسن و عشق — ناز برداری ہماری، دل ربائی آپ کی
مجھ سے یہ اکثر کہا کرتا ہے وہ مخمورِ ناز — دیکھئے نبھتی ہے کب تک پارسائی آپ کی
اک ہمیں تو کچھ نہیں ہیں آپ کے طاعت گزار — تابعِ فرماں ہوئی ساری خدائی آپ کی
کیسے دیکھے کون دیکھے، آپ کا نورِ جمال — جان جب ٹھہری ہوئی ہو رونمائی آپ کی
آپ کو آتا رہا میرے ستانے کا خیال — صلح سے اچھی رہی مجھ کو لڑائی آپ کی
برق کا اکثر یہ کہنا یاد آتا ہے مجھے — "تم سے چھڑوانے لگی ہم سے خدائی آپ کی"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عرض کر کے حالِ دل کس درجہ ہیں محجوب ہم
دیکھ کر غصے میں صورت تمتمائی آپ کی

شاہِ جیلاںؒ کے سوا مشکل کشا کے واسطے
کون کرتا اور حسرتؔ رہنمائی آپ کی

ہمایوںؔ لاہور ۶ر فروری ۲۴ء | اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

کس قدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی
بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی

بدگماں کاہے کو ہوتا آپ کا حسنِ غیور
ہم نے کیوں تصویر آنکھوں سے لگائی آپ کی

شکوۂ غم کر کے نادم ہے بہت پاسِ وفا
لیجئے ہم نے کس لئے غلطی جتائی آپ کی

نے نوازِ عاشقی نے نغمہائے حسن میں
بارہا آواز کانوں کو سنائی آپ کی

فرق اور فرقِ زمین و آسماں آیا نظر
شکل جب تصویرِ یوسف سے ملائی آپ کی

بھول بیٹھے تھے الٰہی کیا کریں اس دل کو ہم
ہجر میں پھر یاد جس دل نے دلائی آپ کی

مجھ کو جو آتی ہے وہ لا دیجیے خوشبوئے حسن
ورنہ پوشش عطر میں کس نے بسائی آپ کی

ربط جب دیکھا کہ غیروں سے بڑھایا آپ نے
رفتہ رفتہ ہم نے بھی چاہت گھٹائی آپ کی

آپ بھولے آپ کی صورت بھی بھولی اک مگر
دل سے کب تصویرِ غم ہم نے مٹائی آپ کی

دل کہ مالا مالِ غم تھا کتنی بیدردی کے ساتھ
ہم نے رو رو کر وہ سب دولت لٹائی آپ کی

جس سے حسرتؔ ہو گئی زیر و زبر بزمِ سماع
کس قیامت کی غزل مطرب نے گائی آپ کی

ہمایوںؔ لاہور ۹ر فروری ۲۴ء | ۷ر اکتوبر سنہ ۲۳ء

شوق پر اب تک نہیں ثابت رکھائی آپ کی
کس قدر ہشیار ہے بے اعتنائی آپ کی

آپ کے عاشق تھے ہم جو دل پہ کیا کرتے نظر
اہلِ حشمت سے قسم آنکھوں نے کھائی آپ کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شوق کو مجبور ہو کر چھوڑ دینا ہی پڑا !!
جب کلائی ناز کی سے تھرتھرائی آپ کی

آپ کو اس کی خبر کیا، آپ تھے مصروفِ خواب
رات بھر زنجیرِ در کس نے ہلائی آپ کی

آپ کے وعدے کی شب کھا کر فریبِ آرزو
سیج کس کس شوق سے ہم نے سجائی آپ کی

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم دیکھ کر گرمِ نظر!
غیر نے محفل میں جب انگلی دبائی آپ کی

گلشنِ اُمید میں چلنے لگی بادِ مُراد !!
یا سواری میرے دروازے پہ آئی آپ کی

سادگی ظاہر کی ہے، باطن میں کتنی ہوشیار
بھید کی بات آج تک ہم نے نہ پائی آپ کی

قتل کر کے مجھ کو کہتے ہیں وہ کس کس ناز سے
یہ تو ہم نے صرف چاہت آزمائی آپ کی

کس قدر ہمدردِ غم ہے لوٹ کر بادِ شمال
جب وطن سے آئی بوئے حسن لائی آپ کی

حسرت اس کوچے کا پھیرا روز روز اچھا نہیں
رنگ لائے گی کسی دن یہ گدائی آپ کی

مختار بھوپال فروری ۲۲ء — ۷، اکتوبر ۲۳ء

تراوش کرتی ہیں رنگینیاں کب نئے مضموں سے
عبارت ہے یہ اس جانِ جہاں کے عشقِ موزوں سے

اثر دیکھے تو کوئی حسنِ لیلائے تصور کا
قیافہ شوق کا ملنے لگا تصویرِ مجنوں سے

بھلا اُس دل کو یارو خواہشِ درماں سے کیا نسبت
بنائیں جس کو دیوانہ محبت کے وہ افسوں سے

بلائے کثرتِ عشاق سے ناحق ہے بیزاری
شکایت کیجیے اپنے جمالِ سوز افزوں سے

غرور اپنا نہیں بے جا کہ نسبت ہے برابر کی
تمھاری زلفِ ابتر کو ہمارے بختِ واژوں سے

نمایاں ہیں نرالی سرخیاں حسن و محبت کی
ہماری چشمِ پُرخوں سے تمھارے لبہائے میگوں سے

چمن میں حسنِ گل کی کھنچ گئی تصویر جب حسرت
ملی ساغر کی سبزی سرخیٔ صہبائے گلگوں سے

۱۵، اکتوبر ۲۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عقدہ وصالِ یار کا حل ہو تو جانیے — خوف و خلوص و علم و عمل ہو تو جانیے
گھبرا کے روح کہتی ہے روزِ فراقِ یار — اس نامراد آج کی کل ہو تو جانیے
تمکین و قہرِ یار میں مشکل ہے امتیاز — غصے سے ابروؤں پہ جو بل ہو تو جانیے
رہتی ہے یوں تو غیر سے وہ اُن کی چھیڑ چھاڑ — کچھ واقعی بھی ردّ و بدل ہو تو جانیے
تاریکیِ فراق بہ نورِ خیالِ یار! — شامِ ابد سے صبحِ ازل ہو تو جانیے
کیونکر کھلے ہنسے ہیں وہ کس بات پر خفا — کچھ بھی جو بے رخی کا محل ہو تو جانیے

مشاعرہ بدایوں، نومبر ۲۳ء
حسرت یہ رنج ہجر یہ قید اور یہ جورِ غیر — ۱۰/ اکتوبر
اس کشمکش میں آج غزل ہو تو جانیے — ۲۳ء

من تو سے پریت لگائی کنھائی — کاہو اور کی سُرت اب کاہے کو آئی
گوکل ڈھونڈھ بندرابن ڈھونڈھو — برسانے لگ گھوم کے آئی
تن من دھن سب وار کے حسرت
زمانہ کانپور — متھرا نگر چل دھونی رمائی!! — ۱۰/ اکتوبر ۱۹۲۳ء

مخمس ہندی، اردو، فارسی، عربی

کا سانجھ سکار کی بات کہی — کچھ فکر نہ شام و سحر کی رہی
دل گشت مرا زیں غلغلہ حتی! — الصبح بدا من طلعتہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

واللیل دجیٰ من و فرتہٖ

اوروں سے ہوئی نہ یہ ہوئے مجبو　　کچھ فرق نہیں اس میں سرِ مو
ز اجازتِ او بہ ارادتِ او　　سعت الشجرُ نطق الحجرُ

شق القمرُ باشارتہٖ

کہاں کہہ کے بلائے کون گوا　　کچھ بھی نہ کھلا حسرت بخدا
در پردہ چہ شد بہ شبِ اسرا　　فاق الرسلا فضلاً وعلا

فالعز لنا باجابتہٖ

شوکت میرٹھی　　۱۳ اپریل ۴۴ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصّۂ نہم

جس میں

حسرت موہانی

کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو بمقام یرودا جیل تکمیل حصّۂ ہشتم کے بعد آخر ۱۹۲۳ء تک لکھی گئیں

مرتبہ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان میں دیکھا جو ماجرا دیکھا — کیا بتائیں کسی سے کیا دیکھا
ہم نے غیرت کو بھی کرم سے ترے — بارہا محوِ التجا دیکھا
حال میرا خراب ہے کہ نہیں — آج تو آپ نے بھی آ دیکھا
کوئی دُنیائے حُسن میں اے شوق — تو نے ان سا بھی دلربا دیکھا
اہلِ عالم سب آئے غیر نظر — اک تمہیں صورت آشنا دیکھا
نہ بچا اس نگاہِ ناز سے دل — ہم نے سَو سَو طرح چھپا دیکھا
بزمِ ساقی میں جوشِ مے کا مزا — آج رندوں نے خوب اٹھا دیکھا
تو کسی کا نہیں تجھے ہم نے — خوب اے شوخ بیوفا دیکھا
غیر جانا انہیں سو کیوں حسرت — عشق کو حُسن سے جُدا دیکھا

عالمگیر لاہور اپریل ۴۴ء — یکم نومبر سنہ ۴۴ء

ہر گھڑی وردِ لبِ شوق ہے افسانہ ترا — بے خبر تیرے سوا سب سے ہے دیوانہ ترا
مستیِ حسن کو درکار ہے دے دے اے عشق — دل کہ لبریزِ مئے شوق ہے پیمانہ ترا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کتنے دل ہیں ترے قابو میں نہ جانے جانِ جمال — جا ہے کلمہ جو پڑھے شوکتِ شاہانہ ترا
حسنِ جاناں سے یکتا ہے مرا شہرۂ عشق — دور پہنچا ہے مرے نام سے افسانہ ترا
بے خرد ہو کے محبت کی بدولت اے عقل — نام بھی اب نہیں لیتا دلِ فرزانہ ترا
پایۂ عرش کو از خود نہیں جنبش اے دل — دیکھ پہنچا ہے کہاں نعرۂ مستانہ ترا

حبسِ جدید لکھنؤ — فکرِ کونین سے بیگانہ ہُوا تو حسرت
۱۹ مئی ۲۳ء — خوب ٹھہرا غمِ جاناں سے یارانہ ترا — ۲۵ نومبر ۱۹۲۳ء

ترے حسن کا دور دورا رہے گا — نہ میرا یہ جوشِ تمنا رہے گا
مگر سالہا سال بعدِ فنا بھی — زمانے میں دونوں کا چرچا رہے گا
نہ سرمایہ داروں کی نخوت رہے گی — نہ حکام کا جورِ بے جا رہے گا
زمانہ وہ جلد آنے والا ہے جس میں — کسی کا نہ محنت پہ دعویٰ رہے گا
یہ سب لیکے (مال و دل و جان و ایماں) — ترا پھر بھی ہم پہ تقاضا رہے گا
مرے شوق کا ہے جو مضطر ابھی تو — بھلا وصل میں کیا ٹھکانا رہے گا
دلِ زار اب اپنے پہلو میں ہرگز — نہ تھاما رکے گا نہ دابا رہے گا
جو مٹ جائیگا ہو کے خاک اس گلی کی — وہ اچھا رہا ہے وہ اچھا رہے گا
اسے کیا ہو پروائے محشر جو تیرا — بدستور محوِ تماشا رہے گا
وہ حسن و محبت میں یکساں ہو کامل — وہ دونوں کی آنکھوں کا تارا رہے گا

قصرِ قید پنجاب — ترے عشق میں دعوئے صبر حسرت — ۲۵ نومبر
فروری ۲۳ء — ابھی تک بھلا کیا رہا کیا رہے گا — سنہ ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کوچہ اُس فتنۂ دوراں کا دکھا کر چھوڑا — دل نے آخر ہمیں دیوانہ بنا کر چھوڑا

پردہ ہم سے جو وہ کرتے تھے نہ کرنے پائے — شوقِ بیباک نے اس کو بھی اُٹھا کر چھوڑا

بزمِ اغیار میں ہرچند وہ بیگانہ رہے — ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

تجھ سے ملنے پہ کسی کی ہمیں پروا نہ رہی — سب کو دنیا میں تری یاد بھلا کر چھوڑا

ان کے آنے کی خبر سُن کے تمنا نے مری — دل میں اک شوق کا طوفان بپا کر چھوڑا

لُطفِ ماضی کی جو کچھ یاد تھی باقی دل میں — اس کو بھی تیرے تغافل نے مٹا کر چھوڑا

مجھ کو معلوم ہے، پیمانۂ مے میں ساقی — تُو نے جو کچھ کہ مری آنکھ بچا کر چھوڑا

دامنِ حُسن ترا خونِ شہادت نے مرے — عطرِ خوشبوئے محبت میں بسا کر چھوڑا

ہزار داستان لاہور — مرگِ حسرت کا بہت رنج کیا، آخر کار — ۲۶؍ نومبر

مارچ ۲۳ء — اثرِ عشق نے ان کو بھی رُلا کر چھوڑا — سنہ ۲۳ء

مستزاد ہندی ذو قافیتین

کا سے کہوں تہیں جین، بنواری بنا — روئے کٹے ساری رین، مراری بنا

کوؤ جتن جیا دھیر نہ دھارے

نیند نہ آوے نین، گردھاری بنا

دیکھ سکھی کوؤ چین تنا ہیں! — اس حسرت ہئے گیں بہاری بنا

۲۱؍ نومبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ان کی محفل میں پا کے جامِ شراب — کام اپنا ہوا بنامِ شراب
ہو رہے ہیں مرے لئے کیا کیا — بزمِ ساقی میں اہتمامِ شراب
میکدے سے گیا نہ کوئی ہوش — اے خوشا حسنِ انتظامِ شراب
محتسب سے بھی فصلِ گل میں لیا — ہم نے لڑ بھڑ کے اذنِ عامِ شراب
بڑھ گئی سبزیٔ چمن میں کچھ اور — رونقِ حسنِ لالہ فامِ شراب
روک دیں گے عبادتِ شبِ شیخ — رندیوں لیں گے انتقامِ شراب
خوب غفلت میں ہو رہے ہیں بسر — دن بہ صبحِ طعام و شامِ شراب
دین و دنیا کو بھول بھال کے ہم — ہو گئے فائز المرامِ شراب
میکدوں سے پہنچ گئے حسرت — خانقاہوں میں بھی پیامِ شراب!

اردوئے اخبار لکھنؤ ۲۲ر فروری ۲۲ء — ۷ر دسمبر سنہ ۲۲ء

خوبیٔ تو بسکہ بہ تمکیں برابر است — فریادِ من بہ شکوۂ رنگیں برابر است
آئندہ وعدہ ہائے وصالِ تو شوق را — در تازگی بہ لطفِ تحسیں برابر است
کفرم گرت خوش آید از ایمان شدم نفور — پیشِ من ارمغانِ دل و دیں برابر است
اظہارِ امتنانِ تو بر ترکِ عشقِ من — در پردہ با نہایتِ نفریں برابر است
تاریک بختِ من کہ مرا تازہ با بروست — با گیسوئے سیاہ خودت ہیں برابر است
پائینِ بزمِ عیش تو ام گوشۂ مغاک — با صد ہزار بستر و بالیں برابر است
حسرت برائے بلبلِ ناکام در چمن — شکرِ بہار و شکوۂ گلچیں برابر است

مشرق گورکھپور ۲۳ر فروری ۲۳ء — ۵ر دسمبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل از صدمۂ ہجر پُرخوں نماید — سرشکِ غمم طرفہ گلگوں نماید

بچشمِ تمنایم آں شوخِ رعنا — نماید بہ حسنِ دگر چوں نماید

ببزمِ تو ہر دور ساغر بہ رنداں — بہ تاثیرِ یک دورِ گردوں نماید

عجب نیست گر مثلِ خود حسنِ رویت — مرا شوق ہم روز افزوں نماید

کلامت کہ سر تا سر اعجاز باشد — بہ اہلِ ہوس نیز افسوں نماید

جمالے کہ از عشقِ تو دام گیرد — سخن صرفِ تزئینِ مضموں نماید

زہے حسن و تصویرِ خویش کہ حسرت — زلیلیٰ رباید بہ مجنوں نماید

ہمایوں لاہور، مارچ ۲۴ء — ۳۰ نومبر ۲۳ء

پیمانِ لطف و عہدِ وفا را نگاہدار — جاں ہا کہ رامِ تست خدا را نگاہدار

پنہاں بگوئے حرفِ محبت باہلِ شوق — غمازیٔ نسیم و صبا را نگاہدار

اظہارِ لطفِ تو بہ ہوسناکیاں خوش است — حسرت پسندیٔ دلِ ما را نگاہدار

از آہِ بے قرارِ دلِ آزردگاں بترس — تاثیرِ اضطراب و دعا را نگاہدار

در خوردِ سرزنش بنود جرمِ عاشقی — عذرِ وفا پذیر و سزا را نگاہدار

در پیشِ تست مرحلۂ خونِ عاشقاں — شمشیرِ ناز و تیغِ ادا را نگاہدار

چوں بستہ بغمِ تو بہر حال خوشدل است — از دردِ او مپرس و دوا را نگاہدار

دشنامِ نازِ خویش باغیار صرف ساز — تکریمِ اہلِ صدق و صفا را نگاہدار

زنہار اگر ز حسن بخواہی مرادِ عشق — حسرت اصولِ فقر و فنا را نگاہدار

* سلطان الاخبار ۱۶ مئی ۲۴ء — ۲ دسمبر ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مہمان اور مہمانِ عزیز — کون رکھے گا تم سے جانِ عزیز
دل میں مانوسِ درد ہے گویا — قیدیوں کو نگاہبانِ عزیز
عاشقوں کی خراب حالی کو — دیکھ نہ ظالم، خدا کو مان عزیز
ہم بھی گرویدۂ شہادت ہیں — آپ کو ہے جو امتحان عزیز
رہ گئے دور اُن سے لطفِ زیست کہاں — جان کے ساتھ ہے جہان عزیز
اک ہمیں اپنے سر سے ہیں بیزار — ورنہ کس کو نہ ہوگی جان عزیز

مشرق گورکھپور — کس قدر گوشِ یار کو حسرت — یکم دسمبر
۱۱ر مارچ ۲۴ء — ہے ترے غم کی داستان عزیز — سنہ ۲۳ء

دشمنِ ہر عاقل و فرزانہ باش — اے دل اندر عاشقی دیوانہ باش
ہم نشیں، بازم حدیثِ لطفِ یار — گوئے و برتکرار آں افسانہ باش
دردِ عشق اے میہمانِ جانِ من — باش و وجہِ رونقِ ایں خانہ باش
التفات از من مجو در بزمِ غیر — بے رخی ورزو تو ہم بیگانہ باش

"الاسلام" لاہور — ساقیا جامے بہ حسرت نیز ہم — ۶ر دسمبر
مارچ ۲۴ء — کامرانِ شیشہ و پیمانہ باش — سنہ ۲۳ء

جیتے ہیں دردِ محبت کے سہارے عاشق — عاشقِ عشق بھی ہیں حسن کے مارے عاشق
آ گئی کس کے جمالِ عرق آلود کی یاد — رات بھر گنتے رہے ہجر میں تارے عاشق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تمہیں انصاف کرو تم سے جدا ہو کے بھلا — عمر آرام سے کس طرح گزارے عاشق
آزمایا ہے کہو تم نے کسے میرے سوا — نام ہی نام کے ہیں اور یہ سارے عاشق
اُس نے دیکھا بھی نہ محفل میں بلانا تو کجا — رہ گئے دور سے کر کر کے اشارے عاشق
اب اٹھاؤ بھی کہیں پردۂ غیبت آج تلک — کر چکے چشمِ تصور سے نظارے عاشق
قدرِ حسرت انہیں کب جا کے ہوئی جب کہ ہوئے
وہ بھی اک شوخِ جفاکار پہ وارے عاشق!

انقلاب کلکتہ
۲۹ر مئی ۲۳ء

۱۴ر دسمبر
۲۳ء

رنجِ بے جا پہ کیا ہم نے جو اظہارِ ملال — ان کی چتون سے عیاں ہو گئے آثارِ ملال
حال اس خوف سے ہم کہہ نہیں سکتے اپنا — کہ مبادا ہو ترا دل بھی گرانبارِ ملال
وہ جو بگڑے تو بنی حسن کی تصویرِ غضب — گلِ نازاں کے ہوئے طرۂ دستارِ ملال
تارکِ عشق ہوئے پھر بھی نہ چھوٹا غمِ عشق! — عمر بھر دل میں کھٹکتا ہی رہا خارِ ملال
اپنی محفل میں علی الرغم عدو کر کے طلب — مجھ کو ناحق وہ بناتے ہیں گنہ گارِ ملال
چھپ سکے گا نہ چھپائے سے بھی دل کا غبار — کب تلک آپ کئے جائیں گے انکارِ ملال
روٹھ کر من بھی کہیں جلد وہ جائیں حسرت
کہ سنائیں انہیں ہم جا کے یہ اشعارِ ملال

شوکت بمبئی
۱۷ر فروری ۲۴ء

۱۴ر دسمبر
۲۳ء

پیشِ او سجدۂ عاشقانہ کنیم — کثرتِ شوق را بہانہ کنیم
شرحِ جور و جفائے یار دہیم — پردۂ شکوۂ زمانہ کنیم
دست بردار از دعا شدہ ایم — کہ غمت را نہ زاں نشانہ کنیم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گاہ شکوہ ہائے ما چہ کنی! لطف را خوئے گیر تا نہ کنیم

حسرت از محرماں شویم اگر! فرقِ بیگانہ و یگانہ کنیم

دین و دنیا کلکتہ ۲۲ مئی سنہ ۲۳ — ۲۵ نومبر سنہ ۲۳

لطف و کرم کی راہ سے اے جانِ عاشقاں — رہ جا کبھی تو آن کے مہمانِ عاشقاں

ہر ہر قدم پہ راہِ وفا میں ہے خوفِ جاں — گر ہو نہ لطفِ یار نگہبانِ عاشقاں

سچ پوچھئے تو حسن سے کچھ کم نہیں ہے عشق — یہ جانِ عاشقاں ہے وہ جانانِ عاشقاں

رنگینیِ سرشکِ محبت کے حسن سے — دامانِ عاشقاں ہے گلستانِ عاشقاں

خلقِ خدا ہے گوش بر آوازہ جمال — مانیں گے اب بھی آپ نہ احسانِ عاشقاں

ہم کو گدا نہ جان کہ اے سرفرازِ ناز — افتادگی ہے شیوہ شایانِ عاشقاں

نورِ خیالِ یار سے روشن ہے سربسر — باوصفِ ظلمِ ہجر شبستانِ عاشقاں

لیتے ہیں آرزو کا یہیں آ کے سب سبق — گویا ہے بزمِ یار دبستانِ عاشقاں

لکھتا ہوں مرثیہ نہ قصیدہ نہ مثنوی!

حسرت غزل ہے صرف مری جانِ عاشقاں)

زمانہ کانپور مئی ۲۲ء — ۱۱ نومبر سنہ ۲۳

یک رہ بہ دیارِ غم گزر کن — بر خانہ خرابیم نظر کن

از فتنۂ آہِ دردمنداں — ایمن منشستہ خطر کن

فریاد مکن ز دستِ جورش — یا اے دلِ زار بے اثر کن

گاہے بہ مزارِ من گر آئی — پوشیدہ ز خلق چشم تر کن

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گاہے شبِ غم بہ یادِ لطفش! گاہے بامیدِ آں سحر کُن
خاکِ درش از رہِ عقیدت برداشتہ سرمۂ نظر کُن
نظارۂ لاہور حسرت ز لباسِ عقل بگزر! ۱۰ نومبر
مئی سنہ ۲۳ء روکسوتِ عاشقی بہ بر کُن سنہ ۲۳ء

آرزو لازم ہے وجہِ آرزو ہو یا نہ ہو التفات اس کافرِ خودبیں کی خو ہو یا نہ ہو
دیکھنا ہے حضرتِ دل ہم سے ان کے روبرو آپکے بارے میں بھی کچھ گفتگو ہو یا نہ ہو
چاہتے ہیں وہ چمن میں کثرتِ حُسنِ گلاب موتیا، بیلا، چنبیلی، نازبو ہو یا نہ ہو
ہم، وہ کہتے ہیں، کریں گے آج اظہارِ کرم اس سے کچھ مطلب نہیں محفل میں تُو ہو یا نہ ہو
اب کسی کو اور چاہیں گے نہ ہم تیرے سوا حُسن کی دُنیا میں تجھ سا خوبرُو ہو یا نہ ہو
کوئے جاناں میں صلوٰۃِ عشق پڑھنے کیلئے دیکھئے آبِ شہادت سے وضو ہو یا نہ ہو
ان سے نوبت لڑ کے پھر ملنے کی آئے یا نہ آئے چاکِ دامانِ تمنا اب رفو ہو یا نہ ہو
طیشِ حُسنِ یار بے پروا زبانِ شوق سے شرحِ احوالِ محبت مُوبمُو ہو یا نہ ہو
ترچھی نظر لکھنؤ شغلِ مے حسرت ہے روزِ ابر و باراں میں ضرور ۲۴ نومبر
اپریل ۲۴ء صحنِ گلزار و کنارِ آبِ جو ہو یا نہ ہو سنہ ۲۳ء

جس فتنۂ دوراں کو ابھی آئے تھے کل دیکھ چلتے ہیں لئے پھر تجھے اے دل وہیں چل دیکھ
یہ بھی ہے کوئی بات کہ وعدے ہی کئے جا اور حال مرا آن کے دیکھ آج نہ کل دیکھ
برگشتہ مرے بخت پہ کر طعن ہزاروں اور زلف کا اپنی نہ تو خم دیکھ نہ بل دیکھ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیا کیا شبِ غم دل ہمیں دیتا ہے تسلّی — اب جلد ہی آنے کو ہے پیغامِ اجل دیکھ

چھپتے ہیں کب اے شوخ ترے ناز کے انداز — تیور نہ یہ بدلے ہیں نہ بدلیں گے، بدل دیکھ

دل کو مرے قابو میں نہ پا کر وہ بصد ناز — بولے کہ نہ دیوانہ بن اتنا بھی، سنبھل دیکھ

کاکل میں بھی اب سیر کریں شامِ ابد کی — عارض میں ترے خوب ہے صبحِ ازل دیکھ

"معیارِ سخن" مالیگاؤں — اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسینِ سخن کا — ۱۹ دسمبر

مئی ۲۳ء — میرا جو کہا مان تو حسرت کی غزل دیکھ — ۲۳ء

خبر کیا تھی ترے عزمِ سفر کی — روانی رُک چکی اب چشمِ تر کی

وہ عاشق مجھ سے پہلے تھے کہ ان کو — خبر بھی تھی مرے شوقِ بے خبر کی

مری محرومیوں کا حال سُن کر — انہیں اب فکر ہے ردِّ اثر کی

رہے وہ محفل افروزِ رقیباں — شبِ غم ہم نے رو رو کر بسر کی

نظیر اس کوئے دلکش کا نہ پایا — بہت کچھ سیر دیکھی بحر و بر کی

مُہوّس ہیں بہشت نازانِ اکسیر — کہاں ہے خاک ان کے رہگزر کی

بھلا حوروں کی زینت میں یہ مستی — کہاں سے آئے گی حُسنِ بشر کی

وہ ہیں محبوبِ نازِ دلرُبائی — کسے دیتی ہے بے باکی نظر کی

دل آگاہ کو اے حُسنِ رُسوا — تری خواہش نہ کرنی تھی مگر کی

سکونِ یادِ جاناں میں شبِ ہجر — عجب آرام سے ہم نے بسر کی

"خود کلکتہ" — چلو سوئے عدم تم بھی کہ حسرت — ۲۰ نومبر

۲۲ مئی ۲۳ء — وہیں کچھ قدر ہے اہلِ ہنر کی — ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گلشن میں نہ دل بلبلِ ناکام لگائے
پنہاں یہیں صیاد بھی ہے دام لگائے

یہ بات عجب عادتِ انساں میں ہے داخل
تقدیر کا خود کر کے خطا نام لگائے

اک سمت کہیں بزمِ طرب میں کوئی مسرور
ہونٹوں سے ہے جامِ مے گلفام لگائے

اور ایک طرف بسترِ غم پر کوئی مجبور!
چھاتی سے پڑا ہے دلِ ناکام لگائے

مسجد میں کہیں محوِ عبادات ہیں زاہد
جنت کی دلوں کو طمعِ خام لگائے

بیٹھا ہے کہیں راہِ خراباتِ مغاں میں
دُکانِ ہوس کوئی مے آشام لگائے

ہر حال میں راضی برضا ہیں کہ حسرت
کیا دخل جو ان پر کوئی الزام لگائے

نیاست وہد — ۱۹ مئی ۲۳ء
۸ دسمبر سنہ ۲۳ء

کوشش وصالِ یار کی معذور ہو چکی
اب ہم سے خدمتِ دلِ رنجور ہو چکی

عرضی جنابِ حسن میں بھجوا کے شوق کو
ہر دم ہے اب یہ سوچ کہ منظور ہو چکی

لے کر چلی ہے مغفرتِ حق ہمیں کہاں
جنت میں ہم سے عاشقی مجبور ہو چکی

تاریکیٔ لحد میں ہے درکار نورِ عشق!
کافی فقط سپیدیٔ کافور ہو چکی

دستور کے اصول مسلّم ٹھہر چکے
شاہی بھی رامِ غلبۂ جمہور ہو چکی

سرمایہ دار خوف سے لرزاں ہیں کیوں نہ ہوں
معلوم سب کو قوتِ مزدور ہو چکی

اور آپ اس سے چاہتے کیا ہیں سوائے سوز
حسرت یہ نارِ عشق ہے، یہ نور ہو چکی

صوفی پنجاب — فروری سنہ ۱۹۲۳ء
۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

منحصر وقتِ مقرر پہ ملاقات ہوئی　　　آج یہ آپ کی جانب سے نئی بات ہوئی
ان کا دیدار ہے مشکل سے بھی کچھ بڑھ کے محال　　　آرزو مفت میں کیوں موردِ آفات ہوئی
دلِ مشتاق میں اک شوق کا طوفان اٹھا　　　وعدۂ وصل کا دن ختم ہوا رات ہوئی
مذہبِ عشق میں ناکامیٔ جاوید کی خو　　　فرض منجملۂ احکامِ عبادات ہوئی
آج تک شغلِ عدو حق میں ہمارے کبھی بھی　　　نہ محبت ہوئی ان سے نہ مراعات ہوئی
حسن کی نیم نگاہی بھی تمنا کے لیے　　　موجبِ ناز ہوئی وجہِ مباہات ہوئی
دمِ آخر وہ ملے بھی تو ملے کیا حسرتؔ!　　　کھیت جب سوکھ چکے اپنے تو برسات ہوئی

شوکت علیبی　۱۸ مارچ ۲۲ء　　　۲۸ دسمبر ۲۳ء

شوق کہاں آرزوِ شوق ہے　　　جس سے جہاں مستِ مۓ ذوق ہے
درجہ ترے عشقِ فسوں کار کا　　　حسن کے رتبے سے بھی مافوق ہے
گردنِ حسرتؔ میں پئے امتیاز
خوب غلامی کا ترے طوق ہے

الناظر لکھنؤ　　　۳۱ دسمبر ۱۹۲۳ء

کہاں گئے موہے باوری بنائے کے　　　باوری بنائے کے جھلکیا دکھائے کے
ان سون بھیج بھئی ہے سگری
رکت رنگ بھبھوکا چنری
حسرتؔ کون بتھا سب ہمری!　　　آئے ملنے کہے شیام سے جائے کے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رباعی در وصفِ توفیقِ الٰہی

ہو کر ہی رہا ہمیشہ میرا چاہا — جب، جو مرے دل نے اس کو چاہا چاہا
توفیق اسے کہتے ہیں کہ چاہا بھی وہی — میں نے جو کچھ اس نے مجھ کو دینا چاہا

زمیندار، لاہور — ۲۵ مئی سنہ ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ دہم

جس میں

حسرت موہانی

کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو بمقام یرودا جیل تکمیل حصہ نہم
آخر مارچ سنہ ۱۹۲۳ء تک لکھی گئیں

مرتبہ

مرحومہ بیگم حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا !　　کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا
طلب میری بہت کچھ ہے مگر کیا　　کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا
کہاں تک ناز اٹھائے آخر اے حسن!　　ہوس تیرے مزاجِ خود ستا کا
نہیں معلوم کیا اے شاہِ خوباں　　تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا
بجائے اسمِ اعظم آپ کا نام　　وظیفہ ہے مرا صبح و مسا کا
غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو　　دیارِ حق میں افواجِ بلا کا
نثار ان پر ہوئے اچھے رہے ہم　　تقاضا تھا یہی حرفِ وفا کا
گنہگارو چلو ، عفوِ الٰہی　　بہت مشتاق ہے عرضِ خطا کا
تری محفل میں اہلِ دل کو جلوہ　　نظر آجائے گا شانِ خدا کا
اٹھایا ہے مزا دل نے بہت کچھ　　محبت کے غمِ راحت فزا کا

شوکت بمبئی　　جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت !　　ار جنوری
۱۵ر جنوری ۲۴ء　　تمہیں حق ان سے کیا چون و چرا کا　　۱۹۲۴ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کچھ خوف خدا کا ہے نہ ڈر خلقِ خدا کا
کیا آئے خیال ان کو شہیدانِ وفا کا

خوشبو ترے ملبوس کی لائی ہے کہاں سے
تجھ تک نہ ہوا تھا جو گزر بادِ صبا کا

طولِ شبِ ہجراں میں پریشانیِ دل پر
طرہ ہے خیال اور بھی اس زلفِ دوتا کا

خطرہ بھی تری خو سے ہے امیدِ کرم کو
عالم ہے شبِ وصل عجب بیم و رجا کا

آکر ترے دربار میں سب ہو گئے یکساں
جھگڑا نہ رہا مرتبۂ شاہ و گدا کا

بلا نہ کرو خود پئے تعزیر کہ لپکا!
پڑ جائے گا عصیانِ محبت کو سزا کا

ہیں ان کے رضا کار بری لوثِ طلب سے
کوئی بھی جو ہو ان میں گنہ گار دعا کا

آسان ہے مشکل بھی ترے شوق کی منزل
اس راہ میں کچھ کام نہیں راہ نما کا

سر ہے انھیں مطلوب تو دو شوق سے حسرت
اس امر میں کچھ دخل نہیں چون و چرا کا

معارف، علی گڑھ
جولائی سنہ ۱۹۲۳ء

۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۲۳ء

جرم کو دید کا سبب نہ کیا
تم نے یوں بھی ہمیں طلب نہ کیا

پائے بوسی کی دھن میں وصل کے دن
شوق نے انتظارِ شب نہ کیا

شکرِ غم نے کبھی ہمیں صد شکر
گردِ بادۂ عنب نہ کیا

ہم نے کیا جانے اس کو سجدۂ شوق
کب کیا بے خودی میں کب نہ کیا

رحم آیا انھیں بھی آخرِ کار
سن کے ہم نے بھی کچھ عجب نہ کیا

تو نے خم سے ہمیں کبھی ساقی!
سینہ با سینہ لب بہ لب نہ کیا

شکوہ سنجِ الم ہوئے حسرت
ستمِ یار کا ادب نہ کیا

منظر، لکھنؤ
جولائی سنہ ۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قدموں پہ ان کے رکھ کے سر رفعِ ملال کر دیا　　ہمتِ عذر خواہ نے آج کمال کر دیا
دور ہم اُن کی بزم سے جیتے رہے تو کیا رہے　　آہ وہ زندگی جسے غم نے وبال کر دیا
مجمعِ اہلِ شوق کا عذر بھی تم نے کچھ سنا　　یالبیں از رہِ جفا حسن کو قتال کر دیا
چاہو اگر تو دیکھ لو حق کو انہیں میں دوستو　　جس نے کہ حسن و عشق کو اپنی مثال کر دیا
دل سے کبھی جو سر ہوئی آہ وہ پُر اثر ہوئی　　شوق نے جب خبر ہوئی اُن کا بحال کر دیا
گنجفہ کھیلتے ہوئے آپ سے ہار ہم گئے　　اور انہیں کیا خیال ہنسے ہم نے نہال کر دیا
آنے لگے نہ پاس کے خوار حسرت انہیں ہم سے عار　　جن پہ کہ ہم نے سب نثار مال و منال کر دیا

حسن و عشق ذہری
ضلع شاہ آباد
مئی ۱۹۲۲ء

شکوہ اس دلستاں سے کچھ نہ ہوا　　ہمتِ عاشقاں سے کچھ نہ ہوا
بارشِ لطف و رحمِ حق کے بغیر　　کوششِ مہرباں سے کچھ نہ ہوا
مار ڈالا شکستہ حالوں کو　　یہ تو اس جانِ جاں سے کچھ نہ ہوا
عاشقی میں پئے حصولِ مراد　　دانشِ کارداں سے کچھ نہ ہوا
نہ کرم غیر پر نہ ہم پہ ستم　　اس تغافل نشاں سے کچھ نہ ہوا
لو وہ دامن چھڑا کے چل بھی دیئے　　عاشقِ ناتواں سے کچھ نہ ہوا
عشق نے کی گدازِ دل کی سبیل　　جب غمِ دو جہاں سے کچھ نہ ہوا
تم جو اپنے شریکِ حال رہے　　گردشِ آسماں سے کچھ نہ ہوا
اُن کو جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکا　　حسرتِ بدگماں سے کچھ نہ ہوا

سلطان الاخبار بمبئی ۲۵ جون ۲۲ء　　سنہ میں مات دے دی　　یکم مارچ ۲۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پنہاں شدنت دو گونہ شد خوب — اے روئے تو بے نقاب محجوب
عشقیت چہ شود، گرم شمارند — در زمرۂ بندگانِ معیوب
ما گام زنِ صراطِ عشق مستقیم — دور از رہِ ضالین و مغضوب
یا بےخبرانِ ہوشیاریم آہ — منجملۂ سالکانِ مجذوب
منت کشِ دیگراں مخواہش — آنرا کہ بتو شدہ است منسوب
بوسیدہ کفِ تو گشت لرزاں! — از من بہوائے شوق مکتوب
حسرت بہ غزل چو شمس تبریزؒ — باشد سخنِ تو نغز و مرغوب

٭معارف علی گڑھ فروری ۲۳ء — یکم فروری سنہ ۲۳ء

کیا کیا ہوئی اُن کے غمِ رُسوا سے ندامت — رکھنے جو لگے سر پہ مرے تاجِ کرامت
جلوہ ہے نظر سوز ترا سب کو خبر ہے — دیکھوں تری جانب کو مری آئے جو شامت
ہر شے کی ہے دُنیائے تمنا میں گرانی — ہاں ایک جو ارزاں ہے تو کالائے ملامت
کوشش تو بہت کی مگر اس شاہ ادب سے — دل کو نہ ملی صورتِ تسکیں کی ضمانت
ہے کفرِ محبت کا یہی حال تو شاید — بڑھ جائے گی سب سے مرے نامے کی ضخامت
تجھ کو بھی خبر کچھ ہے کہ اے فتنۂ دوراں — کیا کیا ترے قامت نے بپا کی ہے قیامت

حسرت ہی پہ موقوف نہیں کوئے بتاں سے
لے جا نہ سکا کوئی بھی ایمان سلامت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لطفِ تو گر اختیارِ ما نیست — سرمایۂ اعتبارِ ما نیست!
نازم چو بعشق حسن گوید — آں کیست کہ جاں نثارِ ما نیست
از درد و الم کجاست چیزے — کاندر دل و جانِ زارِ ما نیست
اے بادۂ نابِ عشق، بوئے — جز بوئے تو خوشگوارِ ما نیست
پیوستہ پیامِ سوزِ جاں را — از کیست اگر زیارِ ما نیست
نوعے ز کمالِ عشق بیروں — از حیطۂ اقتدارِ ما نیست
حسرت بدرش رسیدہ نازد!
کایں شانِ خداست کارِ ما نیست

السلام اے بشیر و نذیر — داعی و شاہد و سراجِ منیر
آرزو ہے کہ نامِ پاکِ حضورؐ — کاش وردِ زباں ہو وقتِ اخیر
بہ طفیلِ صغیر ذرۂ عشق! — محو سارے ہوئے گناہِ کبیر
تم نے کیونکر کیا دلوں کا شکار — ہے بظاہر کماں پاس نہ تیر
اب نہیں حسن کو نگاہ سے لاگ — کر گئی کام شوق کی تاثیر
کوچۂ یار میں ہیں سب یکساں — بادشاہ و گدا امیر و فقیر
نالۂ دل میں تھا غضب کا اثر — ہل گئی جس سے عرش کی زنجیر
دلِ عاشق ہے سوزِ جاں کا ہلاک — جانِ عاشق ہے دردِ دل کی اسیر
روٹھ کر اب وہ من چکے حسرت — بن چکی تم سے وصل کی تدبیر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم کہیں تا مُجا حدیثِ نیاز
جب سُننے بھی کہیں وہ دلبر ناز

عشق طاعت گذار ہو کہ نہ ہو
حُسن ہر حال میں ہے بندہ نواز

رہ گئے ذاتِ حق میں ہو کے فنا
اب نہ ہم ہیں نہ دل نہ سوز نہ ساز

دولتِ آرزو سے مالا مال
دلِ عاشق ہے اک دفینۂ راز

خونِ دل سے وضو کریں تو کہیں
بن پڑے عاشقوں کی جا کے نماز

ہند و ایراں ہیں خاص مسکنِ عشق
ماورائے عراق و شام و حجاز

دیکھئے دل پہ کیا بنے حسرت
عشوۂ گر حُسن عشق ہے جانباز

بے شکرِ گُل رہے دلِ بلبل کہاں تلک
اے ساقیِ بہار تغافل کہاں تلک

ہم سے گناہ گار بھی جنت میں جائیں گے
کام آئے گا نہ ان کا توسل کہاں تلک

تدبیرِ نغمہ سنج ترقی ہے، غافلو!
تقدیرِ نوحہ خوانِ تنزل کہاں تلک

اے دل کر اختصار کہیں داستانِ عشق!
ان کو رہے گی یاد بھلا کل کہاں تلک

آخر مزید رنجِ تمیم و عزیز پر
حسرت خیالِ برق و تجمل کہاں تلک

ؔ عبداللہ خاں شمیم باندوی، عزیز اللہ گورکھپوری، عظمت اللہ برق کانپوری، تجمل حسین گورکھپوری
مرحوم احبابِ فقیر حسرت موہانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حُسن کے ہم ہلاکِ دید بھی ہیں! — یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں
خانہ زادِ جفائے مختصِ دوست — طالبِ شدّتِ مزید بھی ہیں
باوجودِ علائقِ کثرت — عصرِ توحید کے وحید بھی ہیں
ہوشِ گم کردۂ سبیلِ رشاد — عقل کے پیرو رشید بھی ہیں
کامیابِ مُرادِ غم حسرتؔ
شادیٔ شوق کے مرید بھی ہیں

حال کیا اُن سے بار بار کہیں — نہ سنیں گے وہ ہم ہزار کہیں
دل کے زخموں کا جب حساب نہ ہو — کیا کہیں گر نہ بے شمار کہیں
مر مٹے ہیں اسی لئے کہ ہمیں! — شاید اپنا وہ جاں نثار کہیں
مایۂ عیش بھی ہے غم کی خلش! — اب اُسے گل کہیں کہ خار کہیں
شاہِ خوباں کہ فتنۂ رہزنِ دل! — کیا تجھے اے نقاب دار کہیں
تا کجا یادِ یار سے شبِ غم — قصّۂ دردِ انتظار کہیں
روئے جاناں سے عاشقوں کو نہ پھول — لوگ دیوانۂ بہار کہیں
اُن کی آنکھیں اگر کہیں تو غضب — دل کا افسانۂ شکار کہیں
نامرادی مراد ہے حسرتؔ
جب تمہیں خود وہ خاکسار کہیں

٭علی گڑھ میگزین علیگڑھ — جولائی ۲۳ء

ماہ جنوری — سنہ ۲۳

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مجھ کو دُنیا سے خوفِ کید نہیں — میں کہ پابندِ عمرو زید نہیں
معتبر ہیں دیارِ عشق میں سب — کچھ یہاں نیک و بد کی قید نہیں
منکرِ عشق ہے تو واعظِ شہر — لاکھ عابد بنے عبید نہیں
سربسر ہے مری کتابِ سیاہ — کوئی گوشہ کہیں سفید[لہ] نہیں
دیدِ صیاد کے سوا حسرتؔ! — اور کچھ آرزوئے صید نہیں

علیگڑھ میگزین، علیگڑھ — ۲۳ر مئی ۲۴ء — ۱۱ر فروری ۱۹۲۳ء

ہم حال انہیں یوں دل کا سُنانے میں لگے ہیں — کچھ کہتے نہیں پاؤں دبانے میں لگے ہیں
لاکھوں ہیں تری دید کے مشتاق مگر ہم — محروم تجھے دل سے بھلانے میں لگے ہیں
اور ایسے کہاں حیرت و حسرت کے مرقعے — اے دل جو ترے آئینہ خانے میں لگے ہیں
کہنا ہے انہیں یہ کہ نہ ہم ہونگے مخاطب — پر کہتے نہیں زلف بنانے میں لگے ہیں
کچھ ہوش سر و پا کا نہیں، رندِ خرابات — اُٹھی ہے گھٹا دھوم مچانے میں لگے ہیں
قاتل ترے دامن پہ مرے خون کے چھینٹے — کچھ اور بھی خنجر سے چھٹانے میں لگے ہیں
ہر دم ہے یہ ڈر پھر نہ بگڑ جائیں وہ حسرتؔ! — پھر دل جنہیں رو رو کے منانے میں لگے ہیں

"عالمگیر" لاہور — جولائی ۲۳ء — ۳۱ مارچ ۲۳ء

لہ اردو زبان میں اس لفظ کا تلفظ یائے مفتوح کے ساتھ بھی صحیح سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اگر کسی اور لفظ کے ساتھ بہ ترکیب فارسی مرکب نہ ہو تو راقم کے نزدیک اس کا قافیہ کید کے ساتھ جائز ہے۔ "حسرت"

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آنکھ تیری بھی تا سحر نہ لگے　　عاشقوں کی کہیں نظر نہ لگے
وہ بھی کورنش ہے کوئی جس کے لیے　　اُن کے قدموں سے جھک کے سر نہ لگے
دیکھیں دل کیا کرے، پتا اُن کا　　بے نشاں ہو کے بھی اگر نہ لگے
یہ بھی ہے ماننے کی بات کوئی　　مر مٹیں ہم تمھیں خبر نہ لگے
کور ہے چشمِ جاں کو ہاتھ اگر　　آپ کی خاکِ رہگزر نہ لگے
ہمت اتنی دلِ ہوس میں کہاں　　کہ اُسے تیری ضد سے ڈر نہ لگے
شجرِ شوق ہے ترا وہ شجر!!　　جس میں حسرت کبھی ثمر نہ لگے

زمیندار لاہور ۱۱ر جولائی ۲۳ء　　۱۹ر جنوری سنہ ۲۳ء

مرہم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے　　اُمیدوارِ وعدۂ یعطیک ہم رہے
تحریکِ حریت کو جو پایا قرینِ حق　　ہر عہد میں معاونِ تحریک ہم رہے
خلقِ خدا کو مان کے شرکت کا مستحق　　در بابِ ملکِ منکرِ تملیک ہم رہے
دشوار تھا بغیرِ یقیں روح کا سکوں　　(ق) اچھا ہوا کہ دشمنِ تشکیک ہم رہے
ہر حال ہر خیال میں ہر اعتبار سے　　حسرت مطیعِ عشق رہے ٹھیک ہم رہے

الناظر لکھنؤ جنوری ۲۴ء　　جنوری سنہ ۲۴ء

آشنا ہو کر نظر نا آشنا کرنے لگے　　ہم سے کیا دیکھا کہ تم پاسِ حیا کرنے لگے
رشک آیا ہے مجھے کیا کیا جب اُن کے روبرو　　مدعی بیباک عرضِ مدعا کرنے لگے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حلقۂ اغیار میں بھی پا کے اُن کو گرمِ لطف — ہم لبِ حسرت سے شورِ مرحبا کرنے لگے
اور تو کچھ بھی نہ ہم سے اس کے آگے بن پڑا — حُسنِ خلقِ یار کی مدح و ثنا کرنے لگے
دلربائی کا بھی کچھ کچھ ڈھب انہیں آنے لگا — بات مطلب کی اشاروں میں ادا کرنے لگے
کون کہتا ہے کہ ہم ہیں مائلِ ترکِ وفا — آپ ناحق اپنے دل کو بدمزا کرنے لگے
زمیندار لاہور — بھول کر حکمِ خدا یادِ بتاں رہنے لگی — ۱۲ر فروری
۱۱ر جولائی ۲۲ء — کیا تمہیں کرنا تھا حسرت آہ کیا کرنے لگے — سنہ ۲۳ء

ترے در کی خاک ہو کر دو جہاں میں نام کرتے — ابھی اور بھی وہیں ہم کوئی دن مقام کرتے
بکمالِ سرفرازی میں شہیدِ ناز ہوتا — جو وہ خنجرِ جفا سے مجھے خود تمام کرتے
نہ کسی نے یہ سجھایا نہ خود اُن کے جی میں آیا — کہ مزارِ عاشقاں تک وہ کبھی خرام کرتے
مجھے دیکھتے ہی لوٹے کہ یہ کون بے ادب ہے — وہ بھلا سلام لیتے وہ بھلا کلام کرتے
ہمیں کیا بھلا تھکاتی رہِ شوق کی درازی — کہ تمہیں اگر نہ پاتے سفرِ دوام کرتے
جسے کہتے ہیں اہنسا اک اصولِ خودکشی تھا — عمل اس پہ کوئی کہتا نہ کبھی عوام کرتے
شوکت بمبئی — چلو جان دے کے حسرت ہوئی خوب غم سے رخصت — ۱۲، ۱۳ فروری
۲۰ر فروری ۲۲ء — وہ کبھی نہ تم سے ملتے یونہیں صبح شام کرتے — سنہ ۲۳ء

نہ صورت کہیں شادمانی کی دیکھی — بہت سیرِ دُنیائے فانی کی دیکھی
مری چشمِ خوں بار میں خوب رہ کر — بہار آپ نے گل فشانی کی دیکھی
تمنا نے اُس روئے زیبا کو دیکھا — کہ تصویرِ حسنِ جوانی کی دیکھی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عجب شوق سے دستِ ساقی میں ہم نے — صراحی مئے ارغوانی کی دیکھی
زہے رعبِ حسن اُن کے در پر کسی نے — ضرورت نہ کچھ پاسبانی کی دیکھی
نہ تم سا خوش اخلاق پایا نہ ہم نے — کہیں شان یہ دل ستانی کی دیکھی
ریاستِ لاہور — مجھے کر گئے مایوس بولے وہ حسرت — ۲۶ فروری
جولائی ۲۳ء — حسرت غمِ جاودانی کی دیکھی — سنہ ۲۳

دردِ دل کی انہیں خبر نہ ہوئی — کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی
کوششیں ہم نے کیں ہزار مگر — عشق میں ایک معتبر نہ ہوئی
کر چکے ہم کو بے گناہ شہید — آپ کی آنکھ پھر بھی تر نہ ہوئی
نارسا آہِ عاشقاں وہ کہاں — دُور اُن سے جو بے اثر نہ ہوئی
آئی بجھنے کو اپنی شمعِ حیات — شبِ غم کی مگر سحر نہ ہوئی
شب تھے ہم گرمِ نالہائے فراق — صبح اک آہِ سرد سر نہ ہوئی
محی الدین خاں جعفری — تم سے کیونکر وہ چھپ سکے حسرت — ۱۲ مئی
بھوپال — نگہِ شوق پردہ در نہ ہوئی — سنہ ۲۳

باقی ہے جو کچھ کچھ خلشِ درد کبھو کی — اب تک یہ مرے دل میں نشانی ہے کسو کی
ارزانی مئے حسن کے تیرے دَور میں ساقی — ہر دل میں ہوس عام ہوئی جام و سبو کی
تڑپاتی ہے کیا کیا مجھے یاد آتی ہے جس دم — غیروں پہ نوازش وہ تری نرمی خو کی
مقصد ہے جلانا ہی اس کو کبھی مجھ کو! — خاطر تجھے منظور ہے میری نہ عدو کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آلائش ظاہر سے بری ہیں ترے درویش　　کہتا ہے انھیں کون ضرورت ہے وضو کی
قائم ہے بیک حال مرے دردِ جگر میں　　قدرت نہ فنا کی ہے نہ قوت ہے نمو کی

بیزار ہوں میں زخمِ دلِ زار سے حسرت
اب تک اُسے کیوں یعنی تمنا ہے رفو کی

گلزار سپن لونا
جولائی سنہ ۱۹۲۳ء

ہولی

موپہ رنگ نہ ڈار مُراری　　بنتی کرت ہُوں تہاری
پنیاں بھرن کا جائے نہ دیہیں
شیام بھرے پچکاری
تھر تھر کانپت لاجن حسرت　　دیکھت ہیں نر ناری

۱۴ مارچ سنہ ۱۹۲۳ء

ٹھمری

کہاں چھائے رہے گردھاری　　اَور ان مل سُدھ بھول ہماری
روٗوت دھووت تلپھت بلکت
برہ کی رین کٹی کٹ ساری
جیا جات برکھا رت حسرت　　دیکھ دیکھ بدریا کاری

۲۰،۲۷ جنوری ۱۹۲۳ء

ترجمہ قول حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح

زابرِ سفید آبِ رحمت چکد　　ز سبزہ اہلِ دل را محبت چکد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سفیدابر پاکان دُنیا بود!
۳۱ مارچ — چو سبز آید از ذکر مولا بود — ۱۹۲۳ء

تخمیس مطلع عراقی

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی — دو جہاں سے منہ کو موڑا تری یاد کیا لگائی
مجھے صوم سے ملا کچھ نہ نماز راس آئی — ستمارہ قلندر سزد ار بمن نمائی
کہ دراز و دُور دیدم رہ و رسم پارسائی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصۂ یازدہم

جس میں

حسرت موہانی

کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو باوقات مختلف تکمیل حصۂ دہم کے بعد

جنوری سنہ ۱۹۲۵ء سے دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء تک

لکھی گئیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ نہیں مائل ہے جو سر اس کی جبیں سائی کا — شوق محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا

آج کل حسنِ رخِ یار کی بے تابی کو — ضد یہ ہے نام نہ لے کوئی شکیبائی کا

یہ بھی احسان ہے اُن کا کہ مجھے کر کے تباہ — دیکھنے آئے تماشا مری رسوائی کا

رنج دوری سے ہوا عیشِ تصور جو بہم — ہو گیا اور ہی عالم شبِ تنہائی کا

اُن سے اربابِ نظر کی ہے یہ خواہش حسرت
اُٹھ رہے کوئی دقیقہ نہ خود آرائی کا

زنانہ کانپور — دسمبر ۴۳ء

عرفانِ عشق نام ہے میرے مقام کا — حامل ہوں کس کے نغمۂ نے کے پیام کا

متھرا اے اہلِ دل کو وہ آتی ہے بوئے انس — دنیائے جاں میں شور ہے جس کے دوام کا

مخلوق اک نگاہِ کرم کی امیدوار — مستانہ کر رہی ہے بھجن رادھے شیام کا

محبوب کی تلاش ہوئی رہبرِ عجب — برسانے سے جو قصد کیا نند گام کا

گوکل کی سرزمیں بھی عزیزِ جہاں بنی — کلمہ پڑھا جو اُن کی محبت کے نام کا

برندا کا بن بھی روکشِ جنت بنا کہ تھا — پامالِ ناز انھیں کی بہارِ خرام کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لبریز نور ہے دلِ حسرت زہے نصیب
اک خشِ مشکِ فام کے شوقِ تمام کا

مقام برساز — و اگست ۱۹۲۶ء

وہ کہتے ہیں پھر تجھ کو آنا پڑے گا
ہمیں کو پھر الٹے منانا پڑے گا

وہ جب تجھ سے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑے گا

تری یاد بھی چھوٹ جائے گی لیکن
بہت دل کو صدمہ اٹھانا پڑے گا

کہاں جائے گی عشقبازی کی عادت
کہیں اور دل کو لگانا پڑے گا

تجھے بزمِ خوباں میں درخور کا اپنے
بلا کر نمونہ دکھانا پڑے گا

دکھا کر تماشائے واسوخت آخر
تجھے پھر سے اپنا بنانا پڑے گا

ارادے غرض ہیں بہت کچھ پہ حسرت
وہ کہتے ہیں پھر تجھ کو آنا پڑے گا

اُردوئے معلیٰ کانپور — دسمبر ۱۹۳۰ء

وہ بھی کیا دن تھے کہ تو جلوہ فراموش نہ تھا
دین و دنیا کا مجھے تیرے سوا ہوش نہ تھا

کس قدر عام تھی ارزانیِ مے کی شہرت
عہدِ ساقی میں نہ تھا کوئی جو مے نوش نہ تھا

اور بھی سب کو دکھائی تھی صباحت کی بہار
بعد میرے وہ مرے غم میں سیہ پوش نہ تھا

شامِ گیسو بھی تری تھی سببِ غفلتِ دل!
میں فقط بے خبرِ صبحِ بناگوش نہ تھا

پیرہن کوئی اتارا نہ انھوں نے حسرت
وہ کہ خوشبوئے محبت سے ہم آغوش نہ تھا

اردوئے معلیٰ کانپور — جنوری ۱۹۲۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

متھرا کہ نگر ہے عاشقی کا ۔۔۔ دم بھرتی ہے آرزو اسی کا
ہر ذرۂ سرزمینِ گوکل ۔۔۔ دارا ہے جمالِ دلبری کا
برسانہ و نندگاؤں میں بھی ۔۔۔ دیکھ آئے ہیں جلوہ ہم کسی کا
پیغامِ حیاتِ جاوداں تھا ۔۔۔ ہر نغمۂ کرشن بانسری کا
وہ نورِ سیاہ تھا کہ حسرتؔ
سرچشمہ فروغِ آگہی کا

انڈو سے متھرا ۔۔۔ نومبر ۳۲ء

کرنے کو تو میں عہد کروں ترکِ ہوس کا ۔۔۔ پر دل سے کہوں کیا جو نہیں ہے مرے بس کا
بے تجھ سے ملے گھر میں وہی حال ہے میرا ۔۔۔ ہو صحنِ چمن میں جو گرفتارِ قفس کا
پھر لے کے چلا دل ہمیں تا کوئے ملامت ۔۔۔ خطرہ نظر آیا کچھ اُسے پیش نہ پس کا
کیا جلد ہوا خاتمۂ دورِ تمنا ۔۔۔ وقفہ نہ ملا شوق کو دو چار برس کا
بیگانۂ آئینِ محبت ہیں وہ حسرتؔ
رکھتے ہیں جو عشاق پہ الزام ہوس کا

خارف کانپور ۔۔۔ دسمبر ۳۲ء

نہ لے کر دل کرو انکار دل کا! ۔۔۔ کہ چھپتا ہے بہت دشوار دل کا
پھر اُن سے بعد مدت کیوں ملے ہم ۔۔۔ جنوں پھر ہو گیا بیدار دل کا
یونہیں دیتے رہو تم داغ پر داغ ۔۔۔ پھلا پھولا رہے گلزار دل کا
ندامت کیوں نہ ہوتی اُن کو ہر بار ۔۔۔ کہا ہم نے کیا ہر بار دل کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۷؍ نومبر — ہو گئے ہیں جب سے دونوں ان کے حسرت — سنہ ۳۲ء
نہ دل میرا نہ میں ہوں یار دل کا

انھیں شوقِ خود آرائی نہ ہوتا — تو اتنا دل بھی سودائی نہ ہوتا
تغافل مجھ سے کیوں کرتے خود ان کو — اگر دعوائے زیبائی نہ ہوتا
تیری بدنامیوں کا ڈر ہے ورنہ — ہمیں کچھ خوفِ رسوائی نہ ہوتا
نہ ہوتے ان کے ہم عاشق تو شاید — انھیں بھی نازِ یکتائی نہ ہوتا

۱۴؍ نومبر — جفا بے شک وہ کم کرتے جو حسرت — سنہ ۳۲ء
ستم جز بر دلآرائی نہ ہوتا

شوق پہنچا حدِ جنوں کے قریب — یہ ہوا داریٔ دیارِ حبیب
لے چلا پھر کشاں کشاں مجھ کو — دل اسی ارضِ محترم کے قریب
ان کی اس بندہ پروری کے نثار — ہم کہاں رند اور کہاں یہ نصیب
خلد ہے کوئے یار ورنہ کہاں — یہ سکوں بخشیاں یہ کیفِ طیب
لو مدینے کو پھر چلے حسرت
[illegible] کانپور — دیدنی ہے یہ ماجرائے غریب! — سنہ ۱۹۳۲ء

ترے کشتے اے جانِ جانِ محبت — حقیقت میں ہیں کامرانِ محبت
کرم بھی ترا یادگارِ وفا تھا — ترا جور بھی ہے نشانِ محبت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جناں آفریں تھی بہارِ تمنا   بہار آفریں ہے خزانِ محبت
جو سرگشتۂ یاس و حیرانِ غم ہو   وہی عقل ہے کامرانِ محبت
زہے قبلۂ دین و ایمانِ حسرت
خوشا رتبۂ آستانِ محبت

اُردوئے معلی کانپور   نومبر ۲۹ء

مظہرِ شانِ کبریا صلِّ علیٰ محمدٍ   آئینۂ خدا نما صلِّ علیٰ محمدٍ
موجبِ نازِ عارفاں باعثِ فخرِ صادقاں   سرور و خیرِ انبیا صلِّ علیٰ محمدٍ
مرکزِ عشقِ دل کشا مصدرِ حسنِ جاں فزا   صورت و سیرتِ خدا صلِّ علیٰ محمدٍ
مونسِ دل شکستگاں پشت پناہِ خستگاں   شافعِ عرصۂ جزا صلِّ علیٰ محمدٍ
حسرت اگر تجھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِّ علیٰ محمدٍ

مستقل کانپور   ۲۳ء

اب کہاں صبر کو قرار کا ہوش   مطربِ عشق ہے ترانہ فروش
ہو رہی ہے صباحِ عشق طلوع   بجھ چلے ہیں چراغِ عقل خموش
حلقۂ زاہداں کی ہو حق پر   طعنہ زن ہے ترے جنوں کا خروش
شوقِ فردائے وصلِ یار میں اب   فکرِ امروز ہے نہ شکوۂ دوش
دعویٰ ترکِ مے نہ کر حسرت
حکمِ ساقی اگر ہوا کہ بنوش

اردوئے معلی کانپور   دسمبر ۱۹۲۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آشنا ہو کے بوئے یار سے ہم
سخت بیزار ہیں قرار سے ہم

سُرمہ لائیں گے بہرِ دیدۂ عشق
کوچۂ حُسن کے غبار سے ہم

کام رکھتے ہو جبر و قہر سے تم
جانِ زار و دلِ فگار سے ہم

اپنی یہ سادگی کہ دادِ وفا
پائیں گے اُس جفا شعار سے ہم

کر چلیں پھر کہیں نہ کسبِ جنُوں
سایۂ ابرِ نو بہار سے ہم

ازرہِ بے دلی بہ صحنِ چمن
خوش ہیں گُل سے نہ خار سے ہم

عاشقی ہو کہ شاعری حسرت
فرد نکلے ہر اعتبار سے ہم

ترشتہ
علی گڑھ جیل
سنہ ۳۲ء

وفا تجھ سے اے بے وفا چاہتا ہُوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہُوں

تری آرزو ہے اگر جرم کوئی
تو اس جُرم کی میں سزا چاہتا ہُوں

وہ مجھ کو بُرا جانتے ہیں تو جانیں
میں اس پہ بھی ان کا بھلا چاہتا ہُوں

تجھے بخلِ خوباں سے اے جانِ خوبی
خدا جانتا، مانتا چاہتا ہُوں

میں بیمارِ غم ہُوں، مداوائے غم کو
ترے در کی خاکِ شفا چاہتا ہُوں

نصیحت گروں کی ملامت سے بے غم
میں اس شوخ کو برملا چاہتا ہُوں

اُسے بے بتائے وہ خود جانتے ہیں
جو میں اپنے حق میں دُعا چاہتا ہُوں

ترے زلف و رُخ کے تصوّر کی نعمت
شب و روز صبح و مسا چاہتا ہُوں

میں اس طرۂ زلفِ مشکیں کو حسرت
پئے غارتِ جاں دوتا چاہتا ہُوں

ازموئے مسلی کانپور
دسمبر ۱۹۲۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

شکرِ الطاف نہیں، شکوۂ بیداد نہیں — کچھ ہمیں تیری تمنا کے سوا یاد نہیں
گیسوئے دوست کی خوشبو ہے دو عالم کی مُراد — آہ! وہ نکہتِ برباد، کہ برباد نہیں
محوِ گل ہیں یہ عنادل کہ چمن میں گویا — خوفِ گلچیں کا نہیں خطرۂ صیاد نہیں
جان کر دی تھی کسی نے ترے قدموں پہ نثار — یہ بھی تو بھول گیا یہ بھی تجھے یاد نہیں
شکوۂ چرخِ جفا تجھ سے گذر کر جو کہے — کچھ تجھے بھی، یہ مجالِ لبِ فریاد نہیں
تجھ سے یا تیری محبت سے اُسے کیا شکوہ — دل جو ناکام نہیں، رُوح جو ناشاد نہیں

بسلسلۂ مشاعرہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قیدِ مذہب سے بھی کچھ بڑھ کے ہے قیدِ غمِ عشق!
حسرتؔ آزاد ہے جتنے ہی کو آزاد نہیں

تجھ کو اے محوِ تغافل میری پروا ہی نہیں — حالِ دل کس سے میں کہتا تُو نے پوچھا ہی نہیں
اہلِ دل کے دل میں اے جانِ من و جانِ جہاں — آرزو بھی ہے تری اک سر میں سودا ہی نہیں
میری بیتابی کا سن کر ہم سروں سے ماجرا — ہنس کے وہ کہنے لگے ہم نے تو دیکھا ہی نہیں
خوب ہو گر دیکھنے آئیں وہ میرا حالِ زار — درسِ عبرت بھی تو ہے خالی تماشا ہی نہیں

آزردۂ خلق — جنوری ۴۲ء

مر مٹے اُن پر تو حسرتؔ اس قدر نازاں ہو کیوں
اس گلی میں کچھ تمہیں کوئی سمجھتا ہی نہیں

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ جب تھے ہم دونوں — نہ تھے آگاہ آزارِ غمِ فرقت سے ہم دونوں
نہ کر سکتا تھا باہم فرقِ مجذوب و محب کوئی — جُدا ہونے لگے تھے جس گھڑی باچشمِ نم دونوں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ترحم یہ ہے نہ دشمن پر کرم اُس شوخِ پرفن کا — بہم ہے رشک دونوں کو مگر ہیں وقفِ غم دونوں
جمالِ یار سے روشن مہِ شان و مہرِ صورت — مرے پیشِ نظر ہیں جلوۂ دیر و حرم دونوں
دل و جانِ محبّاں پر ہو یکساں لطفِ عام اُس کا
نگاہِ یار کے حسرت ہیں ممنونِ کرم دونوں

رسالہ سروش لاہور — سنہ [illegible]

ہم کو ہوش و خرد سے کام نہیں — عشق پابندِ انتظام نہیں
حیف اُس دل کی بے ملالی پر — جو ترے غم سے شادکام نہیں
عالمِ جاں میں نورِ عشق کی ضیاء — صبح گویا ہے جس کی شام نہیں
کہتے ہو تم یہی سزا ہے تری! — ہم کو اس میں بھی کچھ کلام نہیں
جام جب تھا تو مے نہ تھی حسرت
اب جو مینا ملا تو جام نہیں

نوشتہ ۱۲ اکتوبر — سنہ [illegible]

سلامٌ علیک اے جوارِ مدینہ — جوارِ سراپا بہارِ مدینہ
زہے راحتِ یقظہ و نوم ایں جا — خوشا لطفِ لیل و نہارِ مدینہ
سویدائے دل ہے دلِ حسنِ حق کا — نہیں یہ شبِ نور بارِ مدینہ
مشامِ تمنا میں خوشبوئے جنت — پھرے لے کے ہم یادگارِ مدینہ
مدینے چلو کیوں نہ ہر سال حسرت
بلائیں جو خود تاجدارِ مدینہ

مدینہ منورہ — ۲۵ ذیقعد الحرام سنہ [illegible]

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یادِ شہر و کوئے یار آنے لگی — آرزو کو بوئے یار آنے لگی
زلفِ یار اندر ہوائے حسنِ یار — تا رخِ نیکوئے یار آنے لگی
شوق مخمورِ ہوس ہونے لگا — نکہتِ گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی نذرِ عقیدت بے شمار — ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی

زخمِ دل دیکھا تو حسرت ہم کو یاد
فرقتِ بازوئے یار آنے لگی

اردوئے معلیٰ — نومبر ۲۵ء

تحسین ہے لب پر ترے دشنام نہیں ہے — الزامِ تمنا کوئی الزام نہیں ہے
خوبی تری بے قید ہے خواہش مری بیحد — ان دونوں کے آغاز کا انجام نہیں ہے
ایسا کوئی دنیا میں نہیں عشقِ نظر باز — اے حسنِ دلآرا جو ترا رام نہیں ہے
بیٹھے ہیں تری یاد میں کونین سے فارغ — اب ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں ہے
پُرنور مے عشق، دلِ روشنِ عرفاں! — آئینۂ عالم ہے مرا جام نہیں ہے
برپا ہیں بہر سمت حوادث کے تلاطم! — دریا مری تقدیر کا آرام[1] نہیں ہے

دیوانہ ہوں ساقی کی نظر کا، مری مستی
حسرت گروِ بادۂ گلفام نہیں ہے

بہ طرح مشاعرہ لکھنؤ

[1] آرام نہیں ہے یعنی ساکن نہیں ہے، پُرشور ہے، محاورہ فارسی میں۔ دریا ساکن تھا، کو "دریا آرام بود" لکھتے ہیں۔ حسرت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مرے بعد گزرے وہ مشقِ ستم سے　　ندامت کے پہلو نمایاں ہیں غم سے
نکلتا ہے مشکل دلِ مبتلا کا　　ترے طرۂ زلف کے پیچ و خم سے
بھلانے پہ بھی قصۂ ربطِ ماضی　　بھلایا نہ جائیگا تم سے نہ ہم سے
خموش اُن کو دیکھا کئے وقتِ رخصت　　بہے اشکِ غم بھی نہ فرطِ الم سے
تصوف نے حسرت سنا خوب نغمہ
بیانِ عرب کا زبانِ عجم سے

اثنائے سفر شملہ　　جون ۱۹۳۱ء

ترے غم سے مدد جب دل نے چاہی　　مٹی سب ظلمِ عصیاں کی سیاہی
ہوئی ہے رہنمائے منزلِ حق　　جنونِ شوق کی گم کردہ راہی
ترے مستوں کی اے سلطانِ مستاں　　گنہ گاری ہے عینِ بے گناہی
متاعِ عقل ہے مشتاقِ غارت　　ادھر بھی ایک ایمائے تباہی
غلامِ خواجۂ اجمیر حسرت!
بجا ہے گر کریں دعوائے شاہی

اجمیر شریف　　۸ رجب ۱۳۵۰ھ

طلب عادت نہیں اہلِ رضا کی　　یہ لغزش تھی زبانِ مدعا کی
عبارت ہے مرے ذوقِ فنا سے　　اشارت اس نگاہِ آشنا کی
کرم اس جانِ اربابِ وفا کا　　مرے حق میں ہے پیغامِ بلا کی
بقدرِ شوقِ اربابِ نظر سے　　ترقی اُن کے حسنِ خودنما کی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عبادت بن گئی ہے عاشقوں کو! — حکایت اُس جمالِ دل رُبا کی
اب اُن آنکھوں میں پر صبحِ شبِ وصل — نہ شوخی کی نہ گنجائش حیا کی

پانی پت — ۱۲ رمضان ۱۳۵۰ھ

سببِ حسرت ہوئی فیضانِ حق کا!
نظر لطفِ کبیر[1] الاولیاءؒ رہی کی

ترا حق ہے بحکمِ خود نمائی — شہنشاہی بملکِ دل رُبائی
ہوئی اب تک نہ ہوتی ہے نہ ہو گی — وفا تم سے نہ ہم سے بے وفائی
دماغِ عشق عالی تھا جبھی تو — نہ کھینچی حسن کی بھی میرزائی
تصنّع تھا تری بیگانگی میں — قیامت ہے یہ طرزِ آشنائی

اُردوئے معلّیٰ — اپریل ۳۲ء

ملے اُن سے تو حسرت اب کے بار
بسر کیونکر ہوا عہدِ جدائی

فراقِ یار میں حسرت کا طرفہ عالم ہے — کہ اس کے جوش میں گم فرقِ شادی و غم ہے
جفا شعاریٔ اربابِ حسن کی خاطر — سرِ ارادتِ احباب خود بخود خم ہے
بہار باغ کو ہے رنجِ بے ثباتی کا — کہ چشمِ گل میں نمودار اشکِ شبنم ہے
میں خوش نہیں اثرِ جذبِ دل سے اور کیوں ہوں — کہ پاس آپ کی تکلیف کا مقدم ہے
بگڑ کے غیر سے حسرت وہ پھر ملے بھی تو کیا
جو پہلے شہد مرے حق میں تھا وہ اب سم ہے

اردوئے معلّیٰ — دسمبر ۱۹۳۲ء

---

[1] حضرت مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاءؒ پانی پتی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھر اک شوقِ بسیار کی آرزو ہے — طوافِ درِ یار کی آرزو ہے
جو لبریز ہو بادۂ عشقِ حق سے — پھر اُس جامِ سرشار کی آرزو ہے
دو عالم کے افکار سے ہو کے فارغ — روانِ سبک بار کی آرزو ہے
نہ ہو کم ترے درد کی جاں نوازی — یہ مجھ اور دلِ زار کی آرزو ہے
گناہِ محبت کا بندہ ہوں مجھ کو — جنونِ خطا کار کی آرزو ہے
تن آسانیاں دوسروں کو مبارک — یہاں امرِ دشوار کی آرزو ہے

دانشائے راہ مجاز، — متاعِ دل و جاں کو ہم لے کے حسرت — جون
اردوئے معلیٰ — چلے ہیں خریدار کی آرزو ہے — ۲۳ء

دیدۂ دل سے بہارِ حسنِ خوباں دیکھیے — صورتِ انساں میں بھی اک عالمِ جاں دیکھیے
ندرتِ حسنِ بشر کو قدرتِ حق جانیے — شعلۂ عشقِ بتاں میں نورِ ایماں دیکھیے

اردوئے معلیٰ — شوق ؎ کے اصرار نے حسرت الٰہ آباد میں — جنوری
آج پھر ہم کو بنایا ہے غزل خواں دیکھیے — ۲۳ء

بنے وہ رونقِ محفل جس انجمن میں رہے — رہے بہارِ چمن ہو کے جس چمن میں رہے
قریب ہے کہ ترے سوزِ غم سے میرے لیے — بجز نمود نہ کچھ فرقِ جان و تن میں رہے
نہ ہے نصیب جو ہو میرے حال کو بھی نصیب — وہ ابتری جو تری زلفِ پُرشکن میں رہے

؎ پنڈت جگموہن ناتھ رینہ بانیِ مشاعرہ الٰہ آباد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ادب کا ہے یہ تقاضا کہ تیرے شوق کی بات — سُنے نہ کوئی مرے دل میں یا دہن میں رہے

جو فیضِ عشق یہی ہے تو کیا عجب حسرت

کہ امتیاز نہ کچھ شیخ و برہمن میں رہے

دیواہ گورکھپور — جولائی ۱۹۳۶ء

دل کو غمِ کونین سے بیگانہ بنا دے — اے جلوۂ جاناں سبھے دیوانہ بنا دے

بدمستِ سیہ کار کہ مخمورِ حق آگاہ — دیکھیں ہمیں کیا ساقیِ میخانہ بنا دے

حالت ہے فقیرانہ مری، وہ شہِ خوباں — چاہے تو فقیرانہ سے شاہانہ بنا دے

دنیا کے لئے ہو سبقِ رشد و ہدایت — گر عشق مرے حال کا افسانہ بنا دے

رسالہ انتخاب لکھنؤ

فرزانگیِ ہوش سے بیزار ہے حسرت!

غیرت اُسے دیوانۂ فرزانہ بنا دے

محبوب میں محبوب کی ہر بات بجا ہے — اب مجھ سے تغافل ہی وہ فرمائیں تو کیا ہے

پھر شکوۂ غم کا مجھے کیوں شوق ہوا ہے — پھر سُن کے وہ کہہ دیں گے یہی تیری سزا ہے

ہم خوش ہیں بہر حال جفا ہو کہ وفا ہو — وہ یوں کہ محبت کی سزا میں بھی مزا ہے

سونگھی تھی جو اک بار وہ خوشبوئے گریباں — اب تک یہ اسی بوئے گریباں کا نشا ہے

کہنے کو تو ظاہر میں خفا ہم بھی ہیں لیکن — کچھ دل کا عجب حال ہے جب سے وہ خفا ہے

ہم چھین کے لے ہی گئے پان آپ کے منہ کا — کہتے ہی رہے آپ کہ دیں گے نہ دیا ہے

رسالہ اختر

شرما کے وہ بولے بھی تو کیا ہم سے نہ بولو"

لاہور — کیا خوب تری چھیڑ کا حسرت یہ صلا ہے — اکتوبر ۱۹۳۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مجھ سے اے دل انہیں گلا نہ رہے — تو رہے برقرار یا نہ رہے
شوق کو دل میں بار بنائے ہجوم — ڈر یہی ہے کہ راستا نہ رہے
آپ ہی کو کرم کی خو نہ رہی — یا ہمیں در خورِ عطا نہ رہے
وصل میں بوسے جسمِ یار کو آج! — شوق سے پردۂ قبا نہ رہے

اُن سے کیا تم نے کہہ دیا حسرت
کہ وہ اب مائلِ جفا نہ رہے

۱۸ دسمبر — سنہ ۴۴ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرتؔ موہانی

حصۂ دوازدہم

جس میں

حسرتؔ موہانی

کی وہ کل غزلیں درج ہیں جو باوقاتِ مختلف تکمیلِ حصۂ یازدہم
کے بعد

جنوری ۱۹۳۵ء سے جون ۱۹۴۰ء تک

لکھی گئیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترانۂ حج

مایوس نہ کر کہ میں خدایا — جب تو نے طلب کیا تو آیا
فالحمد کہ آج بعدیک سال — پھر شوق ترے حضور لایا
والشکر کہ بعد سعیٔ بسیار — پھر حاصلِ دستبوس[1] پایا
یعنی بصد اہتمامِ تقبیل — سر تیری جناب میں جھکایا
پھر مسجدِ خیف میں پہنچ کر — حظ کیفِ صلوٰۃ کا اُٹھایا
مژدہ عرفات نے پھر اک بار — غفرانِ ذنوب کا سُنایا
مزدلفہ کی راہ سے منا تک — پھر شوقِ طواف کھینچ لایا
دسویں ذی الحجہ کو عصر کے وقت — پیغامِ قبولِ حج کا آیا

مومن کی زمیں میں تو نے حسرت
حج کا یہ ترانہ خوب گایا

سنہ ۳۵

[1] دستبوس یعنی تقبیلِ حجرِ اسود

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پسندِ شوق ہے آب و ہوا مدینے کی — عجب بہار ہے صلِّ علیٰ مدینے کی
باقتیاز و بہ تخصیص خوابگاہِ رسولؐ — قلوبِ اہلِ ولا میں ہے جا مدینے کی
صعوبتوں میں بھی اک راحتِ سفر کی ہے شان — جو یاد رہتی ہے صبح و مسا مدینے کی
علاجِ علتِ عصیاں کی فکر کیا ہو اسے — جسے نصیب ہو خاکِ شفا مدینے کی

سکونِ خاطرِ حسرت بنی وہ رابغ؎ میں
خبر جو لائی تھی بادِ صبا مدینے کی — ۲؍ مارچ ۱۹۳۵ء

جوششِ غم کو موجبِ عیشِ فراواں کیجیے — جی میں ہے یُوں علاجِ دردِ ہجراں کیجیے
گریۂ رنگیں کو وجہِ زیبِ داماں کیجیے — آہِ سوزاں کو چراغِ خانۂ جاں کیجیے
شکوۂ جور و جفا کو چھوڑ کر شکرِ ستم — کیجیے اور خوب سا ان کو پشیماں کیجیے
غم نہ ہو ممکن تو چار آنسو ندامت کے سہی — کچھ تو آخر حرمتِ خونِ شہیداں کیجیے

آپ ہی کے عشق کا حسرت پہ اُس پر بھی اثر
آپ ہی اب حُسن کی مشکل کو آساں کیجیے — برائے مشاعرہ کانپور

کوئی ان کی بزمِ جمال سے کب اٹھا خوشی سے کہاں اٹھا
جو کبھی اٹھا بھی اٹھائے سے تو اسی طرف نگراں اٹھا

اثرِ تغافلِ یار سے شبِ تارِ ہجر میں دفعتاً!
ہوئیں سوزِ غم کی یہ کثرتیں کہ دل و جگر سے دھواں اٹھا

؎ مکہ مکرمہ سے جدہ سے مدینہ شریف لے جاتے ہوئے راستے میں ایک منزل ......؟

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہے عجیب دل کش و جاں فزا ترے کوئے حُسن کا ماجرا
کہ اثر سے قوتِ عشق کے یہیں گرا تھا پیرِ جواں اٹھا

یہ خلوصِ غم کی نہ تھی کمی تو پھر اور کیا تھا کہے کوئی!!
کہ نہ واشد درِ دل ہوئی نہ ہنوز پردۂ جاں اُٹھا

میں وہ رندِ بادہ پرست ہوں کہ ہوا جو میکدے میں گزر
پئے خیر مقدم ادھر سے میں تو اُدھر سے پیرِ مغاں اُٹھا

کوئی عشق بازی کا مشغلہ نہیں کھیل اے دلِ مبتلا
مگر اب کیا ہے یہ حوصلہ تو خوشی سے نازِ بتاں اٹھا

یکم جنوری سنہ ۲۵ء — یہ سزا کہاں یہ جزا ہوئی بخلافِ خواہشِ مدعی — بہ طرح مشاعرہ
پئے قتلِ حسرتِ ملتجی خود اگر وہ جانِ جہاں اٹھا — بریلی

گاہ یکسر لطف گاہے سربسر بیداد ہیں — دل رُبائی کے انھیں کیا کیا طریقے یاد ہیں
مرحبا اے حسنِ غم اے یادگارِ عشقِ دوست — جان و دل تیری بدولت شاد ہیں آباد ہیں
کچھ تو بارے وہ تغافل میں کمی کرنے لگے — جب سے یہ جانا کہ ہم آمادۂ فریاد ہیں
حسنِ صورت میں ترے شامل ہے حسنِ التفات — ہم انھیں باتوں کے تو گرویدہ ہیں برباد ہیں

چھیڑ سے بولے وہ حسرت کیوں نہیں چاہو کہ ہم
بے مروت ہیں، جفا جو ہیں، ستم ایجاد ہیں — ۱۹ جنوری ۱۹۲۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مدنی صبح کا عجب ہے ظہور — قابلِ دید ہے یہ بارشِ نور

نظر آتا ہے پیشِ روضۂ حضور — اہلِ بینش کو نورِ جلوۂ طور

آپ کا غم ہے عاشقوں کیلئے — فی المثل اک شرابِ نابِ طہور

وائے بر حالِ عاشقِ محروم — پاس ہو کر بھی ہو جو یار سے دور

مستنیرانِ حُبِّ آلِ رسول! — پاک ہیں باوجودِ فسق و فجور

ذات اُن کی ہے مصدرِ البرکاۃ — اس سے انکار دین کا ہو فتور

طعنِ اغیار پہ ہے ناز مجھے

کہ میں حسرت ہوں مستفیضِ قبور

بمقام مدینہ منورہ — ۱۸؍ اپریل ۱۹۳۵ء

محبت نے اثر پیدا کیا یہ دل نشیں ہو کر — کہ لب تک شکوہ ہائے حسن بھی آئے حسیں ہو کر

ہدایت کا زمانہ تشنہ تھا، اہلِ سویت نے — دکھائی سب کو راہِ حریت بیخوفِ دیں ہو کر

عروجِ ماہ دشمن ہے سکونِ ہجر کا حسرت

وہ لیکن باعثِ تسکینِ دل ہیں مہ جبیں ہو کر

مرشاد دبلیا — ۵؍ مئی ۱۹۳۵ء

آرزوئے حسرت

(حج ۱۹۳۶ء)

حسرت موہانی کی تازہ نظم جو براہِ عراق حاضری مدینہ منورہ کے موقع پر لکھی گئی

اے شہِ شاہانِ رسل السلام — حاضرِ دربار ہے پھر یہ غلام

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بحر کی آسانیٔ رہ چھوڑ کر — خواہشِ آرام سے منہ موڑ کر
بصرہ و بغداد سے تا کاظمین! — ہو کے چلا سوئے مزارِ حسینؑ
خوبیٔ قسمت جو ہوئی رہنما — بندۂ مولائے نجف بھی بنا
آگے نجف سے بہ دیارِ عرب — کھینچے رہِ دشت و جبل کے تعب
پہنچے تو سب ہو گئے تیرے حضور — رنج مبدّل بہ سکون و سرور

حاصلِ حسرت یہ سفر ہو مدام
بیتِ نبیؐ سے سوئے بیت الحرام

تری یاد بے اختیار آ رہی ہے — تمنا کی فصلِ بہار آ رہی ہے
حرم سے ہوا خوشگوار آ رہی ہے — دوائے دلِ بیقرار آ رہی ہے
ترے کہنہ ملبوس کی دیکھی دھجی! — پئے راحتِ جاں بکار آ رہی ہے
کہوں حال کیا اس کی جاں پروری کا — جو کعبے سے خوشبوئے یار آ رہی ہے

ہوس دل کی اُن سے جُدا ہو کے حسرت
سراسیمہ و اشکبار آ رہی ہے

طوافِ الوداع کے موقع پر مکہ معظمہ میں کہی گئی

میسر ہے شاہِ نجف کی غلامی — زہے کامرانی زہے شادکامی
ملے مجھ کو بھی مثلِ سلمانؓ و بوذرؓ — وہی خواجہ تاشی وہی نیک نامی
وہ بےخوف و غم کیوں نہ ہو بن گئے ہوں — حقیقت میں شیرِ خداؑ جس کے حامی
پہنچ کر درِ شاہِ مرداں پہ اکثر — خصوصی شرف پا گئے ہم سے عامی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

نظر آئے مولا کے روضے پہ حسرت
عقیدت کو انوارِ حق مثلِ جامی![۱]

حاضری روضۂ مولا کے موقع پر نجفِ اشرف میں کہی گئی

پھر حالِ دل قرار سے بیزار ہو چکا — جینا فراقِ یار میں دشوار ہو چکا
واں تک پہنچ پہنچ کے پھر آیا میں نامراد — ایسا تو اس گلی میں کئی بار ہو چکا
اس شوخِ بادہ خوار کو در بابِ مے کشی — اصرار ہے تو ہم سے بھی انکار ہو چکا
رنگینیِ سرشکِ محبت سے بارہا! — دامانِ آرزو گل و گلزار ہو چکا
اب حسن و عشقِ سادہ کی وہ پاکیاں کہاں — تم شوخ ہو چکے میں ہوس کار ہو چکا
اہلِ نظر کو دیکھ کے مجبورِ اشتیاق — وہ حسنِ بے خبر بھی خبردار ہو چکا

حسرت نیازِ عشق بایمائے نازِ حسن!
راز آشنائے لذتِ آزار ہو چکا

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے — نمودِ حسنِ بے صورت کہاں ہے
ملی دل کو مرادِ نامرادی! — ترے غم کی بدولت شادماں ہے
فقیرِ بے نوائے درگہِ عشق!! — امیرِ بے نیازِ دو جہاں ہے
نکلنے پائے کیوں کر یاد ان کی — درِ دل پر محبت پاسباں ہے
نہ چھوڑی تم نے حسرت عشقبازی! — تمنا پیر ہو کر بھی جواں ہے

کراچی — فروری ۱۹۲۶ء

۱؎ اشارہ بجانب مطلعِ جامی
قد بدا مشہد مولائی انیخوا جملی — کہ مشاہد شد ازیں مشہد انوار جلی
ہو گئی بارگہِ رب میں وہ تکبیر منظور — ہم نے کی تھی جو دعا موسیٰ کاظم کے حضور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خود ہم کو بلانے لگے دے دے کے قسمیں
باقی نہ کوئی فرق رہا عشق و ہوس میں

موقع ہے عجب کش مکشِ لطف و ستم کا
قابو میں ہیں وہ ناز کے ہم شوق کے بس میں

نسبت ہے وہی عاشقی و حسن میں باہم!
فی الجملہ ہوا کرتی ہے جو شعلہ و خس میں

لازم ہے یہاں غلبۂ آئینِ سویت
وہ ایک برس میں ہو کہ دس بیس برس میں

یاد ان کی ہوئی وجہِ سکوں ہجر میں حسرت
بلبل کے لیے یادِ بہار آئی قفس میں

۲۳ ستمبر ۳۳ء مقام کانپور

تیر بار آئے تو ان کا آزمانے کے لیے
پیش کرتے ہیں دل اپنا ہم نشانے کے لیے

میں بھی خوش میرا خدا بھی خوش ہو تیرے درد سے
درد گو وجہِ مصیبت ہے زمانے کے لیے

چھیڑ اگر منظور ہے ان کو تو با وصفِ حجاب
پھر وہ دیکھیں گے مجھے پھر مسکرانے کے لیے

چھوڑ کر وہ چل نہ دیں آخر زراہِ انتقام
مجھ کو تنہا رات دن آنسو بہانے کے لیے

وہ کہیں پوچھے تو حسرت کس پہ مرتے ہو کہ ہم
نام تک تیار ہیں اس کا بتانے کے لیے

۲۳ دسمبر ۱۹۳۶ء
اثنائے مراجعت اجمیر تا کانپور

قسمتِ شوق آزما نہ سکے
ان سے ہم آنکھ بھی ملا نہ سکے

ہم سے یاں رنجِ ہجر اٹھ نہ سکا
واں وہ مجبور تھے وہ آ نہ سکے

ڈر یہ تھا رو نہ دیں کہیں وہ بھی
ہم ہنسی میں بھی گدگدا نہ سکے

ہم سے دل آپ نے اٹھا تو لیا
پر کہیں اور بھی لگا نہ سکے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب کہاں تم کہاں وہ ربطِ وفا — یاد بھی جس کی ہم دلا نہ سکے
دل میں کیا کیا تھے عرضِ حال کے شوق — اس نے پوچھا تو کچھ بتا نہ سکے

۱۶ ستمبر ۳۶ء — اثنائے راہ — کانپور تا شملہ

ہم تو کیا بھولتے انھیں حسرت
دل سے وہ بھی ہمیں بھلا نہ سکے

یہ جو آویزہ تیرے کان میں ہے — جانِ خوبی مرے گمان میں ہے
وہ جو ہیں جانِ عشق و جانِ جمال — ہاں یہ مطلع انھیں کی شان میں ہے
اس نے ہم سے سنی نہ شوق کی بات — ہنس کے پوچھا یہ کس زبان میں ہے
خود وہ آغازِ عشق میں بھی نہ تھا — لطف جو اس کی داستان میں ہے
شیب میں اب کہاں وہ لطفِ شباب — کچھ اگر ہے تو ان کے پان میں ہے

۱۶ ستمبر سنہ ۳۶ء — اثنائے راہ — شملہ تا سہارنپور

(طرزِ حسرت بہ شوخیِ اشعار
رنگِ جرأت مرے بیان میں ہے)

ہم عاشقِ فاسق تھے ہم صوفیِ صافی ہیں — پی لیں جو کہیں اب بھی درخورِ معافی ہیں
بیکار تھی ململ بھی گرمی میں شبِ فرقت — کام آئیں گی جاڑے میں فردیں جو لحافی ہیں
عقلوں کو بنا دے گا دیوانہ جمال ان کا — چھا جائیں گی ہوشوں پر آنکھیں وہ غلافی ہیں
ہم شکرِ ستم کرتے کیوں شکوہ کیا ان سے — آئینِ محبت کے شیوے سے یہ منافی ہیں
تھوڑی بھی گوارا تھی باقی بھی غنیمت ہے — وہ گھونٹ بھی ساقی سے مل جائیں جو کافی ہیں
ہم ان کی جفا سے بھی راضی تھے مگر ناحق! — اب ہو کے وہ خود نادم سرگرمِ تلافی ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۲۸ ستمبر سنہ ۳۶ء — آشنائے راہ، سہارنپور تا کانپور

جدّت میں ہے لاثانی حسرت کی غزلخوانی
کیا طرفہ مطالب ہیں کیا تازہ قوافی ہیں

وجہ کیا خواب میں نہ آنے کی — شرم انھیں ہو نہ روٹھ جانے کی
رشک باقی ہے اب نہ کوئی رقیب — نہ ضرورت کسی بہانے کی
غیر ممکن ہے تیرے بعد ہوس — دل کسی اور سے لگانے کی
سرمۂ چشم عیش تھی بخدا — خاک تیرے غریب خانے کی
مٹ گئیں آپ ہی مٹا کے تجھے — سختیاں خود بخود زمانے کی
اب نہ دل ہے نہ وہ ذخیرۂ شوق — توڑ دوں کنجیاں خزانے کی
یعنی کہنے کی ہے غرض نہ ہوس — اب کسی کو غزل سنانے کی

۱۰ مئی ۳۷ء، جہاز جہانگیر — آشنائے راہِ حجاز، بعد وفات بیگم حسرت

ان کے بعد اب وہ کیا ہوئی حسرت
دل میں تھی جو ترے فسانے کی

غیر دیکھیں جو غمِ ہجر سے حالت میری — خواب میں آئے مٹانے وہ شکایت میری
کیسے بھولوں میں خطاکار یہ کہنا اُن کا! — یاد آئے گی مرے بعد نصیحت میری
دے کے جاں اپنی کیا تائبِ عصیاں مجھ کو — رنج کیا کیا نہ سہے اس نے بدولت میری
خدمتِ شاہِ شہیداں میں سفارش کر کے — اب وہ بے لوث بنا دیں گے ریاضت میری

۱۰ مئی ۳۷ء — مقام مکلا

فکر اور میرے خور و نوش کی اب تک حسرت!
اُن سے چھوٹی ہے نہ چھوٹے گی رفاقت میری

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عاشقی کا حوصلہ بے کار ہے تیرے بغیر — آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر

کاروبارِ شوق کی اب وہ تن آسانی کہاں — دل پہ ذوقِ شاعری اک بار ہے تیرے بغیر

شرکتِ بزمِ سخن سے بھی ہمیں باوصفِ عزم — بر بنائے بیدلی انکار ہے تیرے بغیر

جس فراغت کا تقاضا تھا ہمیں تیرے لیے — اب وہ حاصل ہو تو آزار ہے تیرے بغیر

دردِ دل جو تھا کبھی وجہِ مباہات و شرف

بہرِ حسرت موجبِ صد عار ہے تیرے بغیر

۱۱ مئی ۱۹۳۸ء

ہوس اچھی ہے اپنے سر کی ہوس — غوث الاعظمؒ کے سنگِ در کی ہوس

جلوہ دیکھا تھا جو حرم میں کہیں — پھر بھی دیکھے یہ ہے نظر کی ہوس

لے چلی پھر کہاں بسوئے عراق — خبرِ یارِ بے خبر کی ہوس

مانگ بہرِ مریضِ دل سے دعا — گر ہے درمانِ کارگر کی ہوس

شاہِ جیلاں کی ہے طلب حسرت

ورنہ کب تھی تجھے سفر کی ہوس

اکتوبر ۱۹۳۸ء — اثنائے سفر

بغداد شریف — ہوائی قاہرہ

عجب انداز ہے فضلِ خدا کا — مدینے کی ہوا تے جانفزا کا

نگاہِ لطف اور رحم سے سیہ کار — کرم دیکھو حبیبِ کبریا کا

پڑھے اس روئے روشن سے تمنا — سبق بدر الدجیٰ شمس الضحیٰ کا

شہنشاہوں سے بھی ہے بڑھ کے رتبہ — ترے کوچے کے برباد نے گدا کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۷؍ فروری ۳۹ء — مقام مدینہ منورہ

بفرطِ بارشِ انوار حسرت
نہیں کچھ فرق یاں صبح و مسا کا

(اثنائے سفر بیروت از جدہ، تاریخ ۱۵؍ فروری ۱۹۳۹ء سمت طورِ سینا)

دل بھی پابندِ تمنا ہے اُسی دیدار کا — طور پر جو نور چمکا تھا جمالِ یار کا

عین دانائی ہے نادانی دیارِ عشق میں — کام ہر دیوانہ کرتا ہے یہاں ہشیار کا

طالبِ جنت ہیں کیوں افتادگانِ کوئے حسن — تجربہ ہے جن کو تیرے سایۂ دیوار کا

بندۂ فرمانِ ساقی ہوں مجھے اے شیخِ وقت — کس لیے ہو پاس تیری لابد و زنہار کا

مذہبِ عشاق ہے بیگانۂ قیدِ رسوم
یاں نہیں حسرت بکھیڑا سبحہ و زنار کا

(اثنائے سفر بیروت شام از جدہ، تاریخ ۱۵؍ فروری ۱۹۳۹ء درمیان بحرِ متوسط)

سامنا اُن کے حسنِ طلعت کا — سبب اچھا ہے میری حیرت کا

ختم کرتے ہو کیوں عطا یہ جفا — کچھ تو موقع رہے شکایت کا

یاد اس بے خبر کی پھر آئی — پھر اٹھا دل میں درد شدت کا

ہو نہ جائے ہجومِ شوق میں گم — خوف ناصح تری ملامت کا

ہو جو حاصل تری محبت میں — نام راحت ہے اُس مصیبت کا

کیا کریں ہے خلافِ رسمِ وفا — شکوہ اُس یارِ بے مروت کا

جانِ حسنِ کلام ہے لاریب
سخنِ دل شکار حسرت کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

(اثنائے راہ جدّہ از سویز، تاریخ ۲۵، فروری ۱۹۳۹ء باخرہ زمزم)

آپ کے حُسنِ جہاں سوز کا جلوا دیکھا
ہم نے گھر پھونک کے خوب آج تماشا دیکھا

کیا بتائیں دمِ نظّارہ بفرطِ حیرت
کیا نہ دیکھا رُخِ زیبا میں ترے کیا دیکھا

دل ربائی میں ترے حُسن کو پایا بے مثل
جاں نوازی میں ترے ناز کو یکتا دیکھا

کھنچ گئی نورِ علیٰ نور کی تصویرِ جمیل
بعد کعبے کے جو آنکھوں نے مدینا دیکھا

ہم نہ کہتے تھے یہ لپکا نہیں اچھا حسرتؔ
خاک میں مل کے محبت کا نتیجا دیکھا

آئی جو یادِ یار بصد شانِ اعتنا
محرومیوں سے دل میں اُٹھا شورِ مرحبا

بیتابِ آرزو ہو نہ کیوں جانِ پاکِ عشق
بکھرے جو دوشِ حسن پہ وہ گیسوئے دوتا

دیکھ اے جفائے یار خدا کے غضب سے ڈر
بے جُرم خونِ اہلِ تمنا نہیں روا

بے خود ہیں اہلِ شوق کہ لائے نازنینِ حُسن
خوشبوئے عاشقی میں بسی ہے تری ادا

اس حُسنِ بے عدیل کی ہو کیا صفت بیاں
پیدا ہیں جس کے نور سے انوارِ کبریا

مجبورِ ہجر پا کے وہ مجھ کو دمِ فراق
حسرتؔ کہیں نہ چھیڑ سے کہہ جائیں بیوفا

۲۶ فروری ۱۹۳۹ء

سوزِ غم ہے یہ کچھ بخار نہیں
تم کو اس کا بھی اعتبار نہیں

کچھ بھی ہو تم سے طعن یا دشنام
ہم کو واللہ ناگوار نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تھی کبھی یاد ان کی وجہِ سکوں — اب کسی حال میں قرار نہیں
حیف اس دل کی بے ملالی پر — جو ترے درد کا شکار نہیں

سہل کہتا ہوں ممتنع حسرتؔ
نغز گوئی مرا شعار نہیں

تم کو اس بات کا خیال نہیں — ورنہ جینا مرا محال نہیں
حُسن کو صبر پر ہے کیوں اصرار — عشق پابندِ اعتدال نہیں
تم سے رکھتا ہے کون دل کو عزیز — تم نے یہ کیا کہا کہ ملال نہیں
حالِ دل سن کے مجھ سے کیوں پوچھا — ایسی کچھ بھی زوال نہیں

دامنِ شعرِ عشق پر حسرتؔ
داغِ اہمال و ابتذال نہیں

(اثنائے راہ جدہ از سویز، بحرِ احمر مورخہ ۲۶ فروری سنہ ۱۹۳۶ء باخرہ زمزم)

کیا ہو یہ آج پوچھیں گے اس نازنیں سے ہم — تجھ سا جو کوئی ڈھونڈ نکالیں کہیں سے ہم
کہہ دے نہ اُن کے مُنہ پہ کہیں شوقِ پابوس — ڈرتے نہیں کچھ آپ کی چینِ جبیں سے ہم
کیا بات ہے ترے کرمِ فتنہ خیز کی — واقف ہیں اس خطابِ عتاب آفریں سے ہم
تنہا نہ جاؤ چھوڑ کے ہم کو، غمِ فراق — کیونکر اُٹھے گا پوچھ رہے ہیں تمہیں سے ہم
حُسنِ بُتاں سراجِ طریقِ صفا بنا — حق الیقیں تک آ گئے عین الیقیں سے ہم
ہمت کا سر جھکا ہے درِ غوثِ پاک پر — پانا جو کچھ ہے پائیں گے حسرتؔ یہیں سے ہم

http://www.muftbooks.blogspot.com/

عاشق وہی کامل ہے جو زِ سوائے جہاں ہو
شاہد وہی احسن ہے جو بے نام و نشاں ہو

مقصود ہے پابندیِ آئینِ محبت
زنہار اگر ہم کو سرِ سود و زیاں ہو

ایذا طلبِ عشق ہیں بیتاب کہ دیکھیں
کب طفل سے وہ شوخ جفا کار جواں ہو

بیمارِ غم آئے ہیں شفا پائیں تو جائیں
کیا ورنہ ہمیں تم جو مسیحائے زماں ہو

عارف کبھی جو نظارۂ حق دل کو ہو منظور
کافر ہے اگر شیفتۂ حسنِ بتاں ہو

تم دشمنِ عشاق بہر حال ہو یعنی
آشوبِ نظر، فتنۂ دل، آفتِ جاں ہو

ہم کو تو کبھی ملنا ہے وہیں خاک میں حسرت
معلوم نہیں منزلِ جانانہ کہاں ہو

۷؍ فروری ۴۹ء

روٹھنے پر بھی مجھے بھول نہ جانے والے
اے بدورانِ سفر خواب میں آنے والے

لے کے آغوشِ محبت میں بہ اقرارِ خطا
ہم بھی ہیں آج انہیں رو رو کے لانے والے

آج انھیں کے قدموں پہ ہے سرِ فرقِ نیاز
جیتے جی تھے جو مرے ناز اٹھانے والے

یہ بھی اک چھیڑ تھی شاید پئے تنبیہِ وفا
ورنہ تم یوں تو نہ تھے میرے ستانے والے

نگہِ دوست ہے مجبور تو ہم بھی حسرت
لب تک اب شکوۂ ہجراں نہیں لانے والے

دل کو ز غمش نشاں ندارد
مرغے است کہ آشیاں ندارد

نفعے ست ہر آں ضرر کہ از تست
جاں باختنم، زیاں ندارد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حکم است بہ نزدِ من ہر ایاش — گنجائش این و آں ندارد
قولِ غدّار چو قولِ انگلیس — نامعتبر است و جاں ندارد
خس است بہ رعبِ خس محفوظ — ہر چند کہ پاسباں ندارد

قانع بہ غمِ تو جانِ حسرت
شاد است و سرِ فغاں ندارد

دن رات کی بق بق زق زق ہے دن رات کا رونا دھونا ہے
کیا تم نے یہ دل میں ٹھانی ہے معلوم نہیں کیا ہوتا ہے
تم اور جو چاہو کام کرو، ناحق نہ ہمیں بدنام کرو!
ہم اور قصورِ ترکِ وفا، ایسا تو ہوا ہے نہ ہونا ہے
کھیلے ہم کھیل محبت کا انجام سے ہو کر بے پروا!
معلوم نہیں کیا پانا ہے معلوم نہیں کیا کھونا ہے
تم ہم سے چھٹے کچھ ایسی گھڑی ملنے کی نہ پھر امید رہی
اب یاس کی آہیں بھرنا ہیں اور خون کے آنسو رونا ہے
کیا کہتے تجھے حسرت اُن سے کبھی فرقت میں کیسے نیند آئے گی
حالانکہ وہ اب دُنیا میں نہیں پھر بھی تمہیں ہر شب سونا ہے

یادِ یارِ بے نشاں آنے لگی — اور یہ پیری میں کہاں آنے لگی
خلوتِ جنت سے باصد لطف و ناز — کامران و شادماں آنے لگی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بھول بیٹھی تھی جو مدت سے مجھے — آج وہ پھر ناگہاں آنے لگی
کھنچ کے مے خود بارگاہِ زہد سے — تا درِ پیرِ مغاں آنے لگی

۱۰ جون سنہ ۲۹ — جہاز کیروستی

ناز کر حسرت کہ پھر بحثِ کرم
تیرے ان کے درمیاں آنے لگی

بازار ہے گو غرب میں خوبانِ جہاں کا — پر گل کی طرح حسن بھی کم تو ہے یہاں کا
غمزے میں وہ فطرت ہے نہ وہ ناز میں گرمی — گم بردۂ تصنع میں ہے سب جوشِ بیاں کا
عشاق کی جانب سے تقاضائے وفا پر — کہتے ہیں وہ جھگڑا یہ نکالا ہے کہاں کا
وہ گرم ہو یا سرد ہو، خوشبو ہو کہ خوش رو! — منظورِ نظر ہے دلِ بیتابِ تواں کا

۲۰ جون — جہاز کیروستی

کیا کہیے کہ رہتا ہے بہر حال تصور
حسرت ہمیں لندن کی اسی آفتِ جاں کا

تا بپایت رسید غم ہوس است — مُردن و آرمید غم ہوس است
با غمِ تو کہ جانِ اہلِ وفاست — مے راحت کشید غم ہوس است
بجمالِ قصورِ درک و نظر — حسن روئے تو دید غم ہوس است
شخصت از خیلِ مہوشانِ فرنگ — دیدن و برگزید غم ہوس است

جہاز کیروستی — ۲۲ جون سنہ ۲۹

از ریاضِ جمالِ او حسرت!
گلِ امید چید غم ہوس است

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بے مہری اہلِ دل سے اس بت کی دیدنی ہے — قصہ ہمارے غم کا یارو شنیدنی ہے
آنکھ اس کی غمزہ پرور بات اس کی نغمہ در بر — یہ مے شنیدنی تھی وہ مے کشیدنی ہے
کیا کیا مزے اٹھیں گے کاوش کے خارِ غم سے — یاد اس کے ابروؤں کی دل میں خلیدنی ہے
جوشِ جنوں کا ہر دم ہے مجھ سے یہ تقاضا — وہ جیب ہو کہ دامن قطعاً دریدنی ہے

قطعِ نظر نہ کر لو، اس بے وفا سے از خود
آفت یہ اک نہ اک دن حسرت رسیدنی ہے

جہاز کیروسٹی — ۲۳ جون ۲۹ء

آنکھ اس کی جو فتنہ باز اٹھی — ہر نظر الاماں پکار اٹھی
لے کے ہر جان کا شکیب جھکی — کر کے ہر دل کو بے قرار اٹھی
خیلِ خوبانِ شام سے وہ حسین — بن کے سلمائے روزگار اٹھی
دین و ایماں کی اس کے خیر کہاں — جس کی جانب نگاہِ یار اٹھی

کر کے آخر وہ فتنہ پیشہ
دلِ حسرت کا بھی شکار اٹھی

مقام بیروت
۹ ستمبر ۲۹ء — ٹورسٹ کمپنی بیروت

عیش میری شکستہ حالی کا! — عکس ہے اُن کی بے ملالی کا
عہدِ عشرت بھی تیرے ساتھ وہ تھا — کیا زمانہ تھا خوش اقبالی کا
حسن تیرا بامتزاجِ وفا — اک نمونہ تھا بے مثالی کا
پھر وہ آمادۂ جفا ہیں مگر — پھر ہے مشتاق پائمالی کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۰ ستمبر ۳۹ء — مقام پیریو (یونان)

مہرباں ہو کے پاس کچھ تو کرو!
لبِ حسرت کی بے سوالی کا

رعنائی میں حصہ ہے جو قبرص[1] کی پری کا
نظارہ ہے مسحور اسی جلوہ گری کا

رفتار قیامت ہے نہیں کیا کم تھی پھر اس پر
اک طرّہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا

پوشاک میں کیا کیا شجری نقش ہیں دل کش
باعث نہ یہی شوق کی ہوں جامہ دری کا

لاریب کہ اس حسنِ ستمگار کی سرخی!
موجب ہے مرے زہد کی عصیاں نظری کا

باوصفِ تلاش ان کی خبر تجھ کو بھی نہ پا کر!
کیا کہیے جو ہے حال مری بے خبری کا

جب سے یہ سنا ہے کہ وہ ساکن ہیں یہیں کے
عالم ہے عجب شوق کی آشفتہ سری کا

ساتھ اُن کے جو ہم آ گئے تھے بیروت سے حسرت
یہ روگ نتیجہ ہے اسی ہم سفری کا

جہاز اسپروز — پیریو تا برنڈسی — ۱۶ ستمبر ۳۹ء

یونان کو مدت سے تھی موہان سے نسبت
شاید ہے مجھے بھی اسی عنوان سے نسبت

مائل جو ہے اس بت کافر کے اب ان کو
کچھ دین سے رغبت ہے نہ ایمان سے نسبت

حاصل ہے وہی مجھ کو ترے ساتھ سفر میں
فی الجملہ جو آقا کو ہو دربان سے نسبت

از بسکہ یہی میری گلیری[2] کا ہے مسکن
مجھ کو بھی ہے اس خطۂ یونان سے نسبت

پریوس سے مجھے بھی وہی گویا ہے تعلق
حسرت جو کسی جسم کو ہو جان سے نسبت

جہازِ اسپروز — ۱۰ ستمبر ۱۹۳۹ء

[1] جزیرہ سائپرس
[2] ٹھیک سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اشارہ کس طرف ہے پیریاگلری ایک اطالوی موسیقار تھی ۹۹ء ۔ ۵ ۴ ۱۹ء اگر اشارہ اس کی طرف ہے تو پھر اسے طوفان سے کیوں نسبت دی گئی۔ اگر اشارہ کسی اور شخصیت کی طرف ہے تو اس کو کوئی پتہ معلوم نہ ہو سکا۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب وہ فرماتے ہیں کب میں نے کھائیں آنکھیں　　آپ نے منت میں رو رو کے سجائیں آنکھیں
مضطرب ہم بھی رہے رات تڑپ کر کاٹی!　　دل بھی بے چین رہا ان کی جو آئیں آنکھیں
حسنِ مغرب میں نہیں ساعد و گیسو کے سوا　　اور بھی کچھ نظر آیا تو وہ بھائیں آنکھیں
رات مجھ ملزمِ پابوس کو از راہِ کرم!　　سرزنش کچھ بھی نہ کی خود وہ لجائیں آنکھیں
داغ لگ جائیگا دامانِ وفا میں حسرت
تم نے دیکھو جو کہیں اور لگائیں آنکھیں

جہاز امیرروز　　۱۷ ستمبر ۱۹۳۹ء

مداوائے دلِ دیوانہ کرتے　　یہ کرتے ہم تو کچھ اچھا نہ کرتے
وفا صادق اگر ہوتی ہماری　　وہ کرتے بھی تو جور اتنا نہ کرتے
ہم اچھا تھا جو بہرِ پردہ پوشی　　محبت کا تری چرچا نہ کرتے
تمہاری غفلتِ بے پروائی کا شکوہ　　جو ہم کرتے تو کچھ بے جا نہ کرتے
نگاہیں عاشقوں کی تھی ہوس کار　　وہ کیا کرتے اگر پردا نہ کرتے
جو پھر ملنے کی ہوتی کچھ بھی امید　　تو ہم اس کے لیے کیا کیا نہ کرتے
طلب کا حوصلہ ہوتا تو اک دن　　خطاب اس بت سے بیباکانہ کرتے
ہمارا پاس انہیں کچھ بھی جو ہوتا!　　کسی کی اور ہم پروا نہ کرتے
شکیبائی کا دم رکھتے تو حسرت
انہیں یوں شوق سے دیکھا نہ کرتے

برنڈزی لائن　　۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

چاہیں نہ کبھی دردِ محبت کی دوا ہم — کرتے ہیں جو پابندیِ آئینِ وفا ہم
آزار تیرے شوق کا ہے جانِ تمنا — کوئی کہے کچھ بھی اسے کہتے ہیں شفا ہم
آرائشِ گیسو میں ہے مشغول وہ بدخو! — ایسے میں اسے چھیڑ کے دیکھیں تو بھلا ہم
کیا پائیں ترے جلوۂ مخمور کی لذت — چکھ دیکھیں نہ جبتک یہ مئے ہوش ربا ہم
خواہش کی با صرار پرسش ہے تو کیوں ہے — ہم سے کہ بہر حال ہیں راضی برضا ہم
کرلیجئے کرتا ہے جو کچھ لطف و مدارا — پھر گردشِ دوراں میں کہاں آپ کجا ہم
حریّتِ کامل کی قسم کھا کے اٹھے ہیں — اب سایۂ برٹش کی طرف جائینگے کیا ہم
گاندھی کی طرح بیٹھ کے کیوں کاتینگے چرخہ — لینن کی طرح دیں گے نہ دنیا کو ہلا ہم
اعلان کی تصدیق پس پشت ہے حسرت
مُسلم ہیں تو دب کر نہ رہیں گے بخدا ہم

ہر رات کو اٹلی کے حسینوں کی کہانی — سنتے رہے رنگینیِ ثریا کی زبانی
آنکھوں کا تبسم تھا مرے شوق کا موجب — چتون کی شرارت ہے مری دشمنِ جانی
ہونٹوں کے قریب آ گئی جو وہ زلفِ معنبر — جھٹ چوم لیا ہم نے طبیعت ہی نہ مانی
ہوتی جو خبر اس کو تو کیا کیا نہ بگڑتی!!! — ثریا نے غنیمت ہے کہ یہ بات نہ جانی
اٹلی میں تو کیا میں تو یہ کہتا ہوں کہ حسرت
دنیا میں نہ ہو گا کوئی اس شکل کا ثانی

روم — ۱۹ ستمبر ۱۹۲۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دلِ شکاری میں نہیں دخل سرِ مو تیرا — کام کرتی ہے تری نرگسِ جادو تیرا
مشکِ عنبر میں یہ تفریح کے ساماں کہاں — پیرہن ان کو بھی کچھ بڑھ کے ہے خوشبو تیرا
دلپذیری کے ہر انداز کی ہے تجھ سے نمود — رخ بھی رنگیں ہے ترا، قد بھی ہے دلجو تیرا
شکلِ زیبا ہے تری شہرۂ دنیائے جمال — کشورِ حسن میں چرچا ہے بہر سو تیرا
جانِ عاشق کے لیے نیشِ محبت بن کر — مجھے آزار ہوا عقربِ گیسو تیرا
کج ادائی کا تری ہم بھی نہ شکوے دیں یہ جواب — تو نہ میرا ہے نہ میں اے بتِ بدخو تیرا

جہاز اسپرونز — ۱۸ ستمبر ۳۹ء

آہ وہ رات کہ اس رات مجھے باوصفِ حجاب
سرِ حسرت کے لیے وقف تھا زانو تیرا

تمہارا ناز فرمانا بُرا ہے — ہمارا ہوش میں آنا بُرا ہے
ترا ہر بات پر اے حیلہ پرور — مرے سر کی قسم کھانا بُرا ہے
تکلف سب سے کر لے جانِ محفل — مجھی سے تیرا شرمانا بُرا ہے
یہی کہہ دو کہ اب ملنا نہ ہوگا — یہ تڑپانا یہ ترسانا بُرا ہے
مری ہر دم کی بیتابی سے جل کر — وہ کہتے ہیں یہ دیوانا بُرا ہے
مرے دل سے ہو راضی غم تمہارا — نہ کہنا اب یہ کاشانا بُرا ہے
یہی کہہ دے نہ اک دن اے ستمگر — تری حاجت کا بر لانا بُرا ہے
وہاں بھی کیا نہیں اصنامِ پندار — تو کیوں مسجد سے بت خانا بُرا ہے
ہرے ہو جائیں گے سب داغ دل کے — ترا حسرت اِدھر جانا بُرا ہے

۹ ستمبر ۹۴۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

گر شکوۂ او خطا نباشد　　ایں ہم ز منش روا نباشد
میداند و خوب می شناسد　　آں کو بمن آشنا نباشد
ہیہات اگر فقیرِ حسرت　　منجملۂ اغنیا نباشد
ویں نیز کہ پاکبازِ عشقت　　در زمرۂ اصفیا نباشد
ہم پایۂ مرحباست حسرت
از روئے چہ خوش و چرا نباشد

نصف یکم اکتوبر　　سنہ ۱۹۳۶ء

بری ہو کے اندیشۂ بیش و کم سے　　ہم آساں گذر سے حدودِ حرم سے
سماں مسجدِ خیف کی برکتوں کا　　بڑھا خوب نظارۂ جامِ جم سے
کریں گے وہ کیا لے کے عیشِ دو عالم　　جو عشاق گرویدہ ہیں ان کے غم سے
عطا پاش از بسکہ تھی رحمت ان کی　　ولی بن کے چمکے خطا کار ہم سے
ہمیں بھی ملے حسرت اے کاش حصہ
درِ حضرتِ حق کے فیضِ اتم سے

۱۰/ جنوری سنہ ۳۷ء　　مقام منیٰ

فنا ہے بقا مسلکِ عاشقی میں　　اگر رُو نما ہو دیارِ نبیؐ میں
کبھی دیکھ لوگے خود اپنی گلی میں　　جو کچھ ہم ہیں ٹھانے ہوئے اپنے جی میں
خوشا ربطِ ناز و نیازِ محبت　　کہ یہ جنگ میں ہے نہ ہے آشتی میں
ہمیں بھی ہے ناز اپنی جانبازیوں پر　　جو وہ فرد ہیں شیوۂ دلبری میں

http://www-muftbooks.blogspot.com/

۱۵ جنوری ۳۸ء ۔۔۔۔۔۔ اثنائے راہ مدینہ

سفر جب نہ ہو پھر مدینے سے حسرت
وہ کب آئیں گے دن تری زندگی میں

بہ ملکِ تمنا بصد طرز کاری! ۔۔۔ ترا شوق کرتا رہے شہریاری
ترے در پہ عشاق اے شاہِ خوباں ۔۔۔ غلامانہ کرتے رہیں جاں نثاری
رضا تیری ثابت ہے اپنی خوشی سے ۔۔۔ مقدم بہ آئینِ خدمت گذاری
تری نذر کو لائے ہیں نقدِ جاں ہم ۔۔۔ بہ صد عذر خواہی بصد شرمساری

۲۰ جنوری ۳۸ء ۔۔۔۔۔۔ بمقام مدینہ منورہ

شرف رکھتی ہے بادشاہی پہ بیشک
مدینے کی حسرت غریب الدیاری

کھلے جس سے گلہائے امیدواری ۔۔۔ سواری تری ہے کہ بادِ بہاری
بجز افزائشِ غم جدا ہو کے تم سے ۔۔۔ ہمیں کیا ملا حاصلِ اشکباری
ترے دور میں سخت مشکل ہے ساقی ۔۔۔ کہ باقی رہے رسمِ پرہیزگاری
خود ان پر نہیں روشن اے کاش ہوتی ۔۔۔ جو ہے ان کی فرقت میں حالت ہماری

ایضاً ۔۔۔۔۔۔ ایضاً

وہ قائم ہیں خوئے تغافل پہ اب تک
نہ کام آئی حسرت مری بے قراری

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے ۔۔۔ تری آرزو رہنما ہو گئی ہے
یہ وہ راستا ہے دیارِ وفا کا ۔۔۔ جہاں بادِ صرصر صبا ہو گئی ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میں درماندہ اس بارگاہِ عطا کا — گنہگار ہوں اک خطا ہو گئی ہے
ترے رتبہ دانِ محبت کی حالت — ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے

صحرائے سوب — ۵ فروری ۴۳ء

پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرت
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی ہے

ترے غم کی ناشادیاں چاہتا ہوں — محبت کی بربادیاں چاہتا ہوں
میں اس قیدکی سرفرازی پہ نازاں — تمنا کی آزادیاں چاہتا ہوں
میں ویرانۂ دل میں اس نورِ جاں کے — تصور کی آبادیاں چاہتا ہوں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ

ضمیمہ دیوانِ حسرت موہانی

جس میں

سیّد فضل الحسن حسرت موہانی بی۔اے اڈیٹر رسالہ اردوئے معلّی علیگڈھ

کی

چند ابتدائی غزلیں درج ہیں جو موہان، فتح پور
اور علی گڈھ میں بہ زمانۂ طالب علمی لکھی گئیں

از

۱۸۹۴ء

تا

۱۹۰۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں بھی امیدوار ہوں باغِ نعیم کا　　　آخر گناہ گار ہوں کیسے کریم کا
وابستۂ حکیمِ ازل ہے مرا علاج　　　واقف نہیں کوئی مرے حالِ سقیم کا
آوارگی پسند ہے صحرائے شوق کی　　　طالب نہیں خدا سے میں عقلِ سلیم کا
حد سے نہ بڑھ چلیں تری غفلت شعاریاں!　　　کر کچھ تو پاس میری وفائے قدیم کا
ہے بوئے شوق سے جو معطر مشامِ جاں　　　ارماں نہیں ہوائے جناں کی شمیم کا
حاجت نہیں کہ اس سے کروں عرضِ آرزو　　　بندہ ہوں میں خدائے کریم و علیم کا

۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء　　　حسرت مجھے پسند نہیں طرزِ لکھنؤ　　　بمقام مرادان
پیرو ہوں شاعری میں جنابِ تسلیم کا

خبرش باید از روانیہا　　　شکوہ دارم ز سخت جانیہا
منم و گریۂ نہانیہا　　　رفت با دوست شادمانیہا
بہ رشش نالہ ام نکرد اثر　　　تا چہ آید ز بیزبانیہا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غیرو لطف نوازش پیدا — صنم و پرسشِ نہانیہا
بدلم دخل شادمانی نیست — می کند یاس پاسبانیہا
بخیالش دلم تسلی شد — میہماں کرد میزبانیہا

بہ غزل مرزا آشفتہ
بجہ گویم فسانۂ حسرت
کہ کند آہ رازدانیہا
فتحپور ۱۸۹۶ء

مجھے ہو خواہشِ بالِ ہما کیا — نہیں میں اُن کے کوچے کا گدا کیا
جو آتا ہے تو آ، بے تکلف — یہ عرضِ جلوۂ حیرت فزا کیا
نہیں ہے خاطرِ خرم کی پروا — مجھے کم ہے دلِ درد آشنا کیا
نہیں بیماریٔ اُلفت سے بہتر — کریں اب ہم تمنائے شفا کیا
دلِ وقفِ الم ہاں پھر تو کہنا — ہوا کرتی ہیں باتیں دل لگی کیا
نہ ہو مجھ سا کوئی محوِ تمنا — حیا ان کی بنا لے گی، مرا کیا

بہ غزل غالب
ہوا حسرت مجھے پھر شوقِ صحرا
جنوں نے پھر مجھے سمجھا دیا کیا
علیگڑھ کالج ۱۸۹۵ء

نہ ہوگی شفا چارہ گر دیکھ لینا — نہ جائے گا دردِ جگر دیکھ لینا
وہ شرمائے بیٹھے ہیں گردن جھکائے — غضب ہو گیا اک نظر دیکھ لینا
نہ بھولے گا وہ وقتِ رخصت کسی کا — مجھے مڑ کے پھر اک نظر دیکھ لینا
وہ شرمائی صورت وہ نیچی نگاہیں — وہ بھولے سے ان کا ادھر دیکھ لینا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مقام فتحپور — سنہ ۱۸۹۷ء

کہاں ہم کہاں وصلِ جاناں کی حسرت
بہت ہے انھیں اک نظر دیکھ لینا

دردِ اُلفت کیا کہوں کیا ہو گیا
روح جسمِ جانِ شیدا ہو گیا

مانعِ فریاد اب کوئی نہیں
مجھ کو سمجھے لوگ سودا ہو گیا

گریۂ بیتاب نے رسوا کیا
حالِ دل سب آشکارا ہو گیا

بار بار آتا ہے یہ کس کا خیال
بے خودی بتلا مجھے کیا ہو گیا

سید ابوالہاشم — مقام فتحپور ہسوہ

ان کی ہمنامی تو حاصل ہو گئی!

مرحوم رسوا — سنہ ۱۸۹۷ء

غم نہیں حسرت جو رسوا ہو گیا

مری نگہِ شوق کا شکوا نہیں جاتا
سوتے میں بھی وہ پاس سے دیکھا نہیں جاتا

پاس ان کے تصور میں بھی جایا نہیں جاتا
سر سے قدمِ ناز لگایا نہیں جاتا

جا کر کوئی اس محوِ تغافل سے یہ کہہ دے
اب تو دلِ بیتاب سے تڑپا نہیں جاتا

اصرار نہ احباب کریں سیرِ چمن کا
میں گوشۂ دوری سے کہیں جا نہیں جاتا

اب اس کو تغافل نہ کہوں میں تو کہوں کیا
کیا خواب میں بھی آپ سے آیا نہیں جاتا

امید نہیں ان سے ملاقات کی ہرچند
آنکھوں سے مگر شوقِ تماشا نہیں جاتا

گھبرا کے کہا صبر نے بیتابیِ دل سے
اب مجھ سے دلِ زار میں ٹھہرا نہیں جاتا

واللہ تجھے چھوڑ کے اے کوچۂ جاناں!
حسرت سے تو فردوس میں جایا نہیں جاتا!

حیدرآباد دکن — سنہ ۱۹۰۰ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیا کہوں تم سے مدعا کیا ہے　　کاش میں خود ہی جانتا کیا ہے
ہاں دلِ دردمند پھر تو ذرا　　وہ تپِ غم کا ماجرا کیا ہے
حکم پر ان کے جان دیتا ہوں　　میں نہیں جانتا قضا کیا ہے
میں تو رونے پہ خود ہوں آمادہ　　اے غمِ یار چھیڑتا کیا ہے
زیرِ دیوارِ یار رہتا ہوں　　حاجتِ سایۂ ہُما کیا ہے

مستِ صہبائے شوق ہوں حسرت
ہوش جانے مری بلا کیا ہے

۱۹۰۰ء　　علیگڑھ کالج

کیا تم کو علاجِ دلِ شیدا نہیں آتا　　آتا ہے پر اس طرح کہ گویا نہیں آتا
ہو جاتی تھی تسکین سو اب فرطِ الم سے　　اس بات کو روتے ہیں کہ رونا نہیں آتا
تم ہو کہ تمہیں وعدہ وفائی کی نہیں خو　　میں ہوں کہ مجھے تم سے تقاضا نہیں آتا
ہے پاس یہ کس کی نگہِ محوِ حیا کا　　لب تک جو مرے حرفِ تمنا نہیں آتا
ان کی نگہِ مست کے جلوے ہیں نظر میں　　بھولے سے بھی ذکرِ مے و مینا نہیں آتا
شوخی سے وہ معنائے ستم پوچھ رہے ہیں　　اب لفظِ جفا بھی انہیں گویا نہیں آتا

میں درد کی لذت سے رضا مند ہوں حسرت
مجھ کو ستمِ یار کا شکوا نہیں آتا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بے ہوشِ زماں میں خیالِ رُخِ زیبا نہ رہا　　کثرتِ شوق سے یارائے تماشا نہ رہا
پھیر لی پیرِ خرابات نے جب چشمِ کرم　　ہم کو بھی حوصلۂ ساغر و مینا نہ رہا
کام بیمارِ محبت کا شفا سے گذرا　　خواہشِ مرگ ہوئی شوقِ مسیحا نہ رہا
میرے اظہارِ وفا کی انھیں پروا نہ رہی　　ان کی تخصیصِ جفا کا مجھے دعوےٰ نہ رہا
اب تو ہیں وحشتِ حسرت کے فسانے مشہور
زورِ دیوانگیِ قیس کا چرچا نہ رہا

سنہ ۱۹۰۱ء　　علیگڈھ کالج

تصور میں بھی ان کے کچھ عجب عالم نکلتا ہے　　اسی پر تو مری حیرانیوں کا دم نکلتا ہے
وہ ظاہر میں جبینِ دلِ دادۂ بیگانہ خوئی ہیں　　نہیں دل سے خیالِ الفتِ باہم نکلتا ہے!
دلِ مایوس میں ہوتا ہے خونِ آرزو حسرت!
وہی آنکھوں سے بن کر اشکِ غم پیہم نکلتا ہے

سنہ ۱۹۰۱ء　　علیگڈھ کالج

دل کو فکرِ وصال کرتا ہے　　شوق امرِ محال کرتا ہے
عشقِ رفتارِ یار کافی تھا!　　چرخ کیوں پائمال کرتا ہے
دلِ مضطر کی سادگی دیکھو　　پھر انہیں سے سوال کرتا ہے
شرمِ عصیاں سے غرق کا ساماں　　عرقِ انفعال کرتا ہے
دلِ مایوس بھی عجب شے ہے　　پھر اسی کا خیال کرتا ہے
تو گرفتارِ عشق ہے حسرت　　تجھ کو ناداں خیال کرتا ہے

۱۹ راگست سنہ ۱۹۰۱ء
مشاعرہ علیگڈھ کالج

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہجر میں ضبطِ غمِ شوق کا دعویٰ چھوٹا　　ہاتھ سے دامنِ صبرِ دلِ شیدا چھوٹا
ہم سے اس شوخ کو اگلی سی محبت نہ رہی　　گو ترکِ ملاقات کا جھگڑا چھوٹا
اب نہیں کوئی بھی ارمان خوشا ناکامی　　ایک آفت سے دلِ وقفِ تمنا چھوٹا
واقفِ بیخودیٔ عشق سے پوچھے کوئی　　قیس کے ہاتھ سے کیوں دامنِ لیلیٰ چھوٹا
۲۰ جون ۱۹۱۰ء　　نہ رہی دشت نوردی کی ہمیں بھی حسرت　　مقام مہران
ہم سے جس روز سے وہ بادیہ پیما چھوٹا

چشمِ پُرخوں سے بہا کرتا ہے اک نالا پڑا　　آہ کس ناآشنا سے تھا ہمیں پالا پڑا
کن امیدوں سے گیا تھا جانبِ ملکِ اثر　　سو وہاں ناکام لوٹے ہے مرا نالا پڑا
ایک ٹھوکر ہی سہی اے شوخِ بے پروا خرام　　رہگذر میں ہے تری اک آرزو والا پڑا
کر چلا تھا میں بیاں اس شعلہ رو کے حسن کا　　سو لبِ تقریر میں گرمی سے چھالا پڑا
کی تھی لیلائے شبِ قربِ کمال نثار رق،　　سو رہا تھا بام پر وہ گیسوؤں والا پڑا
مہران ۲۰ ستمبر ۱۹۱۰ء　　اس شرابی کا وہ عالم آج تک نظروں میں ہے　　بزبانِ قدیم
حسرتِ دیوانہ دل پھرتا ہے متوالا پڑا

بے تاب نظر آیا بدنام نظر آیا　　عاشق جو نظر آیا ناکام نظر آیا
ناکامیٔ ہجراں نے یہ رنگِ جہاں بدلا　　جو صبح کا جلوہ تھا، سو شام نظر آیا
اے آہِ دلِ عاشق دیکھیں تری تاثیریں　　پہلے سے بھی وہ بڑھ کر خودکام نظر آیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اللہ ری محرومی، اللہ ری ناکامی
جو شوق کیا ہم نے سو خام نظر آیا

اس شغل سے آنکھوں کو دم بھر جو نہیں فرصت
رونے میں وہ کیا ایسا آرام نظر آیا

ہم جس کو سمجھتے تھے سرمایۂ آزادی
وہ عشقِ بتاں آخر اک دام نظر آیا

۱۰/ اگست ۱۹۰۲ء
رسوائی کی گلیوں میں پھرتا ہے پڑا حیراں
یہ عشق کا حسرت کے انجام نظر آیا

علی گڑھ کالج — بزبانِ قدیم

موسمِ گل میں وہ چلنا بادِ عشرت خیز کا
یاد ہیں وہ مستیاں وہ توڑنا پرہیز کا

ہم نے دیکھا ہے جنوں شوریدگانِ شوق کا
مت سنا واعظ فسانہ شورِ رستاخیز کا

سیکڑوں کو کر دیا دل باختہ جاں باختہ
ہائے عالم اس کی رفتارِ قیامت خیز کا

وہ بگڑنا بھی کبھی مجھ سے تو منے کے لیے
یاد ہے اندازِ تیرے جورِ لطف آمیز کا

۹/ اگست ۱۹۰۱ء — مقام [illegible]

پیروِ تسلیم ہوں شیدائے اندازِ نسیم!
شوق ہے حسرت مجھے اشعارِ حسرت خیز کا

عاشقم با طرب چہ کار مرا
می کشد رنجِ انتظار مرا

چشمِ مستش بعشق داد سبق
بے خبر کرد ہوشیار مرا

من کسیراں کجا و عقل کجا
تا صبا با جنوں گذار مرا

یادِ آں نازنینِ خوش خرام
ہیچ نگذاشت از قرار مرا

دردِ دل را دوا نمی خواہم
کاں زیادست یادگار مرا

ہیچ ناید ز بستنش حسرت
از غمِ عشق ناگوار مرا

بزبان — ۱۹۰۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آج وہ شوخ جو نوشاہ بنا — ملکِ خوبی کا شہنشاہ بنا
رُوئے رنگیں پہ وہ رنگیں سہرا — دلربائے دلِ آگاہ بنا
جلوۂ حُسنِ نکو سے دل پر — حشر بننا تھا سو ناگاہ بنا
جب ملی جذبۂ شادی سے حیا — گاہ بگڑا وہ حسیں، گاہ بنا
بے نقابی پہ جمالِ رُخِ یار — مظہرِ قدرتِ اللہ بنا
نگہِ ناز کی تسکین بڑھی — حُسن ذی شان سے ذی جاہ بنا

دلِ حسرت بھی، کہ تھا محوِ الم!
آج شادی کا گذرگاہ بنا

۱۸۹۶ء — مقام فتحپور

کیا پوچھتے ہو عاشقِ بیمار کا مزاج — آہ اس فدائے لذتِ آزار کا مزاج
شاید تم اپنے ہاتھ سے دو گے اسے سزا — ہے عرش پر تمہارے گنہگار کا مزاج
عادت اسے بھی ہو گئی رونے کی بے سبب — میرا سا ہو گیا مرے غمخوار کا مزاج
کس کس کا خون آج نہ ہو جائے دیکھئے — بگڑا ہوا ہے یار کی تلوار کا مزاج
میرا نشاں مٹائے تامل ہے آج کیوں — کس نے بدل دیا نگہِ یار کا مزاج
وہ اور دیکھے عاشقِ بے کس کے حال کو — اللہ ری ان کی شوخیٔ رفتار کا مزاج

میں کیا کہوں کہ شرم سے کیسے جھکا کے سر
پوچھا انہوں نے حسرتِ بیمار کا مزاج

فتحپور — ۱۸۹۷ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بڑھ گئی ہے اُن کے آجانے سے شانِ روزِ عید
آسماں پر ہے دماغِ رتبہ دانِ روزِ عید

ہو رہا ہے میزباں محوِ تماشائے جمال!
میہمانِ بے خودی ہے میہمانِ روزِ عید

بے قراری اپنی کر دوں اُن کی شوخی پر نثار
اور آخر کیا انھیں دوں ارمغانِ روزِ عید

وہ حیا پرور ملا کس طرح مجھ سے کیا کہوں
بیخودی افزا ہے یعنی داستانِ روزِ عید

بے رخی ہے آج کی رسمِ مروّت سے بعید
کچھ تو کر اے حیلہ جو پاسِ شانِ روزِ عید

ہوں خیالِ خاطرِ احباب سے خاطر پریش
ورنہ میں مجبور اور خوش ہوں میانِ روزِ عید

خاطرِ غمدیدہ حسرتؔ ہے محوِ غم ہنوز
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحانِ روزِ عید

۳۱ مارچ ۱۹۱۰ء علیگڈھ کالج

گزر گئی حد سے پائمالی عتابِ ترکِ کلام کب تک
رہے گی مسدود اے ستمگر رہِ پیام و سلام کب تک

بہت ستاتی ہے اُس کی دُوری تلافی غم بھی ہے ضروری
ہو جلد صبحِ وصال یارب رہے گی فرقت کی شام کب تک

مُریدِ پیرِ مغاں ہوں آخر مجھے خطر کیا ملامتوں کا
خیالِ ناموس و ننگ چھوڑوں رہے گی پروائے نام کب تک

قفس میں صیاد بند کر دے نہیں تو بے رحم چھوڑ ہی دے
میانِ اُمید و بیم آخر رہیں گے ہم زیرِ دام کب تک

اگرچہ وہ دلفگار بھی ہیں مگر تغافل شعار بھی ہیں
وہ کر چکے تجربہ پہ لطفِ حسرتؔ بیادِ وعدہ مدام کب تک

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھر عرضِ حال کرنے نہ پائے کسی سے ہم — کس طرح شکوہ سنج نہ ہوں بے خودی سے ہم
ڈھونڈیں مجھی میں آمدِ فصلِ بہار کی — مانوس دل کو پاتے ہیں دیوانگی سے ہم
واعظ بیانِ روضۂ رضواں سے فائدہ — آگاہ ہو چکے ہیں کسی کی گلی سے ہم
ناکامیوں پہ اپنی ہنسی آگئی تھی آج — سو کتنے شرمسار ہوئے بیکسی سے ہم
اللہ ری مزاج کی حسرت پرستیاں — گویا کہ آشنا ہی نہیں ہیں خوشی سے ہم
ہمدردیِ الم سے بڑھا اور بھی الم!!! — باز آئے ہمنشیں تری اس دوستی سے ہم
کیا پوچھتا ہے لطفِ الم ہائے شوق کا — ملتے ہیں ایسے رنج سے بھی کس خوشی سے ہم
وہ برسرِ جفا ہیں تو ہم اہلِ وفا! — تنگ آگئے ہیں شوق کی وابستگی سے ہم
ابرِ بہار میں نہ ہوائے جناں رہی — یعنی نہ ہاتھ کھینچ سکے مے کشی سے ہم
ملتا نہیں جو ہوش کا اپنے کہیں پتا — اب اس کا حال پوچھیں گے وارفتگی سے ہم
کس درجہ دل پذیر ہے حیرانیٔ جنوں — فارغ ہیں شوقِ عزتِ فرزانگی سے ہم

جنوری ۱۹۰۲ء — حسرت ہیں وقفِ پیرویٔ مومن و تسلیم — برائے
علیگڑھ — کیوں سلسلہ ملائیں کسی لکھنوی سے ہم — بزمِ سخن بریلی

جفا سے بعدِ مُردن بھی ہمیں وہ شاد کرتے ہیں — لگا کر ٹھوکریں خاکِ لحد برباد کرتے ہیں
فغاں اب تک نہیں لاتے کبھی ہم یادِ گلشن میں — قفس میں بھی خیالِ خاطرِ صیاد کرتے ہیں
کہیں کیا ہجر میں کیونکر دلِ مضطر بہلتا ہے — نہ پوچھو کیسے تسکینِ دلِ ناشاد کرتے ہیں
نہیں ہیں بے سبب اشک فشاں حسرت کی آنکھیں — وہ میرا گریۂ ناکام شاید یاد کرتے ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جفائے ناروائے یار کا شکوہ نہ کر حسرت
کہیں دلدادگانِ درد بھی فریاد کرتے ہیں

سنہ ۱۸۹۶ء — مقامِ موہان

ستائیے نہ مجھے یوں ہی دل فگار ہوں میں — رلائیے نہ مجھے خود ہی بے قرار ہوں میں
برا نہ مانیو اے کج ادائی جاناں! — بگڑ کے تجھ سے نہایت ہی شرمسار ہوں میں
انھیں نے توڑ کے توبہ شراب پلوائی — رہینِ ابر ہوں منت کشِ بہار ہوں میں
گئے وہ دن کہ تمنا وصالِ یار کی تھی! — یہ حال اب ہے کہ ممنونِ ہجرِ یار ہوں میں
ترا یہ رنگ کہ ہے بے سبب خفا مجھ سے — مرا یہ حال کہ بے وجہ بے قرار ہوں میں
نہ دوں بہشت کے بدلے میں ایک جامِ شراب — نہ آفتاب کے بدلوں وہ بادہ خوار ہوں میں

وہ دردمند ہوں حسرت کہ اب بجائے تبسم
کرے جو لطف بھی کوئی تو اشکبار ہوں میں

کانپور — سنہ ۱۸۹۷ء

زاہدوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ میخواروں میں ہوں
بے خودِ ہر دو جہاں ہوں تیرے سرشاروں میں ہوں

بے خودی ہائے محبت کا نہ پوچھو حال کچھ
بے خبر ظاہر میں ہوں باطن میں ہشیاروں میں ہوں

دردِ الفت سے نہیں واقف مگر کیا کم ہے یہ
عاشقانِ درد کے میں کفش برداروں میں ہوں

اے خوشا قسمت شرابِ بے خودی کا ہوں خراب

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے زہے قسمت دیوان آنکھوں کے بیماروں میں ہوں
بے وفائی مجھ کو کیا معلوم کہتے ہیں کسے!!
وہ مری سرکار میں ان کے وفاداروں میں ہوں
لے گئی ہے بے خودی کیا جانیئے مجھ کو کہاں
میں نہیں ہوں محفلِ یاراں میں، گو یاروں میں ہوں
بے خودی میں کیا ہوا کرتا ہے کیا جانے کوئی
سب سمجھتے ہیں یہی مجھ کو کہ بے کاروں میں ہوں
خفتہ بختانِ محبت کا یہ کہتا ہے نصیب
ظاہراً سوتا ہوں میں باطن میں بیداروں میں ہوں

۱۸۹۴ء — نام آزادی زباں پہ میری حسرت آئے کیوں — قصبہ موہان
کس کے آخر دامِ الفت کے گرفتاروں میں ہوں

ہو جفا ہم پہ نہ ہم شکوۂ بیداد کریں — تا کجا خاطرِ بے رحمیِ صیاد کریں
طعن وہ سعد کو دیں مستِ محبت کا مجھے — پہلے خود بے خودیِ عشق عدو یاد کریں
بسملِ شوق ہیں ملتا ہے تڑپنے میں مزا — سخت جانی کا گماں ہم پہ نہ جلاد کریں
کیا سمجھتا ہے اسیرانِ قفس کو صیاد — دل ہلا دیں جو کبھی درد سے فریاد کریں
اور ہو جائے گی بے چین طبیعت حسرت
علیگڑھ کالج — عیشِ ایامِ تمنا کو نہ ہم یاد کریں — ۱۸۹۶ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسر کی عمر ساری کوئے جاناں کی گدائی میں
بلا جانے مری کیا ہیں مزے قرمانروائی میں

نہیں معلوم یہ کس کعبۂ ارماں کا چوکھٹ ہے
کہ سر اپنا جھکا جاتا ہے شوقِ جبہ سائی میں

خیالِ یار سے تسکینِ خاطر ہو تو ہو شاید
تسلی اور دے گا کون شبہائے جدائی میں

زہے بیکس نوازی، وہ دلِ بیمار پر میرے
نہیں کرتے ستم مشہور ہیں گو کج ادائی میں

جوابِ نامہ ہائے شوق سے مجبور ہیں حسرت
جفائیں ہو رہی ہیں پردۂ صبر آزمائی میں

علیگڑھ کالج سنہ ۱۸۹۹ء

ترکِ ہوسِ زلفِ چلیپا نہیں ممکن
اب جائے مرے سر سے یہ سودا نہیں ممکن

پھر اور تغافل کا سبب کیا ہے خدایا
میں یاد نہ آؤں انہیں ایسا نہیں ممکن

تسکین سے بڑھتی ہے جلن اور بھی دل کی
یعنی تپشِ غم کا مداوا نہیں ممکن

نقشِ قدمِ یار کو بھی پاسِ ادب سے
مثلِ کفِ پا سر سے لگانا نہیں ممکن

کب تک دلِ مضطر نہ کرے روز فغاں
اب اے ستمِ صبر تقاضا نہیں ممکن

اس بے خودیٔ شوق کی ہو کس سے شکایت
وہ سامنے ہیں پھر بھی تماشا نہیں ممکن

جنت کی تمنا ہو ترے کوچے کے ہوتے
حسرت سے یہ اے خود سراپا نہیں ممکن

سنہ ۱۹۰۰ء علیگڑھ کالج

حواس و خرد سے بہت دور ہوں میں
شرابِ محبت کا مخمور ہوں میں

ہمہ دم پئے لطفِ رندی و مستی!
تمنائی عیشِ موفور ہوں میں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

لگی ہے مرے لب پہ مہرِ خموشی — مگر واقفِ سرِّ مستور ہوں میں
دکھا دوں ذرا ان کو ان کے ستم کا — مگر پاسِ الفت سے مجبور ہوں میں
۱۵ فروری سنہ ۱۹۰۱ء — خراباتیانِ محبت کا بندہ! — موضع گھنوتا ضلع فتحپور
وہی حسرتِ ہند مشہور ہوں میں

وہ کس کس شرم سے عذرِ جفا تقریر کرتے ہیں — مگر پاسِ وفا سے عاشقِ دل گیر کرتے ہیں
بحسرت دیکھتے ہیں غیر پر لطف و کرم ان کے — بہ ناکامی سپاسِ آہ بے تاثیر کرتے ہیں
گرفتارانِ غم کو کیا ضرورت قیدِ ظاہر کی — ترے سودائیوں کو لوگ کیوں زنجیر کرتے ہیں
بھلا دیتی ہے مضموں یادِ اُس محوِ تغافل کی — بڑی مشکل سے مکتوبِ وفا تحریر کرتے ہیں
۱۱ اگست سنہ ۱۹۰۱ء — نہیں یارائے خاموشی کہاں تک ضبطِ غم حسرت — مقام موہان
فراقِ یار میں ہم نالۂ شبگیر کرتے ہیں،

ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں! — کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں
تسکینِ ہمنشیں سے بڑھا درد اور بھی! — یعنی غمِ فراق کی کوئی دوا نہیں
شوقِ لقا سے درد کی ہیں ساری خاطریں — ورنہ دعا سے اور کوئی مدعا نہیں
کب تک کسی کے نازِ تغافل اُٹھائے دل — کیا امتحانِ صبر کی کچھ انتہا نہیں
محرومیوں نے دل کا یہ کیا حال کر دیا — گویا امیدِ وصل سے ہم آشنا نہیں
ارماں مرے وصال میں نکلیں تو کس طرح — جوشِ طرب سے دل میں کہیں راستا نہیں
شوقِ جفا سے آج تلک اُن سے رسم ہے — کہتا ہے اُن کو کون کہ وہ باوفا نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آتا تو ہوں خیال میں اُن کے کبھی کبھی! میں موردِ جفا ہوں تو یہ بھی بُرا نہیں
خود اس کو میری عرضِ تمنا کا شوق ہے کیوں ورنہ یوں سُنے ہے کہ گویا سُنا نہیں
میری نگاہِ شوق پہ اس درجہ خشمگیاں! اور اپنی چشمِ شوخ کو مطلق سزا نہیں
حسرت مرے کلام میں مومن کے رنگ میں
مُلکِ سخن میں مجھ سا کوئی دُوسرا نہیں

۱۹۰۲ء علیگڑھ کالج

کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنہگار نہیں ہاں مگر اتنی جفا کے بھی سزاوار نہیں
میرے اظہارِ ندامت کو پشیمان کیا اب نہ کہنا کہ ہمیں رحم سے انکار نہیں
عقل بھی وصل میں اک شعبۂ حیرانی ہے ہوشیاری ہے یہی میری کہ ہشیار نہیں
نہ سہی آپ جفا سے جو نہیں باز آتے جائیے جائیے اب ہم کو بھی اصرار نہیں
خرمیِ شوقِ شہادت کو مُبارک حسرت
مُجھ کو ابرام ہے اُس شوخ کو انکار نہیں

مارچ ۱۹۰۳ء آگرہ

محوِ حسرت ہوں وقفِ محنت ہوں میں کہ دلدادۂ محبت ہوں
لاابالی مزاج رکھتا ہوں شاعرِ مبتلا طبیعت ہوں
عالمِ بے خودی میں ہے مسکن مست ہوں ہوشیارِ حیرت ہوں
حکمرانِ دیارِ استغنا صاحبِ دولتِ فراغت ہوں
الغرض کیا بتاؤں کون ہوں میں
حسرت آشنائے حسرت ہوں

جھانسی جولائی ۱۹۰۳ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فصلِ بہار آئی ہے جوشِ گُل چمن میں
اک دھوم سی مچی ہے مستانِ نعرہ زن میں

سیکھی تھی خود فروشی مکتب میں آرزو کے
پاتے ہیں درسِ حیرت اُس بت کی انجمن میں

تیری نزاکتوں کی اے نازکی سراپا
تشبیہ گُل میں پائی ہم نے نہ یاسمن میں

دیوانہ کر دیا ہے یہ کس کی آرزو نے
چرچا ہے کس صنم کا ہر شیخ و برہمن میں

توڑے گی فصلِ گُل کیا پیمانِ پارسائی
جان آ چلی ہے پھر کچھ اک خواہشِ کہن میں

اس جانِ مضطرب کو کیونکر قرار آئے
آفت کی شوخیاں ہیں اس حُسنِ سحر فن میں

واں حیرتِ محبت کچھ دیکھنے نہ دے گی
جانے کو یوں تو حسرت جائے اس انجمن میں

۱۰؍ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء — مشاعرۂ علیگڑھ کالج

میں ہوں اے زلفِ سیہ تیرے پریشانوں میں
نام میرا بھی لکھا ہے ترے دیوانوں میں

دستِ نازک سے تو قاتل کے نہ اٹھی تلوار
اور ہوا نام مرا مفت گراں جانوں میں

کوئی سرخوش ہے کوئی مست ہے کوئی ہے خراب
میکشوں کے بھی عجب رنگ ہیں میخانوں میں

کر دیا جس نے مجھے دونوں جہاں سے غافل
ایسی کیا شے تھی وہ ساقی ترے پیمانوں میں

گھر کے ارمانوں میں کہنا وہ تصور کا ترے
ہائے یہ مجھ کو کہاں لائے ہیں بیگانوں میں

یاد ایام کہ ہم جوشِ جنوں میں حسرت
خوار پھرتے تھے پریشاں بیابانوں میں

علیگڑھ کالج — سنہ ۱۸۹۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دردا غمش حالِ دلِ زار چہ گویم !! — افسانۂ آں مرغِ گرفتار چہ گویم
اندازۂ لطفِ ستمِ یار نہ دانم — اے بے خبر از لذتِ آزار چہ گویم
یک جلوۂ معشوق زجہاں بے خبرم کرد — از حالِ تماشائے رُخِ یار چہ گویم
بے مہریٔ احباب جفائے غمِ ہجراں !!
کردند چہ با حسرتِ بیمار چہ گویم

سنہ ۱۸۹۶ء از قصبہ ہبوہ

میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی — خیر پھر صاحب سلامت ہو گئی
جب میں جاؤں دل میں بھی آؤں نہ یاد — گرچہ ظاہر میں عداوت ہو گئی
ان کو کب معلوم تھی طرزِ جفا — غیر کی صحبت قیامت ہو گئی
عشق نے اُن کے سکھا دی شاعری
اب تو اچھی فکرِ حسرت ہو گئی

سنہ ۱۸۹۳ء — مقام موہان

ہائے ری برباد سامانی مری — بے کسی کرتی ہے دربانی مری
مجھ سا آوارہ نہ پایا میرے بعد — مدتوں روئی پریشانی مری
چوم کر اُن کے قدم نادم ہوں میں — ہائے ری جھوٹی پشیمانی مری
ہو رہا ہے غیر مجھ سے بدگماں — ہنس رہی ہے پاک دامانی مری
واسطہ زلفِ پریشاں کا نہیں ! — دیکھ ہی جاؤ پریشانی مری
ہو گئی ظاہر لباسِ شعر میں — وہ جو پنہاں تھی پریشانی مری

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہو جسے ہو خواہشِ عقلِ سلیم!
مجھ کو تو اچھی ہے نادانی مری

طرحِ مشاعرہ بمقام فتحپور ہسوہ　　　　سنہ ۱۸۹۷ء

کہا کیا اُن کے دردِ دل نشیں سے　　　　کوئی پوچھے دلِ اندوہگیں سے
حنا محسودِ چشمِ عاشقاں ہے　　　　لگی ہے اُن کے پائے نازنیں سے
وہ اس انداز سے کرتے ہیں انکار　　　　کہ ہاں کا کام لیتے ہیں نہیں سے
تماشا ہے، دلوں کی آگ ساقی　　　　بجھا دیتا ہے آبِ آتشیں سے
ستم کرتے ہیں پردے میں حیا کے　　　　غضب ڈھاتے ہیں چشمِ سرمگیں سے

نسیمِ کوئے جاناں ہے کہ حسرت!
ہوا آتی ہے فردوسِ بریں سے

سنہ ۱۸۹۵ء　　　　موضع کھونٹا

مضطر ہے محبت میں طبیعت کئی دن سے　　　　دیکھی جو نہیں آپ کی صورت کئی دن سے
میخانے سے محروم چلے آتے ہیں یوں ہی　　　　ہوتی نہیں ساقی کی عنایت کئی دن سے
چھیڑے ہے مجھے پھر خلشِ خارِ محبت　　　　بے چین ہے پھر میری طبیعت کئی دن سے
مجھ سا بھی نہ ہو محوِ تصور کوئی یعنی　　　　ملتی نہیں رونے کی بھی فرصت کئی دن سے
کہتے ہیں جنوں بے خودیٔ عشق کو احباب　　　　سودا یہ ہے کیا کیا مری حیرت کئی دن سے
کس فتنۂ محشر نے کیا وصل سے انکار　　　　برپا ہے مرے دل میں قیامت کئی دن سے

ہے ناک میں دم اور بھی بے چین ہوں حسرت
کرتے ہیں جو احباب نصیحت کئی دن سے

مقام بزبانی بطرزِ قدیم　　　　سنہ ۱۸۹۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہزاروں بار نکلے اشک لیکن پھر بھی کم نکلے الٰہی اور کیسے آرزوئے چشمِ نم نکلے
خرامِ ناز سے مُردے ہزاروں ہو گئے زندہ مسیحا سے بھی بڑھ کر تیرے اندازِ قدم نکلے
ہزاروں بار چھیڑا جوششِ غمہائے فرقت نے ہزاروں بار آنسو آپ کے سر کی قسم نکلے
کیا پھر جذبۂ بے اختیارِ شوق نے واپس ابھی ہم کوچۂ جاناں سے تھے دو ہی قدم نکلے
رہے کوئی کہاں تک کشمکشہائے محبت میں نہ غم جائے نہ نکلیں حسرتیں دل کی نہ دم نکلے
جفائے ناروائے یار بھی اک لطفِ پنہاں ہے نہیں تجھ سے ملے دل دیکھنا دونوں قسم نکلے

خیالِ خاطرِ احباب سے بنتے تھے خوش حسرت
بزبان حقیقت میں گرفتارِ غم و رنج و الم نکلے ۱۸۹۹ء

وہ جو بے چین ہوئے دیکھ کے حالت میری ہو گئی اور پریشان طبیعت میری
رات بھر اُن کے تصور سے ہوا کیں باتیں کیا ہی آرام سے گذری شبِ فرقت میری
لذتِ دردِ جگر سے ہے یہی کچھ آگاہ! اللہ اللہ رہی بے چین طبیعت میری
مشغلہ ڈھونڈھ ہی لیتی ہے کوئی رونے کا بیٹھنے دیتی نہیں چین سے حسرت میری
دیکھ لینا کہ وفا میری رُلائے گی تمہیں یاد آئے گی مرے بعد محبت میری
بیقراری شبِ ہجراں کی ہے مرغوب مجھے کچھ عجب چیز ہے اے درد طبیعت میری

آہ وہ ذکر یہ حسرت کے کسی کا کہنا
بزبان لوگ کہتے ہیں کہ ہے اس کو محبت میری ۱۸۹۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

فکرِ آزادی و آرام سے آزاد رہے
عمر بھر خوب ہوا قیدیٔ صیاد رہے

منتِ لطفِ عزیزاں سے تو آزاد رہے
ہم سفر میں رہے ناشاد بھی تو شاد رہے

صفتِ بیخودیٔ شوق نہ پوچھو ہم سے
مست ہو کر غمِ کونین سے آزاد رہے

لطف اس میں بھی ملا نسبتِ جاناں سے ہمیں
غمِ شبہائے جدائی سے بھی ہم شاد رہے

روئے جاناں کو نہ حاجت کبھی غازے کی ہوئی
یعنی ہم صیدِ تجلیٔ حسنِ خداداد رہے

ہم اسیرانِ قفس حال کہیں کیا اپنا
عمر بھر موردِ بے رحمیٔ صیاد رہے

قصۂ ترکِ محبت کی حقیقت معلوم
حسرتؔ! اور قیدِ غمِ عشق سے آزاد رہے

۲۲ شوال ۱۳۴۵ھ — بمقام موہان

کہاں شکوے تجھے جورِ ناروا کے
کہاں اب شوق ہیں ان کی جفا کے

سناتے ہیں انہیں افسانۂ قیس!
بہانے ہیں یہ عرضِ مدعا کے

زباں کو وقفِ شکرِ جور کر کے
مزے کیا کیا لیے ان کی جفا کے

نگاہِ شوق کو شکوے بہت ہیں!
تمہارے جلوۂ حیرت فزا کے

کچھ ایسا لطف ہے ان کے ستم میں
وفا قربان ہوتی ہے جفا کے

مشامِ جاں معطر ہو رہا ہے
وطن سے آتے ہیں جھونکے صبا کے

نگاہوں میں بسے ہیں اپنی حسرتؔ
وہ جلوے ان کے اندازِ حیا کے

۱۸۹۹ء — علی گڑھ کالج

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خدا جانے تجھے اے دل تمنائے شفا کیوں ہے
یہ ان کے درد سے بے وجہ آخر تو خفا کیوں ہے

یہ کس کی شوخیِ رفتار نے فتنے اٹھائے ہیں
ابھی گزرا اِدھر سے کون یہ آفت بپا کیوں ہے

مچی ہے حسرتوں میں دھوم، کس کا تیر آیا ہے
دلِ پُر آرزو میں آج شورِ مرحبا کیوں ہے

حسینانِ جہاں کو ان کے ہوتے میں نہ چاہوں گا
کوئی عیسیٰ نفس کیوں ہے کوئی یوسف لقا کیوں ہے

۱۸۹۷ء — نہ ہے قسمت سنا ہے نام کس کا آج کانوں نے — مقام الٰہ آباد
زباں پر میری حسرت کلمۂ صلِ علیٰ کیوں ہے

غمِ ہجراں کا یارب کس زباں سے ماجرا کہیے — نہ کہیے گر تو کیا کیجے اگر کہیے تو کیا کہیے
شبِ غم جز خیالِ یار اپنا کون مونس ہے — اسی کو دوست کہیے یار کہیے آشنا کہیے
سمجھئے دل کو ہمدم کس کے شوقِ بے نہایت کا — نگاہِ شوق کو کس کی نظر کا آشنا کہیے
اسی سے کچھ تسلی ہو دلِ ناشاد کی شاید — خیالِ یار سے دردِ جگر کا ماجرا کہیے
کہاں ہر لحظہ پیشِ دوست محوِ لطف رہیے — کہاں یہ صدمہائے غم اٹھاتے تنگ کیا کہیے

نسیمِ صبح جاتی ہے سوئے ملکِ دکن حسرت
۱۸۹۹ء — تپشہائے جدائی کا اسی سے ماجرا کہیے — علیگڑھ کالج

وہی آرزوئیں ہیں حسرت وہی ہے — مجھے تم سے اب تک محبت وہی ہے
ہوئی گرچہ ترکِ محبت کو مدت — مگر مجھ کو رونے کی عادت وہی ہے
بظاہر وہ ہر چند مجھ سے خفا ہوں — مگر دل ہی دل میں محبت وہی ہے
جو کی مے سے توبہ بھی تو کیسی توبہ! — ابھی ابر آئے تو عادت وہی ہے

بسر ہو گی کیونکر شبِ ہجر حسرتؔ!
ابھی تک تپِ غم کی شدت وہی ہے

سنہ ۹۹ء — فتح پور ہسوہ

جفا تیری نسبت لے بے مروت بڑھتی جاتی ہے — ہمیں بھی خواہشِ ترکِ محبت بڑھتی جاتی ہے
ادھر جرمِ محبت پر وہ برہم ہوتے جاتے ہیں — ادھر دل میں تمنائے شہادت بڑھتی جاتی ہے
وہ اظہارِ وفا پر بھی جفا میں بڑھتے جاتے ہیں — دلِ وقفِ غمِ الفت کی ندامت بڑھتی جاتی ہے
بظاہر ان میں گو خوئے تغافل آتی جاتی ہے — مگر ہے یوں کہ ان کو مجھ سے الفت بڑھتی جاتی ہے
سکھا دی ہیں نرالی شوخیاں کچھ لطفِ جاناں نے — مرے دستِ تمنا کی شرارت بڑھتی جاتی ہے
جمالِ یار میں ہر دم ترقی ہوتی رہتی ہے — دلِ حیراں کی جس سے روز حیرت بڑھتی جاتی ہے
طبیعت خوگرِ دردِ محبت ہوتی جاتی ہے — تمہارے جورِ بے پایاں کی لذت بڑھتی جاتی ہے

ادھر شب کو وہ محوِ خوابِ راحت ہوتے جاتے ہیں
ادھر آنکھوں کو پابوسی کی حسرت بڑھتی جاتی ہے

سنہ ۱۸۹۹ء — فتح پور ہسوہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بہار آئی ہے ساقی بادۂ گلگوں پلانا بھی!　　کہاں کی پارسائی کیسی توبہ جام لانا بھی
ہُوا کیا فائدہ ناصح نصیحت ہائے بیجا سے　　مرا سر کس لئے کھایا بھلا مجھ میں سمانا بھی
ستم کیا کیا نہ ہوں گے پر وہ صبر آزمائی میں　　انھیں جب دو جفا کا مل گیا اب تو بہانا بھی
بدل دی ان کی عادت صحبت اغیار نے کیسی　　کہ ان کو آگیا اب ہائے مضطر کا ستانا بھی
یہ حالت انتہائے ضعف نے کر دی مری آخر　　کہ جوش غم سے اب ممکن نہیں آنسو بہانا بھی

وہ آغاز محبت میں کرم ان کا وفا ان کی!!
رہے گا یاد حسرت مجھکو برسوں وہ زمانا بھی

۱۸۹۶ء　　　　　فتح پور ہنسوہ

نہ ملے گر نہیں ملتا کوئی　　یاں بھی پروا نہیں کرتا کوئی
لطف پر ختم ستم کرتے ہیں　　کرنے پاتا نہیں شکوا کوئی
نا اُمیدی کا بُرا ہو آخر　　اب نہیں دل میں تمنا کوئی
یاد آئیں گی وفائیں میری　　مجھ سا شیدا نہ ملے گا کوئی

خود ہی بدنام جہاں ہوں حسرت
کیا کرے گا مجھے رُسوا کوئی

۱۸۹۱ء　　　　　فتح پور

از دل شدگاں حجاب تا کے　　یعنی ز من اجتناب تا کے
اے آتش ہجر یار رحمے　　آخر ز تو دل کتاب تا کے
مغرور مشو بہ دل پذیری　　ایں رونق و آب و تاب تا کے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تا کے بہ ہوائے تو بسوزم — اے غیرتِ آفتاب تا کے
مستی بکد از حسرت آخر
ایں چنگ مے و رباب تا کے

۱۸۹۹ء — قصبہ

ہم پہ طعنے ہیں ترکِ الفت کے — یہ نئے ڈھنگ ہیں شرارت کے
موردِ لطفِ یار تھے جب ہم — وہ بھی ایام تھے قیامت کے
بس ہے ناکامیٔ وفا کا خیال — اب نہیں حوصلے محبت کے
گریۂ بے قرارِ محرومی! — ہم تو قائل ہیں تیری لذت کے
ظلم کر کے مری وفا سے یہ کیوں — ہو رہے ہیں گلے شکایت کے
جانِ ناکامیٔ محبت ہے
مرتبے ہیں یہ اشکِ حسرت کے

مارچ سنہ ۱۹۰۰ء — علیگڑھ کالج

فکر سے تو نہ ہوا وصل کا ساماں کوئی — تو ہی تدبیر بتا اے دلِ ناداں کوئی
وصل میں نذر نہیں در خورِ جاناں کوئی — بیخودیٔ شوق سے ہوتا نہیں ساماں کوئی
ہم نے بھی شکوۂ بیداد کی کھائی ہے قسم — دیکھیو جور کا رہ جائے نہ ارماں کوئی
موسمِ گل میں عجب رنگ ہیں دیوانوں کے — چاک داماں ہے کوئی چاکِ گریباں کوئی
رہ نوردانِ جنوں سے اسے پوچھو حسرت
جانے کیا مرتبۂ خارِ مغیلاں کوئی

علیگڑھ کالج — ۱۸۹۸ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تاثیر صبر کی ہے نہ میری دعا کی ہے
وہ مائلِ وفا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے
دل میں بھی اپنے جَور سے نادم نہیں ہو تم
سچ سچ کہو قسم تمہیں میری وفا کی ہے
کرب شبِ فراق سے دیتا نجات کون
جانِ نزار پر یہ عنایت قضا کی ہے
سنتے ہیں آج کل ہیں وہ پھر مائلِ جفا
تقدیر اوج پر دلِ درد آشنا کی ہے
حسرت غلام شافعِ روز شمار ہے
کب اس کو فکر پرسشِ روزِ جزا کی ہے

۱۹۰۱ء علیگڑھ کالج

چادر میں چھپے ہوئے حیا سے
کیا کہئے وہ آئے کس ادا سے
مشتاقوں نے کر ہی لی زیارت
تم کام نہ لے سکے حیا سے
وہ مجھ پہ کرم کریں تو کیونکر!
مجبور ہیں عادتِ جفا سے
معلوم ہے اُن کی کج ادائی
کیا فائدہ عرضِ مدعا سے
ہم ہیں اثرِ وفا سے ناخوش
شکوہ نہیں آپ کی جفا سے
کچھ عرض ہی کر سکے نہ حسرت
نادم ہیں ہم اپنے مدعا سے

۱۹۰۸ء جھانسی

بے کلی سے مجھے راحت ہو گی
چھیڑ دیں آپ عنایت ہو گی
وصل میں ان کے قدم چومیں گے
وہ بھی گر ان کی اجازت ہو گی
بیقراری کے مزے لوٹیں گے
آج پھر درد کی شدت ہو گی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایک دن بھول کے جی رولیں گے — ضبطِ غم کی جو اجازت ہوگی

قصۂ غم نہ کہوں گا حسرتؔ!

خبر کی اُن کے شکایت ہوگی

سنہ ۱۸۹۶ء — فتحپور ہسوہ

رنجِ ہجراں میں قیامت کا مزا ہوتا ہے — دردِ الفت بھی غضب عیش فزا ہوتا ہے

جا چکا سر سے مرے عشقِ بُتاں کا سودا — اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے

خوگرِ ہجر کو ہوتی ہے تڑپ سے تسکیں! — دردِ خود دردِ محبت کی دوا ہوتا ہے

چشمِ جاناں کے ہیں دُنیا سے نرالے انداز — جب نظر کرتی ہے اک لطف نیا ہوتا ہے

وہ خفا ہیں کہ دعا بھی تھی شکایت میری — میں ہوں مجبور کہ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے

شکوۂ غم نہ کیا ہے نہ کروں گا حسرتؔ

اس میں بے مہریٔ جاناں کا گلا ہوتا ہے

سنہ ۱۸۹۷ء — فتحپور

حسرتِ زار کو یارانِ وطن بھول گئے — مُرغِ پابند کو مُرغانِ چمن بھول گئے

ہم نے تکلیفِ محبت میں وہ راحت پائی — کہ طریقِ گلۂ رنج و محن بھول گئے

خوبروئی تری مشہور ہوئی عالم میں — لوگ افسانۂ عذرا و دمن بھول گئے

نہ ملیں گے دلِ بیتاب کرے لاکھ اصرار — ہم بھی جا اب تجھے اے عہد شکن بھول گئے

غلبۂ درد سے ہیں صد سراپا اشعار — یعنی ہم پیرویٔ اہلِ سخن بھول گئے

ایک ہمدردیٔ رُسوا تھی انہیں حسرتؔ!!

سو وہ رُسوا بھی اُسے جا کے دکن بھول گئے

علیگڑھ کالج — ۱۹۰۰ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ساقی ہے جوشِ گل ہے لبِ جوئبار ہے / توبہ بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے
شوقِ جنوں ہے آمدِ فصلِ بہار ہے / دامانِ صبرِ دل شدگاں "تار تار" ہے
افسانۂ مصائبِ ہجراں تھا درد خیز! / غمخوار کو بھی صحبتِ سرِ غمگسار ہے
چھیڑا ہے دستِ شوق نے مجھ سے خفا ہیں "وہ" / گویا کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار ہے
ان کی ادائے مست کا جاتا نہیں خیال / آنکھوں میں لطفِ شب کا ابھی تک خمار ہے
وہ سب مزے تھے کاوشِ دردِ جگر کے ساتھ / اب اشکبار آنکھ نہ دل بے قرار ہے

شاید جہاں سے حسرتِ دیوانہ چل بسا!
ہاں ہاں ابھی تو چشمِ جنوں اشکبار ہے

پھر تغافل کے لیے ہے گر محبت دل میں ہے / سچ بتا کیا تیرے آخر بے مروت دل میں ہے
امتحانِ صبرِ خاطر ہے تجھے مدِ نظر / یا مری جانب سے باقی کچھ کدورت دل میں ہے
کم نگاہی چھیڑ سے ہے صرف اے محوِ جفا / یا تو الٰہی اور ہی کوئی شرارت دل میں ہے
سو اگر منظور ہے اندازۂ صبر و قرار / امتحاں ٹھہنے کی یاں اب کس کی طاقت دل میں ہے
چھیڑ ہے تو ہم سے ناکاموں کو کیوں تو ہی بتا / ناز برداری کی آیا قابلیت دل میں ہے
ہے تجھے منظور تڑپانا مرا اے دل شکن / یا نہیں تو خواہشِ ترکِ محبت دل میں ہے
ہو رہی ہیں آرزوئیں مل کے آپس میں جدا / کچھ ادائی سے تری برپا قیامت دل میں ہے
میری جانب سے بحمد اللہ نہیں کوئی کمی!! / بے رخی پر بھی تری ویسی ہی الفت دل میں ہے
تو نے اے پیماں شکن کیوں پھیر لی چشمِ کرم / آرزوئے شوق سرگرمِ شکایت دل میں ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے تغافل کیش ارماں اور تو سب خوں ہوئے
ایک باقی تیری پابوسی کی حسرت دل میں ہے

بتقلید شاہ ظفر دہلوی

۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

وارفتگانِ جلوۂ جاناں کدھر گئے / اے شخصِ بےخودی ترے مہماں کدھر گئے

جورِ خزاں نے رونقِ گلشن سے کیا کیا / مرغانِ باغ بادلِ نالاں کدھر گئے

کرنے لگے کرم کے عوض کج ادائیاں / وہ وعدہ ہائے لطفِ فراواں کدھر گئے

وہ برسرِ کرم ہیں تو ہم ہوش میں نہیں / یارب ہمارے دل کے سب ارماں کدھر گئے

اب تک مدِ قبول سے نالے پھرے نہیں / کیا جانیے کہ ہو کے پشیماں کدھر گئے

حسرت جفائے یار کی کیوں ہیں شکایتیں
پاسِ وفا کے وہ ترے پیماں کدھر گئے

علیگڑھ کالج

۳۰ اگست سنہ ۱۸۹۹ء

جھوم جھوم آنے لگا ابرِ بہاری دیکھیے / کب تلک باقی رہے پرہیزگاری دیکھیے

پھر ہے اُس بیدادگر سے شوقِ عرضِ آرزو / خاطرِ ناکام کی بے اختیاری دیکھیے

ہے تمنا دل میں اب تک اک نگاہِ لطف کی / خبط اپنا دیکھیے حسرت ہماری دیکھیے

جوشِ گل کے ساتھ پھر جوشِ جنوں بڑھنے لگا / اُٹھ چلی دُنیا سے رسمِ ہوشیاری دیکھیے

یار سے خط و کتابت تھی سو وہ بھی اب نہیں / بختِ ناہموار کی ناسازگاری دیکھیے

ناز بردارِ الم لکھا ہے نامے میں مجھے / اُس سراپا ناز کی مضموں نگاری دیکھیے

خاطرِ محروم کا اللہ رے پاسِ وفا / ہے ابھی تک مائلِ اُمیدواری دیکھیے

حالِ دل پر آ گئی تھی کچھ ہنسی سو ہجر میں / حسرتِ محوِ الم کی شرمساری دیکھیے

علیگڑھ کالج

۳۰ نومبر سنہ ۱۸۹۹ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سروں کو ہو گیا ہے اُنس شوقِ پائمالی سے
نہ پوچھو اُس شرابی کے خرامِ لاابالی سے

نظر میں پھر گئیں کیفیتیں سب عہدِ ساقی کی
بھر آئے اشکِ خوں نظارۂ مینائے خالی سے

پریشانی پہ گیسو کے ہزاروں ناز ہیں شاید
وہ بے پروا نہیں واقف مری آشفتہ حالی سے

انھیں دھوکے میں ڈالا ہے ہماری خونفشانی نے
نشاں دیتے ہیں اشکِ سُرخ چہرے کی بحالی سے

وہ عرضِ رحم کو سمجھے شکایت جورِ بے جا کی
بہت بگڑے مرے افسانۂ آشفتہ حالی سے

یہ گل ہیں یا کھلے ہیں منہ حسینانِ گلستاں کے
مگر سب محوِ حیرت ہیں کسی کی خوش جمالی سے

ہماری قدردانی خوب کی شاہنشہِ غم نے!
ملا ہے خلعتِ حسرت اُسی دربارِ عالی سے

خود بخود آیا جنوں جوشِ خاطرِ غمناک سے
میں نہیں ڈرتا تمہارے خنجرِ بے باک سے

اضطرابِ دل کی آخر مجھ سے ہیں کیوں پرسشیں
پوچھ لیں خود آپ اپنے غمزۂ چالاک سے

گردشِ پیمانۂ ساقی تری کیا بات ہے
کر دیا آزاد فکرِ گردشِ افلاک سے

وجہِ ترکِ پارسائی تجھ سے واعظ کیا کہیں!
ذوقِ صہبا دور ہے ظالم ترے ادراک سے

ہم اسیرانِ ستم پر قہر ہے منعِ فغاں
ہے سکوں دشوار صیدِ بستۂ فتراک سے

شوقِ جنت سے ہیں فارغ عاشقانِ کوئے یار
پوچھ دیکھے کوئی ہم افتادگانِ خاک سے

آہِ درد آلود میں حسرت نہ ہو کیونکر اثر!
نکلی ہے آخر ہمارے سینۂ صد چاک سے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

آشنا ہیں جلوہ ہائے ساقیِ مخمور سے
کیا غرض ہم کو بیانِ ماجرائے طور سے

رات بھر ہوتی رہیں باتیں دلِ رنجور سے
کچھ نہ پوچھو شغلِ ناکامِ شبِ دیجور سے

واقفِ دیوانگی ہیں، مائلِ جوشِ جنوں
شوقِ سودا جا چکا اپنے سرِ پُرشور سے

ہمنشیں وہ کیا ہوئے آغازِ الفت کے مزے
پھر رُلا دے اُس زمانِ عیش کے مذکور سے

پرسشِ عشاق کو سمجھے جو نقصِ دلبری!
کام مجھ کو آپڑا ہے اُس بُتِ مغرور سے

وہ سراپا لطف معتادِ تغافل ہو گیا
اور ہم رہنے لگے محروم سے مجبور سے

شکوۂ غم کی اجازت ہو سو یاں وہ بھی نہیں
ناک میں دم ہے دیارِ شوق کے دستور سے

اب کہاں وہ ولولے سیرِ چمن کے اے صبا
اس قدر اصرار کیوں ہے عاشقِ مہجور سے

ترکِ الفت پر بھی دل کی کچھ عجب حالت ہوئی
دیکھ کر اس کافرِ نا آشنا کو دور سے

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشاپور سے

عذرِ گناہ پر بھی اس درجہ کج ادائی
اللہ ری کم نگاہی اللہ ری بے وفائی

دل کی ہجومِ غم سے حالت بدل گئی ہے
اے کاش کے نہ ہوتی اس شوخ سے لڑائی

بے چین کر رہی ہے محرومیِ تمنا
بیتاب کر رہا ہے رنجِ شبِ جدائی

کچھ بھی اثر نہیں ہے اُس پُرجفا کے دل پر
اس رنجِ بے اثر کی دیکھی شکستہ پائی

تیرا فسوں کہاں ہے اے گریۂ ندامت
کر آہِ نارسا کی کچھ تو ہی رہنمائی

عفوِ خطا کی حسرت بیکار ہیں امیدیں
اس دشمنِ وفا سے اب ہو چکی صفائی

علی گڑھ کالج

سنہ ۱۹۰۲ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غمزۂ جفا سے لطفِ سراپا بنے ہوئے — وہ آج کل ہیں جانِ تمنا بنے ہوئے
شاہِ جنوں نے خلعتِ آزادگی دیا ! — زنداں میں ہیں خیال کے صحرا بنے ہوئے
حسرت کہ تھے فدائے تماشائے روئے یار
سو خود ہی پھر رہے ہیں تماشا بنے ہوئے

رنگِ حرماں وہ کہاں زمزمۂ شادی میں — قید کا لطف نہیں راحتِ آزادی میں
رنگ لایا اثرِ سوزِ دروں کا شکوہ — پڑ گئے آبلے آخر لبِ فریادی میں
حسرت اک رنگ ہے واں ایک ہے یاں کے وال
جھانسی — فرق یہ ناسخ و آتش کی ہے استادی میں — جولائی سن ۱۹۰۸ء

رباعی

جاناں کہ ہزار جاں فدایش بادا ! — صد چوں منِ زار در ہوایش بادا
ایں رتبہ کجا کہ جاں فدایش گویم — البتہ فدائے کفِ پایش بادا

عبارت خاتمہ دیوان حسرت موہانی حصہ اوّل (طبع ثانی) متعلق بہ ضمیمہ الف

طبعِ اوّل کے دیباچہ میں بیان ہو چکا ہے کہ سنہ ۱۸۹۲ء سے سنہ ۱۹۰۲ء تک کی شاعری کا ایک بڑا مجموعہ نظموں، قصیدوں، قطعوں، غزلوں اور نظم انگریزی کے ترجموں کی شکل میں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

راقم حروف کے پاس موجود ہے جس کی نسبت گمان یہ تھا کہ نظرِ ثانی کے بعد قابلِ اشاعت ہوجائے گا۔ لیکن بعد میں کچھ تو اس خیال سے کہ ابتدائی کلام کی اصلاح و ترقی کی یہ کوشش کوہ کندن و کاہ برآوردن کی مصداق قرار پائے گی اور اس لحاظ سے کہ رفتہ رفتہ راقم حروف کی طبیعت نے اپنے لیے اصنافِ سخن میں سے غزل کو اپنے حسبِ حال پاکر منتخب کرلیا ہے، اُس کل مجموعۂ خرافات کو یک قلم نظر انداز کردیا، البتہ چند غزلیں ضرور رہنے دیں لیکن ان کو بھی اپنے ابتدائی لباس میں بلا اصلاح چھوڑ دیا تاکہ اہلِ نظر کو ان کے مطالعے سے راقم حروف کے مذاقِ سخن کی تدریجی ترقی کا اندازہ ہوسکے۔ ان غزلوں کی کمزوری اور بے رنگی کے متعلق نقادانِ کلام سے عفو اور درگذر کی اُمید ہے۔ فقط

بندۂ محبت فقیر حسرت موہانی علیگڑھ

۳ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ "ب" کلیاتِ حسرت موہانی

مشتمل بر نظم الحج و غزلیات سنہ ۴۱ و سنہ ۴۲

نظم الحج

حج کو ہوا حکمِ رسولِ کریم ! 　　 بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
راہنما جب کششِ دل ہوئی 　　 ختم جو تھی سہل وہ منزل ہوئی
جزو بنا سلسلۂ راز کا 　　 منتظر ساماں خدا ساز کا
ختم ہوئی قلتِ زادِ سفر 　　 چلنے لگی بادِ مرادِ سفر

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بحرِ عرب میں بسکونِ تمام — مرکبِ الیاس ہوا خوش خرام
سطحِ فلک صاف ہوا مستدل! — بادِ بہاری بھی ہو جس سے خجل

راہِ طلب کٹنے لگی بے خطر — غلبۂ صفرا تھا نہ دورانِ سر
وقتِ یلملم میں گہِ شام کا — شور مچا پوششِ احرام کا

رحمتِ حق سب کی ہوئی دستگیر — کچھ نہ رہا فرقِ امیر و فقیر
تلبیہ بر لب ہوئے دیوانہ وار — عاشقِ سر گشتہ رواں سوئے یار

جدہ میں آکر بہ چادر رکاب — شام سے تا صبح بصد اضطراب
پہنچی جو موٹر بہ حدودِ حرم — گریۂ شوق آہ سے ہو کر بہم

جذب کی تاثیر دکھانے لگا — ہر سفری دھوم مچانے لگا
قبلۂ مقصود پہ کی جب نظر — رہ نہ گئی کچھ سر و پا کی خبر

گریۂ بیتاب کی شدت ہوئی — دل کی عجب شوق سے حالت ہوئی
کعبہ کی خوبی بزبانِ عجم — دیکھئے کیا خوب ہوئی ہے رقم

رو بہ حرم کن کہ دراں خوش حریم — ہست سیہ پوش نگارے مقیم
قبلۂ خوبانِ عرب روئے او — سجدۂ شوخانِ عجم سوئے او

گنگ ہوئی لیک زبانِ مقال — طوفِ حرم کا نہ کھلا کچھ بھی حال
مجھ کو نظر آیا تو یہ آیا کہاں! — اک کرمِ حق کا ہے دریا رواں

دید کے قابل ہے وہ دورانِ عشق — طوف میں ہوں جبکہ غلامانِ عشق
آٹھویں ذی الحجہ کو بصد احتشام — جبکہ ہوا جا کے منیٰ میں قیام

قافلہ والوں نے بصد امتیاز — خیف کی مسجد میں ادا کی نماز

http://www.muftbooks.blogspot.com/

چل کے منا سے عرفات آئے سب
دل میں لئے شوقِ نجات آئے سب

جوش میں تھی رحمتِ پروردگار!
سُننے کو ہر ایک دُکھی کی پکار

موردِ اکرامِ الٰہی ہوئے
شام سے مزدلفہ کو راہی ہوئے

صبح کو مزدلفہ میں پڑھ کر نماز!
آ کے منا میں ہوئے پھر محوِ راز

رجم و حجر ذبح و برد خلق سر
مصلحت ان کی نہ کچھ آئی نظر

پھر بھی بلا حجّت و چُون و چرا!
دل سے سب احکام یہ لائے بجا

طوفِ زیارت یہ ہوا حج تمام!
نظم بھی یہ ختم ہوئی والسلام

لے چلی ہے پھر آرزوئے حرم
عاشقانِ حرم کو سوئے حرم

ملتی جلتی ہے جاں نوازی میں
بُوئے باغِ جناں کو بوئے حرم

دیکھ لیتے ہیں صاف اہلِ نظر
جلوۂ حق کو رُو برُوئے حرم

شانِ ربّ العلا نظر آئی
چشمِ دل کو ز بس علوئے حرم

مُنھ دو عالم سے موڑ کر حسرتؔ!
بیٹھ رہنے کو بس ہے کوئے حرم

۲؍ فروری سنہ ۱۹۲۱ء اثنائے الابواء قافلہ

پھر آنے لگیں شہرِ محبّت کی ہوائیں
پھر پیشِ نظر ہو گئیں جنّت کی فضائیں

اے قافلے والو، کہیں وہ گنبدِ خضرا
پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

لہ یہ نظم ماہِ ذی قعدہ سنہ ۳۰ھ میں فقیر کے پہلے سفرِ حج کے دوران میں جہازِ رحمانی پر شروع کی گئی بعد حج مکّے میں ختم ہوئی۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی　　سر پر کبھی رکھیں، کبھی آنکھوں سے لگائیں
نظّارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا　　یہ شکل و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت[1]
حسرتؔ انھیں دیتے ہیں سب دل سے دعائیں

مدینہ و آشنائے راہِ مدینہ　　۲۲ر ۲۳ر فروری سنہ ۱۹۲۱ء

دل ہے نازاں کہ تری صورتِ زیبا دیکھی　　آنکھ حیران کہ اک حسن کی دنیا دیکھی
پہلے آنکھیں ہوئیں گرویدہ پھر آنکھوں کی طرح　　چاہنے دل بھی لگا آپ کو دیکھا دیکھی
بدگماں مجھ سے بھی کیوں غیر کے مانند ہوئے　　مجھ کو دیکھا نہ مرے دل کی تمنا دیکھی
فطرتِ حسن ہے بیباک، مگر ہم نے یہاں　　تیری شوخی میں بھی اک شانِ محابا دیکھی
زلفِ شب رنگ پہ گلنار لباسی کی بہار
آج حسرتؔ نے رخِ یار میں کیا کیا دیکھی

جہازِ رحمانی　　۳۱ر جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

گر حسن دولتے است بہ بخشش امیدنہ　　ور ناز خاتمے است بہ زیبش نگینہ
شبہا لبے بہ عیش بسر بردی و ہنوز　　مخمورِ آں خمارِ لطیف و شبینہ
حسرتؔ بہ عرضِ حال نکو شد کہ فی المثل
شایانِ سنگِ ہر زہ تو آبگینہ

عجب ہم کو آیا نظر ایک آج　　طرحدار معشوق عاشق مزاج

---

[1] مشاہدِ مدینہ کی شان میں کہ اس سال احباب و اعزائے کانپور و لکھنؤ نے پندرہ سو روپے سے زیادہ کی رقم نقد کے ذریعہ سے عزیزانِ مدینہ کی خدمت میں پیش کی، یہاں اشارہ اسی جانب ہے۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل اس کا محبت کے غم سے قریں — نظر اس کی سوزِ دروں کی امیں
توجہ کا ہے جو تغافل سے کام — کرم جس کی بے اعتنائی کا نام
بچے اس سے کیونکر دلِ عاشقاں — جسے خود ہو سودائے حسنِ بتاں

وہ حسرت نہ کیوں دل نوازی کرے
جو چھپ چھپ کے خود عشقبازی کرے

جہازِ رحمانی — ۳ فروری ۱۹۲۱ء

کس درجہ دل پسند ہے پوشش یہ خواب کی — آئینہ دار آپ کے حسنِ شباب کی
کرتی ہے دل کو اور بھی آمادۂ ہوس — تیری یہ بے رخی یہ ادا اجتناب کی
اہلِ نظر سے آپ کو لازم نہ تھا حذر — ہوتی ہے اہلِ فسق سے حاجت حجاب کی
کچھ ان کو قدرِ شوق نہیں، ورنہ آرزو — امیدوار بھی کرمِ بے حساب کی

حسرت وہ بے نیازِ محبت ہیں کچھ انھیں
اب تک خبر نہیں ترے حالِ خراب کی

جہازِ رحمانی — ۴ فروری ۱۹۲۱ء

ہم نے ہر بات اپنے حق میں جانی آپ کی — مہربانی ہو کہ ہو نامہربانی آپ کی
ہے نرالی سبز کی بھی روئے روشن پہ بہار — اوڑھنی بہتر تھی لیکن ارغوانی آپ کی
خود غرض ہم کو بھی ٹھہرایا جو غیروں کی طرح — دیکھئے اچھی نہیں یہ بدگمانی آپ کی
آپ کے معشوق ہو کر عاشقی کی داستاں — کاش ہم بھی ایک دن سنتے زبانی آپ کی

اس گلِ رعنا کا حسرت یوں بھی کیا کم تھا جمال
ہو گئی ہے طرہ جس پر خوش بیانی آپ کی

۵ فروری ۱۹۲۱ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

پھر کہاں دل رہے کہاں تم رہے — جب تمہیں اُس پہ مہرباں نہ رہے
خود غرض عشق خوفِ حُسن کو بھی — چاہتا ہے کہ درمیاں نہ رہے
دل شکن کیوں ہو، ہمارے لئے — تم یہ مانا کہ دلستاں نہ رہے
یاس بہتر ہے، دیکھ او بے مہر — آرزو کوئی نیم جاں نہ رہے

مان لیں پیرِ ہم گلِ تجا حسرت کو
عشقِ حسرت اگر جواں نہ رہے

جہازِ رحمانی — ۵ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

نہ پوچھو خاطرِ بسمل میں کیا ہے — یہ خود سوچو تمہارے دل میں کیا ہے
پناہِ جہدِ پیہم ہو، تو خطرہ — فریبِ دوریِ منزل میں کیا ہے
ہوس مجرم ہے، پر لوثِ گنہ کے — تمہارے دعوئے باطل میں کیا ہے
سزا دو گے ہمیں آخر کہاں تک — خدا جانے تمہارے دل میں کیا ہے

دعا کر وہ ملیں خود، ورنہ حسرت
تری اس سعیِ بے حاصل میں کیا ہے

۶، فروری سنہ ۱۹۲۱ء

ہر دم انھیں یاد ہے کسی کی — چھپتی نہیں بات عاشقی کی
دل شاہدِ حُسن کا طلب گار — آنکھیں غمِ آرزو سے خونبار
شوق اس کا بری خود التجا سے — بیگانہ ہے عرضِ مدعا سے
کردار ہیں سب اُس کے مستور — معشوقی و عاشقی کے دستور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت ایسوں کی پائے بوسی!
کچھ عیب نہیں قسم خدا کی

اثنائے راہ دہلی، کراچی — ۸؍ فروری ۱۹۲۱ء

ہر سمت مری چشمِ تمنا نگراں ہے — معلوم نہیں جلوۂ جاناں نہ کہاں ہے
شاید یہ وہی ہے جو مرے شوقِ نظر کے — باطن میں تو موجود ہے ظاہر میں نہاں ہے
عاشق جسے کہتا ہے محبت کا فریضہ — بدعت کا اسی چیز پہ زاہد کو گماں ہے
کونین کی راحت سے بھی زنہار جو بدلے — دل دردِ محبت کا ترے مرتبہ داں ہے
حسرت کا دل آئینہ ہے اک صورتِ حق کا
گو اس کی نظر شیفتۂ حسنِ بتاں ہے

اثنائے راہ کانپور و دہلی — ۹ فروری ۱۹۲۱ء

طالب ہوں فیضِ غم کا اک حسنِ بے نشاں سے — دستِ سوال میرا اونچا ہے آسماں سے
اظہارِ آرزو کی آئی نہ ان سے نوبت — دل نے دریغ رکھا اس راز کو زباں سے
اک طرفہ ماجرا ہے، باوصفِ خود نمائی — قصدِ حذر کسی کا انبوہِ عاشقاں سے
عشقِ بتاں ہے بیشک تمہیدِ حق پرستی — رتبہ ہے ملکِ دل کا ملحق دیارِ جاں سے
حسرت کو عاشقی میں تھا زعمِ پختہ کاری
پھر بھی شکست کھائی اس شوخِ نکتہ داں سے

بر طرحِ مشاعرہ کانپور — ۲۲؍ فروری ۱۹۲۱ء

جب سوا میرے نہ تھا کوئی نشانہ تیرا — یاد ہے مجھ کو ابھی تک وہ زمانہ تیرا
پا کے وہ گرمِ نظر مجھ کو سرِ عرشِ جہاز[1] — کبھی چھپنا تو کبھی پھر نظر آنا تیرا

[1] جہاز عثمانی کا اپر ڈک [illegible]

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سب کے اصرار پہ وہ ہاتھ پکڑ اکر آخر　　دستخط آپ سے اُردو میں بنانا تیرا
کج ادائی کے لیے شوق کو ٹھہرانا ہوس　　مجھ سے کچھ خوب نہیں ہے یہ بہانا تیرا

راہِ اخلاص نہ ہو جن کی مروّت حسرت
کیا قیامت ہے دل ایسوں سے لگانا تیرا

کانپور　　　　۱۰ر ستمبر ۱۹۲۱ء

آپ کیوں ہم کو نامراد کریں　　اپنے عہدِ وفا کو یاد کریں
حُسن کا حق ہے صاحبِ ہم اُسے　　ہدیۂ بندگی سے شاد کریں
کیوں نہ ہو ہم کو ناز جب وہ بھی　　دعوائے عاشقی پہ صاد کریں
خود بخود ہو رہے گی فکرِ معاش　　پھر نہ ہم کیوں سرِ معاد کریں

سوئے منزل بڑھے چلیں حسرت
کچھ نہ پروائے ابر و باد کریں

اثنائے راہ کانپور از بمبئی　　۲۱ر نومبر ۱۹۲۱ء

قیمتِ مے کہ بہ پیمانۂ جاں ہے ساقی　　کون کہتا ہے کہ یہ نرخ گراں ہے ساقی
شُکر الحمد کہ رندوں میں علی الرغم خشوو　　سگّۂ فیض ترا اب بھی رواں ہے ساقی
تشنہ کامانِ مئے ناب ہیں جاں بر لبِ شوق　　کرم اب بھی نہیں دشوار کہاں ہے ساقی
تو نے رکھ دی تھی جہاں چھین کے ہم سے بوتل　　زورِ مستی اُسی جانب نگراں ہے ساقی
دل ہے کس مے کا طلبگار خدا ہی جانے　　کیا یہیں سے ہے کہ بے نام و نشاں ہے ساقی
تو ہے فیاض تو پھر فیض میں کیوں دیر اتنی　　دے کہیں جلد کہ مجھ کو خفقاں ہے ساقی
محتسب کی نہ سُنی ہے نہ سُنے گا حسرت　　کہ وہ مے خوار ترا مرتبہ داں ہے ساقی

۱۲ر نومبر ۱۹۲۱ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

منظرِ حسن کی ہے بینائی — آپ کی شانِ جلوہ فرمائی
پھر قریب آگیا دیارِ حبیب — پھر بڑھی دل کی ناشکیبائی
پھر وہی سر، وہی ہے شوقِ سجود — پھر وہی در، وہی جبیں سائی
زاہدوں میں بہ جرمِ حُبِّ رسولؐ — دور تک پہنچی ہے میری رسوائی

بے نیازِ دو کون ہے حسرت
اُن کے اکرام کا تمنائی

آستانۂ المدینۂ منورہ — یکم جنوری سنہ ۱۹۳۳ء

جسمِ سنگِ کعبہ میں کیفیتِ جاں دیکھیے — پرششِ اسود سے پیدا جوشِ ایماں دیکھیے
سایۂ میزابِ رحمت میں بہ اتقانِ تمام — جذبۂ عشقِ حقیقی کو نمایاں دیکھیے
ماءِ زمزم سے شفائی بالسیدہ روحِ النقا — صاف آئینے میں شکلِ آبِ حیواں دیکھیے
ملتزم[1] کو جانیے گر فی المثل آغوشِ حق — سنگِ اسود کو بہ شانِ[2] دستِ یزداں دیکھیے

ذوقِ عرفاں ہو تو حسرت بیتِ حق میں ہر گھڑی
دیدۂ دل سے بہ ہر سو روئے جاناں دیکھیے

۲ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء

حُبِّ حق کے ہے برابر حاصلِ دنیا و دیں — حُبِّ آلِ مصطفےٰ و حُبِّ خیرالمرسلیں
منّ و سلویٰ سے بھی ہے بہتر اگر ملتی رہے — یا رسول اللہ ترے در پہ ہمیں نانِ جویں
حاضرِ دربار ہے حسرت بہ اُمیدِ قبول — یا شفیع المذنبیں یا رحمۃ اللعالمیں

[illegible] — ۲۹ جنوری ۳۳ء

۱؎ دروازۂ کعبہ کے نیچے کی دیوار ۲؎ حدیث "یداللہ" کی طرف اشارہ

http://www.muftbooks.blogspot.com/

سرزنش کے واسطے اس شوخ کی چیں بر جبیں — ہم کسی کے حق میں تیرے لئے ہو انگبیں
ہیں نہاں جو برہمی میں بھی ترے لطفِ خفی — ان سے بھی کچھ بڑھ کے ہے اے جانِ جاں تیری نہیں
کیوں نہ ہو تیرا تغافل بھی مثیلِ التفات — ہر اشارہ دل رُبا ہے ہر کنایہ دل نشیں
توبہ پھر ٹوٹی میں ٹھہرا پھر گنہ گارِ ہوس — فتنۂ اکبر بس تجھ پہ ہے اک ذاتِ حسیں

کیوں ڈروں طعنِ ملامت گر سے حسرت کشتہ دل
میں بھی شاملِ مولویٔ "ہذا جنون العاشقین"

معجزہ دیکھا سرِ شام آپ کا — مطلعِ خورشید ہے بام آپ کا
یاد ہے اب تک وہ ازراہِ کرم! — وعدے پہ آنا سرِ شام آپ کا
میرا وہ اصرارِ تشبیبِ غزل! — عذر میں وہ نرم کلام آپ کا
رات کی تنہائی میں آخر وہ خود — نغمۂ آہستہ خرام آپ کا
مٹ کے رہے دونوں بہ تقریبِ وصل — درد مرے دل کا زکام آپ کا
ہار ہوئی آخر کار آپ کی — بازی گیا جیت غلام آپ کا

دعوائے میخواری حسرت غلط!
آپ کی بوتل ہے نہ جام آپ کا

۱۰؍ اپریل سنہ ۱۹۲۳

پنہاں کرم نمود و بظاہر وفا نہ کرد — نازم چہ لطفہاست کہ بر شوقِ ما نہ کرد
جانم زیانِ عشق ترا سود خود شمرد — دل نیز ایں معاملہ کرد و خطا نہ کرد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرت اگر بسوخت بہ حرصِ وصالِ دوست
ترسم کہ او فریضۂ عشقش ادا نہ کرد

حیدرآباد دکن
۲۹ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

گرویدہ اہلِ شوق جو حسنِ بتاں کے ہیں
شاید یہ سب نشانے اسی بے نشاں کے ہیں

سجدے جبینِ اہلِ عقیدت کے فی المثل
سب سنگِ نور ہیں جو ترے آستاں کے ہیں

اب دل میں ہے کہ صرف ترے ہو کے بیٹھ جائیں
قصے چکا کے سب جو زمین و زماں کے ہیں

اب یہ بھی ہے قریب کہ مٹ جائیں یک قلم
سینے میں داغ جتنے غمِ دلبراں کے ہیں

حسرت وہ سن رہے ہیں جو اہلِ وفا کا حال!
اس میں بھی کچھ فریب تری داستاں کے ہیں

کراچی
۳۰ نومبر سنہ ۱۹۲۳ء

ہر لحظہ وظیفہ ہے جان و دلِ آگہ کا!
"الحسن ہو الحق" کا "والعشق ہو اللہ" کا

ہم بادہ پرستی کے ہر حال میں ہیں قائل
وہ ابر کی ظلمت ہو یا نورِ شبِ مہ کا

کیونکر نہ کہے دنیا مقبولِ خدا اس کو
مطبوعِ رعایا ہو فرمان اگر شہ کا

بے عشق رہی آخر محرومِ حق آگاہی!
انجام نظر آیا یہ دانشِ گمرہ کا

پرسش کو وہ آئے ہیں یا سرزنشِ غم کو
کیا عقدہ کھلے حسرت اس آمدِ ناگہ کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

قطعہ تاریخ طبع کلیاتِ حسرت موہانی

از محبِ باصفا حضرت صدق جائسی

پاک دل حسرت ادیبِ نامور نیک خو، صوفی منش، رنگیں بیاں
چند دن کو، حیدرآباد آئے تھے جب سے ہیں وجہِ نشاطِ دوستاں
گھیرے رہتے ہیں انھیں شام و سحر شعر کے شیدا، برنگِ عاشقاں
رات اس محفل کی روشن شمع تھے دن کو اس مجلس کی ہیں روحِ رواں
مجھ کو بھی ملتے ہیں، رستے میں کبھی جیسے نعمت کوئی بے وہم و گماں
جوہری اہلِ دکن کو جان کر کھول بیٹھے ہیں جواہر کی دکاں
چرخ سے لائے ہیں تارے توڑ کر ہر غزل ان کی ہے، رشکِ کہکشاں
آب و تابِ شعر سے ان کے ہے ماند آبروئے جلوۂ حسنِ بتاں
شعلۂ مسطور اس کے آگے سرد و خشک طور کے شعلوں میں یہ گرمی کہاں
کوہِ نور اغلب ہے آتا سامنے کھو چکا اس کو، مگر ہندوستاں
منتظر آنکھیں ہیں لکھ اے صدق سال کلیاتِ حسرت، الماسِ کلاں

سنہ ۱۳۶۲ھ

ادیبِ رنگیں بیاں ہیں حسرت شہیرِ ہندوستاں ہیں حسرت
دل و جگر کے لیے ہے نشتر، کلامِ حسرت زبانِ حسرت
یہ مصرعۂ صدقِ سال بھی ہے شگون بھی نیک فال بھی ہے
جمیل سرمایۂ ادب ہے، کلامِ عمدہ بیانِ حسرت

۱۳ ـــــ ھ ـــــ ۶۲

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیوانِ حسرت موہانی

حصہ سیزدہم

جس میں حسرت موہانی کی وہ کل غزلیں درج ہیں
جو باوقاتِ مختلف تکمیلِ کلیاتِ حسرت کے بعد
جنوری سنہ ۱۹۴۳ء سے دسمبر ۱۹۵۰ء تک لکھی گئیں۔

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات بابت ۱۹۴۳ء

برطرح مشاعرہ قلی بازار کانپور مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۳ء

نہ مرنے کی باتیں نہ جینے کی باتیں
کرو ہم صفیرو مدینے کی باتیں

علی باب علم اس لیے ٹھہرے کہ ان کو
نبیؐ نے بتائی تھیں سینے کی باتیں

شریعت ہوئی، از زبانِ حقیقت
یہ ہیں بامِ عرفاں کے زینے کی باتیں

مٹائے محبت نے سب عیب اب یاں
نہ بغض و حسد ہے نہ کینے کی باتیں

بڑا چور ہے نفسِ امّارہ حسرت
نہ سننا کبھی اس کمینے کی باتیں

برطرح مشاعرہ جاجمو ٹینری مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء

صلوٰۃ شوق بقدرِ جمالِ یار نہیں
چمن کا حسن باندازۂ بہار نہیں

ترے کرم کا سزاوار زینہار نہیں
وہ تن کہ خستہ نہیں ہے وہ دل کہ زار نہیں

ہر اس نفس کو ہم اپنے کہیں گے ننگِ وجود
جو ان کے انس کی خوشبو سے اشکبار نہیں

وہ عشق عشق نہیں ہے نہ ہو جو پوشیدہ
وہ حسن حسن نہیں، جو نقاب دار نہیں

ہزار شکر کہ مستغنیٔ شفا ہو کر
مری دعا بھی ترے غم سے شرمسار نہیں

ترے بغیر ترے عشق جاں فزا کے بغیر
مری حیات ہے بے مدعا، بہ کار نہیں

بجا ہے گر تری نسبت سے جانِ حسرت کو
ترے فراق کا صدمہ بھی ناگوار نہیں!

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اثنائے راہ حیدرآباد دکن ۔ تاریخ ۲۱ مئی ۱۹۴۳ء

جہاں تک ہم ان کو بہلاتے رہے ہیں
وہ کچھ اور بھی یاد آتے رہے ہیں

انھیں حال دل ہم سناتے رہے ہیں
وہ خاموش زلفیں بناتے رہے ہیں

محبت کی تاریکیٔ یاس میں بھی
چراغ ہوس جھلملاتے رہے ہیں

جفا کار رکھتے ہیں جنہیں ہم
انہیں کی طرف پھر بھی جاتے رہے ہیں

وہ سوتے رہے ہیں الگ ہم سے جب تک
مسلسل ہم آنسو بہاتے رہے ہیں

بگڑ کر جب آئے ہیں ان سے تو آخر
انہیں کو ہم الٹے مناتے رہے ہیں

وہ سنتے رہے مجھ سے افسانۂ غم
مگر یہ بھی ہے مسکراتے رہے ہیں

نہ ہم ہیں نہ ہم تھے ہوس کار حسرت
وہ ناحق ہمیں آزماتے رہے ہیں

مقام حیدرآباد دکن مورخہ جولائی ۱۹۴۳ء

جائز نہیں چاہ اس کی مصیبت یہ بڑی ہے
کس فتنۂ ایماں سے کہاں آنکھ لڑی ہے

ہر لحظہ ہے رسوائی کونین کا دھڑکا
ہر ساعت شوق اپنی قیامت کی گھڑی ہے

پہلے تو کرم خود ہی کیا تم نے پھر اب کیوں
آنکھوں سے لگی اشک ندامت کی جھڑی ہے

ہم کو یہ تری برہمیٔ مرحمت آلود
کیونکر نہ گوارا ہو کہ پھولوں کی چھڑی ہے

کیا حسن پرستی بھی کوئی عیب ہے حسرت
ہونے دو جو اخلاق کی تنقید کڑی ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اثنائے راہ کانپور از حیدر آباد دکن ۹ جون ۱۹۴۳ء

چادر جو کہیں حسنِ رخِ یار کی سرکی
قابو میں طبیعت نہ رہی ذوقِ نظر کی

سوتے میں جو دیکھا تھا رخِ یار کا عالم
آنکھوں میں یہ ٹھنڈک ہے اسی نورِ سحر کی

ہے شوق بھی دیوانہ ترے نقشِ قدم کا
مائل ہے عقیدت بھی ترے سجدۂ در کی

لغزش سی جو ہے اس کے قدم میں دمِ رفتار
یہ نازکی مستی یہ نزاکت ہے کمر کی

چاہا تھا کہ پھر ان کو نہ چھیڑیں گے یہ چھیڑا
خواہش کوئی بھی ان سے نہ کرنی تھی مگر کی

آجاتی ہے ناگاہ جدائی کی مصیبت
ہوتی ہے خبر جس کو ترے عزمِ سفر کی

یا حسن ہے یا عشق، ہر اک نقش یہاں کا
کیا بات ہے اے شوخ تری راہ گزر کی

کچھ فائدہ حسرتؔ نہ ہوا ضبطِ ہوس کا
پوشیدہ محبت نہ رہی "شش بہ سر" کی

۶ اگست ۱۹۴۳ء

کلفت پہ مری خوش تھے وہ، یہ بات ہی تھی
ہونٹوں پہ جو دیکھا تو ہنسی کھیل رہی تھی

ایضاً

پھر ساعتیں تمام ہوئیں انتظار کی
تقریب پھر قریب ہوئی وصلِ یار کی

مقام کانپور ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء

اس شوخ کو رسوا نہ کیا ہے نہ کریں گے
ہم نے کبھی ایسا نہ کیا ہے نہ کریں گے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

محفوظ ہے یہ راز، ترے لطفِ ستم کا — اغیار میں چرچا نہ کیا ہے، نہ کریں گے
بولے تو یہ بولے وہ تقاضائے کرم پر — یوں ہی سہی اچھا نہ کیا ہے نہ کریں گے
نسبت ہے تعارف کی جو ان سے وہ ہے بیش — تخصیص کا دعویٰ نہ کیا ہے نہ کریں گے
اغیار کے قابو میں بھی یہ قول ہے ان کا
حسرت سے تو پردہ نہ کیا ہے نہ کریں گے

کانپور ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۳ء مستزاد حسرت۔ زیر عنوان "یار اغیار"

آشنا جب سے وہ بدخو وہ ستم گار ہوا — فتنہ بیدار ہوا
جان و دل سے ہوئی دل جان بیزار ہوا — صبر دشوار ہوا
اب نہ دنیا کی تمنا ہے نہ عقبیٰ کی ہوس — اک ترا شوق ہے بس
دل جو لے جانِ جہاں تیرا طلبگار ہوا — سب سے بیزار ہوا
دل کو حاصل ہوئی افکارِ دو عالم سے نجات — بن گئی خوب یہ بات
چھوٹ کر سب سے تری قید کا اقرار ہوا — اور بہ اصرار ہوا
بے وفائی کا جو خطرہ تھا وہ پیش آکے رہا — تجھ سے اے محوِ جفا
لطف کا شکوۂ غم پر بھی نہ اظہار ہوا — صاف انکار ہوا
ہم نے حسرت کی سفارش تو بہت کی تھی مگر — نہ ہوا کچھ بھی اثر
پہلے جو بیگانہ تھا اب وہ دل آزار ہوا — یار اغیار ہوا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

غزلیات بابت ۱۹۳۳ء

مقام ناندیر ریاست حضور نظام مورخہ جنوری ۱۹۳۳ء

کہیں کیا چپ ہیں نافہموں کے ڈر سے
انہیں ہم دیکھتے ہیں کس نظر سے

انہیں کو ہو خط لکھنے سے انکار
یہ ہم بدظن ہیں ناحق نامہ بر سے

قیامت ہے کہ ہو بیگانہ تم بھی
بظاہر امتیاز خیر و شر سے

محبت خیر مطلق ہے بہر حال
وہ حق سے ہو کہ ہو حسن بشر سے

وہ کیا واقف نہیں مجھ سے کہ ناحق
ڈریں میری فغان بے اثر سے

علاج رنج مہجوری کو حسرت!
وہ آئیں دیکھیے کب تک سفر سے

کانپور، تا ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء

ہر دل میں ہے خواہش تری ہر سر میں ہے سودا ترا
آئینہ دار عشق ہے خود حسن بے ہمتا ترا

معذور ہے تاب نظر مجبور ہیں اہل بصر
مستور حق ہے سر بسر اے نور جاں جلوا ترا

ہر ہر اشارات نازنیں، ہر ہر کنایت دل نشیں
اے حسن یار مہ جبیں ہر نقش ہے زیبا ترا

گھٹتی رہی تیری خودی، اے خاک عاشق
یہ بات بھی اچھی رہی بڑھتا رہا درجا ترا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

تیری جفا کو ہے وفا، منظورِ اربابِ صفا
یعنی بفتوائے رضا جائز نہیں شکوا ترا

جو حسن دیکھا بے اماں، اس کو بھی ہم سمجھے کہاں
اے دلربا ہے دل براں اک نقش ہے گویا ترا

رہتا ہے ڈر ہر دم یہی، یہ گریۂ بے چارگی
کر دے نہ رازِ عاشقی اے دل کہیں افشا ترا

محبوبِ ہر قلب و جگر، مطلوبِ ہر جن و بشر
ہے نور بخشِ ہر نظر، اک جلوۂ یکتا ترا

ہر لحظہ تیری آرزو، ہر دم ہے تیری جستجو!
حسرت بھی ہے اے ماہ رو مدت سے دیوانا ترا

۲۲ مارچ ۱۹۳۴ء - کانپور

اب تک ہے یاد اے تند خو مقتل میں وہ آنا ترا — وہ سر جھکا دینا مرا وہ حکم فرمانا ترا
پا کر مجھے گرم نظر، اچھا نہیں اے فتنہ گر — چلمن کا پردہ چھوڑ کر دانستہ ترسانا ترا
رشکِ دل و جاں ہے بجا بہتر ہے آدرِ آشنا — تقدیر میں سوز ترا، قسمت میں دستانا ترا
جاں پرور و شوق آفریں راحت فزائے اہلِ ہوش — نغمے نے بھی اے نازنیں دل سے سنا گانا ترا
دل عاشقوں کے لے لیے پہلے تو کس ناز سے — اب اے پری کیا قہر ہے صورت نہ دکھلانا ترا

اس شوخ کا شکوہ کیا حسرت تو نے کیا کیا
اس سے تو اے مردِ خدا بہتر تھا مر جانا ترا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۵۵

کانپور، ۲ فروری ۱۹۴۳ء بابت مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو-دہلی

محبت کے اثر کی طرفہ سامانی نہیں جاتی
خود ان سے اپنی صورت اب تو پہچانی نہیں جاتی

غلط ہے دعویِ عرفانِ حق اربابِ حکمت کا
حقیقت ان سے بوجھی جاتی ہے جانی نہیں جاتی

ہوس کے حوصلے ہیں پست دنیائے محبت میں
نگاہِ آرزو کی پاک دامانی نہیں جاتی

یہ آخر کیا قیامت ہے کہ باوصفِ خرد مندی
ہوس کے معرکوں میں دل کی نادانی نہیں جاتی

مری مظلومیاں بھی جرم ٹھہری ہیں نہ کیوں ٹھہریں
کہ اب اس جورِ نادم کی پشیمانی نہیں جاتی

طلب گارِ وفائے حسن ہے، عشقِ ہوس پرور
یہ خو جاتی تو ہے لیکن بآسانی نہیں جاتی

وفا کی ہم نے حد کر دی جو ان کے جورِ بیجا پر
وہ اب حیرانِ غم ہیں اُن کی حیرانی نہیں جاتی

زوالِ نور لازم ہے مجازی حسنِ خوباں کو
وہ مطلق حسن ہے جس کی درخشانی نہیں جاتی

سویت آپ کا مقصد بغاوت آپ کا مسلک
مگر اس پر بھی حسرت کی غزل خوانی نہیں جاتی

اثنائے راہ کانپور از حیدرآباد دکن - ۱۳ جون ۱۹۴۳ء

وہ رخصت سب سے ہو کر جا رہے ہیں
قیامت کا سماں دکھلا رہے ہیں

احبا بھر رہے ہیں سرد آہیں
اعزا اشکِ غم برسا رہے ہیں

مخاطب سب سے ہیں اک وہ مجھی سے
بظاہر بے رخی فرما رہے ہیں

اب آئیں گے کبھی کاہے کو یاں ہم
یہ دھمکی بھی وہ دیتے جا رہے ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یہ خفگی ہی نہ نکلے، جس کو حسرت
لگاوٹ اب بھی ہم ٹھہرا رہے ہیں

(ایضاً مقام جھانسی)

سمجھتے ہیں کہ دھوکا کھا رہے ہیں ۔۔۔ مگر پھر بھی وہیں ہم جا رہے ہیں
بغیر ان کے تسلّی ہو چکا دل! ۔۔۔ یہ ہم ناحق اسے بہلا رہے ہیں
وہ جو چاہیں کہیں آج ان کو حسرت
بہ منت پھر سے ہمیں بلوا رہے ہیں

کانپور ۔ ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

گفتار میں آ جائے جو وہ لعل گہر افشاں ۔۔۔ دنیائے سماعت ابھی ہو جائے زر افشاں
تزئین جمال اس کی ہے جس شان پہ نازل ۔۔۔ اس نازکی تائید میں ہے کس قدر افشاں
دل ہے ترے اس تیر محبت کا نشانہ ۔۔۔ نکلے بھی جو پہلو سے تو نکلے وہ پر افشاں
اس حسن دل افروز کی خوبی ہے مسلّم ۔۔۔ اور اس میں کرے کون اضافہ مگر افشاں
زخم دل حسرت کے لیے تھے جو نمک پاش
اغیار کے حق میں وہی لب ہیں شکر افشاں

بہ طرح مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور ۲۲ ستمبر ۱۹۳۳ء

شوق کے آنسو یہ میرے دامن جاں میں نہیں ۔۔۔ پھول وہ میں نے چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں
میں بھلا کب چاہتا رنج محبت سے نجات ۔۔۔ باب آسائش مرے آئین حرماں میں نہیں
کون سی دلداریاں ہیں جو بہ شکل التفات ۔۔۔ آج بھی پوشیدہ اس جور نمایاں میں نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کون سے اقرار کے پہلو وہ ہیں اے حیلہ جو
جو تری ہاں میں ترے اقرار آساں میں نہیں

بس کہ ہے اُس زلفِ کافر کی غضب ہر ہر شکن
کون سے رخنے ہیں جو حسرتؔ کے ایماں میں نہیں

کانپور ۱۶ اگست ۱۹۲۴ء

دل ان سے مل کے اب ان کو بھلا نہیں سکتا
مگر یہ کیوں ہے، ہمیں خود بھی بتا نہیں سکتا

بقدرِ حوصلۂ عاشقی ہے شوقِ وصال
مگر وہ شوق جو دل میں سما نہیں سکتا

ستم یہ کس کے تغافل کا ہے کہ اب دل میں
میں پھر سے شوق کی دُنیا بسا نہیں سکتا

یہ کس کے عجزِ تمنا کا پاس ہے کہ وہ شوخ
بزعمِ ناز بھی دامن چھڑا نہیں سکتا

تری نظر کا ہے ناوک وہ ناوکِ دل دوز
نشانہ کوئی بھی جس کا بچا نہیں سکتا

انہیں یقینِ محبت نہیں غضب تو یہ ہے
کہ چیر کر میں دل اپنا دکھا نہیں سکتا

اگرچہ میں ہمہ تن درد ہوں مگر حسرتؔ
کوئی جو پوچھے کہاں ہے بتا نہیں سکتا

غزلیات بابت ۱۹۲۵ء

کانپور ۲ جنوری ۱۹۲۵ء

پاس تو رہتے ہیں مگر دُور ہیں
کھُل کے وہ ملتے نہیں مجبور ہیں

طعنِ عزیزاں کا نہ ہو خوف اگر
میرے لئے اب بھی وہ رنجور ہیں

جان کے معذورِ تغافل انہیں
شوق کے سب طور بدستور ہیں

پردۂ اقرار میں انکار کے
کتنے ہی پہلو ہیں کہ مستور ہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حسرتؔ ان آنکھوں کی دوا ہے شفا
حسن کی بیمار جو مشہور ہیں

لکھنؤ ۱۰ فروری ۱۹۳۵ء

شوق کو جرم سے بری نہ کیا — تم نے کچھ پاسِ دلبری نہ کیا
خام تھی اپنی بندگی جو انہیں — مائلِ بندہ پروری نہ کیا
حسن نے عشق سے بوقتِ خطاب — خوفِ طعنِ سبک سری نہ کیا
زہد محروم ہے کہ حق نے اسے — سرفرازِ قلندری نہ کیا
عشقِ صادق نے حسنِ کامل سے — نہ سنا ذکرِ برتری نہ کیا
مر مٹے ہم کسی سے اتنا بھی — آپ نے ذکرِ سرسری نہ کیا

شکوہ سنج ان سے کیوں ہوئے حسرتؔ
احترامِ ستم گری نہ کیا

مسلکِ حسرت

برائے آل انڈیا مشاعرہ بمبئی مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۵ء

تکمیلِ علاجِ دنیوی کو حسرتؔ — ہے خواہشِ حسنِ عاقبت[۱] بھی لازم
درویشی و انقلاب مسلک ہے مرا — صوفی مومن ہوں اشتراکی مسلم
زاں روکہ بہ منہجِ بیت مال[۲] اسلام — فی الجملہ ہے آئینِ سویت[۳] قائم

۱؎ بمصداق ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ
۲؎ یعنی کل قومی دولت کا اجتماعی نظام تشکیل و تقسیم
۳؎ SOVIET

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بر طرح مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور منعقدہ ۵ مارچ ۱۹۴۵ء

اشارت دل ربا ہوگی کنایت دل نشیں ہوگی
تعلق حسن سے جس شے کا ہوگا نازنیں ہوگی

میسر جس کو ہوگا فخر تیرے خیر مقدم کا
وہ دن راحت فزا ہوگا وہ شب عیش آفریں ہوگی

عنایت کی نظر کا جب تقاضا ان سے ہوتا ہے
وہ کہتے ہیں نہیں ہوگی نہیں ہوگی نہیں ہوگی

قسم کھانے کے قابل کیوں نہ ہوگی اس کی خوش بختی
محبت جس کے دل میں آپ کی خلوت گزیں ہوگی

نشانِ آستانِ حسن ہوگا جس طرف حسرت
اسی جانب کمالِ شوق کی مائل جبیں ہوگی

مقابل ہے، بہ سعیِ کامرانی — تری ضد ہے ہماری جانفشانی
مرے دل کو ترے غم کی نشانی — مبارک ہو بہ شکلِ شادمانی
غمِ عشق آں کہ عیش است و غنیمت — ق — بہ ایں سوز و گدازِ جاودانی

کانپور ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء برائے مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ ۲۴ مارچ ۱۹۴۵ء

نہ وہ بولے نہ ہم روئے، پھر آخر — اٹھے کیونکر حجابِ درمیانی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خطابِ حسن اُدھر تھا بے خطابی — زبانِ عشق ادھر بھی بے زبانی
وہ یک سر بے نیازِ عاشقاں ہیں — قیامت ہے یہ شانِ دل ستانی
پھرا قاصد مرا اس در سے ناکام — نہ خط آیا نہ پیغامِ زبانی
نہ فرق آیا تری بے مہریوں میں — نہ کام آئی مری آزردہ جانی
کفِ ساقی میں ہے نورٌ علیٰ نور — مئے گل گوں بہ جامِ ارغوانی
نہ ان کی بے وفائی معتبر ہے — محبت میں، نہ میری بدگمانی

جبینِ یار پر غصے میں حسرتؔ
فروزاں ہے جمالِ سرگرانی

برائے آل انڈیا مشاعرہ راولپنڈی ۱۰ اپریل ۱۹۳۵ء کانپور ۲۸ تا ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء

حوصلہ ان کی شناسائی کا — سر پھرا ہے دلِ سودائی کا
برہمی ان کی بجا ہے کہ، تجھے — پھر ہوا زعم شکیبائی کا
ملگجی ہے تری پوشاک تو کیا — یہ بھی اک رنگ ہے زیبائی کا
گردنِ دیدۂ یک بیں پہ رہا — حق ترے حسن کی یکتائی کا
شوقِ مایوس کے حق میں وہ نظر — کام کرتی ہے مسیحائی کا
میری رسوائی کی جانب تو نہیں — رُخ تری انجمن آرائی کا
آپ مجبور ہیں بے حوصلہ ہم — نام بدنام ہے یک جائی کا
خوب ہے تمکنتِ حسنِ جواب — شیوہ عشق کی مرزائی کا
شعرِ حسرتؔ میں ابھی باقی ہے ہنر — عیب بھی قافیہ پیمائی کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ایضاً

اعتراف آپ کی یکتائی کا — فرض ہے دیدۂ بینائی کا
اس لب لعل پہ ہنگامِ خطاب — ختم ہے وصف شکر خائی کا
کم نہیں فرقِ عقیدے کے لیے — فخر اس در کی جبیں سائی کا
کیا غضب ہے کہ رہے حسن حریف — وہ بھی ہر خواہش غوغائی کا
اور کیا جانے کوئی تیرے سوا — مرتبہ تیرے تمنائی کا
طے نہ ہوگا ترے کوچے کے سوا — مرحلہ دل کی شکیبائی کا
حسن سے اپنے وہ غافل ہیں انھیں — کیا سلیقہ ہو دل آرائی کا
خود ہے وہ جلوہ تماشا دشمن — کیا قصور اس میں تماشائی کا
جائے عبرت ہے یہ معشوقیِ عشق — قصہ یوسف کی زلیخائی کا

عشق حسرت کے سوا کس کو ملا
آپ کے حسن کی رعنائی کا

اثنائے راہ کانپور از راہ راولپنڈی لاہور ۲۰ اپریل ۱۹۴۵ء

کیسے روکیں چارہ سازی کیا کریں — خوئے دل ہے عشق بازی کیا کریں
خاکساری پیشہ ہیں ان کے فقیر — آرزوئے سرفرازی کیا کریں
غارتِ دل سہل ہے ان کے لیے — اہتمامِ ترکتازی کیا کریں
زاہدوں کی طینتوں میں ہے فتور — ادعائے پاک بازی کیا کریں
ہو چکے جو حسنِ مطلق کے مرید — وہ سرِ عشقِ مجازی کیا کریں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رکھنی ہے اہلِ وفا کی شرم آئیں   اعترافِ بے نیازی کیا کریں

دلبری حسرت ہے فطرت حسن کی

حسن والے دل نوازی کیا کریں

۱۷ر اپریل ۱۹۴۵ء

رونقِ دل یوں بڑھا لی جائے گی   غم کی اک دنیا بسا لی جائے گی

آ پڑا ہے عاشقی سے واسطہ   اب طبیعت کیا سنبھالی جائیگی

میری جانب وہ توجہ کی نظر   بزمِ دشمن میں چھپا لی جائے گی

ہوں گی پوری ان کی سب فرمائشیں   ایک بھی ہم سے نہ ٹالی جائے گی

بے نیازِ این و آں ہے نازِ یار   آرزو کی بات خالی جائے گی

شوق کہتا ہے کہ خوبی حسن کی   نور کے سانچے میں ڈھالی جائیگی

بے خودی میں پھر وہ تصویرِ جمال   دل کی آنکھوں سے لگالی جائیگی

برائے مشاعرہ لکھنؤ، ۲۰ر اپریل ۱۹۴۵ء

بے رخی سے کام وہ لیں گے مگر   خوب جب چاہت بڑھالی جائیگی

صحتِ بیمارِ غم کے واسطے   ان کے دامن کی ہوا لی جائیگی

میری بے تابی سے شوخی آپ کی   جب خفا ہوگی منالی جائے گی

دل نہ توڑو حسرتِ ناکام کا   زلف تو پھر بھی بنالی جائے گی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

برائے مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور ۸؍ جون ۱۹۲۵ء

تمکنت ان کی بڑھی شوق مرا کم نہ ہوا
فیصلہ عاشقی و حسن کا محکم نہ ہوا

سُن کے اُن سے کہ مرے جور کی تو مشق ہوئی
منفعل ہے سرِ تسلیم کہ میں خم نہ ہوا

کیوں مری خاطرِ مجموع پریشاں ہوئی
تیرے گیسو کی خطا کیا ہے جو برہم نہ ہوا

تو نہ آیا تو شبِ غم ترے بیماروں کا
دردِ دل اور بڑھا دردِ جگر کم نہ ہوا

چھوڑ کر اس بتِ بدخو کی محبت حسرت
بچتے ہو کھا کے قسم کچھ بھی تمہیں غم نہ ہوا

کانپور ۱۱؍ جون ۱۹۲۵ء

ستم کو جزو سمجھتے ہو دل ربائی کا
یہ کیا طریق یہ کیا ڈھب ہے آشنائی کا

وہ اپنے حسن کی تحقیق کرتے ہیں مجھ سے
یہ ایک طرفہ نمونہ ہے خودستائی کا

نیازِ عشق یہی ہے تو کچھ بعید نہیں
غرورِ حسن جو دعویٰ کرے خدائی کا

نگاہ داریِ آدابِ عشق نے شبِ غم
سبق دیا مرے نالوں کو نارسائی کا

جسے نہ سوزِ محبت سے کچھ بھی ہو سروکار
اسے حرام ہے دعویٰ غزل سرائی کا

بغور دیکھ رہے ہیں تری وفا کے لیے
مآلِ اہلِ ہوس کی گریز پائی کا

کچھ ان کی رنجشِ بے جا سے ڈر نہیں حسرت
کہ ہے خلوص کو موقع ابھی صفائی کا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مقامِ اشتراکیت

کانپور۔ ماہ جون ۱۹۴۵ء

معیشت میں بہر سو رنگِ فطرت ہے جہاں میں ہوں
اخوت ہے جہاں میں ہوں، سویّت ہے جہاں میں ہوں

مقامِ فرد بھی محفوظ ہے فوزِ جماعت میں!
نمایاں ہر طرف وحدت میں کثرت ہے جہاں میں ہوں

اصولِ اشتراک، آئینِ بیت المال سے مشتق
اساسِ کارِ جمع و خرچ قسمت ہے جہاں میں ہوں

فلاحت ہو کہ حرفت، کامیابی سعیِ انساں کی
نظامِ اجتماعی کی بدولت ہے جہاں میں ہوں

بری ہے فکر یاں ہر فرد کی لوث عقیدت سے
مسلّم اقتدارِ علم و حکمت ہے جہاں میں ہوں

رواج بربریت ہے مذاہب کے تعصب میں
فضائے امن و صلحِ آدمیت ہے جہاں میں ہوں

بلا تائیدِ محنت کچھ بھی افزائش جو ہو حسرت
وہ دولت کے لیے اک طوقِ لعنت ہے جہاں میں ہوں

کانپور ۴ تا ۱۰ جولائی ۱۹۴۵ء

http://www.muftbooks.blogspot.com/

وصل کے شوق کا خود وصل سے اطفا نہ کرے عشقِ صادق جو ہو مخلص بھی تو ایسا نہ کرے

اس پہ افسوس جو جیتائے محبت ہو کر جلوۂ دوست کا ہر شے میں تماشا نہ کرے

تابِ دیدار نہ ہو جس کو تو اس کا ہے قصور عشق اس حسنِ نظر سوز کا شکوا نہ کرے

فطرتِ حسن پہ کچھ فرض نہیں پرسشِ غم اسکی مرضی پہ ہے موقوف کرے یا نہ کرے

مجھ کو دعویٔ توکل ہے تو لازم ہے کہ تو فکرِ امروز بہ اندازۂ فردا نہ کرے

مرجعِ عشق ترا حسنِ مسلّم ہے تو پھر تو کرے کوئی اگر تیری تمنا نہ کرے

مجھ کو صبر و خرد و ہوش سے بیگانہ کیا اور ابھی دیکھیے کیا کیا دلِ دیوانہ کرے

التفاتِ ستمِ خاص ہے کافی حسرت
حسن سے عشق توجہ کا تقاضا نہ کرے

کانپور و لکھنؤ ۱۰ تا ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء

حسن بے پردہ بے نقاب نہیں کیا حجابِ نظر حجاب نہیں!

وقفِ ہل من مزید ہے اب شوق ستمِ یار بے حساب نہیں

اور ہے کیا؟ جو بزمِ ساقی میں مے کشوں کے لیے شراب نہیں

فتنۂ روزِ حشر ہے بیدار شب بھر میں وہ محوِ خواب نہیں

جانِ حسرت پہ قہر ہے غمِ ہجر!
جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

ہم سے دانستہ جو خطاب نہیں کیا توجہ یہ اجتناب نہیں

متبسم یہ برہمی ان کی! تیغ گویا ہے جس پہ آب نہیں

http://www.muftbooks.blogspot.com/

میری مایوسیوں کی حد نہ رہی — دل کو اب آرزو کی تاب نہیں
مئے گل گوں کی روشنی میں کہیں — دخل تاریکیٔ سحاب نہیں
ان کے دل میں ہے جا مگر حسرت
ان کی محفل میں باریاب نہیں

بلبلِ بے کس سے کیا پوچھیں نشیمن تھا کہاں
باغباں بھی جب یہ کہتا ہو کہ گلشن تھا کہاں
جوہری ہم کی یہی گر کارفرمائی رہی
حسرت اک دن خلق پوچھے گی کہ لندن تھا کہاں

غزلیات بابت ۱۹۴۶ء

تخمیس حسرتؔ برغزل حافظؔ

مرے حق میں کیا نہ ہوگا کبھی رحم کا تقاضا — نہ کبھی خطاب پنہاں نہ عتاب آشکارا
کرے ہو تو بے کسی کا مجھے غم بھی ہے گوارا — یہ ملازمانِ سلطان کہ رساند ایں دعا را
کہ بہ شکرِ بادشاہی ز نظر مراں گدا را

کوئی میرے دل کو پوچھے ترے غم کی بے پناہی — ہے بیاں کی حد سے بیروں مرے حال کی تباہی
نہ کچھ اور دے رہی ہے مری آرزو گواہی — ہمہ شب امید وارم کہ نسیم صبح گاہی
بہ پیام آشنائی بنوازد آشنا را

یہی لب ہے تجھ سے التجا ہے کہ بہ زہد نخوت انگیز — یہ جو تھا بصد تکلف مجھے شغلِ مے سے پرہیز

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اے کرشمۂ ساقی بعطائے آفت انگیز | بہ خدا اگر جرعہ دہ تو بہ حافظِ سحر خیز

کہ دعائے صبحگاہی اثرے کند شما را

تخمیسِ حسرت موہانی بر غزلِ حافظ بسلسلۂ فال

(مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۲۶ء اثنائے راہ دہلی و پشاور)

فارغ از وسوسۂ سود و زیاں خواہد بود | تا دل از ولولۂ عشق جواں خواہد بود
تا نصیبِ جمِ ہمسر انسِ بتاں خواہد بود | تا مے خانہ و مے نام و نشاں خواہد بود
سرِ ما خاکِ رہِ پیرِ مغاں خواہد بود

بے حد حسن ہے تیرا مری خواہش بیحد | بدعتی کہتے ہیں مجھ کو تو کہیں اہلِ خرد
عاشقی پیشہ ہے دل نیک سمجھتا ہے نہ بد | بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

جب کے خواب میں خود آکے وہ شاہِ خوباں | جبکہ حافظ بھی مصدق ہو بہ فالِ دیواں
تجھ کو حسرت یہ مبارک سندِ مہر فشاں | پردہ بردار کہ تا سجدہ کنند جملہ جہاں
طاقِ ابروئے تو محرابِ جہاں خواہد بود

مورخہ ۴؍ جون ۱۹۳۶ء بحالتِ خواب بہ مقام کانپور

جذبۂ شوق کی تاثیر دکھانا ہے مجھے | آپ رو رو کے خود ان کو بھی ملانا ہے مجھے
قابلِ دید ہے مجبوریِ دل کا عالم | ابھی لائے تھے جہاں سے وہیں جانا ہے مجھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

یوں تو روشن ہے سب اُن پر مرے دل کی خواہش
ہمنوا ان کی زباں کو بھی بنانا ہے مجھے

بدگمانی کا بُرا ہو کہ خفا ہیں دونوں
اب منانا ہے کسی کو نہ جلانا ہے مجھے

تجھ پہ آکر جو ستایا تھا مجھے دل نے کبھی
تجھ سے اب چھُٹ کے جلا دل کو ستانا ہے مجھے

پائے بوسی کی تمنا میں ترے نقشِ قدم
کہیں مل جائیں تو آنکھوں سے لگانا ہے مجھے

کوچۂ یار چھٹتا ہے، نہ چھُٹے گا حسرتؔ
خاک میں اب تو یہیں مل کے لٹانا ہے مجھے

۳۰ ر نومبر ۱۹۲۶ء مطابق ۵ محرم الحرام کانپور

شفاعت کا لوائے احمدی جس دن اٹھا ہوگا
ہمارے ہاتھ میں دامانِ شاہِ کربلا ہوگا!

گواہی پیش ہوگی جس گھڑی خونِ شہادت کی
تو حق میں پیروانِ حق کے بیشک فیصلہ ہوگا

سپر بن جائے گی جب دوستی آلِ محمدؐ کی
رجائے مغفرت میں منتقل بیمِ سزا ہوگا

خطائیں بخش دی جائیں گی لاریب اہلِ عصیاں کی
بتولؑ و حیدرؑ و حسنینؑ کا جب واسطہ ہوگا

ڈریں حسرتؔ جنہیں ڈر ہو عقوباتِ قیامت کا
ہمیں تو آج بھی معلوم ہے اس روز کیا ہوگا

۲۳ ر دسمبر ۱۹۲۶ء مقام کانپور

پھر سے تقدیر آزمانا چاہیے
ربط انہیں سے پھر بڑھانا چاہیے

بجھ گئی تھی دل میں جو شمعِ امید
اس کو پھر روشن کرانا چاہیے

حسن کی بے مہریوں کے سب گلے
آرزو کو بھول جانا چاہیے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جن کو مدت سے بھلا بیٹھے تھے ہم — پھر انہیں بے سے بھل لگانا چاہیے

مضطرب ہے پھر بھی حسرتؔ، کیوں نہ ہو

جب کہ اس کو بھی زمانا چاہیے

ناممکل بحالت خواب ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء

عاشقی کیا کامیاب آرزو ہونے لگی — ان کو حالِ عاشقاں کی جستجو ہونے لگی

شوق کی رعنائیوں سے حُسن کی رنگینیاں — جب ہوئیں بیباک بحثِ رنگ و بو ہونے لگی

ایضاً ۲۸ر دسمبر ۱۹۴۶ء

اس ستمگر کے لیے درسِ وفا دیتی ہے — زندگی خود مجھے پیغامِ قضا دیتی ہے

غزلیات حسرتؔ موہانی بابت ۱۹۴۷ء

۴ر جنوری ۱۹۴۷ء کان پور

بے دلی از بس کہ وجہِ فرطِ حیرانی ہوئی — التفاتِ یار سے کیا کیا پشیمانی ہوئی

اشک بار آیا وہ خاکِ کشتگانِ عشق پر — حُسن کی جانب سے یہ اچھی گل افشانی ہوئی

۲۴ر اگست ۱۹۴۷ء اثنائے سفر ۱۰ کلکتہ از کانپور

زہد مایوس و نامراد رہا — عشق دنیائے غم میں شاد رہا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

خود فراموشیوں میں بھی تو ہمیں بھول جانا کسی کا یاد رہا

وہ جفا کار تھا جو کرکے وفا ان سے امیدوارِ داد رہا

وہ ستم کیش و دل نواز ہے میں طرب کوش و غم نشاد رہا

وصل کا شوق عشق میں حسرتؔ

فی المثل موجبِ فساد رہا

۲۲ مئی ۱۹۴۴ء اثنائے راہ دہلی از کانپور

آئینہ بنی، بے عملی، بے خللی کا اک طرفہ نمونہ ہے یہ مجمع البدل کا

فطرت ہے بری شائبۂ شرک سے میری خطرہ ہے مجھے کچھ نہ خفی کا، نہ جلی کا

اے حسن ترے ناز کی خدمت میں قدیمی حاصل ہے مجھے فخر نیازِ ازلی کا

بخشا ہے پسندیدگیِ خلق نے یکسر

درجہ مرے اشعار کی ضرب المثلی کا

غزلیات حسرتؔ موہانی بابت ۱۹۴۵ء

تخمیس غزل سعدیؒ یکم فروری ۱۹۴۵ء بمقام دہلی

مستی و بالغزشِ پا می روی فارغ از باکِ خطر ہا می روی

بے حجاب و بے محابا می روی سروِ سیمینا بہ صحرا می روی

نیک بے مہری کہ بے ما می روی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

مشک بار از حلقہ ہائے موئے تو — بوئے عشق آید ز حسن خوئے تو
سجدہ ہائے مہ جبیناں سوئے تو — اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

سایہ گیر منزل ذی جاہ تست — پاس دار از دل خاطر خواہ تست
ہم چو حسرت بندۂ درگاہ تست — دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

عاشق وہی عاشق ہے جو رسوائے جہاں ہو — معشوق وہی حق ہے جو بے نام و نشاں ہو

۱۹ر جولائی ۱۹۴۸ء مقام کانپور

جنس ہوس ارزاں ہے خریدار جہاں ہو — اس وقت خدا جانے وہ عیار کہاں ہو
یہ شان بھی اچھی ہے ترے بے خبروں کی — ہر لحظہ اگر نام ترا وردِ زباں ہو!
ہے میرے لیے محفل اغیار بھی اک چیز — پر شرط یہ ہے تو بھی وہاں جلوہ فشاں ہو
ہے شوق کو منظور وہی ان کی توجہ — جس شانِ توجہ پہ تغافل کا گماں ہو

کھل جائے بھرم دعوئ پرہیز کا حسرت
کاش ان کی زباں ہو کبھی اور میرا دہاں ہو

(کانپور ۲۲ر مئی ۱۹۴۸ء برائے مشاعرہ انجمن ادب)

کم نشئیں سے، نہ مینا سے، نہ کچھ جام سے ہے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

رونق محفل ساقی مے گلفام سے ہے

بدگماں آپ ہیں کیوں؟ آپ کا شکوہ ہے کسے؟
جو شکایت ہے ہمیں گردشِ ایام سے ہے

مر مٹے ہم تو وہ کہتے ہیں یہ ہے "غم سے فرار"
اپنے حق میں غرض ان کی فقط الزام سے ہے

"ابھی چلیے ہمیں اب جلد کہ بے تاب ہے شوق
انتظام آپ کی آمد کا سرِ شام سے ہے

آپ کیا پوچھتے ہیں ہجر میں دل کی حالت!
آپ کی یاد جو ہمدم ہے تو آرام سے ہے

آپ سے توڑ کے امید کے سارے رشتے
اب ہمیں کام جو کچھ ہے غم ناکام سے ہے

آپ حسرت کو یہ کیا کہتے ہیں: دشمن ہے مرا
آپ کا نام اسی عاشق بدنام سے ہے

کانپور ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء

بلانوشی بھی کیوں ہو رہن مستی
زہے آئینِ دین مے پرستی

مزارِ عاشقاں پر فاتحہ پر
نہ آتے تم تو کیا حسرت برستی

ترے غم سے عجب عالم ہے دل کا
کہ بگڑی اجڑتی ہے نہ بستی

تمنا ایک حالت پر ہے قائم
بلندی جس کی پیدا ہے نہ پستی

http://www.muftbooks.blogspot.com/

حدِ اندازۂ وتخمیں سے باہر　　متاعِ عشق سے مہنگی ہے سستی
نہ بدلی خوئے خوبانِ جفا کوش　　گئی جانِ وفا کیشاں ترستی

حیا مجبور تھی، خواہش جنوں خیز
نہ کی حسرت نے پھر بھی پیش دستی

کانپور۔ ۱۰ راکتوبر ۱۹۴۳ء

ہماری بے خبری کا بھی کچھ ٹھکانا ہے
کہاں سے آئے ہیں جانے کہاں کو جانا ہے
مگر یہ اصل سے پیوستگی کی ہے اک شکل
غرض وصال سے ہے، موت اک بہانا ہے

ہم ان کے وہ ہمارے

(مستزادِ حسرت برائے مشاعرہ دہلی مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

جیتے رہے تسکینِ محبت کے سہارے ــــ ہم شوق کے مارے
مونس ہے اس پرستشِ پنہاں کے اشارے ــــ ہر حال میں بارے
دل کر نہ سکا حوصلۂ ترکِ تمنا ــــ اس شوخ سے اصلا
ہم کو بھی یہی ضد تھی مگر اس کا نتیجا ــــ نکلا یہ کہ ہارے
صد شکر وہ ہے پھر بہ سرِ لطف و عنایت ــــ از راہِ مروت

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اب پھر ہے وہی بات ہم ان کے ہیں تو حسرتؔ — ہیں پھر وہ ہمارے

۱۷؍نومبر ۱۹۴۳ء

گزرا اسی طرف سے جو بے کاروانِ شوق
ہر ہر قدم پہ اب بھی ہیں پیدا نشانِ شوق

البتہ دیدنی ہے یہ وارفتگی کی شان
ہیں کیسے والہانہ رواں، رہروانِ شوق

پہنچیں گے جلد منزلِ مقصود تک ضرور
لاریب ہے یہ جنبشِ گراں بھی ازانِ شوق

قابو میں، ان کے دیکھ کے دل ہے نہ ہے دماغ
ہو کس زباں سے دیکھیے شرحِ بیانِ شوق

حسرتؔ جو کاروبارِ محبت یہی رہا
چمکے گی خوب شہرِ خرد میں دکانِ شوق

۱۹؍نومبر ۱۹۴۳ء

رنگِ رخِ طرب بھی زرد رہا — دل بہر حال رامِ درد رہا
زیرِ دشمن بھی حوصلہ میرا — مردِ ہنگامۂ نبرد رہا
تھا بہت گرم عاشقی کا مزاج — سو بھی ان کے حضور سرد رہا
تیری قربت میں باوجودِ خطر — عشق بے باک رہ نورد رہا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

اس جفا کار سے بھی کر کے نباہ
حسرت اہلِ وفا میں فرد رہا

از ۲۸ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء بمقام لکھنؤ فرنگی محل

بر سرِ لطف ہے وہ جانِ جہاں آج کی رات
دیدنی ہے یہ مروت کا سماں آج کی رات

کھنچ کے آ جائے خود آغوشِ تمنا میں جو حسن
پیریِ عشق بھی ہو جائے جواں آج کی رات

بے کہے ان پہ ہے روشن مرے دل کی حالت
بے زبانی ہوئی جاتی ہے زباں آج کی رات

شوق کی حد میں ہے بادصفِ لقا شوقِ لقا
الغرض شوق ہے بے نام و نشاں آج کی رات

التفات ان کی نگاہوں کا ستم ہے حسرت
شکر بھی دل کی زباں پر ہے فغاں آج کی رات

غزلیات حسرت موہانی بابت ۱۹۴۹ء

۳-۴ اپریل ۱۹۴۹ء

طلب لذتِ آزار سے بھی کچھ نہ ہوا — اس جفا پیشہ ستم گار سے بھی کچھ نہ ہوا
کیا عجب ہے کہ مریضانِ ہوس کے حق میں — خود وہ ہو جائیں مسیحائے جہاں آج کی رات

http://www.muftbooks.blogspot.com/

کیوں نہ ہوں اہلِ ریا سر بہ گریبانِ ملال کامرانی ہے نصیبِ نگراں آج کی رات

۱۱؍ اپریل ۱۹۳۶ء اثنائے راہ کانپور از دہلی

طلبِ لذتِ آزار سے بھی کچھ نہ ہوا اس جفا پیشۂ ستم گار سے بھی کچھ نہ ہوا
پھر بھی صیاد کو توفیقِ ترحم نہ ہوئی شیونِ مرغِ گرفتار سے بھی کچھ نہ ہوا
وہ عیادت کو جو آئے بھی تو بیگانہ رہے نظرِ آخرِ بیمار سے بھی کچھ نہ ہوا
نخوتِ خلق میں پھر بھی نہ رہی کچھ عظمت شیخ کے جبہ و دستار سے بھی کچھ نہ ہوا
حسن کے جورِ تغافل میں ترقی کے سوا شوق کے گریۂ ناچار سے بھی کچھ نہ ہوا

مژدۂ وصل نہ ملنا تھا، نہ حسرتؔ کو ملا
انفعالِ نگہِ یار سے بھی کچھ نہ ہوا

یکم جولائی ۱۹۳۹ء کانپور بحالتِ خواب

تصور میں وہی پیشِ نظر تھا نہ جانے دل میں وہ پنہاں کدھر تھا
پس یک جنبشِ بادِ حوادث ثبات اپنا چراغِ رہ گزر تھا
تری بے اعتنائی کی بدولت تمنا کا جہاں زیر و زبر تھا
میانِ حسن و عشق، اک ربطِ باطن کبھی رہبر تو گاہے نامہ بر تھا
نظر مجھ پر کرم کی تھی، اگر تھی بظاہر تھا تو غصہ، اگر تھا
ترے زیرِ قدم آنے کا مشتاق سراسر تیرے پائے ناز پر تھا
نہ چھوٹی ہم سے حسرتؔ عشق بازی یہ سب کس کی توجہ کا اثر تھا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دہلی ۱۸؍ اگست ۱۹۴۹ء

پھر یاد جو آئی ہے مدینے کی بلانے
کیا یاد کیا پھر مجھے شاہ دوسرا نے

ایسا ہے تو پھر فکر ہے کیوں زادِ سفر کی
کیا غیب سے کھل جائیں گے مجھ پر نہ خزانے

میں غلبۂ اعدا سے ڈرا ہوں نہ ڈروں گا
یہ حوصلہ بخشا ہے مجھے شیرِ خدا نے

تھا شب کو جو میں حاضرِ دربارِ نبوت
چھوڑا ہے اثر دل پہ عجب اسکی فضا نے

حسرت مجھے اس جانِ جہاں سے ہے تعلق
سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

ایک نعتیہ غزل کا جو بحالتِ خواب ذہن میں آئی تھی، مندرجہ ذیل مطلع یاد رہ گیا۔ باقی غزل میں نے کسی جگہ نوٹ کر لی تھی مگر وہ کاغذ کہیں کھو گیا اور وہ غزل ذہن سے بالکل اتر گئی۔ کسی نے مجھ کو۔ بے بال و پری نے مجھ کو۔ کے الفاظ قافیہ و ردیف تک یاد ہیں، صرف مضمون فراموش ہو گیا۔

جلد سے جلد پہنچنا ہے مدینے مجھ کو
کیوں نہ تڑپوں کہ بلایا ہے نبی نے مجھ کو

مقام بمبئی ۲۶؍ دسمبر ۱۹۴۹ء و بہ اوقاتِ مختلف

پھر تری کیوں طلب میں نہ ہوں جان و دل فدا
جب مانتے ہیں سب کہ یہ نعمت ہے بے بہا

دُنیا سے منہ کو موڑ کے اے محوِ ذاتِ حق

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ہم عاصیوں کے پاس کبھی خواب میں تو آ
کیا کیا ہیں کیا بتاؤں، برے دل کی خواہشیں

وابستہ تیری ذات سے اے جانِ مدعا
عشاق کی نظر میں ترا ظلِ عاطفت

ہے خیلِ آرزو کے لیے سایۂ ہما
تیرا ستم بھی ہم پہ کرم ہے، زہے ستم

تیری جفا بھی ہم کو وفا ہے۔ زہے جفا
تیرے خرامِ ناز سے گلشن کی ہر روش

ہر دم ہے منتظر کہ قیامت ہو کب بپا
حاشا و زینہار کہ اے جانِ حسن و عشق
حسرت کے دل میں اور بھی ہو کچھ ترے سوا

غزلیاتِ حسرت موہانی بابت ۱۹۵۰ء

بسلسلۂ غزل سابق نوشتہ آخر دسمبر ۱۹۴۹ء ۱۹ر جنوری ۱۹۵۰ء

سوچا بہت پہ ہم کو نہیں آج تک پتا — کچھ دل نے کی خطا کہ ہوئے یونہی تم خفا
تم کو نگاہِ شوق سے دیکھا تو کیا ہوا — کچھ جرم تو نہیں جو یہ ہو درخورِ سزا

(دہلی مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۵۰ء)

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دل میں جو ذوقِ عشقِ بتاں آرمیدہ ہے
کیوں کر نہ ہم سمجھیں یہ قلندر رسیدہ ہے
لوگوں سے حال سن کے ہمارا وہ بول اٹھے
تکرار کیوں ہے اس کی جو قصہ شنیدہ ہے
عشاق کی نظر میں ترا جلوۂ جمیل
چشمانِ آرزو کے لیے نورِ دیدہ ہے
تیری طلب میں خاک بسر ہے سکونِ دل
تیری ہوس میں شوق گریباں دریدہ ہے
اتنا بھی کیا ضرور کہ اے اجتنابِ حسن
حسرت کے حق میں بھی ترا دامن کشیدہ ہے

۳۰،۳۱؍ جنوری ۱۹۵۰ء مقام کانپور

خاطرِ مغموم ہے گو نوحہ خوانِ زندگی
کثرتِ امید ہے اب تک نشانِ زندگی
قطرے کو دریا کی، اس کو وصلِ حق کی ہے طلب
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحانِ زندگی
چار دن کی چاندنی یا عشرتِ عہدِ شباب
عارضی تھی وہ فراغت مہمانِ زندگی
واقعاتِ عاشقی آنے لگے ایک ایک یاد

http://www.muftbooks.blogspot.com/

ختم ہونے پر جب آئی داستانِ زندگی

کچھ بھی ہو سیلِ حوادث کا اگر مجھ کو خطر
میں یہ کہتا ہوں قسم کھا کر بجانِ زندگی

واصلانِ حق، فنا فی اللہ ہے جن کا مقام
اہلِ دنیا کو ہو کیوں ان پر گمانِ زندگی

بن گیا ہے قوتِ امید سے ہر ہر ہوس
موت کا خطرہ بھی گویا ہمزبانِ زندگی

کس قدر ہموار ہے حسرت رہِ ملکِ فنا
سہل منزل کو رواں ہو کاروانِ زندگی

۱۷ر تا ۱۹ر مارچ ۱۹۵۰ء مقام کانپور

ہر لحظہ خودکشی کا طلبگار ہو گیا
جینا فراقِ یار میں دشوار ہو گیا

تسکینِ غم سے سوزِ محبت کا راستہ
اہلِ وفا کے واسطے ہموار ہو گیا

اچھا ہوا کہ شیخ پہ بھی عاشقی کا رنگ
ایسا پڑا کہ رونقِ دستار ہو گیا

ہمت نہ ہو سکی طلبِ التفات کی
ڈر یہ رہا اُدھر سے جو انکار ہو گیا

اس شوخ کی نگاہ کا جادو میں کیا کہوں
جس پر نظر پڑی وہ گرفتار ہو گیا

سن سن کے تیرے دردِ محبت کی لذتیں
ہر شخص جان و دل سے خریدار ہو گیا

سب کچھ تری طلب میں فدا کر کے جان و دل
عاشق میں کیا ہوا کہ سبک بار ہو گیا

حسرت یہ خوبی ہے ترے اعتذار کی
شکرِ جفا سے اور وہ بیزار ہو گیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۸؍ مارچ ۱۹۵۰ء کانپور

پیمانِ وفا کے ایفا کا ہم ان سے تقاضا بھول گئے
اس کا بھی تو اب احساس نہیں کیا یاد رہا، کیا بھول گئے؟
تم جب سے ہوئے ہو ہم سے جدا، اپنا بھی وہ مسلک ہے ٹھہرا
لوگوں میں ہو جس سے یہ چرچا، ہم بھی تمہیں گویا بھول گئے
دینی جو انھیں ہوتی نعمت خود ہی وہ نہ دیتے کیا حسرت
کیوں تم نے طلب میں کی سبقت آئینِ تمنا بھول گئے

۱۰؍ جولائی ۱۹۵۰ء مقام کانپور

جب دور سے وہ گنبدِ خضرا نظر آیا — اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
ہر چار طرف بارشِ انوار کا عالم — موجود پئے دیدۂ بینا نظر آیا

مسجد میں جو تھا متصل روضۂ اطہر — اک قطعہ وہ جنت کا نمونہ نظر آیا
القصہ سکوں بخشی و خوشبوئی کی رو سے ق — ہر حصہ دنیا سے نرالا نظر آیا

حق بیں کو اس روضۂ اطہر کا منارا — ہم مرتبۂ عرشِ معلیٰ نظر آیا
ہم ہجر کے ماروں کو اسی قرب میں یکسر — بیماریٔ فرقت کا مداوا نظر آیا
القصہ جو محروم سکوں تھا دلِ حسرت
آخر وہ یہیں آ کے شکیبا نظر آیا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۱۹ر جولائی ۱۹۵۰ء مقام کانپور

مذاقِ عشق برخوردار کر دے
مجھے محوِ جمالِ یار کر دے

مرے سرمایۂ ہوش و خرد کو
بہ یک جنبش جنوں بیکار کر دے

یہ کیونکر ہو کہ جب وہ خود بلائیں
تو زاہد خشک بھی انکار کر دے

عجب کیا گر مرا خوں از سرِ نو
ترے خنجر کو جوہر دار کر دے

پس از ترکِ ہوس لیا ہو جو وہ شوخ
کہیں پھر شوق کو بیدار کر دے

تماشا ہو جو توفیقِ الٰہی
انہیں خود بیں مجھے خود دار کر دے

مرا ذوقِ ستم، اے کاش حسرتؔ
اسے بھی، ضد میں بے آزار کر دے

۴ر تا ۱۲ر اگست ۱۹۵۰ء کانپور

رندوں کے لیے مے خانے میں کچھ قحطِ مئے گل فام نہیں
محروم نہ رہتا کوئی مگر، ساقی کی نوازش عام نہیں

مخصوص کرم ہے بھی کوئی معلوم نہیں یہ کسی کو بھی
غیروں کی شکایت بھی ہے یہی میرا ہی خیال خام نہیں

تقدیر کا شکوہ کیوں میں کروں ہر حال میں راضی کیوں نہ رہوں؟
تعمیلِ تمنا کیوں چاہوں، ایسا ہو تو حسرتؔ نام نہیں

۲۳، ۲۴ر اگست ۱۹۵۰ء - کانپور

http://www.muftbooks.blogspot.com/

بادِ نسیم اُدھر سے کہ بادِ صبا چلی
بادِ مراد ہو کے چلی جو ہوا چلی

فرقت میں یادِ یار کی اللہ ری بے بسی
ہم سوچتے ہی رہ گئے کہ آئی کیا چلی

دیکھے نہ ترکِ عشق پہ مجھ کو تری نظر
کیا کچھ نہ طعن و طنز کی باتیں سنا چلی

میری وفا کا ذکر بھی بے صرفہ آ گیا
محفل میں تیری بات جب اے بیوفا چلی

حسرت بعز و حسن کی خدمت میں عاشقی
پھر بے قرار ہو کے پئے التجا چلی

---

۹ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء اثنائے راہ بمبئی از کان پور

خوش نہ چھوٹی گناہ گاری کی
حد ہے یہ اپنی شرمساری کی

دل میں پیدا ہے نورِ حبِ جمال
باوجود کمالِ تاریکی

نکلیں آنسو برائے عفوِ گناہ
کہ ضرورت ہے آبِ جاری کی

بے خودی میں بھی حالِ دل نہ کھلا
رہ گئی شرم پردہ داری کی

جور کو جورِ جاں کہیں تو ہم
خو نہ ڈالیں گے آہ و زاری کی

شکوہ سنجی کو غم نواز کیا
عاشقی نے وہ طرفہ کاری کی

تو نے حسرت یہ خوب ڈالی ہے
طرحِ نو آرزو نگاری کی

۲۳، ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۵۰ء

یہ مجال کس کی ہے لے پری کہ ترے جنوں کی دعا کرے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

جو کرے بھی کوئی تو وہ کرے جسے اس کا اہل خدا کرے

نہ مجھے کرم سے ہے واسطہ، نہ ہے درگزر ہی کا حوصلہ
کس امید پر ترے روبرو کوئی اعتراف خطا کرے

تری بے نیازیٔ حسن کا، یہ ہے عاشقوں سے مطالبہ
نہ کوئی کرم کی ہوس کرے، نہ کوئی ستم کا گلہ کرے

تجھے کچھ بھی خوفِ خدا نہیں یہ طریق کیا ہے کرے حسیں
تو امید گاہ دشمن جاں بنے، دل و دیں تو تجھ پہ فدا کرے

مجھے حسرت آج بھی یاد ہے وہ حسن کا مصرعِ عشم ترا
نہ دعا کرو، نہ دوا کرو، کوئی مر نہ جائے تو کیا کرے

بجہاز محمدی درمیان بحر احمر ۱۶ ستمبر [illegible]

کس کو چاہوں اور میں تیرے سوا | لیس للانسان الا ما سعیٰ!
کر سکے تجھ پہ نہ جان و دل فدا | ہو سکا ہم سے نہ تیرا حق ادا
طرۂ زلف اُن کا ہوتا ہے دوتا | دیکھیے کس کس پہ آ جائے یہ بلا
کر ادھر بھی ایک ایمائے کرم | اے کہ تیری ذات ہے بحر السخا
کوئی دنیا میں کہاں تیری مثال | باجمال و باکمال و دل ربا
رُخ پہ ورد ہے جو اُنکے کا رخ دوست | جاں فزا ہے اس کے کوچے کی ہوا

قسمتِ حسرت کی محرومی نہ پوچھ
بے اثر ہے آہ، نالہ نارسا

http://www.muftbooks.blogspot.com/

۲؍ اکتوبر ۱۹۵۰ء

جب نظر وہ دیار آتا ہے — گریۂ بے اختیار آتا ہے
دل مرا اہل کے عشق سے گویا — بر سرِ روزگار آتا ہے
دیکھیے کب شکیبِ حسرت کو
شورِ غم پر قرار آتا ہے

---

۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء

شوق کو دادِ حیا ملتی نہیں — وہ نگاہِ آشنا ملتی نہیں
بوئے کوئے یار سے باوصفِ زعم — نکہتِ بادِ صبا ملتی نہیں
شیوۂ اہلِ ریا سے زینہار — خوئے اربابِ صفا ملتی نہیں
دیدنی ہے یہ مروت حسن کی — جرمِ الفت کی سزا ملتی نہیں
ان سے ملنے کی ہوس میں شوق کو — ڈھونڈھتا ہے اور دعا ملتی نہیں
آشکارا ہو کہ پنہاں وہ نظر — دیکھیے ملتی ہے کیا ملتی نہیں؟
عاشقی سے خوئے نازِ حسنِ دوست — بر سبیلِ اعتنا ملتی نہیں
یہ بھی حسرتؔ کیا ستم ہے عشق سے
حسن کی دادِ جفا ملتی نہیں

کان پور۔ ۱۲؍ اکتوبر ۱۹۵۰ء

سب ترے دامِ تمنا میں ہیں اے یار بندھے — جن بندھے اِنس بندھے کافر و دیندار بندھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/

دیکھنے ہی میں ہیں وہ حلقۂ گیسوئے نازک
جن میں ہیں کتنے ہی دل ہائے گراں بار بندھے

تم اگر سیر کو نکلو تو پھنسیں دل لاکھوں
دل شکاری کا وہ عالم دمِ رفتار بندھے

جب ترا جلوۂ نظرسوز مسلّم ہے تو پھر
کس خطا پر ہیں ترے طالبِ دیدار بندھے

پرتوِ حسن سے زیبا ہی لگے گا حسرتؔ
چاہے جس طور سے وہ طرۂ دستار بندھے

http://www.muftbooks.blogspot.com/